فالفارقات فرقا

الفرق

حصہ اول

یعنے

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف

الفاروق

پر

عالیجناب مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش کا محققانہ

ریویو

جسکو مولوی سید محمد صاحب رضوی عرف بنے میاں نے شائع کیا

اور بدلاس پریس مراد آباد میں چھپوایا

(نوٹ) ناظرین کو چاہیے کہ اول بموجب اس صحت نامہ کی تصحیح کرین تب ملاحظہ کرین۔

صحت نامہ حصہ اول الفرق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۱۱	بجن	سخن
۷۱	۲۰	عصرت	حضرت
۷۹	۸	بیح	نبیغ
۹۳	۱۰	کفاربرس	کفارخریش
۹۶	۱۴	صوصیت	خصوصیت
ایضاً	۱۶	جحیت	صحت
ایضاً	۱۷	جحیت	صحت
۱۰۰	۲۰	دشمن	دشمن سے
۱۰۲	۱۷	النظر	المنتظر
۱۰۴	۱۱	رتقل	نہ قتل
۱۰۵	۱۰	ات	آیت
۱۰۷	۱۶	سار	شعائر
۱۰۸	۵	رس	انس
۱۱۳	۱۰	استدل	استدلال
۱۲۳	۱۹	کری	کوئی
۱۲۸	۲	مرتضی	مرتضی نے
۱۳۳	۷	معلوم کی	معلوم
۱۴۵	۱۵	لبعضہم	بعضہم
۱۴۹	۹	سارس	سفارش
۱۵۵	۹	سا	۰
ایضاً	۱۵	درجہ	۰
۱۵۸	۱۳	خدائی	خدا نے
۱۶۰	۵	مونین	موفقین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۱	۱۵	لی	علی
ایضاً	۱۶	ومن	۰
ایضاً	۱۷	الناس	ومن الناس
۱۶۲	۷	سی	بنی
ایضاً	۱۱	بر	اوسی بر
۱۶۵	۱	بالیال	بالخیال
ایضاً	۶	درین	دودن
ایضاً	۸	بیوین	بیوئین
۱۶۶	۲	یاری	بیماری
۱۶۷	۱	کس	کی
۱۶۸	۱۹	یہامی	یہہ رائے نے
۱۷۰	۲	ودنہ	واقعہ
۱۷۱	۹	جوبرمن	جوجبرمین
۱۷۲	۲۰	اعتدالیان	بے اعتدالیان
ایضاً	۲۱	اعتدالیون	اعتدالیون بنے
۱۷۳	۱۴	محق	محقق
۱۷۸	۱۸	اوسی	اور یہہ بھی
۱۷۹	۱	ہوسکتی	ہوسکی
ایضاً	۷	بر	سے
۱۹۲	۱۶	سے	۰
۱۹۴	۲۱	کہا	کیا
۲۰۰	۵	قابل	قایل
۲۰۲	۱۰	ابوبکر	عمر
ایضاً	۲۰	[illegible]	[illegible]

(نوٹ) ناظرین کو چاہئے کہ اول بموجب اس صحت نامہ کی تصحیح کرلین تب لاحظہ کرین :-

صحت نامہ حصہ اول الفرق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۲۱	عمر	ابوبکر
۲۱۰	۱۸	برا	بہرا
۲۱۲	۸	ودنیا	وہ دنیا
ایضاً	۱۶	ادمیون	آدمیون نے
۲۱۴	۶	بر	پنر
ایضاً	۹	دو	وہ
ایضاً	۱۸	جسکی	جسکی روسے
ایضاً	۱۹	سنے	ہین
۲۱۵	۱۰	اورھی	امروہی
۲۲۳	۹	سنے	بنی
۲۲۸	۲	اید	امید
۲۲۹	۱۹	وب	خوب
۲۴۹	۲۱	کنشر	کسر
۲۵۰	۱۲	سبلقہ	خلیفہ
ایضاً	۱۶	دلی	کوئی
۲۵۴	۳	ان	ہان
ایضاً	۱۵	للیون	کیون
ایضاً	۱۹	جب سے	جیسی
۲۵۵	۳	ارار	ارائر
۲۵۷	۱۲	حرح	جرح
۲۶۱	۳	حرب	عرب
۲۶۲	۴	معصم	منتظم
۲۶۳	۱۳	٠	نہ کرسکے
۲۶۵	۱	حبر	خبر
۲۶۶	۵	متجیند	نتیجہ
ایضاً	۱۵	موقوان	موقعون
۲۶۷	۵	کرہ	کہ جو
ایضاً	۱۱	حلہ	خلہ
ایضاً	۱۶	حسرت	حضرت
۲۷۱	۴	لعرص	تعرض
۲۷۲	۷	الی	اسی
ایضاً	۱۸	الی	اسی
۲۷۵	۱۶	ا	یا
۲۸۱	۲	لعرر	تقریر
۲۸۲	۲۰	گوارہ	گوارا
۲۸۳	۵	سمر	سعر
۲۸۷	۱۴	عزیرون	تحریرون
۲۹۱	۸	گوارہ	گوارا
۲۹۲	۸	گوارہ	گوارا
۲۹۳	۹	ابولولوہ	ابولولو
۲۹۴	۱۱	ست	ہیبت

ختم شد

فہرست مضامین الفرق ریویو الفاروق حصہ اول

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفرق

الفاروق شمس العلماء شبلی پر ریویو

تمہید

یہ سچ ہے کہ اس الفاروق کے وجود مین آنے کی بہت نگاہین مشتاق تھین۔ ذی علم مصنف کی طرف سے صرف "المامون" مین اوس کے وجود مین لانے کا ذکر نہین کیا گیا تھا بلکہ "سیرۃ النعمان" مین بھی حضرت عمر کو لایق مصنف نے منتخب کیا تھا کہ جدید طرز سے ناموخلفا میں سے اونکو سرتاج بنایا جائے۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ سُنّی اور شیعون کے درمیان اردو زبان مین مناظرہ کا زیادہ مذاق پیدا ہوگیا تھا۔

یورپ کی تقلید سے طرز جدید کا جو دعوی کرکے عالم مصنف نے المامون اور "سیرۃ النعمان" اپنی تصنیفات شایع کین اوسی طرز جدید کے پیرایہ کے شوق نے

اُن لوگون کی نگاہون مین جو ایسی تازہ تصنیف کی طرف دلچسپی رکھتے تھے ''الفاروق''
کے وجود مین آنے کا انتظار کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ لیکن اس ''الفاروق'' کے
نکلنے مین (جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہی) بہت دیر ہوئی یہانتک کہ بعض دیگر
مصنفون نے[لہ] مصنف اس الفاروق پر سبقت کا قدم بڑھایا اور اپنے عندیہ مین
اوسی راہ پر چلکر عزت اور ناموری حاصل کی۔ اور جو ایسی تصانیف پر نظر غائر رکھنے
والے تھے وہ سیرۃ الفاروق' پر ریویو کر چکے اور الفاروق مرزا حیرت دہلوی کو
بھی دیکھ چکے۔

لہ منشی سراج الدین تہذیب مصنف سیرۃ الفاروق و مرزا حیرت دہلوی مصنف ''الفاروق'' ۱۲ منہ

وجہ عذر توقف مصنف

مصنف اس الفاروق کا عذر توقف بھی بیشک
صحیح ہے کہ اسباب اور موانع ایسے پیش آئے
تھے کہ اگر مصنف نورسیدہ قوت سے اپنی اونگلیون کو تقویت نہ پہونچاتے تو اس
الفاروق' کے لکھنے پر وہ قلم کہ جو گر گر جاتا تھا نہ اوٹھ سکتا۔

سرسیّد احمد خان کی۔ قوم مسلمانون کے لئے پالیسی یہ تھی کہ مسلمانون مین سے
سنّی اور شیعہ کا تعصب مذہبی' جو بحث خلافت ملکی معاملہ مین شدید تر ہی وہ رفع
ہو کر کم سے کم دونون فرقے باہم اخلاق سے برتاؤ کر کے مملکت ہندوستان
مین مل جل کر کاربرداز ہو جائین۔ اونکی دور اندیشی مانع ایسی تصانیف کی تھی کہ جس سے
شیعہ اور سنّی کے باہم تنازع مین ایک تازہ جوش پیدا ہو۔ لیکن مصنف کی
جرأت نے یہ الفاروق' تصنیف کرا کے ''سلسلہ آصفیہ'' کی فہرست مین داخل
اور مصنف کے تعلق کو مسلمانون کے کالج علی گڈھ سے۔ جہان نشو و نما فیض مصنف
کا ہوا تھا جدا کرا دیا۔ اور دوسرے پیرایہ مین اپنے فروغ کے لیمپ کی بتّی کو جلا کر
اشتعالک دی۔

ذکر منشا تصانیف سلسلہ آصفیہ

میرے اس فقرہ سے یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ ایسی

تصانیف کے کہ جس سے سنی اور شیعہ کے اختلاف کو جوش ہو۔ "سلسلۂ آصفیہ" کی فہرست مین داخل کرانے کے بادی شمس العلما سید علی بلگرامی بالقابہ اور سر وقار الامرا بہادر مدار المہام دولت آصفیہ ہین جنکا مصنف نے ذکر کیا ہی اونکا منشا اوسی قسم کی تصانیف سے ہو سکتا ہی کہ کل فرقون مسلمانون کا تعصب مذہبی فرو ہو کر سچائی سے آزادی کے ساتھ ٹھیک مذہب اسلام پر قایم رہین۔ نہ ایسی تصانیف سے کہ جسمین فضیلت کی نمایش ایک طرف، نبوت کی ابتدائی بنیاد کے پیدا ہونے کا اشارہ خاندان حضرت عمر مین ہو۔ اور حضرت عمر کو پیغمبر سے افضل الرائے قرار دیا جائے۔

افسوس ہے کہ سر سید کی رحلت کے بعد یہ کتاب "الفاروق" نکلی اگر اونکی زندگی مین نکلتی تو اونکی راے پبلک کو معلوم ہو جاتی جبکہ وہ اسکے خلاف پر اپنی محققانہ ہمت صرف کرتے جیسا کہ اونھون نے اپنی زندگی مین ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر تصانیف "سلسلۂ آصفیہ" کے قایم کرنے والون مین سے زندہ ہین اور خدا دیر گاہ اونکو زندہ رکھے۔ وہ اس امر کا فیصلہ کرینگے کہ آیا یہ تصنیف منشا تصانیف سلسلۂ آصفیہ کو پورا کرتی ہے یا کیا؟

ریویو کی فرمایشین

یہ الفاروق جب شایع ہوئی تو اوسکا دوسرا حصہ ذی علم مصنف کی مہربانی سے مجکو جلد ملا۔ لیکن مجکو اپنے دیگر مشاغل کے سبب سے اسقدر بھی فرصت نہو سکی کہ بالاستیعاب اوس کو دیکھ سکون۔ مگر میرے معزز دوست اوسپر ریویو کے ایسے مشتاق ہو گئے جیسے کہ وہ اس دلفریب 'الفاروق' کے وجود مین آنے سے پہلے اوس کے مشتاق انتظار مین بیٹھے اور میرے اُن معزز دوستون کی فرمایش یہ خبر دیتی تھی کہ پبلک مین ناپسندیدگی اس الفاروق کا ایک جوش پھیلا ہوا ہے۔ اور جیسے کہ

المامون' اور سیرۃ النعمان' اور سیرۃ الفاروق' پر ریویو لوگون کی نگاہ سے گذرے ویسے ہی اس الفاروق پر بھی ریویو کے چشم براہ ہین۔

پہلے حصہ الفاروق پر اجمالی راے

مین نے حال مین اول حصہ الفاروق' کا مبتذل واصل کرکے دیکھنا شروع کیا۔ اور کچھ شبہ نہین ہے کہ ذی علم مصنف نے بڑی لیاقت سے یہ تصنیف کی ہی اور بحث افضلیت حضرت عمر کو صرف بمقابلہ مذہب شیعہ کے ترقی دینے کی سعی نہین کی بلکہ یہ کوشش کی ہے کہ افضلیت حضرت عمر کی پیغمبر اسلام پر قرار پا جاے۔ اور ابتدائی بنیاد توحید اور ترک بت پرستی کی اُنھین کے گھرانے مین زید چچا زاد بھائی حضرت عمر کی طرف منسوب ہو جاے۔ اگر مسلمان سُنّی اور شیعہ ذی علم مصنف کی تقلید کرین تو بے شک وہ ان بحثون سے کہ پیغمبر رسول تھے اور علی مرتضیٰ اونکے چچا زاد بھائی تھے اور اُس سے علی مرتضیٰ کی فضیلت قرار دیجاتی تھی' پاک ہو جائین اور اس حالت مین اونکو حضرت محمد صلعم کی رسالت کا ضعف اور خاندان نبوت کے شرف کی کمی قبول کرکے ایک نیا پیغمبر' اور ایک نیا خاندان پیغمبر اور کم سے کم حضرت عمر' اور اونکے خاندان کو استاد پیغمبر ماننا پڑے گا۔ اور حضرت عمر کے خاندان کو خاندان پیغمبر سے اشرف قرار دینا لازم آئیگا۔

یوروپین مصنفین کا منشا

جس حیثیت اور نوعیت سے ذی علم مصنف نے اپنی اس تصنیف مین افضلیت حضرت عمر کی دکھائی ہے حقیقت مین وہ اونکی ایجاد نہین ہی بلکہ اونھین بعض یوروپین مصنفین کی تقلید و تائید ہے جنھون نے علم فلسفہ تاریخی کی شان سے مذہب اسلام کی بنیاد ڈھانے کے لئے یہ پہلو اختیار کیا ہی کہ مسلمانون کی نگاہ مین پیغمبر اسلام کے افضل الناس ہونے کو زوال' اور بمقابلہ پیغمبر اسلام کے حضرت عمر

کی افضلیت تسلیم ہو جاوے۔
اونکی غرض دربردہ حضرت عمر کی شان و شوکت اور صولت و ہیبت بمقابلہ علی مرتضیٰ اور پیغمبر و آل پیغمبر کے دکھلانے سے ابطال نبوت حضرت محمد صلعم کی تھی تاکہ مسلمان نبوت کی شان اور اوسکی عظمت و جلالت سے جو پیغمبر مین اور انکے خاص اہلبیت مین قدرتی تھی ڈگمگا جائین اور جو اعتقاد اور مسلک کہ پیغمبر نے شرف اور امتیاز کا اپنے اور اپنے خاص اہلبیت کے لئے دوست کرکے قایم اور ثابت کیا تھا اوس مین وساوس کو دخل دیکر صراط مستقیم سے تجاوز کر جاوین۔

علوم جدید و فلسفہ کی تعلیم سے توقع

ہندوستان مین تعلیم علوم جدیدہ فلسفہ کے سبب سے جو ہر دقت مذہبی کو حاصل ہوتی ہے یہ توقع تھی کہ مسلمانون کو جو آزادی مذہب مین حاصل ہو جاتی ہے وہ اختلافات کے تعصب کو سست کر دے گی اور مسلمانون کی قوم اتفاق سے ایک روش خاص پر چلنے لگے گی کہ جو کچھ کچھ اختلاف کا پہلو لئے ہوئے ہو اور جسکی امید منقطع نہین ہوئی ہے۔ لیکن اگر مسلمان اوس روش پر بھی چلنا اختیار کرین گے کہ جو ذی علم مصنف نے اختیار کی ہے تو آزادی خیالات مسلمانون کی ایک نئی شاخ اختلاف کی پیدا کرنے والی ہوگی۔ پیدا شدہ شاخ اوس تنہ درخت کی کہنا مشکل ہوگا کہ جو تنہ درخت مذہب اسلام مین قرار پایا جاتا ہے

ایسا اعتقاد جیسا کہ ذی علم مصنف کی روش سے بتقلید و تائید بعض یوروپین مصنفین کے پایا جاتا ہے۔ عہد خمیرۂ اسلام سے اوسوقت تک مسلمانون مین ظاہر نہین ہوا تھا گو قلوب تک کسی کے چیونٹی کی رفتار کی مانند مضمر رہا ہو مگر مذہب اسلام کی حقیقت اور سچے اصول نے کبھی ظاہر ہونے نہین دیا۔ اس زمانہ آزادی

مین خوشی کی بات ہی کہ مسلمانون کی اولیات مین یہ طریقہ ذی علم مصنّف کے حصہ مین رہے گا۔ جسمین حضرت عمر کی مخالفتون اور اونکے امور کو بمقابلہ پیغمبر کے سرسبز اور امر پیغمبر کو سُست کرکے دکھایا ہے۔ اور حضرت عمر کی رایون کو مطابق راے خدا کے، اور پیغمبر کی راے کو اوس کے خلاف ظاہر کرکے حضرت عمر کو درجۂ نزول وحی پر پہونچاکر اور پیغمبر کو اُس مرتبہ سے گراکر حضرت عمر کے ہاتھ پر معجزہ جاری کردیا ہی۔ اور یہی تصنیف جدید ذی علم مصنف کی حضرت عمر کی نبوت کی کتاب ہوگی !!

مسلمانونکا تنزل اور مدارج سے زوال پذیر ہوتے جانا امر مسلمہ ہی

اس زمانہ مین ہندوستان، اور کہا جا سکتا ہے کہ کل روے زمین مین، جہان جہان مسلمان آباد اور موجود ہین، اُن لوگون نے کہ جو مسلمانون کی بہبودی اور ترقی سے دلچسپی اور ہمدردی رکھتے ہین، یا ہندوستان مین سب سے اول جس (سر سید احمد خان) کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ اوس کو ایسا خیال پیدا ہوا، اس امر کو قبول کرلیا ہی کہ قوم مسلمان جہان کہین ہو تنزل کی حالت مین ہی۔ اور اپنے مدارج سے زوال پذیر ہوتی چلی جاتی ہی، اور اس کے تنزل اور زوال کے اسباب پر بھی گفتگوئین اور نظر ہو چکی ہی۔ اور ہو رہی ہین۔

تنقیح اسباب زوال مسلمانان

اسی ضمن مین یہ سوال بھی پیدا ہوگیا ہی کہ " آیا خود مذہب اسلام باعث مسلمانون کے تنزل اور زوال کا ہی یا نہین ؟ " اور جہانتک میرا علم ہی یہ سوال بعض علماے یورپ نے درحقیقت پیش کیا ہی، اور مین کہہ سکتا ہون کہ بعض یا کسی قدر مسلمانون کے ذہن مین، اس عالم یورپ کی اس راے کا اثر پیدا ہوگیا ہی، مگر عموماً جو اہل الراے مسلمان یا رفارمر ہونے کی منزلت پر ہین، یا اسی زمانہ مین گذر چکے ہین، وہ نہایت استحکام

اور استقلال سے اسکے خلاف یہ راے رکھنے والے ہین کہ "مذہب اسلام ہر قسم کی ترقی مخلوق کے لئے سبب ہوا ہے۔ مگر مسلمان مذہب اسلام پر قایم نہین رہے' یہی وجہ اونکے تنزل اور زوال کی ہے"۔

سر سید احمد خان اور شمس العلما شبلی کا مہذب مکالمہ

ایک مرتبہ اخیر حصۂ زندگی سر سید احمد خان مین' اُنہین کے گھر' اُنکی میز پر اونکے معزز فرزند سید محمود اور بعض اونکے رفیق یا دوست باہم مجتمع تھے کہ انہین شمس العلما شبلی نعمانی نے سر سید سے خطاب کر کے یہی مسئلہ پیش کیا' اور مین کہہ سکتا ہون کہ شمس العلما کی خاطر مین وہی راے مرکوز تھی کہ جسکی ابتدا عالم یورپ نے کی ہے' لیکن سر سید نے اُس راے کی صحت سے انکار کر کے صاف کہا کہ "مسلمانون کے دین اسلام پر قایم نہ رہنے سے اونکا زوال ہوا ہے"

جہان عقلا اور اہل الراے کا یہ عند یہ قرار پا گیا ہے کہ "مسلمانون کا تنزل اور زوال اونکے مذہب اسلام پر قایم نہ رہنے سے ہوا ہے" وہان اونھون نے اسپر بھی غور کیا ہے کہ مسلمانون کا دین اسلام پر قایم نہ رہنا کب سے شروع ہوا ؟"

اسی صحبت مین جسکا مین نے ذکر کیا شمس العلما نے سر سید کی راے پر باصرار یہ ظاہر کیا کہ "مسلمان دین اسلام پر برابر قایم رہے اور قایم چلے آتے ہین"

اسپر سر سید نے نہایت سختی سے اپنی وہی راے ظاہر کی اور مسلمانون کے دین اسلام پر قایم نہ رہنے کے شروع ہونے کا وقت "وفات پیغمبر" کو اس تصریح سے بتایا کہ "ہنوز اُن (پیغمبر) کا جنازہ دفن نہین ہوا تھا کہ لوگ اون کے جنازے کو ترک کر کے مسئلہ خلافت کے طے کرنے کو سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے تھے"

شیعہ اور سُنیون کی اصل بحث

یہ وہی راے ہے کہ جسکا ابتدا سے مسلمانون کا

فرقہ شیعہ قائل چلا آتا ہی کہ مسلمانون کے دینِ اسلام پر قایم نہ رہنے کی ابتدا وہی ہے جو اُسوقت ظہور مین آئی کہ جب پیغمبرِ اسلام کا بدن ٹھنڈا تک نہین ہوا تھا۔ اصل بحث ان دو گروہ عظیم مسلمانان شیعہ اور سنّی کے باہم درحقیقت یہی ہے کہ مسلمان کب سے دینِ اسلام پر قایم نہین رہے۔ اور جو باعث اونکے تنزل اور زوال کا ہوا ہی۔ اور اس بحث کا ان دونون گروہ کے باہم طے ہونا نہایت ضروری اور مقدم ہے۔

موانع ترقی اور اُسکا علاج

بہی خواہانِ قوم نے جہان اس امر کو سمجھ لیا ہی کہ دین اسلام پر قایم نہ رہنا، مسلمانون کے تنزّل اور زوال کا باعث ہی" وہان اونھون نے اس امر کو بھی سمجھ لیا ہے کہ مسلمانون کی ہر قسم کی ترقی کا، خواہ اوسکا تعلق تعلیم سے ہو یا تربیت سے، خواہ عمل سے، مانع، اور اونکے متعدد فرقون مین ہو جانے کا سبب، اختلاف ہی۔ اور اوسکا علاج دینِ اسلام کے اخلاق کی تعلیم ہے۔"

اسلامی اخلاق کیا ہین؟

مین اس مانع اور علاج سے متفق ہون، اور میرے نزدیک اگر مسلمانون کو اخلاق دینِ اسلام کی تعلیم اور تربیت دیجاوے اور ملکہ اوسی اخلاقی عمل کا اونمین پیدا کیا جاسے تو کچھہ شبہ نہین ہی کہ باہم مسلمانون کے جو تفرقہ پڑ گیا ہی وہ دُور ہو جائے گا۔ اور سب متفق ہو کر اپنی ترقی اور بہبودی کے لئے کوشش کرنے لگین گے، اور جو ترقی ہوسکتی ممکن ہی اُس درجہ پر پہونچ جائین گے۔ لیکن سخت مشکل بلکہ قریب محال ہے، اس امر کا طے کرنا۔ کہ اخلاق دینِ اسلام کیا ہی؟

شیعون کے اخلاق کا ماخذ

ایک اخلاق تو وہ ہی جسکی تعلیم اور تربیت پیغمبر سے علی مرتضےٰ نے پائی اور اُس کے اصول کو، اور حقیقت دینِ اسلام کو سیکھا اور اُسی اخلاق

اور اوس کے اُصول کی تعلیم و تربیت ایمہ اہلبیت مین برابر چلی آئی۔ اُسی کو ایمہ اہلبیت کی سیرتون سے کہ قانون قدرت نے اونکا دل و دماغ اوسی قابل بنایا تھا، فرقہ شیعہ نے لیا اور لیتا ہے جو اونکی کتب مین نہایت توسیع و توضیح سے مندرج ہے۔

اخلاق بالا کی نسبت سنیون کے خیالات

فرقہ اہل سنت معہ اپنی شاخون کے، یہ تو مین نہین کہہ سکتا کہ اُن اصول اخلاق و اخلاق کو، جو ایمہ اہلبیت سے حاصل ہوئے ہین یا جو اون کی سیرتون کے نتایج ہین باطل کہتا ہے یا باطل کہہ سکے، اس لئے کہ وہ تمام عقلی بنا اور علم فلسفہ پر مبنی ہین۔ لیکن اونپر توجہ نہین کرتا ہے اور اپنے دل مین اون کو رسوخ نہین دیتا ہے۔

سُنیون کے اخلاق کا ماخذ

دوسرا اخلاق وہ سمجھا جاتا ہے جو خلفای ثلاثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے حاصل کیا اور اپنی سیرتون سے دکھایا، اور یہ قرار دیا کہ یہی اخلاق دین اسلام ہے، یا اس کے مخالف نہین ہے، اور یہی اخلاق مسلک اہلسنت کا ہے۔

سُنیون کے اخلاق کی نسبت شیعون کے خیالات

فرقہ شیعہ اس اخلاق کو، اخلاق دین اسلام نہین سمجھتا ہے اور اُس کو باطل جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اوس مین کچھ اخلاق دین اسلام ہو بھی تو ایسا جیسا کہ کوہ ہمالیہ کے آگے رائی کا دانہ۔ اور وہ بھی مصنوعی جو سچائی سے عمل مین نہین لایا گیا۔

ایسی اختلافی حالتمین بالاتفاق اخلاق دین اسلام کا قرار پانا مشکل ہے

جب ان دونون فرقون اسلام مین، اخلاق دین اسلام کے سمجھنے میں، اور قرار دینے مین

اسقدر اختلاف اور تباین ہی تو اندازہ کرنا مشکل ہی کہ یہ دونون فرقے کسی اخلاق کو بالاتفاق اخلاق دینِ اسلام کیونکر قرار دے سکین گے۔

دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک مثال

مین یہان اِن دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک ہی مثال دیتا ہون کہ۔" فرقۂ شیعہ پیغمبرؐ کو جیسے اونکی حیات مین اونکو پیغمبر جانتا ہے ویسے ہی بعد ممات بھی۔ اور جیسے کہ پیغمبرؐ کی حیات مین پیغمبرؐ کو (فرض کرو مواقع جنگ مین) چھوڑ کر چلے جانے کو بداخلاق سمجھتا ہی ویسے ہی بعد ممات پیغمبرؐ، جب تک وہ دفن نہو جائین جسم پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے جانے کو بداخلاقی جانتا ہی۔ برخلاف اس کے فرقۂ اہلسنت ان دونون موقعون پر پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے جانے کو بداخلاق نہین سمجھتا۔

مصنف کا مسلک الفاروق مین

شمس العلمار مصنف الفاروق اپنی تصنیف مین اپنی اوسی راے کا پہلو اختیار کرتے ہین کہ "دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی" اور خلفائے ثلثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے جو اخلاق اختیار کئے تھے، اور جنکو درحقیقت ذی علم مصنف خلافِ اخلاق دین اسلام سمجھتے تھے، انھین کو پسند کر کے، اُنکی سیرتون مین سرسبز اور شاداب کر کے دکھانا شروع کیا ہے۔

نتیجہ اخلاق متباین مذہب شیعہ وسنی

ان اخلاق کی اشاعت سے وہی نتیجہ پیدا ہونیوالا ہے کہ جو اس راے سے پیدا ہوسکتا ہی کہ دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی، جو مخالف اُس راے کے ہے کہ دین اسلام پر مسلمانون کے قایم نہ رہ سکنے کے سبب سے تنزل اور زوال مسلمانون کا ہوا اور ایسے مسلمانون نے جو اخلاق اختیار کئے یا اپنی سیرتون سے دکھائے اُن اخلاقہاے سے گو ایک گروہ کی، جو مسلمان سمجھے جاتے ہین، ترقی ہو سکے

لیکن دین اسلام کے اخلاق کی تعلیم سے جو ترقی مسلمانون کی ہوسکتی ہے وہ ترقی نہین ہوسکے گی اور جو اختلاف اور تفرقہ باہم مسلمانون کے ہوگیا ہے نہ وہ مٹ سکے گا۔

الفاروق کے لئے تاریخی مواد

ذی علم مصنف نے اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ اس تصنیف کے واسطے کہان کہان سے اونھون نے مواد جمع کیا ہے۔ ابتدائی حالت تاریخ عرب، اور تاریخ عہد اسلام بیان کی ہے مگر یہ قبول کیا ہے کہ "اسلام کے عہد مین زبانی روایتونکا ذخیرہ پیدا ہوگیا تھا لیکن تصنیف و تالیف کا سلسلہ مدت کے بعد ۱۴۱ھ سے قایم ہوا" (صفحہ ۴ - الفاروق)

یہ وہی زمانہ ہے کہ جسمین عہد دولت بنی امیہ حضرت معاویہ سے شروع ہوا ہے۔ ذی علم مصنف، مصنفین و مؤرخین علما کا دور قدیم پانسو برس تک، اور اوس کے بعد دور متاخرین مؤرخین علما کا قرار دیتے ہین۔

دور اول مین دس[1] علما کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ ابتداءً جن لوگون نے بالتخصیص آنحضرت صلعم اور صحابہ کے حالات مین کتابین لکھین وہ تصانیف آج ناپید ہین۔ (صفحہ ۵ و ۶) لیکن اوسی دور قدما مین سات[2] ایسے مصنفون کا ذی علم مصنف شمار کراتے ہین کہ جنکی تصنیفات اس زمانہ مین موجود ہین

---

[1] یحیٰی مدنی مصنف غزوات نبوی - نصر بن مزاحم کوفی مصنف کتاب الجمل - سیف بن عمر الاسدی مصنف کتاب الفتوح الکبیر - عمر بن راشد الکوفی مصنف کتاب المغازی - عبد اللہ بن سعد زہری مصنف فتوحات خالد بن ولید - ابو البختری وہب بن وہب مصنف کتاب صفات النبی و فضایل الانصار - ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی جس نے آنحضرت و خلفا کے حالات مین (۴۷) عنوان سے کتابین لکھی ہین - احمد بن حارث جزاز کتاب المغازی اسماء الخلفاء و کتابہم - عبد الرحمن بن عبیدہ مصنف مناقب قریش - عمر بن شبہ مصنف کتاب الامراء الکوفہ و البصرہ ۱۲

[2] عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ - احمد بن داود ابو حنیفہ دینوری - محمد بن سعد کاتب الواقدی - احمد بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی مصنف تاریخ یعقوبی - احمد بن یحیٰی بلاذری - ابو جعفر محمد بن جریر طبری - ابو الحسن علی بن حسین مسعودی ۱۲

اور دوسرے دور مین چند علما موزخین[1] کا نام لیا ہے۔

متاخرین موزخین کی نسبت مصنف کی نکتہ چینی

ذی علم مصنف عموماً علمای موزخین متاخرین (دور ثانی) پر خود یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ "ان لوگون نے تاریخ کے ساتھ کوی احسان نہین کیا اور قدما کی خصوصیات کو بھی کھو دیا۔ کچھ اونھین اضافہ نہین کیا اور اسطرح اختصار کیا کہ جو بات چھوڑ دی وہی اس تمام واقعہ کی روح تھی" لیکن تاریخ ابن الاثیر کی نسبت یہ کہتے ہین کہ "علامہ ابن خلکان نے اوس کو خیار التواریخ سے کہا ہے اور درحقیقت اسکی قبولیت عام نے قدیم تصنیف ناپید اکردین اور جہانتک زمانہ کا اشتراک ہی طبری سے اوس مین زائد نہین ہی" (صفحہ ۹ و ۱۰) مگر اس عام نکتہ چینی سے ابن خلدون اور اوس کے شاگرد علامہ مقریزی کو مستثنی کیا ہی اور ابن خلدون کی نسبت کہتے ہین کہ اوسی نے فلسفہ تاریخی کا فن ایجاد کیا۔"

ذی علم مصنف اونھین قدما کی تصنیفات کو جنکی کتابین موجود ملی ہین اپنی اس تالیف کا سرمایہ قرار دیتے ہین لیکن ان قدما کی نسبت کتب رجال مین جو قدحین موجود ہین اونکی نسبت ذی علم مصنف نے کوئی راے اپنی نہین لکھی کہ جس سے وہ دھبہ قدح کا اون پر سے دور ہو سکے۔ باوصف اس کے کہ فن رجال کے مستقل بنا دینے کی صفت مسلمانون کے لئے قرار دی ہے (صفحہ ۱۳ و ۱۴) لیکن ذی علم

قدیم تاریخون مین دو خاص نقص

مصنف نے یہ دو نقص قدیم تاریخون مین قبول کر لئے ہین کہ جو اون مین مفقود ہین۔

(۱) ہر عہد کا تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کے متعلق معاملات

---

[1] ابن الاثیر۔ سمعانی۔ ذہبی۔ ابوالفدا۔ نویری۔ سیوطی۔ ابن خلکان۔ ابن خلدون۔ مقریزی۔ ۱۲

سرمایہ مہیّا کیا جائے۔"

(۲) "تمام واقعات مین سبب اور مسبب کا سلسلہ تلاش کیا جائے۔"

وجہ نقص اول

اور وجہ اول نقص کی نہایت سچّائی سے یہ بیان کی ہی کہ "ہمیشہ شخصی سلطنت کا رواج رہا اور فرمانروائے وقت کی عظمت و اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت اور جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آئے۔"

یہ تصانیف قدیمہ جنپر ذی علم مُصنّف نے ماخذ اپنی اس تصنیف جدیدہ کا قرار دیا ہے۔ عہد بنی امیہ و بنی عباس مین تصنیف ہوئی ہین کہ جو درصل یہ قایمقامی حضرت عمرؓ کے اپنے اپنے عہد مین سلطنتون پر متمکن ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ ہی اول وہ شخص تھے کہ جو خلاف مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے (کہ پیغمبر اپنی زندگی مین تمام عرب کے بادشاہ قرار پاگئے تھے اور تمام جہان کی بادشاہت کے حق کا دعوے کرتے تھے اور اونھون نے اپنے قول و عمل سے حق جانشینی اپنا بتا اور جتا دیا تھا) بانی اور بادی اس امر کے ہوئے کہ سلطنت پیغمبری دوسرے خاندانون مین منتقل ہوتی رہے اور اسی اُصول حضرت عمرؓ سے بنی امیہ اور بنی عباس کے ہاتھون مین پہونچی تھی اور اسی اعتبار سے بنی امیہ اور بنی عباس جانشین حضرت عمرؓ کے تھے۔ اونکے عہد مین جو تصانیف ہوئین اُن تصنیفونکی نسبت جس شان سے کہ وہ ہوسکتی تھین جب کوئی محقق باتفاق رائے ذی علم مصنف کے نظر ڈالے گا، ضرور پکار اوٹھے گا کہ ایسے عہد کے مورخ سوائے عظمت و جلال شاہی حضرت عمرؓ کے اونکے عیوب اور اونکی غلط رایون اور اونکی خطاؤن کے لکھنے مین اونکا قلم ایک ڈوبہ سیاہی کا لیکر ایک نقطہ بھی نہین لگا سکتا تھا۔

نقص اول کا اثر الفاروق کے حق مین

ادن قدیم تاریخون عہد بنی امیہ و بنی عباس کے (جنھون نے اصول قرار دادہ حضرت عمرؓ کے موافق سلطنت پر قدم رکھا) ذی علم مصنف کی اس تصنیف کا ماخذ یہی تصانیف ہین اور اس تصنیف کا مدار خبر دیتا ہے کہ یہ تصنیف بھی اُس عیب کی گرہ سے نبچ نہین سکتی کہ جس عیب کی گرہ تو قدیم تاریخون مین ذی علم مصنف نے کھولا ہے۔

ذی علم مصنف نے وجہ اول نقص کی جو بیان کی ہی اوس سے تو نقص تصنیف کا لازم آیا ہے لیکن وجہ دوم نقص کی (واقعات مین سبب اور مسبب کے سلسلہ کا عدم تلاش) ذی علم مصنف نے جو بیان کی ہی وہ ناقابلیت مصنفین کو لازم کرتی ہے۔

وجہ نقص دوم اور اوسکا اثر الفاروق کے حق مین

وہ کہتے ہین کہ "واقعات مین سلسلہ اسباب کی توجہ نہ کرنے کا بڑا سبب یہ ہوا کہ فن تاریخ ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو فلسفہ اور عقلیات سے آشنا نہ تھے۔ اس لئے فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر نہین پڑ سکتی تھی۔" (صفحہ ۱۲- الفاروق)

جب تصانیف کے نقص کی وہ حالت ہو اور اونکے مصنفین کی ناقابلیت کی یہ حالت، تو ایسے مصنفون کی تصنیف پر (کہ جن تصانیف مین نہ اوس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کی معلومات کا سامان مہیّا ہو اور نہ اُس کے مصنفین فلسفہ اور عقلیات سے آشنا، اور نہ فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر پڑ سکتی تھی) اگر کوئی مصنف رجوع کسی عہد کے حالات لکھنے مین اُس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب،

کی معلومات کے سرمایہ کا خواستگار بھی ہو - اور جو فلسفۂ تاریخی کے اصول و نتائج پر نظر رکھنے کا دعویدار بھی ہو) اپنی تصنیف کا ماخذ قرار دے، تو اوسکو خود سوچنا چاہیئے کہ اوسکی تصنیف کی کیا حالت ہوگی ؟ اور کسطرح وہ منزل مقصود تک کامیابی سے پہونچنے پر قادر ہو سکتا ہے - ؟

روایت و درایت

ذی علم مصنف نے اسی تقریر کے سلسلہ مین یہ بھی قبول کیا ہے کہ " احادیث و سیر مین روایت کا پلہ ہمیشہ درایت سے بھاری رہا - اور درایت سے جسقدر کام لیا گیا نہ لئے جانے کی برابر تھا - "

ناقابلیتی مورخین

مصنف سبب اوسکا یہ بیان کرتے ہین کہ " تاریخ مین جو واقعات مذکور ہوتے ہین اونکو مختلف فنون سے رابطہ ہوتا ہے - مثلاً لڑائی کے واقعات مین فن حرب سے، انتظامی امور قانون سے، اخلاقی تذکرے علم الاخلاق سے، تعلق رکھتے ہین - مورخ اگر ان تمام علوم کا ماہر ہو تو واقعات کو علمی حیثیت سے دیکھ سکتا ہے - انتظامی امور کے ذکر مین قانونی حیثیت کا اسوجہ سے پتہ نہیں لگتا کہ مورخین خود قانون دان نہ تھے - اگر خوش قسمتی سے تاریخ کا فن اُن لوگون کے ہاتھ مین - ہوتا جو تاریخ کے ساتھ فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق سے بھی آشنا ہوتے تو آج یہ فن کہان سے کہان تک پہونچا ہوتا - "

افسوسناک حیرت ہے کہ ایسے ناقص مواد سے کہ جس کے سبب سے نہ روایت قابل اعتماد ہو سکتی ہے نہ درایت، ذی علم مصنف نے اپنی جدید تصنیف مین کیونکر ایجاد کیا ہے ؟

ذی علم مصنف جیسے لائق مورخ اور اہل تصنیف چاہتے ہین زمانہ

ویسے مؤرخ اور مصنف پیدا نہین کر سکتا تھا۔ ذی علم مصنف نے ویسے لایق مورخ اور اہلِ تصانیف کے پیدا نہونے کی وجہ پر غور نہین کیا یا عمداً اوسکی علت ظاہر کرنے سے گریز کی ہے۔

وہ علت یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ خلافت مسلمانون کی اُن لوگون کے ہاتھ مین رہی کہ خود وہ اُس قسم کے علوم سے آگاہ نہین تھے۔ اور اسی وجہ سے جن لوگون نے کہ اونکا اتباع کیا اونمین ایسے لوگونکا کسی وقت بھی پیدا ہونا غیر ممکن تھا کہ جس قسم کے لیاقت کی تلاش ذی علم مصنف کر رہے ہین۔ اگر خلافت مسلمانون کی علماے کامل اور

وجہ اصلی ناقابلیتی موَرخین

ربّانی فلاسفرون کے (جنسے مراد حضرت علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ ہے) ہاتھ مین رہتی، اور زمانہ اون سے تعلیم و تربیت پاتا اور بذریعہ خلافت کے شیوع اور رواج اُن علوم و فنون کا ہوتا، تو عموماً ویسے ہی مؤرخ اور اہلِ تصانیف پیدا ہوتے جیسے ذی علم مصنف چاہتے ہین۔ اور اُس حالت مین ذی علم مصنف کو گنجایش ایسی تصنیف کی بھی باقی نہ رہتی۔ جبکا کئی سو برس کے بعد تاریکی کی حالت مین اونھون نے قصد کیا ہے اور افسوس ہے کہ ظلمت مین بغیر اس کے کہ شمع روشن اونکے ہاتھ مین ہو راہ چلے ہین۔ اور کچھہ شبہ نہین ہی کہ ایسے مؤرخ اور اہل تصانیف کے عموماً پیدا نہ ہونے سے کہ جو فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق سے آشنا ہوتے مذہب اسلام کو بہت نقصان پہونچا۔ شروع سے ایسے فلاسفر ربّانی کو جسکا دل و دماغ قدرت نے علم و حکمت کے لئے وضع کیا تھا خلافت پیغمبری کے لئے قبول نرکھنا، اور ایسون کو خلیفہ منتخب کرنا جو تمام اوصاف خود نہ رکھتے تھے، اور اُن اوصاف کے اُس فلاسفر ربّانی مین قایل تھے، درخت اسلام کی بنیاد پر اپنے ہاتھ سے تیشہ مارنا ہی! اور در اصل یہی امر باعث تنزل مسلمانونکا

ہوا ہے۔

بحث اعتبار صحت و عدم صحت روایات و جانچ کے طریقے

ذی علم مصنف اس امر کے قبول کرنے کے بعد کہ قدیم تاریخون مین تمام واقعات ضروری کور نہین ہوتے اور جسقدر ہوتے ہین اونمین اسباب و علل کا سلسلہ نہین ملتا" یہ امر بھی بحث طلب قرار دیتے ہین کہ " جو واقعات مذکور ہین خود اونکی صحت پر کہانتک اعتبار ہوسکتا ہے" اور اسکی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ " واقعات کی جانچ کے صرف دو طریقے ہین روایت و درایت" اوسپر ایک رائے لکھی ہے۔

یہ سچ ہے کہ " مسلمانون نے روایت کے فن کو ایک مستقل فن بنا دیا اور ہر قسم کی روایتون مین سند متصل کی جستجو کی۔ لیکن ایسی روایتین بھی کہ جنمین سلسلہ سند متصل کا پایا گیا ہزارون احادیث اور روایتین اُن کتابون مین وضعی اور مصنوعی پائی گئی ہین۔ (جنکی نسبت بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اصلی ماخذ تصنیف ذی علم مصنف کا ہے) اور جن کے راویون کو کسی متلاشی نے ثقہ اور کسی نے غیر ثقہ کہا۔ ایسی حالت مین معیار صحت اور غیر صحت ہر ایک واقعہ کا ہر کسی مصنف کا اختیاری ہوگا کہ جس واقعہ کو چاہے قبول کر لے اور جس واقعہ کو چاہے غیر معتمد سمجھ لے۔

درایت و روایت کی حقیقت

درایت کے متعلق خود ذی علم مصنف یہ انصاف کرتے ہین کہ " اس فن کو جسقدر ترقی ہونی چاہیئے تھی نہین ہوئی اور تاریخ مین تو اس سے بالکل کام نہین لیا گیا۔" جب واقعات کی تنقید کے لئے جو روایات مین بیان ہوئے ہین درایت سے کام نہین لیا گیا اور بہ قول ابن خلدون کے جیسا کہ ذی علم

مصنف ظاہر کرتے ہین کہ " واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویون کی جرح و تعدیل سے بحث نہین کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہین، اور امکان سے امکان عقلی مراد نہین بلکہ اصول عادت، اور قواعد تمدن کی رُو سے ممکن ہونا مراد ہے " اگر کوئی واقعہ غیر صحیح ایسا بیان کیا جائے کہ جو اصول قواعد اور تمدن کی رو سے ناممکن ہو تو اوسکی صحت کا مدار ضرور راوی کی حالت پر ہوگا، جیسا کہ ابن خلدون نے راوی کی جرح و تعدیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو ایسی حالت مین صحت کسی واقعہ کی تسلیم ہونا نہایت دشوار ہوگا۔

بعد وفات پیغمبر کے مسلمانون مین زمانہ نے تفرقہ اور اختلاف، جو آجتک قائم اور برقرار ہے۔ ایسا ڈالدیا ہے کہ کسی نہ کسی راوی کا کسی وجہ سے کسی کی طرفداری سے، کہ جو تابع خلافت کا رہا ہو، پاک ہونا اور رنگ آمیزی سے بری ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ صحت واقعہ کی قابل اطمینان کے اوسی حالت مین قبول کیجا سکتی ہے کہ جب مخالف اوسکا کہ جس کے فضل کا استنباط اوس واقعہ سے کیا جائے گواہی دے۔ " والفضل ما شہدت بہ الاعدا "

الفاروق کو نقائص قدیمہ سے بچانے کے لئے دیگر کتب متاخرین سی تلافی

ذی علم مصنف قدیم تاریخون کے نقص کو اپنی اس تصنیف مین پورا کرنے کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہین کہ۔ " اگرچہ جو کتابین حضرت عمرؓ کے حالات مین مستقل حیثیت سے لکھی گئین اونمین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے۔ لیکن اور قسم کی تصنیفون سے ایک حد تک اوسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ کے طریق حکومت، اور آئین انتظام کے متعلق بہت سی باتین معلوم ہوسکتی ہین۔ صیغہ قضا کے متعلق اونکا طریق عمل

معلوم ہوتا ہے، اونکی اولیات کی تفصیل ہے، اونکے خطبے منقول ہین، اونکا شاعرانہ مذاق معلوم ہوتا ہے، اونکے حکیمانہ مقولے نقل کئے ہین ۔ اونکے اخلاق و عادات کو تفصیل سے لکھا ہے، اونکی فقہ، اور اجتہاد پر مجتہدانہ طریقے سے بحث کی ہے "

یہ امور جن چند کتابون سے معلوم ہو سکتے ہین ۔ ذی علم مصنف نے اُن چند کتابون کے نام لئے ہین ۔ لیکن "ریاض النظرہ للمحب الطبری" کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ۔ " حضرت عمر کے حالات تفصیل سے ملتے ہین اور شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفا" مین اسی کتاب کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے لیکن اس مین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتین مذکور ہین اس لئے مین نے دانستہ اوس سے احتراز کیا ۔ "

جب یہ امر قبول کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے حالات مین جو مستقل حیثیت سے کتابین لکھی گئین اور اونمین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے"، اور وہ کتابین قدیم تصنیفات سے بھی نہین ہین تو دیگر کتابون تصنیفات متاخرین سے اُس تلافی پر جس سے حضرت عمر کے حالات کو ذی علم مصنف پورا کرنا چاہتے ہین کیسے طمانیت ہو سکتی ہے ؟ خصوص جبکہ اون کتابون مین سے بعض کتابون کی نسبت قبول کیا جاتا ہے کہ ۔ " اونمین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایات مذکور ہین" اور جس سے خود ذی علم مصنف نے دانستہ احتراز کیا ہے ۔

• جن حالات حضرت عمر کی نسبت (مثل طریقۂ حکومت، اور آئین انتظام اور صیغۂ قضا، اور اونکی اولیات، خطبے، مذاق شاعرانہ، حکیمانہ مقولے اور اونکے اخلاق و عادات کی) ذی علم مصنف تلافی کرنا چاہتے ہین وہ

واقعات سے تعلق رکھتے ہین۔ اور اون واقعات کا بیان صرف راویون پر منحصر ہے۔ اور جسقدر کہ امور راویون نے بہ حیثیت واقعہ کے بیان کئے ہین۔ اوس مین اس بات کا نشان غیر ممکن ہی کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا اور کہا وہ اونکی ذاتی عقل کا نتیجہ تھا یا کسی دوسری جگہ سے اوسکا علم اونھون نے حاصل کیا تھا۔ اور جب تک اُس نشان کا سراغ نہ چلے اوسوقت تک یہ بات کیونکر طے ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر کی ذاتی فضیلت کا درجہ کہانتک ہے

واقعات کی تنقید چند اصُول درایت سے

ذی علم مصنف نے اس قسم کی مشکلات پر نظر کرکے اور درایت کے بعض اصول کو بیان کرکے اون مشکلات سے اپنے آپ کو بچانا چاہا ہی جس سے منشا اونکا یہ ہے کہ واقعات کی تحقیق و تنقید درایت کے اصول سے ہوسکتی ہی۔ اور لوگون کو گمان ہو کہ ذی علم مصنف نے اونہین اصُول کے بموجب واقعات کی تحقیق و تنقید کرلی ہے۔ لیکن جو اصول کہ مصنف نے ظاہر کئے ہین اوس سے تحقیق و تنقید واقعات حضرت عمر کی نہین ہوسکتی اور نہ وہ نتیجہ اوسپر مترتب ہوسکتا ہی جو ذی علم مصنف نے مرتب کرنا چاہا ہی۔

پہلا اصول درایت اور اوسپر بحث

پہلا اصول وہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "واقعہ مذکورہ اصول عادت کی رُو سے ممکن ہی یا نہین؟" معلوم نہین ہوتا کہ اسمین اصول عادت سے شخصی عادت مراد ہے' یا عام عادت انسانی۔ اگر عادت شخصی مراد ہے تو جب تک کہ کسی شخص کی کوئی عادت تحقیق نہ ہوجاسے تب تک اوسکی عادت کا کوئی اصول مقرر نہین ہوسکتا۔ اور اصول عادت۔ کی تحقیق کے لئے وہی دشواری پیش آئے گی کہ جو کسی واقعہ کی تحقیق و تنقید مین پیش آتی ہے۔

اور اگر عادت سے مراد عادتِ انسانی ہی تو گو بعض امور مین فطرتاً بشر
مساوی عادت رکھتا ہے جسمین ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین ہوتی۔
لیکن جن امور مین کہ فضیلت ہوسکتی ہے اونمین قانون قدرت قلب اور دماغ
جُداگانہ، اور متفاوت درجہ کے وضع کرتا ہے اور کبھی کبھی کسی شخص مین
ایسی قوت امور خیر اور اصلاح انسانون کی ودیعت کرتا ہی کہ جو اوس کے ہمعصر
انسانون مین بلکہ زمانۂ آیندہ مین بھی اُس قوت کا دوسرا پیدا نہین ہوتا اور
ایسے شخص سے ایسے امور سرزد ہوتے ہین جنکو ما فوق طاقت بشری کہا جاتا ہی۔
کبھی انسانون مین ایسے شخص بھی پیدا ہوتے ہین کہ خلاف امور خیر کے شرارت
آمیز وطیرہ اونکا عادتاً ہوجاتا ہے۔ جس سے امور خیر کے پھیلانے والو
کو سخت اذیت پہونچتی ہی اور وہ اونکے شر سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ
مانگتے ہین۔

ایسی حالت مین کسی شخص خاص کی نسبت عام عادت انسانی سے کسی
واقعہ کا انطباق فضیلت کے لئے کچھ مفید نہین ہوسکتا۔ شخص خاص کی
عادت کا امتیاز اوسی حالت مین ہوسکتا ہی کہ جسقدر امور اوس سے سرزد
ہون وہ کبھی اوس کے مخالف نہون جو اوس سے اوسی قسم کے امور مین قولاً اور
فعلاً ہمیشہ سرزد ہوتے رہے ہون۔ لیکن جب شخص نے مختلف حالتون مین
زندگی بسر کی ہو۔ مثلاً کبھی کفر و شرک مین کبھی اسلام مین، اوسکی نسبت
کسی ایک عادت کا اطلاق نہین ہوسکے گا۔ اوسمین دونون زمانون کی عادتین
موجود ہونگی اور اوسکی فضیلت کسی عام عادتِ بشری سے نکالی نہین جاسکے گی۔

دوسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

دوسرا اصول یہ ظاہر کیا ہی کہ "اوس زمانہ مین لوگون کا میلان عام واقعہ کے مخالف تھا یا

موافق ؟ ۔"

جس طرز سے جب کوئی شخص خلیفہ یا بادشاہ مقرر ہو جاے اور اوسی طرز پر اوس کے جانشین خلیفہ اور بادشاہ مقرر ہوتے چلے جائین۔ تو کوئی واقعہ جو بعد زمانۂ دراز کے خلیفہ یا بادشاہ کی نسبت، اوس کے جانشینون کے عہد مین بیان کیا جاے تو ظاہر ہی کہ سطوت خلافت و بادشاہت کی وجہ سے عام مسلمان اس واقعہ کی نسبت کہ جس سے کوئی فضیلت پیدا ہوتی ہو موافق ہوگا۔ گو دلون مین کچھہ لوگ اُس واقعہ کے مخالف بھی ہون۔ چنانچہ خود ذی علم مصنف نے (صفحہ ۱۱ مین) قبول کیا ہی کہ۔" فرمانرواے دولت کی عظمت واقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی ہین اور لازمی اثر ہے کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت وجلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آے۔" اور صفحہ ۱۷ مین بھی یہ راے ظاہر کی ہے کہ۔" جسقدر تعصب آتا گیا اوسی قدر روایتین خود بخود تعصب کے سانچے مین ڈھلتی گئین ہین۔" خصوص جب تاریخی واقعات سے یہ امر بھی مسلم ہو کہ اونہین مسلمانون مین سے ایک گروہ مخالف اور مختلف راے رکھنے والا ہر زمانہ مین موجود رہا ہے، تو مسلمان عام کسی واقعہ کے متعلق موافق یا مخالف لوگونکا کس بنا پر قبول کیا جاے گا۔ ؟

تیسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

تیسرا اصول ذی علم مصنف یہ بیان کرتے ہین کہ واقعہ اگر کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اوسی نسبت سے ثبوت کی شہادت قوی ہے یا نہین ؟"

یہ اصول نہایت تعجب انگیز ہی کہ جب واقعہ غیر معمولی ہے تو ثبوت کی شہادت کی قوت اور غیر قوت کیونکر دیکھی جاسکے گی۔

علامہ ابن خلدون کی راے بھی ذی علم مصنف نے صفحہ ۱۴ مین یہ نقل کی ہے کہ۔"

"واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویون کی جرح اور تعدیل سے بحث نہین کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہی یا نہین - اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہے تو راوی کا عادل ہونا بیکار ہے"

اس راے کے بموجب جبکہ کوئی واقعہ غیر معمولی قرار پا جاے تو پھر شہادت کا دیکھنا بیکار ہے کہ وہ قوی ہے یا نہین ؟

چوتھا اصول درایت چوتھا اصول یہ قرار دیتے ہین کہ "اس امر کی تفتیش کہ راوی جس چیز کو واقعہ ظاہر کرتا ہے اوسمین اوس کے قیاس اور راے کا کسقدر حصہ شامل ہے" تفتیش اس امر کی کہ روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسقدر حصہ شامل ہے ؟" ایک امر عظیم ہے -

روایت مین جس چیز کو واقعہ ظاہر کیا گیا ہے - پہلے تو یہ امر دیکھا جائیگا کہ اسکا محل اور موقع کیا تھا ؟ اور پھر دیکھا جاے گا کہ اس روایت مین ایسی نوعیت ہے یا نہین جس سے طرز قیاس راوی کا متبادر ہوتا ہو ؟ ان امور کی نسبت بھی ہر شخص کی راے مین اختلاف ہوسکتا ہے - اور پھر اس امر مین ضرور اختلاف ہوگا کہ اس روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسقدر حصہ شامل ہے یا نہین ؟

پانچوان اصول درایت پانچوان امر اصول کا یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ " راوی نے واقعہ کو جس صورت مین ظاہر کیا وہ واقعہ کی پوری تصویر ہے یا اس امر کا احتمال ہی کہ راوی اوس کے ہر پہلو پر نظر نہین ڈال سکا اور واقعہ کی تمام خصوصیتین نظر مین نہ آسکین ؟"

اس اصل کے قرار دینے مین یہ چاہا جاتا ہی کہ راوی عالم، مجتہد، اور ادیب، ہو بلکہ مصور بھی ہو تو بہتر ہے - ایسے راوی عموما نہین مل سکین گے اور اگر

اور اگر ملین گے تو نہایت خاص جو ہر زمانہ مین ایک دوسے زیادہ نہونگے اور یہ ضرور نہین ہوگا کہ ہر واقعہ کے وقت وہ خاص الخاص موجود ہو۔

حقیقت مین راوی کا صرف کام یہ ہے کہ وہ سچّا واقعہ سادے طور پر بیان کرے اور اگر راوی ایسا ہو کہ ہر پہلو پر واقعہ کے نظر ڈالنے والا ہے تو ضرور ہے کہ روایت مین راوی کا منشار یا قیاس شامل ہوگا۔ جسکے دُور کرنے کے لئے ذی علم مصنف نے اصل چارم قرار دی ہے۔

تعجب ہے کہ اصل چارم کے بموجب روایت۔ قیاس۔ اور رائے شامل ہونے کے سبب سے خراب سمجھی جائے۔ اور اصل پنجم کے بموجب راوی کے منشار اور رائے کے شامل نہونے سے روایت ناقص رہے۔!

چھٹے اصول روایت کی حقیقت

چھٹا امر یہ قرار دیا ہے کہ "اسباب کا اندازہ کہ زمانہ کے امتداد اور مختلف راویون کے طریقہ ادائے روایت مین کیا کیا اور کس کس قسم کے تغیرات پیدا کردئے ہین۔"

جیسے کہ امور بالا مین تنقید اور تحقیق روایت کی تحقیق اور تنقید کرنے والے کی رائے اور قیاس اور اوس کے اجتہاد پر محدود ہے ویسے ہی اس امر ششم مین بھی اندازہ کرنے والے کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہوگا۔ اور جب ان تمام امور مین جو اصولاً ظاہر کئے گئے ہین تحقیق اور تنقید کرنے والے کی رائے پر محدود رکھا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ جیسی طبائع انسانون کی مختلف ہین ویسے ہی تحقیق اور تنقید کرنے والون کے اندازہ کرنے مین اختلاف اور غلطی ہوگی۔

ذی علم مصنف نے کوئی ایسا اصول نہ بتایا کہ جس سے کسی تحقیق اور تنقید اور اندازہ کرنے والے کی رائے صحیح بلا خطا قبول کیجا سکے۔

عدم انکار اصول منظہرہ کی حقیقت

ذی علم مصنف اپنے اصول منظہرہ کی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ "ان اصول کی صحت سے کوئی انکار نہین کر سکتا" افسوس ہے کہ مصنف نے عدم انکار کو بہت وسعت دی اور وہ بھول گیے کہ یہ زمانہ تدوین فلسفہ (علم حکمت) اور اوس کے عالمون کا ہے۔ اس زمانہ مین تو یہ کہنا روا ہو سکتا ہی کہ کسی اصول کا قرار دینا مشکل ہی اور اپنے اصول منظہرہ کی نسبت اس بات کا قائل ہونا چاہیئے تھا کہ اونکے ہر شعبون مین سے کوئی شخص اون سے انکار نہین کر سکتا۔

یہ بات کہ "ان اصولون کے ذریعہ سے بہت سے مخفی راز معلوم ہو سکتے ہین" تب ہی صحیح ہو سکتی ہی کہ جب یہ کہا جاے کہ ہر شخص اپنی راے اور قیاس کے موافق کچھہ راز کھول سکتا ہی۔

ذی علم مصنف راز کے معلوم ہونے کی یہ مثال دیتے ہین کہ "تاریخون

غیر قومون کی نسبت سختی احکام اور اونکی وجوہ

متداول مین غیر قومون کی نسبت حضرت عمر کے سخت احکام مرقوم ہین۔ لیکن یہ اوس زمانہ کی تصنیف ہین جب اسلامی گروہ مین تعصب کا مذاق پیدا ہوگیا تھا اور قدیم زمانہ کی تصنیفات مین اس قسم کے واقعات بالکل نہین یا بہت کم ہین" اوسکی نسبت ذی علم مصنف نے یہ خیال کیا ہے کہ "جسقدر تعصب آتا گیا اوسیقدر روایتین خود بخود تصنیفات کے سانچے مین ڈھلتی گئی ہین" لیکن مقابلہ قیاس مصنف کے دوسری راے صاف و صریح یہ ہو سکتی ہے کہ تاریخون متداول مین جو ایسے واقعات مذکور ہین جو قدیم تصانیف مین بالکل نہین ہین وہ واقعات قطعی و یقینی او مصنوعی ہین اور جو بات کہ اوسکو زیادہ کیا ہے وہ صنعت آمیز ہے جس سے مصنفون او تعصب کا اونکی قلعی کھلتی ہے اور

یہ بھی راے ہوسکتی ہی کہ قدیم مصنفون نے جنھون نے واقعات حضرت عمرؓ کے بالکل نہین لکھے یا کم لکھے اونھون نے حضرت عمر پر جو الزام عائد ہوسکتا تھا اوس کو طرفداری سے بذریعہ اپنی کارستانی کے چھپایا۔ مگر ذی علم مصنف نے جب اصول مطہرہ ایسے لکھے ہین کہ جس سے ہر تحقیق اور تنقید کرنے والون کا امر اختیاری ہے تو جو راے کہ ذی علم مصنف نے اس موقع پر دی وہ اونکی اختیاری ہے۔

ذی علم مصنف نے اپنی مثال کا ایک جزو یہ بیان کیا ہے کہ "تمام

عیسائیونکو ممانعت ناقوس

تاریخون مین مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ عیسائی کسی وقت اور کبھی ناقوس نہ بجانے پائین لیکن قدیم کتابون کی روایت مین یہ قید ہے کہ جسوقت مسلمان نماز پڑھتے ہون اوسوقت عیسائی ناقوس نہ بجائین"۔

قدیم روایت مین جو قید لگائی گئی ہی اوس قید سے کوئی فرق نتیجہ حکم مین پیدا نہین ہوتا۔ مسلمانون کے ہان نماز کے وقت معین ہین اور وقت نماز ایک حد معیّن تک کہ جسمین ابتدا اور انتہا زمانہ شامل ہی قرار دیا گیا ہے اور عیسائیون کے ہان بھی عبادت کے وقت ناقوس بجانے کے لئے اوقات خاص معیّن تھے مثلاً صبح وشام، اور غیر اپنے اوقات معینّہ کے وہ ناقوس نہین بجاتے تھے۔ اور وقت نماز صبح وشام، مسلمانون کے واسطے بھی معیّن تھا۔ تو صبح وشام عیسائی ناقوس نہین بجا سکتے تھے اور غیر وقت نماز مسلمانون مین عیسائیون کو ناقوس بجانے کا وقت نہین رہتا تھا کہ وہ وقت اونکی عبادت کا نہین ہوتا تھا جیسے کہ مسلمان غیر وقت نماز نہین پڑھ سکتے ہین۔

حضرت عمر کو چاہئے تھا کہ وقت نماز مسلمانون کے بھی عیسائیون کو ناقوس کی

ممانعت نہ کرتے کہ جو اونکے یہان داخل عبادت ہی اور جس سے عیسائیون اور مسلمانون کا یہ معمول ہوتا کہ عیسائی اپنے معبد گاہون مین اپنے خدا کی اور مسلمان اپنی مسجدون مین اپنے خدا کی پرستش کرتے - اور "لکم دینکم و لی دین" پر ٹھیک عمل ہوتا -

وجہ ممانعت ناقوس

حضرت عمر نے جو یہ حکم دیا کہ مسلمانون کی نماز کے وقت عیسائی ناقوس نہ بجائین" اوسکی وجہ بھی ذی علم مصنف کو بتانی تھی تاکہ حضرت عمر پر جو الزام کسی قسم کا عائد ہوتا ہے وہ دور ہو یا اوس مین خفت آجاے -

ہم جہانتک غور کرتے ہین غالبًا وہ حکم اس بنا پر تھا کہ ناقوس کی آواز سے حضرت عمر کی توجہ مین وقت نماز فرق آتا تھا - لیکن اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نماز محویت کے ساتھ نہوتی تھی جو باہر کی ہر قسم کی آواز سے توجہ نماز مین فرق پڑتا تھا -

عیسائی بچون کو اصطباغ کی مناہی

دوسرا جزئیہ مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ "ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہی کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ قبیلہ تغلب کے عیسائی اپنے بچّون کو اصطباغ نہ دینے پائین - لیکن یہی روایت تاریخ طبری مین ان الفاظ سے مذکور ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہون اونکے بچون کو زبردستی اصطباغ نہ دیا جائے"

طبری نے جسکو مصنف قدما مین شامل کرتے ہین سنہ ۳۱۰ھ مین وفات پائی ہے اور ابن اثیر پانچوین صدی مین تھا - اگرچہ یہ روایت دونون تاریخون مین ایک ہی سلسلہ راویون سے ہے تو راویون کی قدح کسی درجہ مین خود بخود پیدا ہوگی اور اگر راویون کا سلسلہ جدا گانہ ہی اور طبری مین بھی روایتین تین سو برس

بعد زمانہ حضرت عمر سے جمع ہوئی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ طبری کی روایت کو صحیح قبول کیا جاوے اور ابن اثیر کی روایت کو غیر صحیح ٹھیرا جائے کہ جس کی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہیں اور بحوالہ ابن خلکان اوس کو خیار التواریخ قبول کر چکے ہیں (صفحہ ۹ کتاب ہذا)

یہ ممکن ہے کہ طبری نے الزام سختی حکم سے حضرت عمر کو بچانے کے لیے کوشش کی اور ابن اثیر نے اصلی حکم لکھدیا۔ اور اگر دونوں روایتوں کو صحیح مانا جاوے تو اختلاف دونوں کا یوں رفع ہو سکتا ہے کہ اول حضرت عمر نے وہی حکم دیا جو طبری میں مرقوم ہے اور جب اوسکی تعمیل کے وقت کوئی نزاع یا بحث پیش آئی ہو تو اونھوں نے قطعی حکم دیدیا تاکہ عیسائی اپنے بچوں کو اصطباغ نہ دے سکیں۔ جیسا کہ ابن اثیر وغیرہ میں ہے۔

عیسائیوں کو خاص لباس کا حکم

ذی علم مصنف ایک مثال یہ دیتے ہیں کہ "بہت سی تاریخوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر نے تحقیر اور تذلیل کے لیے عیسائیوں کو ایک خاص لباس پہننے کے لیے مجبور کیا تھا لیکن زیادہ تدقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت عمر نے عیسائیوں کو ایک خاص لباس اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی تحقیر کا خیال راوی کا قیاس ہے"

تحقیر کا خیال راوی کا قیاس اوسوقت سمجھا جا سکتا ہے جب روایت میں کوئی دوسرا منشاء حضرت عمر کا عیسائیوں کے لیے لباس خاص کا موجود ہو یا استنباط ہو سکتا ہو۔ ذی علم مصنف اس بحث کو آیندہ لکھنے والے ہیں اوسی مقام پر ہم بھی دیکھینگے کہ کیا زیادہ تدقیق کی گئی ہے۔

ان جن روایتوں میں سختی اور شدت مزاجی حضرت عمر کی مذکور ہے جس کو

اجمالی راے بابت کمی سختی و درشتی حضرت عمر

ذی علم مصنف نرم کرتے ہین۔ یہ قیاس مصنف کا خلاف عادت حضرت عمر کے ہے۔

ذی علم مصنف (صفحہ ۲۰ مین قبول کرتے ہین کہ " حضرت عمر کی سخت مزاجی اور سخت گیری کی نسبت سیکڑون روایتین مذکور ہین اور بے شبہ اور صحابہ کی نسبت یہ اوصاف اونمین زیادہ تھے" ایسی حالت مین سخت مزاجی اور سخت گیری حضرت عمر کا وصف کم کرنا ذی علم مصنف کا مقبول نہین ہوسکتا۔ اور نہ اونکا قیاس قبول کیا جاسکتا ہی کہ جو اوضون نے خلاف عادت وصفی حضرت عمر کے اون روایتون کو نامنظور کیا ہی جنمین سخت گیری حضرت عمر کی منقول ہوئی ہے۔

ہم اس کہنے سے باز نہین رہ سکتے کہ ذی علم مصنف قدیم مؤرخون کی نسبت یہ نکتہ چینی کرچکے ہین کہ شاہی عظمت و وقار کے خلاف وہ کچہہ نہین لکھ سکتے تھے اور سیرۃ النعمان مین بھی ذی علم مصنف نے اوسی قسم کا الزام خود اپنے امام اور مجتہد حضرت ابوحنیفہ صاحب پر بہت فخر سے لگایا ہی کہ اونکا مذہب اصول سلطنت سے بہت مناسبت رکہتا ہے" لیکن اس موقع پہ اس اپنی نکتہ چینی کا ذی علم مصنف نے جو شت یہم مورخون پر کی ہے خود اپنے آپ کو مورد بنایا ہے باوصف اس کے کہ ہیبت و دبدبہ کا دکھانا حضرت عمر کا الفاروق کی جان ہی جسکا بارہا دعوے کیا گیا ہے۔ ذی علم مصنف نے وہ پالیسی اختیار کی جو قدیم مورخون نے شاہی عظمت و وقار کے خلاف کچہہ نہ لکھ سکنے کی اختیار کی تھی۔ حضرت عمر کی سخت مزاجی و سخت گیری کو جو عیسائیون کی نسبت ظاہر ہوئی ہی۔ ہندوستان مین گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت کے لحاظ سے نرمی سے دکھانا پسند کیا ہی اور اس اندیشہ سے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیالات حضرت عمر کی خلاف اچھے ہونا ہین عیسائیونپر

اونچی درشتی مزاج اور سخت گیری دکھلانے سے مجتنب ہوئے ہین جس گورنمنٹ
برطانیہ سے ذی علم مصنف خطاب شمس العلما پا چکے ہین - اس موقع پر ذی علم
مصنف کی اس پالیسی کو مسلمان خوشامد کے سوا کچھ اور نہین سمجھ سکتے اور گورنمنٹ
بھی ایسا ہی سمجھے تو تعجب نہین -
ذی علم مصنف ایک مثال اُن رواتیون کی جنکی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ تاریخی

تاریخی روایات قضیہ فدک قرطاس سقیفہ تین اقبال کمی الفاظ کا

ہونے کے ساتھ مذہبی حیثیت بھی رکھتی ہین " یون پیش کرتے ہین کہ " انہین جسقدر تنقید ہوتی گئی اوسی قدر مشتبہ باتین کم ہوتی گئین فدک ، قرطاس ، سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات
ابن عساکر ، ابن سعد ، بیہقی ، مسلم ، اور بخاری ، سب نے نقل کئے ہین لیکن
جسقدر ان بزرگون کے اصول اور شدت احتیاط مین فرق مراتب ہے اوسی نسبت سے
رواتیون مین مشتبہ اور نزاع انگیز الفاظ کم ہوتے گئے ہین یہانتک کہ خود مسلم
اور بخاری مین فرق مراتب کا یہ اثر موجود ہے - چنانچہ اسکا بیان ایک مناسب موقع پر
تفصیل سے آئے گا - "

مسلمانون مین جسقدر رواتین مذکور ہین جنکا تعلق خواہ مخواہ کسی واقعہ سے ہوگا
اون سب کی شان مذہبی حیثیت کی ہوگی - اس لئے کہ مذہب اسلام مین دین اور
دنیا دو چیزین جُدا جُدا نہین ہین -
جن امور کو لوگ بظاہر دنیاوی سمجھتے ہین وہ بھی درحقیقت دین ہی - مذہب
اسلام اصول تمدن ، انتظام تمدن ، سیاست مدن ، سب کو شامل ہے -
فدک ، قرطاس ، سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کی نسبت جہان تفصیل سے
لکھین گے وہان ہم بھی اوس کو دیکھین گے - مگر اس موقع پر یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ان

واقعات کے متعلق ان واقعات کے جمع کرنیوالے نزاع انگیز الفاظ کم کرتے گئے اور اونکی طرفداری نے جس کو ذی علم مصنف احتیاط اونکی قرار دیتے ہین روایتون کو مشتبہ سمجھ لیا۔

اس موقع پر ذی علم مصنف جسقدر کسی نے تحریف کی ہو اوس کو سراہتے ہین اور دوسرے موقعہ پر (صفحہ ۹ مین) متاخرین مورخین کی نسبت الزام لگاتے ہین کہ "متاخرین نے قدما کی کتابون کا جو اختصار کیا اسطرح کیا کہ جہان جو بات چھوڑ دی وہی اُس تمام واقعہ کی روح تھی" اہل نظر ذی علم مصنف کی خود اختیاری طریقہ پر غور کرینگے اور ضرور سمجھینگے کہ اپنی اس تصنیف کے لئے وہ یکسوئی کو کام مین لائے ہین۔

اصول مقررہ پر واقعات کی صحت اور اوس کے مدارج کی مثال

ذی علم مصنف اپنے اصول مظہرہ کی رُو سے واقعات کی صحت و اعتبار کے مدارج قرار دینا چاہتے ہین اور اوسکی مثال یہ دیتے ہین۔ کہ "حضرت عمر کی خلافت کے واقعات سو برس کے بعد تحریر مین آئے اس بنا پر یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ معرکون اور لڑائیون کی نہایت جزی تفصیلین۔ مثلاً صف آرائی کی کیفیت، فریقین کے سوال و جواب، ایک ایک بہادر کی معرکہ آرائی، پہلوانون کے داؤن پیچ، اس قسم کی جزئیات کی تفصیل کا رتبہ یقین تک نہین پہونچ سکتا۔ لیکن انتظامی امور، اور قواعد حکومت، چونکہ بیت تک محسوس صورت مین موجود رہے اس لئے اونکی نسبت جو واقعات منقول ہین وہ بے شبہ یقین کے لایق ہین۔"

مثال کی حقیقت جنگ کے تفصیلی حالات

جنگ کے تفصیلی حالات، اور جزئیات جنکا تعلق واقعات سے ہے اور جو روایتون مین مذکور ہوئے ہین اونکی

تحقیق اور تنقید کرنے کے بعد ضرور مرتبہ یقین کا رکھ سکتے ہین۔ جیسے کہ کسی کی
سیرت اور خصلات پر، اور اسی قسم کے دیگر امور پر، جو کسی کی سوانح عمری سے متعلق
ہون، تو واقعات سے پیدا ہوتی ہے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت علیؑ
کے ایسے تفصیلی حالات، اور جزئیات جنگ نہ عہد پیغمبرؐ مین مذکور ہین اور نہ خود
اونکے عہد خلافت مین، کیونکہ ذاتی حیثیت سے اونکو ایسے واقعات پیش ہی نہین
آئے اور اگر عہد پیغمبرؐ مین پیش آئے تو بہت کم۔ اور اومین بھی اونکو کامیابی
نہین ہوتی۔ بلکہ اونھون نے معرکہ کی جنگون مین، اپنی حفاظت میدانِ جنگ سے
بھاگ جانے اور ہٹ لینے سے اختیار کی ہے۔ ورنہ کوئی ہمکو بتائے کہ جب اونکی
خلافت کے واقعات سو برس کے بعد تحریر مین آئے اور دیگر بہادرون کے حالاتِ شجاعت
اور معرکہ آرائی معہ جزئی تفصیل کے قلمبند ہوئے تو حضرت عمرؓ کے معرکون کے
واقعات اور اسکی جزئی تفصیلین کیون نہ قلمبند ہوئین۔ ؟

ذی علم مصنف نے اسی عام رائے تفصیلی، اور جزئیات جنگون پر، رتبہ یقین
نہو سکنے کی، اس خیال سے ظاہر کی ہے کہ علی مرتضیٰ اور دیگر انصار و مہاجر کے
ایسے تفصیلی حالات اور جزئی واقعات منقول ہین اور جنپر مسلمان یقین کرتے ہین،
اونکے درجہ یقین مین کمی ہو جائے اور بمقابلہ حضرت عمرؓ کے اونکی فضیلت گھٹ کر
درجہ مساوات مین آجاوے۔

انتظامی امور اور قواعد حکومت کی حقیقت

انتظامی امور اور قواعد حکومت گو وہ مدت تک محسوس
صورت مین موجود رہتے ہین بے شبہ یقین کے
لائق ہوتے ہین، مگر مدار اونکا بھی روایات پر
ہوتا ہے۔ مگر انتظامی امور اور قواعد حکومت پر یقین کرنے سے کسی کا وصفِ ذاتی
اوسوقت قبول ہوتا ہے کہ جب یہ امر مسلم ہو جائے کہ وہ انتظامی امور اور قواعد

حکومت ایجاد طبع اور اپنی عقل سے پیدا کئے ہوئے اوس شخص کے تھے کہ جس نے
اونکو عملاً نافذ کیا۔ اگر وہ دوسری جگہ سے حاصل کئے ہوئے ہوتے یا اونکا
علم کسی دوسرے شخص سے حاصل کیا تھا تو وہ فضیلت اوسی کو حاصل ہوگی کہ
جہاں سے اسکو سیکھا اور جہاں سے اوسکا علم حاصل کیا۔
مثلاً قرآن پر عمل کرانے سے یہ لازم نہیں آ سکتا کہ قرآن اوس عمل کرانے
والے کی تصنیف ہے نہ عمل کرانے والے کے لیے وصف تصنیف قرآن کا ثابت
ہو سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے خطبوں اور حکمت آمیز مقولوں کی نسبت اجمالی رائے

خطبے اور حکمت آمیز مقولے جو منقول ہوتے
ہیں اونکی نسبت یہ قیاس بیشک ہو سکتا ہے
جیسا کہ ذی علم مصنف کرتے ہیں کہ یہ
جو فقرے زیادہ پُراثر فصیح و بلیغ ہوتے
ہیں وہ ضرور صحیح ہوتے ہیں کہ ایک فصیح مقرر کے فقرے ضرور محفوظ رہ جاتے
ہیں۔ اور اونکا مدت تک چرچا رہتا ہے جنہیں کوئی نا معتبر [illegible] بات [illegible]
اسی طرح خطبوں کے وہ حصے ضرور قابل اعتماد ہیں [illegible] جو کام میں شہرت کا [illegible]
اس قسم کی باتوں کو لوگ خود کیا حیثیت [illegible] [illegible]
لیکن اس قیاس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ ایسا ہوا ہے کہ وہ خطبے
اور حکمت آمیز مقولے اور ترجیحات احکام شرعیہ کی فقیہانہ حیثیت سے جس کسی
کی نسبت منسوب اور کتابوں میں منقول ہوگئے ہیں اسی شخص کی زبان سے
نکلے ہیں اکثر ایسا ہوا ہے جس کا نشان حالت زمانہ قدیم کتابوں میں ملتی ہے
کہ کسی کی لیاقت اور علم جتانے کے لیے اوس کے مویدوں نے اپنے کاموں سے
اوس کو زینت دی ہے اور اپنے کلاموں کو اوسکی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ذی علم مصنف نے مذہب اسلام کے قدیم اور متاخرین مورخون کے ذکر کرتے وقت روایتون کی بحث مین اس قسم کی رنگ آمیزیون کو خود قبول کیا ہے کہ "اس قسم کی روایتین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی ہین اور عوام اونکو نہایت ذوق سے سنتے تھے اس لیئے اونمین خودبخود مبالغہ کا رنگ آتا گیا ہے (صفحہ ۲۰)" اور

شخصی سلطنت کا رواج یہانتک قبول کرلیا ہے کہ "فرمانروائے وقت کی عظمت اور اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت و جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آنے پائی"

یہ ظاہر ہی کہ خطبون اور حکمت آمیز مقولون اور زیادہ پُراثر اور فصیح و بلیغ فقرون اور احکام شرعیہ کے جملون کو تصنیف کرکے حضرت عمر کی طرف منسوب کرنے سے زیادہ کوئی بات اونکی عظمت و جلال کے قایم کرنے کے لیئے نہین ہوسکتی تھی۔

خطبے' اور حکمت آمیز مقولے' اور زیادہ پُراثر اور فصیح و بلیغ فقرے' اور احکام شرعیہ کے جملے' جس کسی کی طرف منسوب کیئے جایئن اوسکی زبان سے صادر ہونے پر اوسیوقت یقین ہوسکتا ہے کہ جس کی نسبت زمانہ نے یہ تسلیم کرلیا ہو کہ اوس سے زیادہ کوئی عالم' خطیب' حکیم' فصیح و بلیغ' اور فقیہ اوس عہد مین نہ تھا۔ اور ایسا عہد پیغمبر اور ہم عصری علی مرتضی مین حضرت عمر کا قبول کیا جانا بہت دشوار ہے۔"

انتظامی واقعات قدیمہ مین مصنف کی زیادتی

یہ قیاس ذی علم مصنف کا کہ "جو واقعات اوس زمانہ کے مذاق کے لحاظ سے چنداں قابل ذکر نہ تھے اور اونکا ذکر آجاتا ہی اونکی نسبت سمجھنا چاہیئے کہ اصل واقعہ

اس سے زیادہ ہوگا۔" قابل ستایش کے ہے جسمین مورخین کی یہ خطا ثابت ہوتی ہے کہ اونھون نے اصل واقعہ کے لکھنے مین کمی کی۔ اور متاخرین کو یہ موقع ملتا ہی کہ اپنے مذاق کے موافق جس واقعہ مین چاہے جسقدر افزونی کردے۔

اس قیاس کے موقع کے لئے ذی علم مصنّف نے یہ مثال دی ہی کہ۔ "حضرت عمر کے عمال مین انتظامی امور، عدالت، پولیس، بندوبست، مردم شماری کے متعلق جسقدر قلمبند ہوا اوس سے بہت زیادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے معلوم ہوتا ہی کہ اپنے اسی قیاس کی رو سے انہین امور مین اپنی اس تصنیف مین بڑھایا ہے۔ جس سے بنیاد اس تصنیف کے خلاف واقعہ محض اونکے قیاس پر لازم آتی ہی جیسا کہ وہ خود معترف ہین کہ "مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہی اور

قیاسی قدح بعض کتب کی حقیقت

زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ اپنے یہان کے مورخین کی نسبت یہ کہہ کر کہ "رزم و بزم، معرکہ آرائیون، اور رنگینیون کے عادی سے اچھے حلیۃ الاولیا، ابن عساکر، کنز العمال، ریاض النضرہ، وغیرہ مین جو روایتین مذکور ہین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی تھین کہ عوام اونکو نہایت ذوق سے سُنتے تھے خود بخود مبالغہ کا رنگ آتا گیا۔" نظر انداز کرین اور ان مصنفین کی روایتون مین تو رنگ آمیزیون کو ناپسند کرین۔ اور جہان کہین کہ مورخین نے سادہ واقعہ بیان کیا ہے اوس کو یہ کہکر کہ "اسمین کمی ہے" خود رنگ چڑھانا پسند کرین۔ زمانہ نے تو اس مثل کو یون قبول کیا تھا کہ "انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند" مگر ذی علم مصنف نے بجاے اسکے یہ عمل کرنا

چاہتے ہین ؎ "انچہ بر دیگران نہ پسندی بر خود بہ پسندؔ"
ہمیشہ سے اصول یہ چلا آتا ہے کہ جو کوی واقعہ مذکور ہو اوس واقعہ کی صحت کو
جانچا جاے اور بعد صحت کے اُس واقعہ سے یہ سمجھا جاے کہ جسقدر اوس واقعہ
مین مذکور ہے اوسی قدر قابل تسلیم ہو سکتا ہی مگر ذی علم مصنف اس اصول قدیم
کے خلاف یہ قاعدہ قرار دینا چاہتے ہین کہ جو واقعہ کسی روایت مین مذکور ہو تو یہ
سمجھنا چاہیئے کہ وہ کم ہی۔ اگر یہ اصول قرار دیا جاے تو اُس سے یہ بھی لازم
آیگا کہ اگر حضرت عمر کی قدح کسی واقعہ مین مذکور ہی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کمی کے
ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

حالی کا طرز تحریر

ذی علم مصنف نے اس زمانہ کے مؤرخین کی طرز
تحریر کو بیان کر کے جو طریقہ اپنی اس تصنیف
مین اونھون نے اختیار کیا ہی اوسکو ظاہر کرتے ہین اور آجکل کی اعلےٰ درجہ کی
تاریخین جنھون نے قبولیت عام حاصل کی ہی اونکا فلسفہ اور انشا پردازی سے
و لب ہونا بیان کر کے قبول کرتے ہین کہ "اس طرز سے بڑھکر اور طرز
مقبول عام نہین ہو سکتا"
پھر یہ ظاہر کرتے ہین کہ "تاریخ اور انشا پردازی کی حدین بالکل جُدا جُدا

تاریخ اور انشا پردازی کی حدود اور فرق

ہین" اور ان دونون کا فرق نقشہ اور تصویر کے
فرق کے مشابہ بتاتے ہین اسطرح پر کہ۔
نقشہ کھینچنے والے کا یہ کام ہی کہ کسی حصۂ زمین
کی ہئیت، شکل، سمت، جہت، اطراف و اضلاع کا نقشہ مین احاطہ کرے۔
مصور خاص اعجوبگی کو دکھلائیگا۔ جس سے انسان کی قوت منفعلہ پر اثر پڑ سکتا ہی"
آگے بعد ... بات کو قبول کرتے ہین کہ "مؤرخ کا اصلی غرض یہ ہی کہ

یوروپین مورخ کی تعریف

وہ سادہ واقعہ نگاری کی حد سے تجاوز کرنے پاسے" اور یورپ کے ایک بڑے مورخ کی تعریف جو ایک پروفیسر نے کی ہے یون نقل کرتے ہین کہ "اوس نے شاعری سے کام نہین لیا۔ نہ وہ ملک کا ہمدرد بنا نہ مذہب اور قوم کا طرفدار رہا۔ کسی واقعہ کے بیان کرنے مین مطلق پتہ نہین لگتا کہ ان باتون سے خوش ہوتا ہے اور اوسکا ذاتی اعتقاد کیا ہے"۔

سچ یہ ہے کہ مورخ کی ایسی ہی شان ہونی چاہیئے کہ وہ واقعات کو اونکی حالت پر چھوڑ دے تاکہ خود ناظرین اوس واقعہ پر حسن و قبح کا نتیجہ نکالین۔ اور اپنی عقل و دانش کو وسعتِ ادراک سے فائدہ پہونچائین۔ اور آزادی رائے کو کام مین لاکر کسی ایسی رائے کی تقلید نہ کرسکین کہ جس سے بیجا ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یا ناظرین مین سے مختلف رائین قایم کرنے یا اختلاف سے جو فائدہ ہوتا ہے اوس سے محروم نہ رہین۔

ذی علم مصنف نے جس بڑے مورخ یورپ کی تعریف لکھی ہے اوس کے

الفاروق کے واقعات مین مصنف کا اجتہاد اور قیاس

طریقے سے اپنی تصنیف مین تجاوز کیا ہے۔ گو اولاً یہ کہتے ہین کہ "اگرچہ مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس باب مین یورپ کی بے اعتدالی سے احتراز کیا ہے" مگر یہ بھی قبول کرتے ہین کہ "اسباب و علل کے پیدا کرنے کے لیے اکثر جگہ قیاس سے کام لینا پڑا ہے کہ مورخ کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین"۔

اس سے ظاہر ہے کہ قابل تعریف شان مورخ سے ذی علم مصنف نے

میدانِ واقعات سے قدم آگے بڑھاکر اور کچھ باہر سے لینے کے لئے اپنا ہاتھ اوٹھایا ہے اور اس مشکل مین خود اونھون نے اپنے آپ کو پھنسایا ہے کہ ایسے مورخ کی کہ جس کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین، اجتہاد اور قیاس کی جانچ لوگون کے ہاتھ مین رہے کہ وہ اجتہاد اور قیاس کیونکر اور کہانتک صحیح ہے۔

اگرچہ اس مشکل سے اپنے آپ کو ذی علم مصنف پھسلا کر نکال لیجانے کے لئے یہ کہتے ہین کہ "مورخ کا لازمی فرض ہے کہ وہ قیاس اور اجتہاد کو واقعہ مین اسقدر مخلوط نکردے کہ کوئی شخص دونون کو الگ کرنا چاہے تو نہ کرسکے" اور اسی کے ساتھ اہل یورپ کا عام طرز کہ جنکی بے اعتدالی سے اپنا احتراز کرنا ظاہر کرچکے ہین یہ بیان کرتے ہین کہ "وہ واقعہ کو، اپنے اجتہاد کے موافق کرنے کے لئے، ایسی ترتیب اور انداز سے لکھتے ہین کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد کے قالب مین ڈھل جاتا ہی اور کوئی شخص اجتہاد اور قیاس کو واقعہ سے الگ نہین کرسکتا۔"

یورپ کے عام طرز تحریر سے مصنف کے بچاؤ کا دعوی

نتیجہ یہ ہے کہ ذی علم مصنف نے باوصف اس کے کہ اسباب و علل کے سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کی ہی اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے (جسکی صحت اور غیر صحت کی جانچ کا ہر کسی کو اختیار رہے گا) بہت کچھ کام لیا ہے اور واقعہ کو اپنے اجتہاد کے موافق کرنے کے لئے ایسی ترتیب و انداز سے نہین لکھا ہے کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد کے قالب مین ڈھل جاے اور کوئی شخص قیاس اور اجتہاد کو واقعہ سے الگ نہ کرسکے۔ لیکن یہ سب کچھ اس موقع پر دعوی ہی دعوی ہے۔

ذی علم مصنف نے اخیر اپنی اس تمہیدی تقریر پر ایک نظم (قطعہ) لکھی ہے

تعلّی کی نظم مصنف

جسمین بالکل شاعرانہ تعلّی بھری ہوئی ہے اور خوف ہے کہ اونکی تمام تصنیف مین سواے مضامین شاعرانہ کے اور کچھ نہ ہو۔

بجاے اسکے کہ مورّخ مصنف خود شاعرانہ تعلّی کا روّیہ اختیار کرے جس کو انشا پردازیِ تاریخ سے بڑھا ہوا سمجھنا چاہیئے' یہ زیبا ہے کہ وہ منتظر داد تصنیف کا موافق اور مخالف سے رہے۔ اور دوسرے شاعر قصائد مین اوس کے محامد بیان کرین۔ لیکن جب کسی مصنف کو ایسی امید نہ ہو' اور جسکی تصنیف مضامینِ شاعرانہ سے بھری ہوئی ہو' اگر وہ اپنی محنت اور کوشش کے صلہ مین تعلّی کے ذریعہ سے اپنی داد نہ دیلے تو کیا کرے۔ مگر ایسی تعلّی اور داد کو یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی تعریف اپنے مُنہ سے کرتا ہے۔

ذی علم مصنف بعد تمہید اور ابتدائی تقریرون کے نام و نسب' سن رشد' و تربیت حضرت عمر کا بیان شروع کرتے ہین۔

حضرت عمر کے نام و نسب کی بحثین

حضرت عمر کا نسب قریش مین داخل کر کے رسول اللہ صلعم سے آٹھوین پشت مین جاکر ملاتے ہین۔ اگر رسول صلعم کی پشتون مین کسی کا نسب ملنے سے کوئی فخر ہو سکتا ہے تو قرب نسب کا فخر بمقابلہ علیِ مرتضیٰ کسی دوسرے کو حاصل نہین ہو سکتا کہ علی مرتضیٰ پیغمبر خدا کے حقیقی چچا زاد بھائی اور اِن دونون کے بزرگ پدران ایک بطن سے ماںجاے بھائی تھے۔ چنانچہ خود علی مرتضیٰ فرماتے ہین کہ " مین پیغمبر سے ایسا ہون جیسے کہ دو شاخہ درخت ایک بیخ سے جما ہو اور جیسے ہاتھ بازو سے ملا ہو۔" اور پیغمبر فرماتے ہین کہ " مین اور علی ایک نور سے ہین "

حضرت عمر کے سلسلۂ نسب آبائی مین لوی تک جو باہم مورخین کے اختلاف ہے،
اوس کا ذکر ذی علم مصنف نے بالکل ترک کیا ہی - مصنف کو چاہیے تھا کہ نسب کے
متعلق جو کچھ اختلاف تھا اوسکی نسبت بحث کرکے اپنی تحقیقی راے ظاہر کرتے
تاکہ جو سلسلہ نسب اونھون نے قرار دیا ہے اوسکی صحت پر اطمینان ہوتا - اور جب
اونھون نے کوئی بحث اختلاف پر نہین کی اور ایک سلسلہ کو اختیار کرلیا تو یہ
امر ظاہر ہے کہ اونھون نے اپنی اس تصنیف مین محض خود اختیاری دکھائی ہی -
مصنف نے مادری نسب مین حضرت عمر کی دادی کی کیفیت اور حالت سے

حضرت عمر کا مادری نسب

گریز کی ہے - کتاب مثالب مین ابوالمنذر ہشام
بن محمد سائب الکلبی تحریر کرتے ہین کہ جسکا
ذکر فضل بن روزبہان صاحب ابطال الباطل نے بھی لیا ہے کہ " صہاک
لونڈی ہاشم بن عبد مناف کی تھی پس اوس سے نضلہ بن ہاشم جفت ہو گیا
اور اوس کے بعد عبد العزے بن ریاح جفت ہوا اوس سے نفیل دادا ان
خطاب کے پیدا ہوے -

علامہ ابن قتیبہ دینوری (جن علامہ کو ذی علم مصنف نے دور اول کے
اُن سات مورخین علما مین شمار کرایا ہی کہ جنکی تصانیف اس زمانہ مین موجود
ہین اور جنکی نسبت مصنف فرماتے ہین کہ " یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے،
محدثین بھی اس کے اعتماد و اعتبار کے قائل ہین ") کتاب معارف مین جسکی نسبت
مصنف یہ فرماتے ہین کہ اسکی مشہور کتاب معارف ہی جو مصر وغیرہ مین چھپ کر
شائع ہو چکی ہے - یہ کتاب اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اوس مین ایسی مفید
معلومات ہین جو بڑی بڑی کتابون مین نہین ملتین " (صفحہ ۵۹ حاشیہ [illegible])
لکھتے ہیں کہ " تھا خطاب ابن نفیل رجال قریش سے اور ماں اوس کی

قبیلہ فہم کی ایک عورت تھی جو نفیل کی جورو تھی پس عمرو ابن نفیل نے بعد اپنے باپ نفیل کے اوس کو اپنی زوجہ بنالیا اور اوس سے زید پیدا ہوا زید اور خطاب ایک ہی ماں سے ہیں۔"

ذی علم مصنف کو لازم تھا کہ اس رنگ برنگ مادری نسب حضرت عمرؓ کو ظاہر اور اوس پر جرح و تعدیل کرکے کوئی صورت اپنی تحقیق کی دکھاتے۔

پیغمبرؐ نے اپنا شرف نسب آبائی اور درتی یون جتایا ہی کہ مین اصلاب و ارحام پاک و پاک ہ سے ہون اور اسی ارشاد پیغمبرؐ سے شرف نسبی پدری و مادری علیؑ و نبیؐ کا ظاہر ہوگیا کہ دادا دادی نبی و علی کے ایک تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم مادر علی مرتضیٰ کو زمانہ جانتا ہے کہ وہ کیسی اشراف بی بی تھین۔

نبیؐ و علیؑ کا نسب پدری و مادری

شرافت نسبی پدری اور مادری کی ایک امر ضروری واجب اور برحق خلیفہ اور بادشاہ قبول کئے جانے کے لئے ہے اور یہ ایک اصول مقررہ مین سے ہے جسمین دیگر اوصاف بھی مثل شجاعت اور سخاوت کے قرار دیے گئے ہین اور جنکو ہمیشہ سے عقلا اور لوگ قبول کرتے چلے آتے ہین تاکہ جب بادشاہ اور خلیفہ مقرر ہو اوس کو حقارت اور تذلیل کی نگاہ سے اوسکی رعایا اور اوس کے متبع نہ دیکھ سکیں۔

ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کا نسب ظاہر کرنے کے بعد اونکی عزت خاندانی کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "فہر ابن مالک کی اولاد قریش کے لقب سے مشہور ہے اور قریش کی نسل مین دس شخصون نے امتیاز حاصل کیا جن سے دس نامور قبیلے بن گئے۔ اون مین اول ہاشم اور آٹھوین درجہ مین عدی تھا

حضرت عمرؓ کا اعزاز خاندانی اور عہدۂ سفارت

کہ جسکی اولاد مین حضرت عمر کا شمار ہے" پھر قریش کا خانہ کعبہ کا مجاور او دنیاوی جاہ وجلال کے ساتھ مذہبی عظمت کا چتر بھی اونکے سر پر سایہ افگن ہونا تسلیم کرکے کاروبار کے مختلف صیغے ہوجانا اور ہر صیغہ کا اہتمام جدا جدا ہونا ظاہر کرکے یون تفریق کرتے ہین۔

خانہ کعبہ کی نگرانی ، حجاج کی خبرگیری ، سفارت ، شیوخ قبائل کا تحکّم
فصل مقدمات ، مجلس شورے ،

ان صیغون مین سے عدی، حضرت عمر کے جد اعلیٰ کو سفارت کے صیغے کا افسر اور اوس کے ساتھ منافرة، کے معرکون مین ثالث ہونا، ظاہر کیا ہے اور

پھر حضرت عمر کے دادا نفیل کا ان خدمتون کو انجام دینا بیان کیا ہے"

اگر سفارت کاروبار اور منافرة کی ثالثی عدی اور نفیل سکے ہاتھ مین قبول

خانہ کعبہ کی موروثی امارت کی سرداری

کرلیجاے تو خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبرگیری کے کام سے اوس کو برتری نہین ہوسکتی۔

خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبرگیری اصل کار امارت تھا اور خانہ کعبہ درحقیقت دار الامارة تھا۔ اور یہ کام بلا اختلاف ہاتھ مین بنی ہاشم اجداد پیغمبر خدا اور ابوطالب پدر علی مرتضی کی برابر رہا اور بالآخر آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مین اوسی استحقاق آبائی (امارت وسرداری قوم اور حفاظت اور انتظام خانہ کعبہ) کو حاصل کرکے قبضہ کیا جس سے وہ بے دخل ہوگئے تھے اور مسئلہ توحید جاری کرکے جبرا اپنا قبضہ چاہتے تھے۔ اور جسپر سخت مزاحمتین قریشیون اور تمام قبائل عرب کی ہوئین اور نوبت جنگ وجدال کی پہونچی۔ اور علی مرتضی سے اوسی کے حصول مین پوری مدد لی۔ اور اونہین کے ہاتھ پر اوس کام کو جاری کرایا۔

حضرت عبدالمطلب سردار مکّہ کی سرداری کا خاص امتیاز

خانۂ کعبہ کی نگرانی کو ہمیشہ اصل امارت اور اوسکی سرداری اجداد پیغمبر اور علی مرتضےٰ میں اور خانۂ کعبہ کو دارالامارۃ' اسوجہ سے کہتا ہون کہ کتب تواریخ مین موجود ہے کہ "حضرت عبدالمطلب کے لیئے خانۂ کعبہ مین مسند بچھائی جاتی تھی اور وہ خانۂ کعبہ کی دیوار پر تکیہ کرکے بیٹھتے تھے اور دیگر لوگ اونکے سامنے بادب زانو تہ کرتے تھے اور ان دیگر لوگون کو ہرگز یہ حق نہ تھا کہ وہ خانۂ کعبہ کی طرف پشت کرکے بیٹھین۔

خود ذی علم مصنف نے جہان ذکر نفیل کی خدمت کا اسی موقع پر کیا ہے وہان ظاہر کیا ہے کہ "رسول اللہ صلعم کے جد امجد عبدالمطلب' اور حرب بن امیہ' مین جب ریاست کے دعوی پر نزاع ہوئی تو دونون نے نفیل کو حکم مانا۔ نفیل نے عبدالمطلب کے حق مین فیصلہ کیا" جس سے ظاہر ہے کہ ریاست خانۂ کعبہ ہاتھ مین حضرت عبدالمطلب کے تھی۔ اور وہی امیر قریش کے تھے۔ سوا ریاست خانۂ کعبہ اور امارت قریش کے سفارت کا کام اور دوسرے کام جنکی تفریق ذی علم مصنف نے کی ہے وہ سب تابع امارت اور زیر اجازت امیر کے ہو سکتے ہین۔ اور حضرت عمر کے خاندانی اعزاز کو بمقابلہ خاندان پیغمبر اور علی کے' رتبہ تفوق کا ہرگز نہین ہوسکتا۔

نفیل کا فیصلہ کرنا ریاست کے دعوے و نزاع کا ایسا ہی تھا کہ جیسے ہمیشہ بادشاہ اور گورنمنٹ پر کوئی دعوی ہوتا ہے اور اندرون سلطنت کوئی نزاع پیش آتی ہے تو اوسکا فیصلہ حاکم یا حکم مقرر کردہ امیر ہی کرتا ہے۔ جس سے اوس فیصلہ کرنے والے کو بادشاہ اور گورنمنٹ پر کچھ فوقیت نہین ہوسکتی۔

درحقیقت استحقاق حفاظت اور انتظام خانۂ کعبہ موجب امارت اور سرداری

قوم کا تھا اور وہ برادر پیغمبر اور دونگ انباد اور پدر علی مرتضیٰ کے قبضہ میں رہا
عدی کے اعزاز خاندانی بیان کرنے میں نہ جنمین حضرت عمر کو لنا ہے وہ ہوئے
جو انحضرت صلعم کے پیغمبر پیدا ہونے سے حضرت ہاشم کے خاندان کو ہوئی ہے
باقی رہی جاتی تھی وہ عزت عدی کے خاندان مین بخشنے کے لئے ذی علم مصنف
نے کوشش کرکے بہم پہونچانے مین درگذر نہین کی او جیسے کہ شیعہ کیا
بلکہ زمانہ علی مرتضیٰ کے لیے شرف خاص کا قائل ہے کہ پیغمبر چچازاد بھائی علی مرتضیٰ
کے تھے ویسا ہی شرف حضرت عمر کا دکھانے کے لئے ذی علم مصنف آمادہ
ہوتے ہین - اور پرتو جلوہ نبوت کا حضرت عمر کے چچازاد بھائی پر اسطرح
ڈالتے ہین کہ " نفیل کے دو بیٹے تھے عمرو ' خطاب ' عمرو معمولی لیاقت کے
آدمی تھے لیکن اونکے بیٹے زید جو نفیل کے پوتہ اور حضرت عمر کے چچازاد بھائی
تھے نہایت عالی درجہ شخص تھے وہ ان ممتاز بزرگون مین تھے جنہون نے

زید عم زاد حضرت عمر موحد تھے اور اونکی اذیت و ہجرت کی سرگذشت

رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے اپنے اجتہاد سے بت پرستی کو ترک کردیا تھا اور موحد کہلاتے تھے - انہین زید کے دوا
باقیوں کے یہ نام ہین - قس ابن سعدہ - ورقہ ابن نوفل - زید بت پرستی اور
رسوم جاہلیت کو علانیہ برا کہتے تھے اور لوگون کو دین ابراہیم کی ترغیب دلاتے
تھے اسپر تمام لوگ انکے دشمن ہوگئے - جنمین حضرت عمر کے والد خطاب سب سے
زیادہ سرگرم تھے - خطاب نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہو کر مکہ
معظمہ سے نکلگئے - اور حرا مین جا رہے تاہم کبھی کبھی چھپ کر کعبہ کی زیارت
کو آتے ہے "

جن زید کا تذکرہ ذی علم مصنف کرتے ہین یہ وہی زید ہین اور وہ نہین عمرو

پسر نفیل کے بیٹے ہین کہ جن عمرو بہائی خطاب نے اپنے باپ نفیل کی زوجہ کو اپنی زوجہ بنا لیا تھا اور اسی زوجہ کے بطن سے یہ زید پیدا ہوے اور اسی صفت سے یہ زید بہائی چچا زاد حضرت عمر کے ہین۔

نتیجہ اس امر سے تو کسی کو انکار کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ قبل بعثت یا قبل پیدایش حضرت محمد صلعم کے جہان مین کوئی موحد پیدا نہین ہوتا تھا اور جب کوئی قائل توحید اور بت پرستی کا ترک کرنیوالا ہوگا اوس کو ضرور پیرو ملت ابراہیمی کہا جاوے گا۔ لیکن وقعات زمانہ نے ہم کو یہ دکھا دیا ہے کہ بعد حضرت ابراہیم کے نسل حضرت اسمعیل سے سواے حضرت محمد صلعم کے کوئی دوسرا ایسا شخص پیدا نہین ہوا کہ جسنے دعوی پیغمبری کر کے مسئلہ توحید کو اوس کے منکرین سے ایسا منوا دیا ہو کہ جس سے انکار کرنے کی چون و چرا کی کو تاب نہ رہے۔

اور تمام دنیا کے بت پرست یا غیر خداے واحد کے دوسرے چیزون اور اسکی مخلوق کی پرستش کرنے والے تاویل کر کے خداے واحد کے ماننے والے اور پرستش کرنے والے نہوگئے ہون۔ اور ملت ابراہیمی کے بزمانہ جاہلیت جو امور متغیر اور خراب ہوگئے تھے اونکی اصلاح اور جو امور صحیح طور پر قایم تھے اونکو برقرار اور جو امور مبہم تھے اونکی تصریح کر کے بطریقے شریعت کے وضع اور نشان دین کے تمام حکمت سے اب نکردے ہون جو مافوق طاقت بشری حیرت انگیز ہو اور جسمین قیامت تک جب تک کہ دنیا قایم ہے کسی اور امر کی ضرورت نہ ہو۔

حضرت محمد صلعم کو اپنے ابتدائی زمانہ مین جو مصیبت اور ذلت قوم سے پہونچی اور جن مصائب اور دقتون کا اونکو برداشت کرنا پڑا ہے جنمین سے حرا مین جانا اور بسنا اور مکہ سے نکل جانا (ہجرت) اور قوم کا دشمن ہو جانا بھی ہے۔ اونکے

زید کی مساوات پیغمبر سے اور اوسکی حقیقت

بعینہ مساوات زید ابن عمرو کی حضرت محمد صلعم کے ساتھ دکھانا اون لوگون کے دلون مین کہ جو شان نبوت اور نبی سے کامل آگاہی نہ رکھتے ہون شک پیدا کرتا ہی جبکہ وہ ایک یورپین مصنف کے اُس مقولہ پر نظر کرین جو بابت حضرت محمد صلعم کا ذکر کرنے کے وقت لکھا ہی کہ "دنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا ہوتے ہین مگر اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور اونکو زمانہ ٹھنڈا کر دیتا ہے" جب تحریر ذی علم مصنف اور تقریر یورپین مصنف کی یکجا کر کے دیکھی جائے تو اوس سے ضرور یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جیسے حضرت محمد گرمجوش پیدا ہوئے تھے ویسے ہی

آنحضرت کی نبوت مین شک مصنف

اوسی زمانہ مین حضرت زید پیدا ہوئے تھے لیکن حضرت محمد کو موقع اظہار لیاقت کا ملگیا اور حضرت زید کو ایسا موقع نہ ملا اور زمانہ نے اونکو ٹھنڈا کر دیا۔ ورنہ دراصل حضرت محمد کو کوئی وجہ تفوق اور فضیلت کی نہین ہے۔ ایسا اعتقاد قایم ہو جانے سے مسلمان جان سکتے ہین کہ ایسے مسلمان سچے مسلمان رہ سکتے ہین یا نہین ؟

حضرت عمر کی دانائی یورپین مصنفین کی زبانی

جن بعض یورپین مورخین نے حضرت عمر کی دانائی ظاہر کی ہے۔ اس نوعیت سے کہ فضائل پیغمبر کے مسلمانون کی نگاہ مین کم وقعت ہو جاوین جس سے وہ دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھنے والے ہون۔ اونہین کی تائید در تقلید ذی علم مصنف نے اس موقع پر کی ہے کہ واقعات زید چچازاد بھائی حضرت محمد کے

۵ل تاریخ ہند مصنفہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی ۱۲

اس حیثیت سے بیان کئے ہین کہ جس سے نسبتاً فضیلت حضرت عمر کی بمقابلہ علی مرتضیٰ کے مسلم ہو کر خود زید کی فضیلت ہم رتبہ پیغمبر خدا کے قرار پاکر پیغمبر اپنی فضیلت سے تنزل مین آکر مساوی زید کے ہوجائین اور مسلمان جس دائرہ مین تھا اس سے نکل جائین۔

نبی علم مصنف نے زید کے حالات جن واقعات سے بیان کئے ہین چاہئے

عدم ذکر روایات متعلق زید

تھا کہ اون روایتون کو ذرا نقل کرتے تاکہ اون واقعات کو ہر مسلمان دیکھ کر غور کرتا کہ وہ روایتیں کہانتک صحیح ہین اور وہ واقعات کیا نوعیت رکھتے ہین۔ اور مصنف نے اُن واقعات مین اسباب علل پیدا کرنے کی کہانتک کوشش کی ہے اور واقعات کو اپنے اجتہاد کے قالب مین کہانتک ڈھالا ہے۔ ورنہ غائر نظر رکھنے والے مسلمانون کی نگاہ مین صحت ایسے واقعات کی مشکل سے سماسکتی ہے کہ جن سے یہ امر پیدا ہوتا ہو کہ پیغمبر نے اپنے ابتدائی زمانہ مین بعینہ اوسی نقشہ پر قدم رکھا ہے کہ جس طریقہ پر حضرت زید چلے ہین۔ اور پیغمبر نے حضرت زید کے اجتہاد کی اُن موقعون پر تقلید کی ہے۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ ایسی روایتون پر ایک سچا اور پکا مسلمان غور کرکے بکار اوٹھے گا کہ پیغمبر کی حالت واقعات کو دیکھکر جبکہ وہ امور واقع ہوچکے ہین حضرت عمر کی فضیلت اور عزت افزائی خاندانی کے لیے وہ روایتین وضع کی گئی ہین اور اومین اوضیع واقعات کو جو پیغمبر برگزیدہ تھے زید کی طرف بھی منسوب کردیا ہے۔

افسوس ہے کہ زید نے رسول اللہ کی بعثت سے پہلے اپنے اجتہاد سے بت پرستی کو ترک کیا اور موحد بنے اور رسوم جاہلیت کو برا علانیہ کہا اور لوگون کو

دین ابراہیمی کی ترغیب دی جسپر لوگ اونکے دشمن ہوگئے، مگر خطاب چچا زید نے

زید کی حمایت حضرت عمر اور اونکے باپ نے نہ کی

اور حضرت عمر چچازاد بھائی نے زید کی نہ کچھ حمایت کی نہ اونکے سخن پر ایمان لاے جیسے کہ حضرت محمدؐ کی اونکے چچا ابوطالب، یا امیر حمزہؓ یا اونکے چچازاد بھائی جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے حمایت کی اور باتباع اونکے مسئلہ توحید کو مان کر بت پرستی اور دیگر رسوم جاہلیت کے دشمن ہوگئے۔ بلکہ زید کے دشمنوں مین حضرت عمر کے والد خطاب (زید کے چچا) سب سے زیادہ سرگرم تھے کہ اونھوں نے (خطاب) نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہوکر مکہ معظمہ سے نکل گئے اور حرا مین جا رہے اور کبھی کبھی چھپکر کعبہ کی زیارت کو آتے تھے۔

اگر خطاب چچا اور حضرت عمر چچازاد بھائی زید کی حمایت کرتے اور اونکے سخن پر ایمان لاتے تو ضرور زید کو اور اونکے خاندان کو وہ عزت اور فخر حاصل ہوجاتا جو حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہوا۔ بلکہ یہ عزت اور فخر پھر حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہی نہو سکتی۔

حضرت عمر اور خطاب کی غلطی

خطاب اور حضرت عمر نے بڑی غلطی کی کہ اوس عزت اور فخر نبوت کو جو خدا نے اونکے گھر مین نازل کیا تھا اپنے خاندان مین قایم نہونے دیا اور ایسی بزرگ عزت اور فخر کو اپنے ہاتھ سے کھودیا۔ اور خطاب نے ایسی شدید مخالفت زید کی کی جیسے ابولہب نے آنحضرتؐ کی کی، اور اپنا نام بمقابلہ زید کے اوس فہرست مین اول نمبر پر لکھانا منظور کیا جہان ابولہب کا نام بمقابلہ حضرت محمدؐ کے لکھا گیا۔

واقعہ مخالفت شدید خطاب کا زید موحد کے ساتھ لازمی نتیجہ پیدا کرتا ہے
کہ خطاب کو بت پرستی اور رسوم جاہلیت نہایت عزیز تھے اور اوسی کا اثر

حضرت عمرؓ کے شدائد زید اور نیز پیغمبرؐ کے ساتھ

نہایت پختگی کے ساتھ حضرت عمرؓ مین تھا اور اوسی پختہ اثر نے اونکو برانگیختہ کیا کہ "اول جب اسلام کی صدا اونکے کانون تک پہونچی تو سخت برہم ہوئے اور جو لوگ اسلام لا چکے تھے اونکے دشمن بنگئے اور لبینہ کنیز اپنے خاندان کو جسنے اسلام قبول کرلیا تھا مارتے مارتے تھک جاتے تھے آخرکار یہ فیصلہ کیا کہ خود بانیٔ اسلام (حضرت محمدؐ) کا قصہ پاک کردین تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے" جیسا کہ یہ واقعہ خود ذی علم مصنف نے بھی لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۲)

خود زید کی غلطی

زید کی حمایت کرنے اور اونکے سچی توحید کو نہ ماننے مین خطاب اون کے چچا اور حضرت عمرؓ چچازاد بھائی کا صرف قصور نہین ہے بلکہ حضرت زید کی لیاقت کا بھی بڑا قصور ہے کہ اونھون نے مثل حضرت محمدؐ کے موقع پایا تھا کہ اپنے چچا اور چچازاد بھائی سے اور پھر دوسرے لوگون سے توحید کو قبول کراتے اور ترک بت پرستی اور رسوم جاہلیت اور اوس کے مذموم جاننے مین اپنا شریک اور اپنا متفق اور اپنا رفیق بناتے اور بعد ہجرت مکہ کے تو اونکو اپنی لیاقت کے اظہار کا موقع بہت کچھ ہونا چاہئے تھا جیسا کہ حضرت محمدؐ نے حیرت انگیز اپنی دانائی اور لیاقت دکھائی۔

دنیا مین گرم جوشونکے وجود و عدم کی حقیقت

یہ خیال کہ "دنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا ہوئے ہین اور اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور زمانہ اوسکو ٹھنڈا کردیتا" غیر صحیح اور خلاف علم طبیعات کے ہے۔ ہر شخص کا دل و دماغ قانون قدرت

متفاوت اور جداگانہ مدارج کا وضع کرتا ہے اور جو بشر کہ تمام جہات کے
اعتبار سے فرد اکمل پیدا ہوتا ہے وہ اپنی اعلی قوت سے اظہار اپنی لیاقت کے
لئے خود بخود موقع پیدا کرلیتا ہے اور اپنی احسن تدبیر سے اپنے مقصد مین کامیاب
ہوجاتا ہے۔ کسی امر جزی مین کسی کو کسیکے امر کلی کے مقابلہ مین پیش کرنا سخت غلطی ہے
اور پھر امر جزیہ کے اعتبار سے امر کلیہ کے ساتھ مساوات یا ترجیح کا قصد خطا
در خطا ہے۔

بنی عدی کا بنی سہم کی پناہ مین جانا حضرت عمر کے خاندانی حالت کے ذکر مین
حضرت عمر کے باپ اور اون کے تمام خاندان بنی عدی کا بنو سہم کے دامن مین
پناہ لینا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ "قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس
مین مدت سے عداوت چلی آتی تھی۔ بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے
غلبہ اونہین کو رہتا تھا۔ عدی کے تمام خاندان نے جسمین خطاب بھی شامل
تھے مجبور ہوکر بنو سہم کے دامن مین پناہ لی۔ عدی کا تمام خاندان مکہ معظمہ
مین مقام صفا، مین سکونت رکھتا تھا جب اونہون نے بنی سہم سے تعلق
پیدا کیا تو مکانات بھی اونہین کے ہاتھ بیچڈالے" جس سے یہ ظاہر ہے
کہ خطاب حضرت عمر کے باپ اور عدی کے تمام خاندان نے مکہ معظمہ کی
سکونت اور بود و باش کو ترک کردیا تھا لیکن مصنف نے یہ ظاہر نہین کیا کہ
بنو سہم کی سکونت کہان تھی؟ جنکی پناہ مین خطاب اور خاندان عدی نے
پناہ لی تھی یا خطاب اور تمام خاندان بنی عدی کس جگہہ اپنی بود و باش
اختیار کرکے بنو سہم کی پناہ مین آگئے تھے۔ اوس مقام کے معلوم ہونے سے
حضرت عمر کی تعلیم و ترتیب کا اندازہ بخوبی ہوسکتا تھا۔ کہ مقامی سکونت
کا اثر تعلیم و ترتیب پر اون اشخاص کی پڑتا ہے جہان وہ سکونت گزین ہوتے ہین مگر

ضجنان کے جنگل مین حضرت عمر پر تشدد

ذی علم مصنف نے عنقریب صفحہ (۲۸) مین یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت عمر سن رشد کو پہونچکر خطاب اونکے باپ نے اونکو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹون کا چرانا تھا۔ یہ شغل اگرچہ عرب مین معیوب نہین سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا بیرحمی کے ساتھ اون سے سلوک کرتے تھے تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے تھے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا دیتے۔ جس میدان مین حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی پڑتی تھی اوسکا نام ضجنان تھا جو کہ مکہ معظمہ سے قریب مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر کا اودہر گذر ہوا تو اونکو نہایت عبرت ہوئی۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ مین نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا۔"

حضرت عمر کا اندازہ تعلیم و ترتیب

اس تقریر ذی علم مصنف سے ظاہر ہے کہ خاندان عدی نے جس مین خطاب بھی شامل تھے بنو سہم کے دامن مین پناہ لینے کے وقت اپنی بود و باش ایک گاؤن مین مثل بادیہ نشینان عرب کے اختیار کی کہ یہ بھی شعار قوم عرب کا تھا جسکو اعراب کہتے ہین۔ اور اوسی سے خو او خصلت خطاب اور تعلیم و ترتیب حضرت عمر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

سخت بیرحمی کا برتاؤ خطاب کا اپنے فرزند نوجوان حضرت عمر سے کرتے تھے۔ ایسا برتاؤ شرفاء مکہ کے خاندان مین کبھی نہین پایا گیا۔

قوم عرب مین اونٹونکے چرانے کا شعار تھا مگر اونہین اعراب مین جو سکونت

گاون مین رکھتے تھے یا بادیہ نشین خانہ بدوش تھے اور اونہین مین ایسی خدمت یا شغل معیوب نہین سمجھا جاتا تھا لیکن شرفا اور سردار مکہ کے خاندان مین نہ ایسی خدمت کسی نے انجام دی نہ کسینے سن رشد کو پہونچے ہوے اپنے فرزند کے ساتھہ ایسی بیرحمی کا سلوک کیا کہ نمدے کا کرتہ پہنا کر تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیا ہو اور جب کبھی وہ تھک کر دم لینا چاہے تو اوسکو خوب اپنے ہاتھہ سے پیٹا ہو۔

اونٹ چرانے کا شعار عرب مین فخر کی شان سے دیکھا جاتا تھا یا نفرت سے۔ حارث ابن ہمام کے اشعار سے جو ابن زیابہ کو لکھے ہین ظاہر ہوتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اے زیابہ کے بیٹے اگر تو مجھسے ملے تو مین اونٹون مین جو اپنے مالکون سے دور ہون نہین ملونگا (یعنے مین شتر چرانے والا نہین ہون) اور گھوڑون اور سوارون مین ملونگا اور تو مجھکو ایسے وقت مین ملیگا کہ گھوڑا اشل اپنے سوار کے بلند و فراخ سینہ مجھ تیز سے لئے جاتا ہو"

ذی علم مصنف نے اس واقعہ خاندانی حضرت عمرؓ کے بیان مین کہ "بنو سہم کے دامن مین عدی کے تمام خاندان نے جس مین خطاب بھی شامل تھے پناہ لی" علت یہ ظاہر کی ہے کہ

قبیلہ عدی اور عبد الشمس کی عداوت

"قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس مین مدت سے عداوت چلی آتی تھی اور بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے غلبہ اونہین کو رہتا تھا"

عبد الشمس سگے بھائی حضرت ہاشم فرزند عبد مناف کے تھے اور حضرت محمدؐ و علی مرتضےٰ حضرت ہاشم کی نسل مین ہین ۔ عبد الشمس اور ہاشم مین نہایت محبت تھی ۔ عبد الشمس کے ایک صلبی بیٹے تھے ۔ عاص، اون کے بیٹے

سعید تھے اونکو علی مرتضیٰؑ سے اُنس تھا اور وہ علی مرتضیٰ کے تبع رہے اور
حضرت ابو بکرؓ کی بعیت نہین کی۔

عبدالشمس کا دوسرا بیٹا امیہ کہلاتا تھا جسکی نسبت بحث ہی کہ وہ کس قسم کا
بیٹا تھا اور نام کے معنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ ابن قسم کا بیٹا تھا۔

امیہ بنو عبدالشمس سے عدم عداوت بنو عدی کے دلائل

امُیہ اور اوسکی اولاد سے حضرت ہاشم اور اونکی اولاد سے برابر دشمنی رہی ہی
اور حضرت عمرؓ اور اوسکے خاندان سے ان بنو عبدالشمس سے عداوت نہین ہی
بلکہ دوستی تھی یہانتک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت معاویہ
کو گورنر شام مقرر کیا اور بڑا رکن اپنی خلافت کا اور بڑا پایہ اپنے منصوبہ کا
کہ خلافت خاندان حضرت محمدؐ بنو ہاشم مین جانے نہ پاے قرار دیا۔

ذی علم مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "بنو عبدالشمس کا خاندان بڑا تھا
اسلئے اونہین کو غلبہ رہتا تھا" اوس خاندان عبدالشمس سے مراد عاص و
معاص اور اونکی اولاد اور ہاشم اور اونکی اولاد سمجھنا چاہیئے جنکو عدی کے
کے خاندان سے عداوت تھی۔ اور عبدالشمس کے بیٹے امیہ کو اوس مین داخل
نہ سمجھنا چاہیئے جسکو خاندان ہاشم سے عداوت اور خاندان عدی سے دوستی تھی
بعد وفات پیغمبرؐ جو حضرت عمرؓ نے ایسی فکر و تدبیر کی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم
مین نرہی اور علی مرتضیٰؑ خلیفہ نہ قبول کئے جائین بہت قرین قیاس ہو کہ یہ اثر
اوسی عداوت دیرینہ کا تھا کہ جو اس خاندان سے خطاب حضرت عمر کے باپ کو
تھی۔ اور حضرت عمر ضرور مصداق "الولد سر لابیہ" کے تھے۔ اور یہی
بھید تھا کہ حضرت عمر نے اپنی کمر قتل حضرت محمدؐ پر چست باندھی تھی۔ لیکن جب
اونھون نے اپنی بہن اور بہنوئی سعید کو جو بیٹے اوسی زید موحد چچازاد بھائی کے تھے

مسلمان پایا تو اوسوقت اسلام قبول کرنیکی پالیسی اختیار کی - جو ایک دانا دورانديش کو اختیار کرنی لازم تہی کہ کفر کی تائید کی لئے اونکے قریب خاندان کے ممبرون کی تعداد کم ہوگئی تہی اور عبد مناف کے فرزندون عبد الشمس اور حضرت ہاشم کی قوت اور غلبہ کا گہٹانا دوسرے وقت پر موقوف رکھکر اپنے غلبہ کے لئے منتظر وقت رہے بمقابلہ بدلے اور اوس غلبہ کے جو اون کے خاندان پر بنو عبد الشمس ؒ اور ہاشم کے خاندان کا رہا کرتا تہا اور جسکی وجہ سے اونکے خاندان نے بنو ہاشم کے خاندان مین پناہ لی تہی -

حضرت عمر کا اپنی اور اپنی قدیم دوستونکی دشمنونسے بدلہ لینا

جب حضرت عمرؓ کو بعد وفات پیغمبرؐ ایسا وقت ملا کہ عبد الشمس اور ہاشم کے خاندان کے غلبہ کو زیر کرین تب اپنے انتظار وقت سے فائدہ پہونچایا اور ویسا ہی فائدہ پہونچنے کا امیہ کے خاندان اپنے قدیم دوستون کو بمقابلہ اونکے اور اپنے قدیم دشمنون خاندان بنی ہاشم کے موقع دیا اور اصل سیرت جو عرب کی تہی جسکی پیغمبر خدا نے بہت کچہ اصلاح کی تہی اوسکا عود اور ظہور ہوا - فاعتبروا یا اولی الابصار "

ذہی علم مصنف حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات تحریر کرتے وقت قبول کرتے ہین کہ "اونکی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہین"

حضرت عمر کے بچپن کے حالات لامعلوم

سچ ہے جب حضرت عمر کے باپ مکہ سے فاصلہ پر گاؤن مین بادیہ نشین ہو چکے تہے تو جیسے کہ اعراب کے بچون کی پیدایش اور بچپنے کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی حضرت عمر کی حالت ضرور ہوئی ہوگی - وہ گاون مین یا صحرا مین پیدا ہوئے ہونگے اور جنگل مین اور اعراب کے لونڈون کے ساتہہ کہیلتے پہرتے ہونگے -

مصنف با وصف قبول اس بات کے کہ "حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہین" عمرو عاص کی زبانی یہ نقل کرتے ہین کہ "وہ چند احباب کے ساتھ ایک جلسہ مین بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک غل اوٹھا دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا" اس پر مصنف یہ قیاس کرتے ہین کہ "وہ حضرت عمر کے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کیگئی تھی"

حضرت عمر کی ولادت پر شور و غلغلہ کی روایت

ذی علم مصنف نے یہ ظاہر نہین کیا کہ عمرو بن عاص کہان جلسہ احباب مین بیٹھے ہوئے تھے اور کس جگہہ سے غل پیدایش کا اونکے کانمین پہونچا تاکہ بہت کچھہ موقع اس روایت کی صحت کی جانچ کا ملتا۔

عمرو بن عاص وزیر اور مشیر حضرت معاویہ کے تھے اور علی مرتضےٰ سے ناامید اور ناخوش ہوکر حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے تھے اور اونہین کی تدبیرون سے علی مرتضےٰ کا مقابلہ ہوتا تھا۔ یہانتک کہ جنگ صفین مین جب حضرت معاویہ کے مغلوب ہونے کی نوبت پہونچی تو انہین بزرگ عمرو بن عاص کی فکر اور تدبیر سے قرآن نیزون پر بلند کردکہائے گئے تھے کہ جس سے علی مرتضےٰ کے لشکر مین تفرقہ پڑگیا اور جنگ اوسوقت موقوف ہوگئی اور علی مرتضےٰ کی فتحمندی سے نجات ملگئی بمقابلہ علی مرتضےٰ کے حضرت معاویہ خلافت کی وہی جگہہ حاصل کرنا چاہتے تہو کہ جسپر حضرت عمرؓ نے قدم رکہا تہا اور خاندان پیغمبرؐ سے منصب خلافت کے نکالنے کی بنیاد ڈالی تھی۔

عمرو بن عاص اونکے وزیر باتدبیر کے شایان یہی تہا کہ وہ ایک مضمون شاعرانہ غلغلہ پیدایش حضرت عمرؓ کا بیان کرین کہ جو بنیاد شان حضرت عمرؓ کے لئے ہو اور جسپر

ذی علم مصنف کو اس قیاس کا موقع ملے کہ وے اونکے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کیگئی تہی"۔ اور مقابلہ اون صحیح روایتون کا ہو کہ جنمین پیدایش حضرت محمد اور علی مرتضیٰ اور اونکے بچپن کے حالات منقول ہین جنسے شہرہ آفاق ہونا اونکا اخذ کیا جاتا ہے۔

سن رشد کے حالات کے کم معلوم ہونے کے وجوہ

ذی علم مصنف حضرت عمر کے سن رشد کے حالات کو بہی تسلیم کرتے ہین کہ بہت کم معلوم ہین اور کم معلوم ہونے کی وجہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ وے اوس وقت کسکو خیال تہا کہ یہ نوجوان آگے چلکر فاروق اعظم ہونے والا ہے"۔

یہ سچ ہے کہ حضرت عمر اوس درجہ کے خاندان سرداروں اور معززین سے نہین تہے جنکے نوجوانون کے حالات اوسی زمانہ مین لوگون کو معلوم ہوتے رہتے ہین اور ہر کہ و مہ کی نگاہ اونکے حالات پر پڑتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ حضرت عمر کے ایسے حالات سن رشد کہ جس سے اونکی فضیلت کو تائید ہو بالکل معلوم نہین ہوتے اور معلوم کہانسے ہوتے کہ درحقیقت اونکا وجود ہی نہ تہا۔ ذی علم مصنف نے یہ تصریح نہین کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم کیونکر ہو گئے یہ لقب اونکو کسنے دیا اور کیونکر حاصل ہوا؟ ہمکو تو کتب سیر و احادیث یہ بتاتی ہین کہ آنحضرت نے علی مرتضیٰ سے فرمایا تہا کہ تم حق باطل مین فرق کرو گی"[۱] اصحاب کو آنحضرت نے یہ بہی ہدایت فرمائی تہی کہ عنقریب میری امت مین فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت اوسے تو تم ملازمت علی کی اختیار کرنا کیونکہ وہی حق و باطل مین فرق کرنے والا ہے"[۲] ان احادیث سے ثابت ہی کہ یہ لقب آنحضرت نے علی مرتضیٰ کو دیا تہا پیغمبر نے حضرت عمر کو یہ لقب نہین دیا۔

---

[۱] ریاض النضرۃ فی فضایل عشرہ للمحب طبری و فردوس الاخبار دیلمی و معجم کبیر طبرانی ۱۲

[۲] مناقب اخطب خوارزم و فردوس الاخبار دیلمی و استیعاب امام عبد البر ۱۲

صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ واقدی و علامہ جریر طبری قبول کرتے ہین کہ وہ حضرت عمر کو اہل کتاب فاروق کے لقب سے پکارتے تھے اور مسلمانون نے بھی انہین کا اتباع کیا اور ہمکو پیغمبرؐ سے اس بارہ مین کچھ نہین پہونچا" جس سے صریح ظاہر ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا اور عہد حضرت معاویہ کا آیا تب بمقابلہ علی مرتضی حقیقی فاروق کے عہد معاویہ کے مسلمانون نے حضرت عمر کو فاروق اعظم کے لقب سے پکارنا شروع کیا ہے پس ذی علم مصنف کو یہ کہنا تھا کہ "وہ یہ نوجوان آگے چلکر عہد حضرت معاویہ مین فاروق اعظم ہونیوالا ہی"

سن رشد کے کچھ حالات کا ملنا اور اس سے پتہ تعلیم و تربیت

ذی علم مصنف نے بہت تفحص اور تلاش سے کچھ حالات بہم پہنچائے ہین اور پہلے وہی روایت لکھی ہی جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی کہ "وہ خطاب نے اونٹ چرانے کی خدمت حضرت عمر کے سپرد کی تھی اور وہ ضجنان کے جنگل مین نمدے کا کرتہ پہنے اونٹ چراتے پھرتے تھے اور اُنکے باپ سخت بیرحمی سی پیش آتے تھے کہ جب وہ تھک کر دم لینا چاہتے تو والد بزرگوار کے ہاتھ سے پٹتے جاتے تھے"

یہ واقعہ سچ معلوم ہوتا ہی کہ خود حضرت عمر نے اسکی تصدیق کی ہی اور اسکی صداقت پر وہ واقعہ یقین دلاتا ہے جو تحقیقی ہی کہ خاندان عدی نے جسمین خطاب شامل تھی بنو عبد الشمس کی عداوت کی وجہہ سے بنو سہم کے دامن مین پناہ لی تھی اور مکہ کے اپنے مکانات بیچڈالے تھے۔ مگر اس روایت سی حضرت عمر اور اُن کے باپ کی سیرت اور تعلیم و تربیت اُنھین اعراب کی سی ظاہر ہوتی ہے کہ جو لوگ عرب کے دیہات مین سکونت گزین یا بادیہ نشین تھے جنکو بدو صحرائی بھی کہتے ہین مگر

حضرت عمر کے شریفانہ مشغلونکی کیفیت جو عرب مین معمول بہ تھی

ذی علم مصنف برخلاف اسکے حضرت عمر کا ..

اُن شریفانہ مشغلوں میں مشغول رہنا دکھانا چاہتے ہیں جن کو شرفاءِ عرب کا معمول اور لازمہ شرافت ظاہر کرتے ہیں اور اُن شریفانہ مشغلوں کو "نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور مقرری پر محدود کرتے ہیں اور انھیں چیزوں میں حضرت عمر کی تعلیم و تربیت بیان کی ہے۔

افسوس ہے کہ اخلاقی تعلیم و تربیت کا ذکر جو دراصل لازمۂ شرافت ہے ذی علم مصنف نے متروک کیا ہے۔

ہر ملک میں ہر زمانہ میں تین طبیعتوں کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ اعلیٰ۔ متوسط اور ادنیٰ۔ اور یہ ہی حالت ملک عرب کی تھی۔ اور ہر طبقہ کے لئے وہ مشاغل محدود وہ عرب میں نہ معمول بہ تھے نہ لازمۂ شرافت اُن پر محدود تھا البتہ اخلاقی تعلیم و تربیت ہر طبقہ کے لئے ضروری تھی اور وہی لازمہ شرافت تھا۔ "الشرافت بالعلم والادب لا بالمال و النسب"۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا رواج اعلیٰ درجہ کے خاندان عرب میں تھا۔ جس سے سیرت انسانی ٹھیک ہو جاتی تھی۔ اور یہی چیز اعراب میں نہیں تھی بلکہ اسکے خلاف تھی جیسا کہ خدا سیرت اعراب کی خبر دیتا ہے "الاعراب اشد کفرا و نفاقا"۔ لیکن علم و ادب و شجاعت و فصاحت و بلاغت کے اوصاف اُسی کسی شخص کے برتر و اعلیٰ ہوتے ہیں جسکی طبیعت اُسکے لئے موزون ہو اور قانون قدرت نے جسکا دل و دماغ ان اوصاف کے لئے وضع کیا ہو اور ویسا ہی مادہ اُسکی طبیعت اور فطرت میں ودیعت کیا ہو۔

یہ اوصاف کسیقدر کسب کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتے ہیں مگر قدرتی شان کے مقابلہ میں کسبی شان کے اوصاف ہمیشہ ہم آغوش عجز ہوتے

تھے اور کبھی رتبۂ افضلیت اور اکملیت کا نہین پاتے تھے۔

اگر حضرت عمرؓ اُن مشاغل محدودہ مین کامیاب بھی ہوگئے تو محض اُن اسباب سے وہ درجۂ افضلیت اور اکملیت کا اپنے ہمعصرون پر نہ پاسکتے تھے اور نہ پایا۔ خود اُنھین نے سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کے لئے ابو بکرؓ کو افضل قبول کیا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ جنھون نے علانیہ لوگون کے سامنے فرمایا کہ ”مجھسے اقالہ بیعت کا کرلو جبکہ درمیان تمھارے تمھارا بہتر علی موجود ہے“ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مقبولہ فضل نے علی مرتضیٰ کو افضل الناس بعد رسولؐ کہا اور خود حضرت عمرؓ نے (جبکہ علی مرتضیٰ اُن کو راہ صواب دکھاتے تھے اور خطا سے بچاتے تھے) ستّر و بروایتے بہتّر مرتبہ فرمایا کہ ”لولا علی لہلک عمر“ اگر علی نہ ہوتے تو ہلاک ہوجاتا عمرؓ۔

حضرت عمرؓ اور فن نسب دانی

نسب دانی کا فن اگر حضرت عمرؓ کے خاندان مین موروثی چلا آتا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی وہ فن بذریعہ ارث کے پایا تو یہ بات کسی فخر اور تفوق کی نہین ہوسکتی تھی۔ عرب مین اکثر خاندان ایسے تھے جو اس فن مین پوری مہارت رکھتے تھے۔

ذیعلم مصنّف نے حضرت عمرؓ کے فن نسب دانی کو بہت ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ظاہر کیا ہے جسکی مسلمانون مین عموماً شہرت نہین ہے۔ خاندان بنی ہاشم مین اُسی زمانہ مین عقیل بن ابی طالب ماہر انساب عرب ایسا نامور گذرا ہے جسکی شہرت ہزارون مسلمانون مین اسوقت تک زبان زد ہے۔ اور عرب مین نسب کا خیال ایسا تخیل تھا کہ انسانون سے گذر کر گھوڑون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے چنانچہ ذیعلم مصنّف نے خود (۲۰) مین لکھا ہے کہ ”بچہ بچہ اپنے آبا و اجداد کے نام اور اُن کے رشتے ...

دس دس بارہ بارہ پشتون تک محفوظ رکھتا تھا یہان تک کہ انسانون سی گذر کر گھوڑ ون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے "

ایسی حالت مین ملک عرب مین نسب کے فن مین مہارت کا پیدا ہونا باعث اسکا نہین ہو سکتا کہ اُسکا ذکر فخر کے ساتھ کیا جائے جبکہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ ملک عرب کا اُس فن کا شوق رکھتا تھا جسکا انجام یہ ہوا کہ یہ فن خدمت کی شان سے ادنیٰ درجہ کے لوگون کے ہاتھہ مین رہ گیا۔

ہندوستان مین خدمت نسب دانی جب عرب کی نسلین خصوص سادات بنی فاطمہؑ اصل سرداران قوم عرب ہندوستان مین آئے تو اُنھون نے اِس خدمت کو نہایت کم درجہ لوگون کے ذمہ کر دیا جسکا نشان اِسوقت تک ہندوستان مین مثل سادات بارہہ وقصبہ امروہہ وسرسی ضلع مرادآباد کے موجود ہے۔ یعنی نسب دانی کی خدمت میراثیون اور بھاٹون کے سپرد کر دیگئی جن کو نساب کہتے ہین۔

اگر فن نسب دانی کوئی فخر کے قابل بات ہوتی تو سادات قوم عرب اُس فن کو ایسے کم درجہ لوگون کے سپرد نکرتے۔ پہلوانی اور کشتی کے فن مین ذیعلم مصنف نے حضرت عمرؓ کی نسبت بیان کیا ہی کہ "وہ عکاظ کے دنگل مین معرکہ کی کشتیان لڑتے تھے " اور قیاس کیا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اِس فن مین پورا کمال حاصل کیا تھا۔

فن پہلوانی ہم حضرت عمرؓ کی پہلوانی او رکشتی کے فن مین کمال حاصل کرنے اور اُنکی شہسواری کی بابتہ جسکی نسبت ذیعلم مصنف نے کہا کہ "وہ اُنکا کمال عموماً مسلم ہے " صرف اِسقدر کہنا چاہتے ہین کہ ان فنون مین حضرت عمرؓ کا کمال عہد پیغمبرؐ مین حمایت پیغمبرؐ کے واسطے کسی موقع پر کوئی بھی ثابت نہین ہوا ہی

جہان جہان بڑی بڑی معرکہ آرائیان اور جنگ وجدال واقع ہوئی وہان حضرت
عمر نے ہمیشہ میدان جنگ کو چھوڑ دیا اور میدان سے جُدا ہو جانے کو ذریعہ
جان کی حفاظت کا گردانا جسپر تمام تاریخین اسلام کی بالاتفاق گواہی دے
رہی ہین۔

برخلاف اسکے علیؑ مرتضیٰ کی حالت اور شان ظاہر ہوئی ہے کہ سیکڑون
شجاعان عرب کو جنھون نے قتل کیا اور خود بھی معرکون مین زخم کھائے کوئی
قبیلہ عرب مین باقی نہ تھا جسکا نامور ممبر اُن کے ہاتھ سے مقابلہ مین قتل نہ ہوا ہو
اور میدان جنگ مین ہمیشہ جمے رہے جسکی مثال خدا نے قرآن مین دی ہے۔
جیسے سیسہ پلائی ہوئی بنیاد " کانھم بنیان مرصوص "

اگر پہلوانی اور کشتی اور شہسواری مین جیسا ذی علم مصنف قیاس کرتے
ہین حضرت عمر کو کمال تھا تو اُنھون نے عہد پیغمبر مین کسی موقع پر یا اپنے زمانہ خلافت
مین اپنی ذات سے وہ کمال کیون نہین دکھایا ہان ایسی حالت مین یہ قیاس
کیا جاسکتا ہے کہ وہ محبت اسلام و اُنس پیغمبر سے اپنی جان کی حفاظت مقدم
سمجھتے تھے ۔ ہر جائے مرکب توان تاختن * کہ جاہا سپر باید انداختن

خندق مین حضرت عمر کی پہلوانی

غزوہ خندق مین بیس پچیس روز مسلمان
محصور رہے اور دشمنون کو یہ جوش و غا تھا
کہ عمر ابن عبدود گھوڑا اکڑا آیا اور چند بار مبارز طلب کیا۔ تو پیغمبر نے چند بار اپنے اصحاب
کیطرف خطاب کرکے فرمایا کہ وہ کوئی ایسا ہی جو اسکے شر سے بچائے" کسی نے کچھ جواب
نہ دیا اور ایسی حالت تھی کہ جیسے اُن کے سرون پر جانور بیٹھا ہے۔ حضرت عمر اُسوقت
یہ بولے کہ ایکمرتبہ ہم اس شخص کے ساتھ قافلہ مین تھے کہ ایک ہزار قزاقون نے قافلہ پر حملہ کیا یا اسنے
بجائے سپر کے اونٹ کا بچہ اُٹھا لیا تھا اور تنہا اُن قزاقون کو پسپا کردیا تھا آجتک ہیبت اُسکی

ہمارے دلون مین مٹھی ہوئی ہے" مگر علیؑ مرتضی ہر مرتبہ پیغمبرؐ کے اُس فرمانے پر آمادۂ حرب ہوتے تھے لیکن پیغمبرؐ اُن کو روکتے تھے۔ آخر کار جب کوئی عمر ابن عبدود سے مقابلہ کے لئے نہ نکلا تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اجازت دی اور علیؑ مرتضی نے اُسکے ہاتھ سے زخمی ہوکر اُسکو قتل کیا۔

اگر حضرت عمر کو سپہگری پہلوانی اور شہسواری مین کمال تھا تو کیا وجہ ہے کہ نہ تو اُسوقت عمر ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے (حالانکہ علیؑ مرتضی کو دیکھ کر اُسنے خود حضرت عمر کو خاصتہً کہا تھا کہ وہ حضرت کیون جنگ کو نہین آتے) اور نہ جسوقت کہ قزاقون نے حملہ کیا تھا اُسوقت اُنھون نے قزاقون کا مقابلہ کیا۔ اور عمر عبدود کیطرح اُسوقت اور علیؑ مرتضی کیطرح اسوقت سپہگری پہلوانی اور شہسواری کے کچھ جوہر نہ دکھائے۔!!

ضرار ابن خطاب کے مقابلہ مین حضرت عمر ابن الخطاب کی سپہگری

یا جسوقت کہ علیؑ مرتضی نے ابن عبدود کو قتل کرکے اُسکے ساتھیون کیطرف رُخ کیا ہے اور بھاگنے والون مین ضرار ابن خطاب کے قتل کے لئے خود حضرت عمر اُسکے پیچھے ہوئے تھے جیسا کہ صاحب تاریخ خمیس و صاحب ازالۃ الخفا و دیگر مورخین اسلام نے لکھا ہے تو کیون اُسکے نیزہ کا چرکہ کھاکر اور بقول اُسکے وہ نیزہ کا گھاؤ ہمیشہ کے لئے ایک نعمت خوشگوار اُسکی طرف سے یادگار لیکر گردن جھکائے واپس چلے آئے اور کیون اپنے فن پہلوانی اور کشتی و سپہگری کی ایسے شخص کے مقابلہ مین بھی کیتی نہ دکھائی۔

عکاظ کے دنگل مین قواعد

عکاظ کے دنگل یا کسی تعلیم گاہ عرب کی تعلیم کا فخر اُسی وقت شایان ہوسکتا ہے کہ جب کسی دنگل یا تعلیم گاہ سے کسی فن مین کمال حاصل کیا ہوا اور وہ کمال

ف روضۃ الصفا۔

ف تاریخ خمیس جلد اول ص ۴۸۶

کسیوقت ظاہر ہوا ہو۔ قوم عرب کی طینت مین مفاخرت اور منافرت تھی
جو کوئی جب کسی دنگل یا تعلیم گاہ مین شریک ہوتا تھا دوسرے لوگ مفاخرت
اور منافرت کا لحاظ رکھکر اُس پر نظر ڈالتے تھے کہ یہ کس درجہ کا ہی۔ اور
اُسکے ساتھ اُسی درجہ کا لحاظ رکھتے تھے جسدرجہ کا وہ ہوتا تھا۔

خولہ بنت حکیم کا حضرت عمر سے مکالمہ

حضرت عمر جس زمانہ مین مسند آرائے
خلافت تھے اُس زمانہ مین ایک مرتبہ
خولہ بنت حکیم حضرت عمر کو ملی۔ حضرت عمر نے خود اُسکو سلام کیا۔ اُس نے
جواب مین کہا کہ ای عمر کچھ اور کہہ مین تجھے پہچانتی ہون تیرا نام عکاظ
کے بازار مین عمیر تھا اور تھوڑے دنون بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب
بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا"

خولہ بنت حکیم مشاطہ گری کا پیشہ رکھتی تھی۔ قطع نظر اسکے کہ وہ عربی النسل
تھی مگر ایسے پیشہ ورون کو ہر ایک کے حسب نسب اور شرف و منزلت سے
آگاہ ہونا بلحاظ فرائض پیشہ کے ضروری امر ہوتا تھا۔ جیسے وہ حضرت عمر کو
پہچانتی تھی ویسے ہی حضرت عمر اُسکو پہچانتے تھے اور اُس کا یہ ادب کیا کہ
سبقت سلام کی اُس پر کی اس خوف سے کہ خود نہ بول اُٹھے لیکن تو بھی
وہ جواب دینے سے نہ چوکی اور آہستہ آہستہ جو انکی تعظیم نام اور لقب سے ہوئی
اُسکو ظاہر ہی کر دیا۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ جو زمانہ حضرت عمر کے ابتداء سن کا تھا جبکہ
وہ عکاظ کے دنگل مین کشتی لڑا کرتے تھے اُس زمانہ مین حضرت عمر کا نام
عمیر صیغہ تحقیر سے ضرور لیا جاتا تھا کہ جو آخر کار بازار عکاظ مین آشکارا
ہوا۔ اور جس سے بخوبی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانہ مین حضرت عمر کس درجہ

مفاخرت اور منافرت سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے فن مقرری اور منصب سفارت کی حقیقت

بیان فن مقرری کے وقت حضرت عمرؓ کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "قوت تقریر کی نسبت کوئی صحیح شہادت موجود نہین ہی" مگر ذیعلم مصنف یہ قیاس کرتے ہین کہ "قریش نے اُن کو سفارت کا منصب دیا تھا اور یہ منصب اُس شخص کو ملسکتا تھا کہ جو تقریر اور معاملہ فہمی مین کمال رکھتا تھا۔

ذیعلم مصنف سے اِس قیاس مین سخت غلطی ہوئی ہی کہ اُنھون نے منصب سفارت کو ذریعہ قوت تقریر کا گردانا ہی حالانکہ قوت تقریر جس کسی کے لئے قوم اُسکے عہد مین قبول کرلے اُسکو منصب خطابت کا دیا جانا قبول ہوسکتا ہی اِس لئے کہ خطیب وہ ہوسکتا ہے جو اپنے دل اور دماغ سے تقریر کو پیدا کرے اور اُسکے لئے ضرور ہے کہ صانع حقیقی نے دل اور دماغ اُس قسم کا وضع کیا ہو اور اُس شخص نے ہر طرح کے علوم مین دستگاہ پیدا کی ہو۔

منصب سفارت کی شان اِسکے خلاف ہی۔ سفیر کا کام صرف یہ ہے کہ جو معاملہ بطور پیغام پہنچانے کے سپرد کیا جاے اُس مضمون کو اُن الفاظ مین ادا کردے جو اُسکو بتائے گئے ہون۔

سفارت کا منصب کسی کو حاصل ہونے سے یہ قیاس ضرور کیا جائیگا کہ وہ گونگا نہین ہی۔ ہمیشہ زمانہ نے تجربہ سے یہ دکھا دیا ہی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُن مین قوت تحریر اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مگر قوت تقریر نہین ہوتی۔

بعض دل اور دماغ ایسے ہوتے ہین کہ جنمین قوت تحریر و تقریر دونون اعلیٰ درجہ

کی ہوتی ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ جنمین نہ قوت تحریر ہوتی ہے نہ قوت
تقریر۔ اور ایسی قوتون کے وجود مین وضع دماغ کا بہت اثر ہوتا ہے۔
ایسی حالتمین حضرت عمر کی نسبت محض منصب سفارت کی وجہ سے وصف
قوت تقریر کا قیاس صحیح نہین ہے جبکہ یہ قبول ہے کہ "وہ قوت تقریر کیواسطے
کوئی شہادت موجود نہین" اگر یہ وصف بھی اونمین ہوتا تو جس طرح بیان
منصب سفارت کا صحیح یا غیر صحیح یا بہ تبدیل نوعیت کیا گیا اونکی قوت
تقریر کا زمانہ قائل ہوتا۔ جیساکہ زمانہ نے اوسی عہد مین مان لیا تھا او۔
مانتا چلا آتا ہے کہ علے مرتضیٰ سے زیادہ کوئی فصیح و بلیغ اور تقریر کرنے
کرنے والا نہین تھا۔

حضرت عمر کے مذاق شاعرانہ کی حقیقت

ذی علم مصنف نے جہان عکاظ کو کشتی کا دنگل بیان کیا ہے وہان
یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ۔ "عکاظ کے سالانہ میلے مین تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے
کمالات کے جوہر دکھلاتے تھے" اور چار شاعرون کا نام لیکر بتاتے
ہین کہ "وہ اسی تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے جنکو شاعری اور ملکہ تقریر مین
تمام عرب مانتا تھا" اور پھر حضرت عمر کی نسبت فرماتے ہین کہ "نہایت
عمدہ مذاق شاعری رکھتے تھے اور مشہور شعراء کے چیدہ اشعار یاد تھے"
اور یہ قیاس کرتے ہین کہ "یہ مذاق اونہون نے جاہلیت ہی مین عکاظ
کی تعلیم گاہ مین حاصل کیا ہوگا۔ اسلام لانے کے بعد وہ مذہبی اشغال
مین ایسے محو ہو گئے تھے کہ اس قسم کے چرچے بھی چندان پسند کرتے
تھے"

ل۵ نابغہ ذبیانی حسان بن ثابت۔ قیس بن ساعدہ۔ خنسا

اگر مذاق یا فن شاعری حضرت عمرؓ کا عرب مین مسلم ہوتا اور عکاظ کی یونیورسٹی سے اونھون نے کوئی فائدہ معتد بہ حاصل کیا ہوتا تو اونکی بھی اس مذاق اور فن مین ویسی ہی شہرت ہوتی جیسی دوسرے شعرا کی ذیعلم مصنف نے تخصیص کی ہے۔ اور جیسے درکعبہ پر ایام جاہلیت مین شاعرونکا کلام جو سبعہ معلقہ کے نام سے مشہور ہے آویزان ہوا تھا ویسے ہی جاہلیت مین حضرت عمرؓ کا کلام بھی خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا ہوتا یا وہ بھی منجملہ اُن شعرا کے ایک ہوتے جنکا کلام سبعہ معلقہ کے نام سے آویزان ہوا تھا اور نہ اسلام لانیکے بعد اشغال مذہبی مین اس درجہ محو ہو جانا پایا جاتا ہے کہ وہ شاعرانہ چرچے ناپسند کرتے ہون۔ نہ مذہب اسلام مین محویت مانع اوس قسم کے چرچون کی تھی نہ ہو سکتی تھی اشغال مذہبی عہد پیغمبرؐ مین دو ہی قسم کے تھے ایک رواج مذہب اسلام مین پیغمبرؐ کا ناصر و معین ہونا۔ دوسرے عبادت خداے واحد مین زیادہ وقت صرف کرنا۔ سوا نہین دونون امر مین نہ تاریخی واقعات ایسے موجود ہین نہ قرآن ایسی شہادت دیتا ہے جنکا یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ حضرت عمرؓ کو اشغال مذہبی مین کس درجہ محویت ہو گئی تھی۔

ہان تاریخی واقعات اور قرآن علی مرتضےٰؑ کی نسبت بے شک گواہی دیتے ہین کہ وہ اشغال مذہبی مین کیا نصرت پیغمبرؐ و رواج دین اسلام مین اور کیا عبادت خداے واحد مین محو ہو گئے تھے اور کوئی نفس زندگی انکا انہین اشغال سے خالی نہین ہوتا تھا۔ اور تمام اوقات اون کی عمر کے انہین مشاغل مین صرف ہوئے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔

حضرت عمرؓ کا عکاظ کی یونیورسٹی مین تعلیم پانا گو کسی حیثیت اور نوعیت

سے تسلیم کیا جاوے وہ رتبہ فخر کا بمقابلہ اوس کسی کے کسی طرح نہین کہہ سکتا

جسنے پیغمبر کی گود اور پیغمبر کے گھر مین جو گھر قدیم سے امرا قریش کا تہا تعلیم اور تربیت پائی ہو اور ایسی تعلیم و تربیت سے جس کسیکو فخر حاصل ہوا ہو۔ اور اوس تعلیم و تربیت کا فخر ہر مسلمان کے دل پر نقش ہو۔ اوسکے مقابلہ مین کچہ روایتون سے جنکی قطعی صحت نہو تعلیم و تربیت حضرت عمر کا عکاظ کے دنگل اور تعلیم گاہ سے قیاسی فخر پیدا کرکے اس زمانہ کے مسلمانون کے سامنے پیش کرنا نقش بر آب ہے۔

حضرت عمر کی تجارتی معاش

ذی علم مصنف حضرت عمر کا فنون سے فارغ ہو کر فکر معاش مین مصروفیت کا یون ذکر کرتے ہین کہ "عرب مین معاش کا ذریعہ زیادہ تر تجارت کا تہا اونہون نے بہی یہی شغل اختیار کیا اور یہی شغل اونکی بڑی ترقیون کا سبب ہوا۔ تجارت کی غرض سے دور دور ملکون مین جاتے تہے۔ بڑے بڑے لوگون سے ملتے تہے۔ خود داری، بلند حوصلگی تجربہ کاری معاملہ دانی کے اوصاف اسلام لانے سے قبل پیدا ہو گئے تہے۔ اِن سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہونگے لیکن کسی مورخ نے اُن پر توجہہ نہین کی۔ علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکہا ہے کہ عمر بن خطاب نے عراق و شام مین سفر کئے عرب و عجم کے بادشاہون سے ملے۔ اسکے متعلق واقعات کتاب اخبار الزمان اور کتاب الاوسط مین لکہے ہین" مگر خود ہی ذی علم مصنف یہ کہتے ہین کہ "وہ کتابین ناپید ہو گئین مین نے قسطنطنیہ کے تمام کتب خانے چہان مارے لیکن کچہ کامیابی نہوئی۔ محدث بن عساکر نے تاریخ دمشق مین حضرت عمر کے سفر کے کچہ واقعات لکہے ہین میری نگاہ سے گذرے اون مین کوئی دلچسپی نہین"

اس امر پر کہ حضرت عمر نے ذاتی حیثیت سے تجارت اختیار کی تھی
یا وہ اپنی ذاتی تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے یقین یا اطمینان ہونا بہت
دشوار ہے۔

صاحب حیاۃ الحیوان دمیری لکھتے ہین کہ " ابوبکر صدیق او عثمان
او طلحہ او عبد الرحمن بن عوف بزاز تھے اور حضرت عمر دلال تھے درمیان
بایع اور مشتری کے کوشش کرتے تھے "

دلالی کا پیشہ درمیان بایع اور مشتری کے جن کا تعلق دوکاندارون
اور خریدارون سے ہوتا ہی معیوب اور ادنی درجہ کا سمجھا گیا ہی اسی دلالی
کو تقریر کی تعلی سے تجارت قرار دیا گیا ہی۔

مین ذی علم مصنف کے اس قیاس سے بھی متفق نہین ہوسکتا کہ "
حضرت عمر کے سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہونگے " ذیعلم
مصنف خود قبول کرتے ہین کہ " مورخون نے انپر توجہ نہین کی " جس سے
یہ نتیجہ نکلنا چاہئیے کہ مورخین نے انکو دلچسپ و نتیجہ خیز نہ سمجھکر قابل توجہ کے نہ جانا

علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین جن دو کتابون مین حضرت عمر کے
واقعات کا ذکر کیا ہی اور جن کتابون کی نسبت ذی علم مصنف کو خیال گذرا ہی
کہ " ان مین وہ دلچسپ و نتیجہ خیز حالات ہونگے " یہ ذیعلم مصنف کا صرف شبہہ
ہی شبہہ ہی کہ جس شبہہ نے ان کو قسطنطنیہ کے تمام کتب خانون کے چھان مارنی
مین بہت تکلیف دی۔ ورنہ درحقیقت ان کتابون مین بھی وہی سادہ واقعات
ہونگے جو محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین لکھے ہین اور جو ذیعلم مصنف کی
نگاہ سے گذرے ہین اور جنکی نسبت وہ یہ رائے دیتے ہین کہ " ان مین کوئی
دلچسپی نہین " اور اس رائے سے اس امر کی تائید ہوتی ہی کہ ان مورخون نے

ہی (جن کی نسبت ذیعلم مصنف یہ کہتے ہین کہ اُنھون نے توجہ نہین کی)
دراصل اُن واقعات سفر پر توجہ کر کے اُنکو عمداً ترک کردیا ہی کہ وہ واقعات
دلچسپ اور نتیجہ خیز نہین تھے۔ بلکہ یہ قیاس کیا جاتا ہی کہ اُن واقعات سے نقص
کسی وصف حضرت عمر کا ہوتا تھا اس لئے اُن مؤرخین نے اُن کو عمداً ترک کیا
اور ہمارے اِن ذی علم مصنف نے بھی اپنے مذاق کے موافق اُن کو دلچسپ
نہ سمجھ کر چھوڑا۔

لیکن حضرت عمر کے مطلق سفر کرنے سے انکار نہین ہو سکتا گو وہ کسی
غرض سے ہو اور گو اُسکے حالات سے کسی قسم کا نتیجہ نکلتا ہو اور یہ امر تسلیم کرنے
کے قابل ہی کہ وہ عراق اور شام کے سفرون اور عرب و عجم کے بادشاہون کے
دربار مین حاضر ہونے سے تجربہ کار اور جہاندیدہ ہو گئے تھے اور اُن کے
دماغ نے ایسا مادّہ اخذ کر لیا تھا کہ اپنی حفاظت اور بہبودی اور ترقی کی کو
وہ کوئی نوعیت رکھے تدبیرون مین کامیابی حاصل کرتے چلے جائین۔ اور
کچھ شبہ نہین ہی جیسا کہ ذیعلم مصنف نے کہا ہی کہ " یہی شغل اُن کی بڑی
ترقیون کا سبب ہوا "

بعد وفات پیغمبرؐ کہ ہنوز لاش پیغمبرؐ کی دفن نہین ہوئی تھی سقیفہ بنی
ساعدہ مین پہنچکر اور موقع غیر حاضری علی مرتضےٰ کا پاکر کہ وہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ مین
مصروف تھے قدیمی امارت اور بادشاہت کو خاندان پیغمبرؐ سے نکالا اور علی مرتضےٰ
کو جانشین پیغمبرؐ کا نہ رہنے دیا اور ابتداءً خود خلافت کو قبول نکیا اس اندیشہ سے
کہ علی مرتضےٰ کیطرف سے نہ معلوم کیا آفت برپا ہو اور وہ حضرت ابوبکر تو جد
جدید خلیفہ کے سر ہی رہے اور خود اُس عدمہ و آفت سے محفوظ رہین۔ اور
یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر سن رسیدہ ضعیف القویٰ شخص ہین اُنکے عہد مین زمام حکومت

اپنے ہاتھ مین رکھی اور وہ قبل اپنی وفات کے سوائے عمر کے کسی دوسرے کے لئے استخلاف نکر سکینگے اور احسان کی جزا احسان سے کرینگے۔

چنانچہ انھین فکرون اور تدبیرون کا نتیجہ حضرت عمر کی کامیابی کے لئے ہوا اور ذیعلم مصنف نے سچ کہا ہی کہ "وہ شغل اُنکی بہت بڑی ترقی کا سبب ہوا" اور مین بھی حضرت عمر کی اِن چالاک فکرون اور ہوشیار تدبیرونکی داد دیتا ہون۔

حضرت عمر کا واقعہ قبول اسلام

ذیعلم مصنف حضرت عمر کے قبول اسلام کے قصہ لکھتے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت عمر کا ستائیسوان سال تھا کہ رسول صلعم مبعوث ہوئے اور اسلام کی صدا بلند ہوئی" اور یہ بھی ذیعلم مصنف تسلیم کرتے ہین کہ "حضرت عمر مسلمانون کے دشمن ہوگئے اور جب انکی زد و ضرب سے (بمشکل قابو پایا) کوئی اسلام سے برگشتہ نہ ہوا تو خود بانی اسلام کا قصہ پاک کر دینے کے لئے تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے۔ راہ مین بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہوجانے کی خبر پاکر اُن کے گھر گئے اور بہن اور بہنوئی کو خوب مارا اور پیٹا تاکہ وہ اسلام پر قایم نرہین لیکن جب اُنہون نے کسی طرح اسلام سے برگشتہ ہونا قبول نہ کیا تب بعض آیات قرآنی سنکر مسلمان ہوگئے اور رسول اللہ کے پاس پہنچکر اپنا ایمان ظاہر کیا۔"

ہم کو اس واقعہ سے کچھ اختلاف نہین ہی۔ لیکن اس تمام واقعہ سے حضرت عمر کی تجربہ کاری اور ہوشمندی پر نظر رکھکے جو قیاس صحیح پیدا ہوتا ہی اُسکے ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتے۔

حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی حقیقت۔

یہ امر مسلم ہوچکا ہی کہ حضرت کے دل مین شدت کفر اور دشمنی پیغمبر اور مسلمانون کی اس درجہ تھی کہ وہ خود پیغمبر کا تلوار سے قصہ فیصل کرنے پر برانگیختہ ہوکر چلے

عن الجزی والنکال ما انزل بالولید بن المغیرہ، فقال عمر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، وانک عبد اللہ ورسولہ	کہ نازل کرے اللہ تیرے لئے خواری و رسوائی اور عقوبت سے جو کچھ کہ نازل کیا اللہ نے ولید بن المغیرہ کے لئے پس حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا۔

اور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی ہے

ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین۔	ترجمہ۔ اطاعت مت کر کسی دروغ سوگند کھانیوالے خوار کی، عیب کرنیوالے اور سخن چینی کیطرف جانے والے کی، باز رکھنے والے کی خیر سے اور تعدی کرنیوالے بدکردار کی، درشت جفاکار، حرامزادہ کی اگرچہ وہ صاحب مال اور بیٹون والا ہو۔

ارشاد پیغمبر کو سنکر جو حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس واقعہ سے زیادہ کوئی امر وجہ انکی حالت اسلام قبول کرنے کی ظاہر نہین کرسکتا۔

حضرت عمر کی وجہ سے علانیہ اداے فرائض کی حقیقت

ذی علم مصنف حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کے بعد جسکو وہ سنہ نبوی کے چھٹے سال کا واقعہ ظاہر کرتے ہین تاریخ اسلام مین نئے دور کا شروع ہونا ظاہر کرتے ہین کہ یہ اسوقت تک اگرچہ چالیس پچاس آدمی اسلام لاچکے تھے عرب کے مشہور بہادر سید الشہدا نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ نہین ادا کرسکتے تھے اور کعبہ مین نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔

حضرت عمر کے اسلام کے ساتھ دفعتاً یہ حالت بدلگئی اور مسلمانون کی

اور معتقد اُس دین کا عالم مین نہین تھا۔ اور کعبہ مین اظہار اسلام اور دعوت اسلام کا قصہ اہل سیر و تواریخ[۵۱] اسطرح لکھتے ہین کہ وہ جب ۲۹ شخص اصحاب رسول کے ہو گئے تھے حضرت ابوبکر کے اصرار سے پیغمبر[۵۲] ظاہر ہوئے اور مسلمان نواحی مسجد مین متفرق ہو گئے۔ حضرت ابوبکر خطبہ پڑھتے تھے اور پیغمبرؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے ابوبکر پر حملہ اور اُنکو بہت زد و کوب کیا (جس چیز سے کہ اُن کو مارا اور جس طرح مارا اُسکی تفصیل کتب تواریخ مین درج ہی)۔ حضرت ابوبکر اس دن اس واقعہ سے بیہوش ہو گئے اور اُنکی قوم اُنکو اُٹھا کر لیگئی۔"

حضرت عمر سے نماز کے لئے کعبہ مین قتال کی مفصل کیفیت

حضرت عمر سے کعبہ مین نماز کے لئے جو قتال کا ذکر کیا جاتا ہی جسمین یہ مذکور ہے کہ کسکو حضرت عمر نے قتل یا زخمی کیا؟ اور کتنی حضرت عمر کے زخم لگا؟ اور کون کون حضرت عمر کے مقابلہ مین آیا تھا؟

اگر حضرت عمر سے کوئی مقابلہ کفار مکہ سے ہوا ہو گا جسکا نشان کسی اور جگہہ سے نہین ملتا ہی تو وہ جنگ ایسی ہی ہوئی ہوگی جیسے حضرت ابوبکر سے ورنہ قتل و قتال کا حکم قبل ہجرت نہین دیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ روایت مقابلہ عمر کی محض مصنوعی ہی اور اگر حضرت عمر نے خلاف حکم خدا و رسول قتال کیا تو اُس سی فضیلت حضرت عمر کی وہی پیدا کر سکتے ہین جو اُنکے فعل بیجا بھی مستحسن قرار دیتے ہین۔

سنہ ۵۱ تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۲۶ و روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و جامع البیان و کتاب منتقی ۱۲

سنہ ۵۲ معارج النبوۃ صہ ۲۴ سطر ۱۰ رکن سوم باب دوم مطبوعہ بمبئی ۱۲ منہ

حضرت امیر حمزہ سید الشہدا کے مسلمان ہو جانے اور حضرت ابو طالب کے زیر حفاظت ہونے سے پیغمبرؐ کو یہ نصرت پہنچ چکی تھی کہ کوئی کافر و مشرک پیغمبرؐ کو اذیت نہیں پہنچا سکتا تھا البتہ یہ ضرور ہے کہ جون جون مسلمان زیادہ ہوتے جاتے تھے ویسے ہی تقویت مذہب اسلام کو اور پیغمبرؐ کو ہوتی جاتی تھی۔

حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے نئے دور کی حقیقت

ایسے ہی حضرت عمر کے اسلام میں شامل ہونے سے زیادہ تقویت پیغمبر اور مذہب اسلام کو ہوئی۔ لیکن یہ امر کہ "حضرت عمر کے اسلام لانے سے نیا دور پیدا ہوا اور فرائض مذہبی علانیہ ادا ہونے لگے اور کعبہ میں نماز پڑھی جانے لگی" مسلم نہیں ہو سکتا۔

اگر حضرت عمر کے اسلام لانے سے یہ نیا دور پیدا ہو گیا تھا تو ہجرت حبشہ اسوقت کیوں کی گئی جبکہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے وقت سے تعداد مسلمانوں کی دگنی ہو گئی تھی اور پھر پیغمبرؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟ اور حضرت عمر اور دیگر مسلمان پیغمبرؐ سے پہلے مدینہ کو کیوں ہجرت کر کے چلے گئے؟

جب ادائے فرائض مذہبی حضرت عمر کی وجہ سے علانیہ ہونے لگے تھے۔ اور کعبہ میں نماز پڑھنا قائم ہو گیا تھا تو مکہ سے ہی مذہب اسلام تمام قوم عرب میں اور تمام ملکوں میں پھیلایا جا سکتا تھا حالانکہ تمام مورخ اسپر متفق ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور حمایت پیغمبرؐ میں ضعف آگیا اور کفار اور مشرکین مکہ بالکل قتل پیغمبرؐ پر آمادہ ہو گئے اسوقت پیغمبرؐ نے ہجرت کی ہے جیسا کہ مصنف نے بھی بیان ہجرت میں قبول کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی قوت سے نہ پیغمبر کی حفاظت ہو سکتی تھی اور نہ دین اسلام جاری ہو سکتا

حضرت عمرؓ سے با کر روایت کرتے ہیں:

علیؓ مرتضیٰ کو شرف حضوری پیغمبرؐ

لیکن یہ شرف بمقابلہ اُس شرف کے کہ جن صحابہ کو روزانہ صحبت حضوری پیغمبرؐ کی رہتی تھی کم ہے۔ اور علی مرتضیٰ کو جو شرف صحبت پیغمبرؐ حاصل ہوا ہے اُسکے مقابل مین، تمام صحابہ کو جو شرف صحبت حاصل ہوا ہیچ ہے۔ خود علی مرتضیٰؓ فرماتے ہین کہ وہ گود مین رکھا مجھ کو پیغمبرؐ نے درحالیکہ مین طفل تھا۔ اور اور چپٹا لیتے تھے مجھ کو اپنے سینہ سے۔ اور لے لیتے تھے مجھ کو اپنے بستر پر اور مس کرتے تھے مجھکو اپنے بدن شریف سے۔ اور سنگھاتے تھے مجھ کو اپنے پسینہ کی بو۔ اور اپنے منہہ مین چیز کو چبا کر مجھ کو لقمہ دیتے تھے۔ اور مجھسے کوئی دروغ بات۔ گفتار مین پائی نہین گئی۔ اور نہ کوئی خطا میرے کردار مین ہوئی۔ بالتحقیق قرین کیا۔ خدائے سبحانہٗ نے پیغمبرؐ کا اُسوقت سے کہ دودھ اُن کا چھٹایا گیا بزرگ ترین فرشتہ ملائک سے۔ جو چلاتا تھا پیغمبرؐ کو مکارم اور محاسن اخلاق عالم پر شب و روز۔ اور مین اُس پیغمبرؐ کی پیروی کرتا تھا جیسے کہ اونٹ کا بچہ اپنی مان کے پیچھے جاتا ہے۔ اور بلند کرتے تھے آنحضرت ہر روز میرے لئے ایک نشان اپنے اخلاق سے اور حکم دیتے تھے مجھہ کو اپنی پیروی کا۔ اور ہر آئینہ مجاورت کرتے تھے وہ حضرت ہر سال کوہ حرا کی۔ پس دیکھتا تھا مین اُن کو اور نہین دیکھتا تھا اُن کو کوئی سوا میرے اور نہین جمع کیا ایک گھر مین اُس دن اسلام مین غیر رسول اللہ اور خدیجہ کبریٰ کے اور مین تیسرا اُن کا تھا۔ دیکھتا تھا مین نور وحی کو۔ اور سونگھتا تھا مین بوے نبوت کو۔ ہر آئینہ سُنی مین نے آواز اندوہناک شیطان کی جسوقت نازل ہوئی وحی آنحضرت پر۔ پس عرض کی مین نے کہ ای رسول اللہ یہ آواز اندوہگین

کسکی ہی بس فرمایا کہ یہ شیطان ہے تحقیق ناامید ہوگیا اپنی پرستش سے۔ اور تحقیق کہ سنتا ہے تو جو کچھ سنتا ہون مین اور دیکھتا ہے تو جو کچھ کہ دیکھتا ہون مین لیکن تو نبی نہین ہے لیکن تو وزیر ہے اور بیشک تو اوپر خیر کے ہی۔“

اسکا نتیجہ ہر ایک کی سمجھ مین بہ آسانی آسکتا ہے کہ ابتداء صحبت پیغمبرؐ سے علی مرتضیٰ نے سمجھ لیا تھا کہ زمانہ متغیر ہونیوالا ہی اور اُسکے شر کا رنگ خیر سے بدلنے والا ہے۔

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنی مثال رسول خدا سے دی ہی کہ ”مین ایسا ہون جیسے کہ ایک دو شاخہ درخت ایک بیج سے جما ہوا۔ اور جیسے ہاتھ بازو سے“ جس سے اندازہ قربت اور صحبت علی مرتضیٰؑ کا پیغمبرؐ خدا سے بخوبی ہو جاتا ہی۔

جب علی مرتضیٰؑ پیغمبر کے ساتھ ایک گھر مین رہتے تھے اور پرورش علی مرتضیٰؑ کی پیغمبرؐ کرتے تھے۔ اُس زمانہ مین پیغمبرؐ اپنی ذاتی اور اپنے قوت بازو کی کمائی جیسے اپنے اوپر صرف کرتے تھے ویسے ہی علی مرتضیٰؑ پر۔ اور اُس کمائی سے جیسے گوشت اور خون پیغمبرؐ کا پیدا ہوتا تھا ویسے ہی علی مرتضیٰؑ کا۔ اور اسی واقعہ خاص نے علی مرتضیٰؑ کی نسبت پیغمبرؐ سے کہلوایا ہی کہ ”جو تیرا گوشت ہے وہ میرا گوشت ہے اور جو تیرا خون ہی وہ میرا خون ہی“ اور جیسے کہ پیغمبرؐ کے گوشت اور خون سے کوئی امر قبیح سرزد نہین ہوا ویسے ہی علی مرتضیٰؑ کے گوشت اور خون سے بھی کوئی امر قبیح پیدا نہین ہوا۔

علی مرتضیٰؑ مدینہ منورہ مین بھی ایک گھر مین پیغمبرؐ کے ساتھ رہے یا پیغمبرؐ کے گھر کے برابر دوسرے گھر مین جبکہ دختر پیغمبرؐ کے ساتھ اُن کا نکاح ہوگیا۔

دونون گھرون کے درمیان جو دیوار تھی اُس مین پیغمبرؐ نے ایک کھوکھا

کر لیا تھا کہ جب پیغمبرؐ اپنے گھر سے باہر جاتے یا اندر آتے تو اُس کھڑکی میں سے دیکھ لیتے تھے۔ اور مسجد نبوی کے صحن میں پیغمبرؐ نے جیسے اپنا دروازہ کھلا رکھا ویسے ہی علی کے گھر کا کہ یہ دونون گھر داخل صحن مسجد ہو گئے تھے۔ علی مرتضیٰ کو اجازت تھی کہ جنب کی حالت میں بھی داخل مسجد ہوں جیسا کہ خود پیغمبرؐ اپنے لئے جائز رکھتے تھے[1]۔

پیغمبرؐ اور علیؑ کا تخلیہ

ہمیشہ پیغمبرؐ راز داری کے مشورے تنہا علی مرتضیٰ سے کیا کرتے تھے اور صرف علی مرتضیٰ ہی ایک ایسے شخص تنہا کہ جسکو تنہائی میں ایسا موقع اور مکان نصیب ہوا تھا کہ پیغمبرؐ اور مشورہ اور راز داری کرین یہان تک کہ پیغمبرؐ کی بیبیان اُٹھا دیجاتی تھیں لیکن علی مرتضیٰ کی بی بی اور بچے نہیں اُٹھائے جاتے تھے۔

شب و روز مین علی مرتضیٰ کے لئے پیغمبرؐ کے ساتھ ایک ایسا وقت خاص معین تھا جیسا کہ پیغمبرؐ کے لئے خدا کے ساتھ[2]۔ بمقابلہ ایسی صحبت کے جو علی مرتضیٰ کو حاصل تھی، حضرت عمر کی وہ صحبت جسکو مصنف نے لکھا ہے اہل نظر غور کر سکتے ہین کہ کیا درجہ رکھ سکتی ہے۔

طریقہ اذان ایجاد حضرت عمر

ذلیعلم مصنف نماز کے اعلان کی طریقہ کا انتظام یون بیان کرتے ہین کہ وہ یہودی اور عیسائیون کے یہان نماز کے اعلان کے لئے بوق و ناقوس کا رواج تھا اسلئے صحابہ نے یہی رائے دی۔ ابن ہشام نے روایت کی ہے کہ یہ

---

[1] خصائص امام نسائی و ارشاد مرشد صفحہ ۱۲۰۸۶ [2] ترمذی شریف و ارجاء المطالب صفحہ ۵۷ و ۱۲ [3] ارشاد مرشد صفحہ ۱۱۷ و خصائص امام نسائی بطریق متعددہ ۲،۳۔

خود آنحضرت کی تجویز تھی۔ بہرحال یہہ مسئلہ زیر بحث تہا اور کوئی رائے
قرار نہین پائی تہی کہ حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی
اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اوسیوقت
حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا۔

ذی علم مصنف نے جس انداز سے مضمون طریقہ اعلان نماز کا بیان
کیا ہی اور اوس سے فخر حضرت عمر کا دکہایا ہے بیشک قابل داد کے ہے
جس سے تائید اوسی سخن کی ہوتی ہے کہ وجود پیغمبر سے پہلے نزول نبوت
خاندان حضرت عمر مین ہوا تہا۔

پیغمبر باوصف مبعوث ہو جانے کے اتنی قابلیت بھی نہین رکہتی تھی
کہ طریقہ اعلان عبادت خدائے وحدہ لاشریک بہ طرز نو ایجاد کر سکین
اور بوق و ناقوس کو جو یہودیون اور عیسائیون کے یہان نماز کی اعلان
کے لئے تہا تجویز کرین۔ مگر حضرت عمر کے نزدیک ایسے امور عظیمہ کی کچہہ
حقیقت نہین تہی اون کے ناخونوں مین ایسی باتین پڑی ہوئی تہین کہ
رستہ چلتے ہوئے آگئے اور طریقہ اعلان پیغمبر کو بتا دیا گویا حضرت عمر پر
پہلے ہی وحی نازل ہو چکی تہی۔ اور پیغمبر طریقہ اعلان نماز کے تعین مین
حیران و پریشان تہے اور یہودیون اور عیسائیون کے بوق و ناقوس
کے رواج کو جو اون کے یہان اعلان نماز کے لئے تہا تجویز کر رہی
چکے تہے اون کے پاس نہ کوئی وحی آسکی تہی نہ اونکی قوت ملکوتیہ کچہہ
کام کر سکی تہی کہ حضرت عمر نے اونکو راہ صواب دکہا دی! لاحول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم۔

مسلمانون کو سوچنا چاہئے کہ پیغمبر کی ایسی شان اور حضرت عمر کا ویسا فخر

ظاہر کرنے سے مسلمانون کے دلون مین پیغمبر کی نسبت کیا خیالات پیدا ہوسکتے ہین اور وہ اعتقاد رسالت آنحضرت صلعم پر کہانتک قایم رہسکتی ہین

روایات متعلق طریقہ اذان اہلسنت کے یہان طریقہ ندا نماز کے بارہ مین جو روایات مذکور ہوئی ہین اونکا مضمون یہہ ہی

"روایت ابن عمر کے بیان سے۔ اہل اسلام جب مدینہ مین آئے ہین جمع ہوا کرتے تہے۔ تو نماز کے لئے اوقات مقرر کیا کرتے تہے اور کوئی صورت ندا کی نہ تہی۔ ایک روز اونہون نے اسبارہ مین چرچا کیا تو بعض لوگون نے کہا کہ ایک ناقوس مثل ناقوس نصاریٰ کے بنالو۔ اور بعضون نے کہا کہ ایک بوق مثل قرنائے یہود بنالو۔ عمرؓ نے کہا کہ کسی ایسے شخص کو نہین کہڑا کرتے جو نماز کے واسطے ندا کرے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بلال! اوٹہہ اور نماز کے واسطے ندا کر"

(صحیح بخاری کتاب الاذان صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)

"انس سے روایت ہے کہ لوگون نے آتش و ناقوس کا ذکر کیا اوسکے بعد ذکر کیا یہود و نصاریٰ کا۔ پس حکم دیا بلال کو اذان مین شفع اور اقامتہ مین وتر کا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)

(روایات منقول از فتح الباری جز ثالث صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ مطبوعہ دہلی)

"ابو معین نے حلیتہ الاولیا مین روایت کی ہی کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے تشریف لائے اوسوقت جبریل نے اذان کہی تھی"

"غریب ترین حدیث جو کہ ابتداء اذان کے بارہ مین وارد ہوئی ہے وہ وہ حدیث ہی جسے ابو الشیخ نے عبد اللہ ابن زبیر سے روایت کیا ہی کہ اذان حضرت ابراہیمؑ کی اذان سے لی گئی ہے اور اوسکے بعد

یہہ آیت مذکور ہوئی۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ الخ۔ اوسوقت رسولخدا نے اذان کہی ؎

"مسند حرث ابن ابی اسامہ مین یہہ روایت ہے کہ اول جس شخص نے اذان کہی وہ حضرت جبرئیل تہے آسمان دنیا مین ؎

"طبرانی نے سالم ابن عبد اللہ کے طریق سے روایت کی ہی کہ جب رسولخدا کو معراج ہوئی تو پروردگار عالم نے بذریعہ وحی طریقۂ اذان تعلیم فرمایا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے حضرت بلال کو تعلیم فرمائی ؎

دارقطنی نے اطراف مین انس سے روایت کی ہی کہ جناب رسول خدا نے اذان کا حکم اوسوقت دیا تہا جبکہ نماز فرض ہوئی تہی ؎

"ابن مردویہ نے بی بی عائشہ سے روایت کی ہی کہ رسالتمآب فرماتے ہین کہ جب مجھے معراج ہوئی تو حضرت جبرئیل نے اذان کہی تو ملائکہ کو گمان ہوا کہ وہی نماز پڑہائین گے۔ اوس کے بعد اونہون نے مجھے نماز کیواسطے آگے بڑہایا پس مین نے نماز پڑہی ؎

"مسند بزاز وغیرہ مین حضرت علی کی حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان تعلیم کرے تو حضرت جبرئیل ایک جانور جسے براق کہتے ہین لیکر تشریف لائے اور جناب رسول خدا اوسپر سوار ہوئے اور وہی حدیث اذان جبرئیل کی ذکر ہوئی ہے اور اوسمین یہہ بھی مضمون ہی کہ ناگاہ ایک فرشتہ پس پردہ سے نکلا اور اوسنے کہا۔ اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر اور اوسی کے آخر مین یہہ مضمون بہی ہے کہ اوس فرشتہ نے جناب رسالتمآب کا ہاتہ پکڑا اور حضرت نے اہل سماوات کو نماز پڑہوائی ؎

مشکوۃ المصابیح فصل ثالث صفحہ ۵ مطبوعہ دہلی مین عبد اللہ ابن زید

بن عبد ربہ سے مروی ہی کہ "جب رسولخدا نے ناقوس بجانیکا حکم دیا نماز کے
واسطے۔ مین سوتا تہا۔ کہ ایک شخص (کو دیکہا) اپنی ہاتہہ مین ناقوس لے کر
گھومنے لگا۔ مین نے (اوس سے) کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس بیچتا ہے؟
اوس نے کہا تم کیا کروگے؟ مین نے کہا نماز کیواسطے لوگون کو بلائین گے۔
اوسنے کہا کہ مین تم کو نہ بتادون وہ بات جو اس سے بہتر ہے؟ مین نے
کہا ہان۔ اوسنے کہا۔ کہو۔ اللہ اکبر۔ الخ۔ اور اسی طرح اقامتہ پس جب صبح
ہوئی تو مین رسولخدا کی خدمتمین حاضر ہوا۔ اور مین نے خبر دی اونکو اوس سب
جو کچہہ کہ مین نے دیکہا تہا۔ حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہہ رویائے صادقہ
ہی۔ تم بلال کے ساتہہ کہڑے ہو۔ اور بیان کرو اون سے جو کچہہ کہ تم نے دیکہا ہی
تاکہ وہ اوس کے موافق اذان دین۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوش آواز ہین
پس مین بلال کے ساتہہ کہڑا ہوگیا۔ اور مین اونکو بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے
گئے۔ اوس کا بیان ہی کہ عمر بن الخطاب نے یہہ مضمون اپنے گہر مین سنا تو
وہ گھر سے نکل آئے اور رداء اونکی زمین پر گہسٹتی جاتی تہی۔ کہنے لگے یارسول اللہ
قسم بخدا جسنے آپکو بحق مبعوث کیا ہے۔ مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی
جیساکہ اوسنے دیکہا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ الحمد للہ اس روایت کو
ابو داؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی۔ مگر اوسمین اقامتہ کا ذکر نہین
ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے لیکن اسمین تصریح قصۂ ناقوس
کی نہین ہی"

صاحب فتح الباری شارح صحیح بخاری (جزو ثالث صفحہ ۲۳۴ مطبوعہ دہلی)
لکہتے ہین کہ "غزالی نے وسیط۔ مین نقل کیا ہی کہ تقریبًا ۱۰۔۹ آدمیون نے
اذان کی نسبت خواب دیکہا اور جیلی نے شرح تنبیہ مین ۱۴۔ آدمیون کی

ملّا بڑی گہبراہٹ مین آرہی تہو۔

خواب دیکہنے کا ذکر کیا ہی۔ اور مغلطائی نے نقل کیا ہی کہ بعض کتب فقہا مین یہہ ذکر ہے کہ، آدمیون نے خواب دیکہا"

شارح فتح الباری نے یہہ بہی کہا ہی کہ" وارد ہوئی ہین حدیثین اسپر کہ تحقیق اذان شروع ہوئی مکہ مین قبل ہجرت کے۔ اور جزم کیا نووی نے تحقیق کہ نبی نے اذان دی ایک مرتبہ سفر مین اور غلبہ دیا اوسکو ترمذی نے اور قوی کہا ہی اوسکو"

(عون الباری مطبوعہ بہوپال جلد اول صفحہ ۲۷۹ باب بدالاذان)

شیعون کے یہان یہہ روایت ہی کہ" جبرئیل نے اذان واقامتہ خدمت رسالتمآب مین حاضر ہوکر کہی۔ جناب امیر اوسوقت موجود تہے۔ انحضرت نے فرمایا کہ تمنے یاد کرلی۔ عرض کیا ہان۔ فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کردو جناب امیرؑ نے بلال کو بلاکر طریقہ اذان واقامتہ تعلیم فرمایا"

ان روایات پر جب غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ ذی علم مصنف نے سرسری طور پر وہ مضمون اذان کے متعلق اختیار کیا ہی کہ جسمین حضرت عمر کے لئے فخر پیدا ہوسکے۔

روایات متعلق بدالصلوۃ پر رائے

سب سے پہلے ذی علم مصنف کو یہہ امر طے کرنا تہا کہ اذان کہان اور کس زمانہ مین شروع ہوئی۔ شارح فتح الباری نے اگرچہ اون احادیث کو جنسے مکہ مین قبل ہجرت اذان کا شروع ہونا ظاہر ہوتا ہی اپنے نزدیک غیر صحیح کہدیا ہی لیکن اونکے قیاس کے خلاف صریح قرینہ موجود ہے جب یہہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد یہ قوت مسلمانونکو ہوگئی تہی کہ وہ خانہ کعبہ مین علانیہ نماز پڑہتے تہے تو ضرور ہے کہ اذان بہی اوسی وقت شروع ہوئی اور نووی نے یہانتک جزم کیا ہی کہ پیغمبرؐ نے ایک مرتبہ

سفر مین اذان دی۔ اور جس سے یہ نتیجہ بخوبی پیدا ہوتا ہی۔ کہ اذان کا طریقہ بغیر کسی بحث کے بذریعہ ندا ء انسانی شروع ہی سے قرار پایا تہا۔

شیعون کے یہان کی روایت اہلسنت کے یہان کی جن روایتون سی متفق ہے اونکا مفاد یہ ہے کہ بہ تعلیم جبرائیل پیغمبرؐ نے طریقہ اذان کا بذریعہ نداء انسانی مقرر فرمایا۔ اوسی پر نظر کرکے مسلمانون کو یہی سمجہ لینا چاہئے کہ خود پیغمبر نے بذریعہ وحی کے نداء صلوۃ کا بذریعہ انسان کے طریقہ قرار دیا ہے اور مخصوص اپنی قوت فکری اور ملکوتی سے اوس طریقہ کے رواج کی ابتداء کی ہے۔

ایک روایت پر بغیر کسی قیاس و لوثوقی کے ذی علم مصنف کا صرف اسقدر کہدیناکہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے" اور اوس سے فخر حضرت عمر کے لئے ظاہر کرنا۔ اور اوس واقعہ سے جو منافی فخر حضرت عمر کا ہے گریز کرنا کہ ابن عبدربہ کی خواب کا مضمون حضرت عمر نے اپنے گھر مین سنا اور گھر سے نکل کے پیغمبرؐ سے آکر کہدیا کہ مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی (جسکو ابن عمر نے یون ظاہر کیا ہی کہ "حضرت عمر نے کہا کسی شخص کو ندا کے لئے کیون نہین کہڑا کر دیتے) اوسی مضمونکو یون ادا کرنا کہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے" سخت معیوب ہے۔

اون روایتون سی اگر فخر ہوسکتا ہی تو ابن عبدربہ یا دیگر اشخاص کو کہ جنکی خواب دیکہنے کا ذکر کیا گیا ہی۔ حضرت عمر کیلئے اگر فخر ہوسکتا ہی تو یہی فخر ہوسکتا ہی کہ اونہون نے عبدربہ کی سنی سنائی بات پیغمبرؐ سے ظاہر کردی یا اپنے آپکو بہی خواب دیکہنے والون مین شامل کرلیا۔

شیعون کی طرف سے ۱۲۹۶ھ بہ سلسلۂ ذکر فضایل علی مرتضےٰ یہ امر ظاہر اور شایع

ہوچکا تہا کہ واقعات سوانح عمری پیغمبرؐ خدا اور علی مرتضےٰ کے ایک دوسری سے
لپٹے ہوئے ہین. جیسے عمل فکر سے اور فکر عمل سے جدا نہین ہوسکتے ویسے ہی
اون کی سوانح عمری ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتی ہین۔

سنہ سے وفات رسول تک حضرت عمر کے واقعات عمری اجزاء سیرۃ نبوی صلعم

ذی علم مصنف سنہ سے وفات رسول اللہ تک غزوات و دیگر حالات کے بیان شروع کرنے کے وقت یہہ ظاہر کرتے
ہین کہ" سنہ سے آنحضرت کی وفات تک حضرت عمر کے واقعات اور حالات
درحقیقت سیرۃ نبوی کے اجزاء ہین۔ آنحضرت کو جو لڑائیان پیش آئین
غیر قومون سے جو معاہدات عمل مین آئے۔ وقتاً فوقتاً جو انتظامات جاری کئے
گئے۔ اشاعت اسلام کے لئے جو تدبیرین اختیار کی گئین۔ انمین سے ایک
واقعہ بھی ایسا نہین جو حضرت عمرؓ کی شرکت بغیر انجام پایا ہو"

نبی و علی کا اتحاد سوانح عمری

واقعات تاریخی پر جب نظر کیجاتی ہے
تو روز پیدائش علی مرتضیٰ سے دفن پیغمبرؐ تک حالات اور واقعات سوانح
عمری ان دونو بزرگوارون کے ایسے متفق اور شامل ہین کہ جب کسی موقع کا ذکر
کیا جائے تو چارہ نہین ہی کہ بغیر ذکر ایک کے دوسرے کا ذکر ہوسکے۔
پیغمبرؐ کے ساتھہ اتفاق اور اتحاد سوانح عمری کا اطلاق سوائے علی مرتضیٰ
کے کسی دوسرے پر صادق آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

ذی علم مصنف سنہ سے پہلے حضرت عمر کے واقعات اور حالات کو سیرۃ
نبوی کے اجزاء ہونیکا یا کار پیغمبری مین اون کی شرکت کا دعوے نہین کرسکے
اور سنہ سے جو اونہون نے ایسا دعوے کیا ہے اوسکے ثابت کرنے کے
میدان مین قدم رکھنے سے پہلے۔ اوس دشوار ہی کے بیان پر جو اون کو

پیش نظر تھی مجبور ہوکر اس پیرایہ سے کہتے ہین کہ "مشکل یہہ ہی اگر تمام واقعات پوری تفصیل کے ساتہہ لکھے جاوین تو کتاب کا یہہ حصہ سیرت نبوی سے بدل جاتا ہی حضرت عمر کے کارنامہ رسول اللہ کی ذات سے وابستہ ہین۔ اونکو جب علیحدہ کیا جاویگا تو تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار پاویگا"

حضرت عمر کے کارنامے ذات آنحضرت سے وابستہ ہین

ایسے پہلو سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبوی کے اجزا نہین ہین۔ اور نہ کار پیغمبری مین اونکی ایسی شرکت ہوسکتی ہے کہ بغیر اونکی شرکت کے انجام نہ ہوسکے۔

اگر حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبویؐ کے اجزا ہوتے یا حضرت عمر کی شرکت کے بغیر کار پیغمبری انجام نہ پاتا تو تمام واقعات تفصیلی لکھی جانے کی حالت مین سیرت نبوی سے نہ بدلجاتے اور نہ تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار پاسکتا"

حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبویؐ کے اجزا یا اونکی شرکت کار پیغمبری مین اوسوقت سمجھی جاسکتی ہی کہ بغیر اون کی سیرت نبوی کا نام اور کار پیغمبری کا انجام نہو سکتا۔

معیار اسکا کہ کس کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کے اجزا ہین اور بغیر شرکت کس کے کار پیغمبری انجام نہین پاسکتا تہا یہہ ہے کہ اگر وقت ہجرت پیغمبرؐ سے وللمات یا دفن پیغمبرؐ تک حضرت عمر کے کارنامے تاریخ اسلام سے نکالدئے جائین۔ اور پہر دیکھا جائے کہ مذہب اسلام کے قایم اور شایع ہونے مین کیا چیز باقی رہی جاتی ہی ا۔

ذی علم مصنف نے اوسی مشکل پیش نظر سے "مجبوراً یہہ طریقہ اختیار کیا کہ جن واقعات مین حضرت عمر کا خاص تعلق ہے اونکو لکہا جائے" مگر اس طریقہ سے بہی وہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کی اجزا اور بغیر شرکت اون کے کار پیغمبری کے انجام نہ پانے کے ثابت کرنے مین کامیاب نہین ہو سکتے ہین۔

تذکرہ مخصوص خصوصیات عمری جنگ بدر مین۔

ذی علم مصنف نے زمانہ ہجرت مین کوئی کارنمایان حضرت عمر کا بیان نہین کیا بلکہ یہہ بیان کیا ہی کہ "ہجرت کے دوسرے سال تک کوئی قابل ذکر معرکہ نہین ہوا" ۲ھ مین بدر کی واقعہ کا بیان کرکے اسپر بحث کی ہی کہ "وجہ اوس واقعہ کی کیا اور کیونکر ہوئی" اور پہر حضرت عمر کے نسبت یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "حضرت عمر اگرچہ اس معرکہ مین رائے و تدبیر و جانبازی و پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست و بازو رہے" اونکی شرکت کے مخصوص خصوصیات کو ظاہر کرتے ہین۔

بدر مین حضرت عمر کی جانبازی و پامردی و رائے و تدبیر کی مفصل حقیقت۔

لیکن ذی علم مصنف کا یہہ ظاہر کرنا کہ "حضرت عمر اس معرکہ مین رای و تدبیر و جانبازی و پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست و بازو رہے" محض ذاتی اظہار ہے ورنہ زمانہ نے جیسا کہ ذی علم مصنف نے دعوے کیا ہے قبول نہین کیا ہے اور نہ صفحہ روزگار پر اوس کے نشان پائے جاتے ہین: نہ ذی علم مصنف تاریخی واقعات سے یہہ بتا سکتے ہین کہ حضرت عمر نے اس معرکہ مین پیغمبر کو کس موقع پر کیا رائے دی اور کیا تدبیر کی۔ اور اونکی

وہ کونسی جانبازی اور پامردی اسدرجہ پر ظہور مین آئی کہ جس سے وہ دوبارہ رسول اللہ کے سمجھے جاسکین۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بدر کی وجہ بیان کرنیکے وقت ابہی قبول کیا ہے۔ اور آیت قرآنی سے سند لائے ہین کہ "جب تمام کہ یہ خبر سنکر اُمنڈ آیا۔ کہ مسلمان ابوسفیان پر حملہ کرنا چاہتے ہین جو تجارت کا مال لیکر شام سے واپس آرہا تہا اور پیغمبر تین سو آدمیون کے ساتہہ مدینہ سے روانہ ہوئے (ترجمۂ آیت) اونمین ایک گروہ مسلمانونکا ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکی جاتی ہین"

آیت کا رہین جنگ بدر کے بارہ مین۔

ایسی حالت مین بلحاظ مضمون آیت ذی علم مصنف کو بہت ضرور تہا کہ وہ حضرت عمر کی رائے و تدبیر اور جانبازی و پامردی ایک ایک شمار کرکے بتاتے اور نہایت وثوق سے دکہاتے کہ حضرت عمر اوس گروہ مین شامل نہین ہین نہ اوس گروہ کے اجزا رہے ہین جس گروہ کی نسبت آیۃ قرآنی مین ذکر ہے کہ "مسلمانون کا ایک گروہ ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین" حالانکہ واقعات تاریخی ہمکو دکہا رہے ہین کہ "

پیغمبر کا بدر مین جنگ کے لئے اصحاب سے رائے طلب کرنا

جب کفار قریش جو حمایت قافلہ کیلئے نکلے تہے متوجہ پیغمبر کے ہوئے تب پیغمبر نے اصحاب سے فرمایا کہ مجہکو خدا نے حکم کیا ہے کہ مین اون کے ساتہہ جہاد کرون اور اصحاب کا خوف دیکہکر ہر ایک کی رائے کو دریافت کیا حضرت ابوبکر اوٹہے اور کہا کہ "وہ قریش ہین سوارون اور گروہ سمیت۔ اور تکبر رکہتے ہین۔ جس روز سے کہ عزت پائی ہی ذلیل نہین ہوئے ہین۔ اور ہم جنگ کے ارادہ سے باہر نہین آئے ہین اور سامان اوسکا نہین رکہتے ہین" حضرت کو یہہ جواب

خوش نہ آیا اور فرمایا کہ بیٹھو۔"

حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ کی اسپیچ پہر اصحاب سے فرمایا کہو کیا کرنا چاہیے۔ پس حضرت عمر اوٹہے اور وہی کہا جو حضرت ابو بکر نے کہا تہا۔ اونسے بہی فرمایا کہ بیٹہو۔"

حضرت مقداد کی تقریر پہر حضرت مقداد اوٹہے اور کہا" ای رسول اللہ یہہ گروہ قریش سواروں اور تکبر کے ساتہہ آیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے ہین تجہپر اور تصدیق تیری کی ہے کہ جو کچہہ تو خدا کی طرف سے لایا ہے حق ہے۔ اگر تو فرماوے تو ہم آگ مین کود پڑین اور کچہہ پرواہ نہ کرین اور ہم وہ نہ کہین گے جو کچہہ کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

(ترجمہ آیت) "جا تو اور پروردگار تیرا اور لڑو تم دونون تحقیق کہ ہم اسی جگہہ بیٹہے ہوئے ہین" لیکن ہم کہتے ہین کہ جا تو اور پروردگار تیرا پس جنگ کرو تم اور ہم تمہارے ساتہہ ہو کر لڑین گے" پس حضرت نے اونکو دعائے خیر کی۔ اور

پہر اصحاب سے فرمایا کہ کہو جو کچہہ رائے تمہاری ہے اور غرض آنحضرت کی یہہ تہی کہ انصار مین سے لوگ بولین کہ عقبہ مین جو اونہون نے بیعت کی تہی تو کہا تہا کہ جب تک مدینہ مین نہ آؤ ہم آپکی حمایت نہین کر سکتے اور جب مدینہ مین آؤ تو ہماری امان مین ہو۔ حضرت کو یہہ اندیشہ تہا کہ انصار شاید یہہ گمان کرین کہ حمایت اونپر اوسوقت لازم ہے کہ دشمن مدینہ مین اون پر حملہ کرین نہ مدینہ کے باہر۔

سعد بن معاذ انصاری کی تقریر پس سعد بن معاذ انصاری اوٹہے اور کہا کہ" میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہون بار بار دریافت کرنے سے

شاید غرض آپ کی ہم سے ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان۔
سعد نے کہا کہ شاید ہم یہہ گمان رکھتے ہین کہ مدینہ کے باہر تو اور کام کے لئے
آئے تہے اور اب اور کام پر مامور کئے جاتے ہین؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان
سعد نے کہا کہ اے رسول خدا ہم ایمان لائے ہین آپ پر اور تصدیق کی
ہے ہم نے آپ کی۔ اور گواہی دی ہی ہم نے جو کچہہ خدا کی طرف سے آپ
لائے ہین وہ حق ہی۔ جو کچہہ آپ حکم کرین اوسکی اطاعت کرینگے ہم۔ اور ہمارے
مال سے جو چاہو لے لو اور جو چاہو چہوڑ دو۔ اور اگر آپ حکم کرین ہم کو دریا مین
چلے جانیکے لئے تو ہم کچہہ پرواہ نہ کرین گے۔ اور ہم مدینہ مین چند گروہ چہوڑ
آئے ہین۔ کہ جہاد ہمارا اون سے زیادہ نہین ہی اور اعتقاد اونکا ہم سے
کم نہین ہے۔ اگر وہ جانتے کہ جنگ پیش آئے گی تو وہ تخلف نہ کرتے۔ اور
اسیوقت ہم آپکی سواری کے لئے اونٹ مہیا کرتے ہین اور مقابل دشمن کے
ہم جاتے ہین درحالیکہ صبر کرنے والے ہین ملاقات دشمنون پر اور شجاع
و دلیر ہین اونکی کارزار پر۔ اور امیدوار ہین کہ خدا آپکو ہمسے شاد کرے
اگر فتح اور نصرت ہوئی تو زہے سعادت ہماری۔ اور اگر ہم مغلوب اور کشتہ
ہوگئے تو آپ ان اونٹون پر سوار ہوکر ہماری قوم مین چلے جائے کہ وہ
آپکی یاری کرین گے بعد ہمارے ؎
حضرت اونکی اس تقریر سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا نے مجہکو
وعدہ نصرت کا دیا ہے۔ اور اوسوقت وہ آیت نازل ہوئی جسمین ذکر ہے
کہ " ایک گروہ مسلمانون کا ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے
جاتے ہین "

حضرت عمر مصداق آیت اس واقعہ تاریخی سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر

اوس گروہ مسلمانون کے تابندہ اختر تہے کہ جو بدر مین کفار قریش سے جنگ کرنے مین ناخوش تہا اور وہ گروہ سمجہتا تہا کہ ہم موت کی طرف ہانکے جاتے ہین" اور اسی واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہی کہ حضرت عمر اس معرکہ مین رائے تدبیر جانبازی و پامردی کے لحاظ سے رسول اللہ کے کسدرجہ دست و بازو تہے؟ اور ذی علم مصنف کی حضرت عمر کی نسبت ایسی رائے کہانتک صحیح ہی؟

ذی علم مصنف کی اس معرکۂ بدر مین جیسی کہ وہ عام رائے حضرت عمر کی نسبت بے بنیاد ہی ویسی ہی اونہون نے جو مخصوص خصوصیات حضرت عمر کی اس معرکہ مین نکالی ہین وہ فضایل حضرت عمر کے لئے مخصوص خصوصیات کا تو کچہہ بہی نہین رکہہ سکتی ہین۔

مخصوص پہلی خصوصیت رعب و داب کا اثر پہلی خصوصیت یہ ظاہر کیجاتی ہی کہ "قریش کے تمام قبایل اس معرکہ مین آئے لیکن بنی عدی مین حضرت عمر کے قبیلہ سے ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا"

اسپر ذی علم مصنف یہ قیاس کرلیتے ہین کہ "یہ امر صرف حضرت عمر کی رعب داب کا اثر تہا"

یہہ واقعہ کہ حضرت عمر کے قبیلہ کا ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا۔ مشکل سے تسلیم کیا جاسکتا ہی"

خود ذی علم مصنف نے تخصیص چہارم مین حضرت عمر کے ماموں کا حضرت عمر کے ہاتہہ سے مارا جانا ظاہر کیا ہے۔ اور جہان اسیران بدر کی نسبت حضرت عمر کی رائے ظاہر کی ہی کہ "ہم مین سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کردے" وہان حضرت عمر کا یہہ بیان ظاہر کیا ہے کہ فلان شخص جو میرا عزیز ہے اوس کا

نام مین تمام کردون " اور ایک شخص قبیلہ بنی عدی کا نوفل بن خویلد نام علی مرتضیٰ کے ہاتہہ سے جنگ بدر مین قتل ہوا ہی۔ (واقدی ابن ہشام خمیس)

بیان ان ہرسہ واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے عزیز اور کنبی کی لوگ کفار قریش کے شریک ہوکر آئے تہے۔ اور ذی علم مصنّف کا یہہ قیاس کہ حضرت عمر کی کنبہ کا ایک متنفس بہی اون کی رعب و داب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا قطعی غلط ہے۔ اگر اون کی رعب و داب کا یہ اثر تہا تو اون کے مامون اور اون کا دوسرا اور تیسرا عزیز شریک کفار قریش ہوکر کیون آئے اور اونپر حضرت عمر کی رعب و داب کا اثر کیون نہوا؟

ہمارے عندیہ مین حضرت عمر کے قبیلہ کا کوئی اور شخص ایسا کہ یا لواح مکہ مین باقی ہی نہین رہا تہا کہ جوکہ قریش کے ساتہہ ہوکر جنگ کے لئے آتا یا جسپر حضرت عمر کے رعب و داب کا کچہہ اثر ہوتا۔

محسوس خصوصیت دوم مین خود ذی علم مصنف نے بارہ آدمی حضرت عمر کی ساتہہ اون کی قبیلے اور حلفاء سے شریک جنگ شمار کرائے ہین جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ قبیلے اور حلفاء حضرت عمر پہلے ہی مسلمان ہوکر مکہ و لواح مکہ مین نہین رہی تہی۔ اور واقعہ سنہ ۶ھ مین زیادہ تصریح سے ذی علم مصنف نے قول حضرت عمر کا (مکہ مین اون کے خاندان مین سے کسی کا اونکا حامی موجود نہونا) نقل کیا ہی کہ " جب آنحضرت نے صحابہ کے ساتہہ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اور ذوالحلیفہ مین پہونچے تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہی کہ مسلمانون کو مکہ مین قدم نرکہنے دین گے۔ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ حضرت عمر کو بہیجین کہ ہم کو لڑنا مقصود نہین ہے اونہون نے عرض کی کہ قریش کو مجہسے سخت عداوت ہی میرے خاندان مین وہان کوئی شخص میرا حامی موجود نہین ہی۔

عثمان کے عزیز و اقارب وہیں ہیں اسلئے اونکو بہیجنا مناسب ہوگا۔ پیغمبر نے حضرت عثمان کو مکہ بہیجا" (الفاروق کا صفحہ ۵۰ و ۵۱۔)

"اس مضمون سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے کنبے قبیلے کا کوئی ایسا شخص وہان موجود نہین تہا۔ کہ جسپر حضرت عمرؓ کے رعب و داب کا اثر ہو۔ حضرت عمر اس خوف سے کہ اون کے خاندان مین اون کے زیر اثر رعب و داب کی کوئی وہان موجود نہ تہا تعمیل ارشاد پیغمبرؐ نہین کرسکے اونکی بے حمایتی کی خیال نے اونکی جرات و شجاعت کے انداز کو نمایان کردیا۔

"نتائج ان واقعات کے صاف دکہا رہے ہین کہ ذی علم مصنف کا یہ قیاس کہ کوئی متنفس قبیلہ حضرت عمرؓ کا اون کے رعب و داب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا بالکل غلط ہے۔

دوسرے محسوس خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی وہی ظاہر کرتی ہین کہ اون کے ساتہہ اون کے قبیلے اور حلفا کے بارہ آدمی شریک جنگ تہے"۔

دوسری محسوس خصوصیت کی حقیقت

لیکن یہہ کوئی وجہ محسوس خصوصیت حضرت عمر کے لئے نہین ہوسکتی۔ حضرت عمر کے قبیلے اور حلفا کے جو شخص تہے وہ پیغمبرؐ پہ ایمان لاکر مسلمان ہوئے تہے جیسا کہ خود حضرت عمر اور کچہہ ایسے تہے کہ جو حضرت عمر سے بہی پہلے ایمان لائے تہے جو باعث حضرت عمر کے مسلمان ہونے کے ہوئے۔ اور ہر ایک شخص درحقیقت پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔ جیسے کہ حضرت عمر اور جو شرف پیغمبر کے ساتہہ ہونیکا حضرت عمر کو حاصل ہوسکتا تہا۔ وہی شرف ہر ایک مسلمان کو ہوسکتا تہا۔ گو وہ اون کی قبیلے اور حلفا سے ہو۔

کوئی ذاتی تخصیصی شرف حضرت عمر کو اون کے قبیلہ اور خلفاء کے مسلمان اور پیغمبرؐ کے ساتھہ ہونے سے پیدا نہین ہو سکتا۔ نہ اون کے شرف مین کچھہ کمی ہو سکتی ہی اگر اون کے کنبے اور خلفاء سے کافر رہے اور پیغمبرؐ سے جنگ کے لئے میدان مین آئے۔

پیغمبر کے ساتھہ جو (۳۰۰) آدمی معرکہ بدر مین تھے اونمین ہر قسم کے لوگ تھے۔ بعض ایسے تھے کہ اپنی قبیلہ و قوم مین سے فرد اکیلے تھے اور بعض ایسے تھے کہ جو معہ اپنی قوم و قبیلہ کے تھے۔

جو لوگ ایسے تھے کہ معہ اپنے عزیز و اقارب کے بھی تھے اونکو عموماً وہ شرف بھی حاصل تھا کہ جو خاص شرف حضرت عمر کے لئے نکالا جاتا ہے حالانکہ اوس کی تخصیص صرف حضرت عمر کے لئے نہین تھی۔ ہان حضرت عمر اپنی ساتھیون کے اوس گروہ مین شمار کئے جاتے ہین جو گروہ مسلمانون کا جنگ سے ناخوش تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین ۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت بے شک پیدا ہوتی ہی

تیسری خصوصیت غلام عمر کی شہادت سے

تیسری خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ مین شہید ہوا وہ اونکا غلام تھا" لیکن اس کی صحت کا تسلیم ہونا دشوار ہے کیا باعتبار صحت واقعہ کے۔ اور کیا باعتبار قابل فخر ہونے کے۔

کتب مغازی اور سیر اسلام مین جنگ بدر کے حالات بہت تفصیل سے لکھی ہین کہ کون کون کفار قریش سے آیا تھا اور اونکی تعداد کیا تھی؟ اور کون کون پیغمبرؐ کے ساتھہ تھا اور اونکی تعداد کیا تھی اور کون کون اصحاب پیغمبرؐ سے غیر حاضر رہا اور پیغمبرؐ اور کفار نے اپنے اپنے لشکرون کی صف بندی

کس طرح کی اور کون کس سے لڑا اور کسنے کسکو قتل و زخمی کیا اور یہہ کہ کون کس قبیلہ سے تہا۔ اور حضرت عمر کے غلام کا نام مقتولین مین اور اوس کے قاتل عامر بن حضرمی کا نام درج کیفیت جنگ ہی۔ مگر شروع اوس جنگ کی یون ہوئی ہی کہ عتبہ۔ اور شیبہ اوسکا بہائی۔ اور ولید اوسکا بیٹا۔ لشکر کفار سے پہلے نکلے۔ عوذ۔ معوذ۔ اور عوف انصار سے پہلے اون کے مقابل مین گئے۔

| بدر مین جنگ کی ابتدا | مگر اونہون نے اپنا کفو چاہا۔ تب عبیدہ بن حرث

چچازاد بہائی پیغمبر کے جنکی عمر ۷۰ برس کی تہی۔ اور حضرت حمزہ چچا پیغمبر کے۔ اور علی مرتضے اون کے مقابلہ کے لئے گئے۔

عبیدہ نے عتبہ سے۔ حمزہ نے شیبہ سے۔ علی مرتضے نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا۔ حضرت عبیدہ نے عتبہ کے ایسی تلوار لگائی کہ سر اوس کا دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور عتبہ نے اپنی ضربت سے دونون پاؤن حضرت عبیدہ کے جدا کر دئے۔ اور حضرت عبیدہ اور عتبہ دونون زمین پر گر پڑے۔

افسوس ہی کہ ذی علم مصنف خبر واحد سے بجائے عبیدہ پر اور چچازاد پیغمبر کی ہیچ غلام حضرت عمر کو شہید اول قرار دین اور اوس دستور اور غیرت عرب کو بہلا دین کہ ابتدا جنگ اشراف اور سرداران قوم سے ہوتی تہی اور وہ پکارے پکار کر اپنے کفو سے مقابل ہوتے تہے۔

| فخر شہادت شہید ہی کو ملتا ہے | اگر یہ امر مان بہی لیا جائے کہ غلام حضرت عمر کا شہید اول ہی تو اوس سے کوئی مخصوص خصوصیت حضرت عمر کے لئے پیدا نہین ہو سکتی۔ شہید اول ہونے کا شرف اون کی غلام کو بیشک ہو سکتا ہی نہ اونکو۔ اگر یہ شرف اوسوقت مین حاصل ہوتا کہ جب بجائے غلام کے وہ خود ہوتے۔ اور یہہ شرف اوسی وقت مین وہ حاصل کرنے والے ہو سکتے تہے کہ جب جوش جنگ اور

قتل کفار اونکے دل مین مثل غلام کے ہوتا۔

اوس غلام نے اگروہ شہید اول ہے تو صرف شرف شہید اول ہونے کا حاصل نہین کیا بلکہ اپنی وفاداری بہی اپنی آقا کے ساتہہ ثابت کی جس سے کوئی شرف حضرت عمر کی ذات کو نہین ہو سکتا ہی بلکہ غلام کو ہو سکتا ہی۔ البتہ حضرت عمر کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت ہو سکتی ہی کہ اونہون نے اپنے بدلہ غلام کی قربانی کرادی اور اپنی جان کی حفاظت کرلی۔

چوتہی خصوصیت ماموں عاص کا قتل۔ چوتہی خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی اون کے ماموں عاص کا قتل۔ اون کے ہاتہہ سے ظاہر کرکے یہ فخر اون کے لئے پیدا کرتے ہین کہ اسلام کے معاملات مین قرابت اور محبت کا اثر اونپر کبہی غالب نہین آسکتا تہا چنانچہ یہ واقعہ اوس کی پہلی مثال ہے۔"

لیکن یہہ واقعہ کہ حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کیا قابل اعتبار کے نہین ہے اور اگر اونہون نے ایسا کیا تو اونکا ایسا کرنا خلاف سیرۃ نبوی اور اخلاق محمدی کے تہا۔ جس سے اون کے واقعات اجزاء سیرۃ نبوی قرار نہین پا سکتے۔

کتب مغازی وسیر مین تذکرہ قتل عاص بدست عمر نہین ہے کتب مغازی اور سیر مذہب اسلام مین جنگ بدر کی پوری کیفیت تفصیل کے ساتہہ جیسا کہ مین ابہی بیان کر آیا ہون درج ہی۔ لیکن اوس مین یہہ مذکور نہین ہے کہ ماموں حضرت عمر کے کسوقت اور کس کے بعد مبارز طلب ہوئے اور حضرت عمر نے اون سے مقابلہ کیا اور اون کے مقابلہ کی کیا کیفیت ہوئی جیسا کہ علی مرتضٰے اور امیر حمزہ اور دیگر مہاجر و انصار کا ذکر کیا ہی کہ یکے بعد دیگرے کون کس سے لڑا اور کس طرح کسنے کسکو قتل کیا۔ حالانکہ حضرت عمر کو اکابر صحابہ مین سمجہا جاتا ہی اونکی

شجاعت کا اندازہ کرنے کے لئے ایسی تفصیل جس سے اونکی نام آوری ہوتی نہایت ضروری تہی۔

حضرت عمر کے ماموں اون لوگوں میں ہی شمار نہیں کئے گئے ہیں کہ جو مبیزو ببرجنگ کرنے کے لئے آئے تہے۔

وہ روایت جس سے ظاہر کیا جاتا ہی کہ حضرت عمر نے اپنے ماموں کو جنگ بدر مین قتل کیا سب سے پہلے واقدی نے اس طرح منقول کیا ہے کہ یہ حضرت عمر کہا کرتے تہے سعید بن عاص سے (عاص بن سعید بن عاص بنی امیہ سے ایک مشرک تہا جو یوم بدر جنگ مقابلہ مین علی مرتضٰے کے ہاتہہ سے قتل ہوا۔)

اصل روایت قتل عاص

مین دیکھتا ہوں تم کو اپنی طرف سے رنجیدہ بگمان اسبات کے کہ مین قاتل ہون تمہارے باپ عاص کا بدر مین۔ اور قتل کیا ہے مین نے اپنی ہاتہوں سے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو نہ تمہارے عاص کو[۵۱]

اگرچہ یہہ روایت خبر احاد سے ہے مگر اوسمین ہی حکایتہً حضرت عمر کے ماموں کے قتل کا بیان ہے۔ حالت مقتل کی شہادت نہین ہے۔ ہان اوس سے یہہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر اون لوگوں کے ورثاؤ کو جو علی مرتضٰے کے ہاتہہ سے قتل ہوئے تہے۔ علی مرتضٰے کی دشمنی اور اپنی دوستی پر برانگیختہ کرتے تہے جسکی حضرت عمر کو بہت ضرورت تہی۔ اسی پالیسی نے بیشک حضرت عمر سے اپنے ماموں کا قتل اپنی ہاتہہ سے ظاہر کرایا ہے۔

اگر درحقیقت حضرت عمر نے جنگ بدر مین اپنی ماموں کو اپنے ہاتہہ سے قتل کیا ہے تو ایسا واقعہ اون کے لئے بلے تک ایسی مثال ہے کہ جو تاریخ اسلام مین نہیں مل سکتی۔

[۵۱] مغازی واقدی و سیرت ابن ہشام۔

قرابتدارون کے قتل کے لئے پیغمبر کا فتویٰ

تاریخ اسلام مین ایسی مثال کیونکر مل سکتی ہے کہ مذہب اسلام کسی مسلمان کو اپنی قرابتدار کے قتل کی اجازت نہین دیتا ہو۔ اسی غزوہ بدر مین پیغمبر نے اپنے قرابت دارون کے لئے قتل سے منع کا حکم دیدیا تہا جو کفار کے ساتہ شامل ہوکر آئے تہے۔ اور اسی غزوہ بدر مین پیغمبر کے جو قرابت دار اور دیگر کفار گرفتار ہوکر آئے تہے وہ فدیہ لیکر رہا کر دئے گئے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر اون مشرکین بندہے ہوؤن کی نسبت اپنی شجاعت وجرات دکہانے کے لئے یہہ فرماتے رہے کہ حمزہ اپنے بہائی عباس کو۔ علی اپنے بہائی عقیل کو۔ اور مین اپنے فلان عزیز کا سر اوڑادون لیکن پیغمبر نے ایسی رائے پسند نہین فرمائی۔

جب عتبہ قتال کے لئے لشکر کفار سے نکلکر میدان مین آیا تو اوس کے مقابلہ کے واسطے ابوحذیفہ اوس کے بیٹے نے جانا چاہا مگر پیغمبر نے ابوحذیفہ کو اوس کے مقابلہ سے روکا اور منع کیا اور خود حضرت ابوبکر کو پیغمبر نے اوسی دن روکا ہے جبکہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کے مقابلہ کے لئے اوٹہکر چلے تہے۔

علی مرتضےٰ نے جو قدم بقدم رسول کے چلتے تہے جنگ صفین مین ایسی ہی نظیر دکہائی ہے جو مطابق سیرت پیغمبری کے تہی۔

پیغمبر سے علی کی اسوۃ پیغمبری فتوی پر عمل ہی

زیاد کا مادری بہائی معاویہ بن عمر عقیلی لشکر شام مین تہا ہنگام جنگ زیاد کے مقابل ہوا زیاد نے ایک وار اوسپر کیا جسکے صدمہ سے عقیلی زمین پر گر پڑا۔ زیاد گہوڑے سے اوتر کر بارادہ ذبح جلد اوس کے سینہ پر چڑہا لیکن نقاب اوٹہا کر دیکہا تو معلوم ہوا کہ اوسکا بہائی ہے۔ ہاتہہ کو تہام لیا۔ کسی نے کہا کہ اے زیاد قتل دشمن کس لئے سستی کرتا ہے اوس نے کہا کسطرح اوسکو قتل کرون۔ یہہ میرا بہائی ہے۔ کہا

ایسا ہے تو چہوڑ دے۔ کہا یہہ بہی نہین ہوسکتا جب تک کہ حضرت مرتضےٰ ہوی
ھمے اسکی اجازت نہو یہہ خبر حضرت امیر المومنینؑ کو پہونچی تو فرمایا کہ جلد جاؤ اور
اوسکو قتل برادرسے مانع آؤ۔"

اپنے کسی عزیز کا اپنے ہاتہہ سے قتل کرنا یا قتل کرانا جب تک کہ دوسری
تدبیر اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کی عمل مین نہ لائی جاوے تب تک ایک
امر نہایت بیدردی اور قطع رحم کا ہے۔

اگر حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کیا تو اوس اخلاق کی جو پیغمبرؐ کی سیرۃ
تہی۔ پرچہائین بہی مطلق حضرت عمر کے دلپر نہ سمجہی جائیگی۔ بلکہ یہہ مثال حضرت
عمر کی اونہین مثالون مین قرار پائیگی کہ جو حضرت عمر کی غلظت اور شدت قلب و
طبع۔ خلاف سیرت اور منشاء نبوی اور مخالف اجازت اصول مذہب اسلام کی
تاریخ اسلام مین موجود ہے۔

اسیران بدر کے حق مین پیغمبرؐ کی فیصلہ

جنگ بدر مین جو لوگ گرفتار ہوے تہے۔ اور فدیہ لیکر چہوڑ دیے گئے اون کی نسبت یہہ آیت
نازل ہوئی ہے:۔

"ماکان للنبی ان یکون لہ اسرےٰ حتی یثخن فی الارض۔ تریدون عرض الدنیا والله یرید الاخرۃ والله عزیز حکیم"

"نہین سزاوار ہی واسطے کسی نبی کی یہہ کہ ہون واسطے اوس کے قیدی۔ یہان تک کہ خونریزی کرے زمین مین
چاہتے ہو تم سامان دنیا کو۔ اور الله چاہتا ہے آخرت کو اور الله غالب حکمت
والا ہے"

اسیران بدر کے متعلق مورخین کی رائین۔

اسیران بدر کی نسبت مورخین اور علماء اہلسنت کا
یہہ بیان ہی کہ "حضرت عمر نے اون کے قتل کی رائ

دی تہی۔ اور حضرت ابو بکر نے فدیہ لیکر چہوڑ دینے کی۔ اور پیغمبرؐ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو پسند کر کے فدیہ لیکر چہوڑ دیا۔ مگر خدا نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا اور حضرت عمر کی رائے قتل کو پسند فرمایا"

سر سید کی تفسیر

سر سید یہہ تفسیر کرتے ہین کہ "قریش مکہ کے تمام لشکر سے لڑائی نہین ہوئی تہی۔ بلکہ ایک گروہ سے جو لڑنے نکلا تہا۔ جسکو شکست ہوئی۔ اور تمام لشکر پریشان ہو گیا اور کسیکو مقابلہ کی جرات نہوئی اور مسلمانون نے اونکا تعاقب بہی نہین کیا اور فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے اور لڑائی کی قید ہی نہین تہی کہ جنسے فدیہ لیا جاتا"

مورخین اور علماء اہلسنت نے آیت کے معنی یہ سمجہے کہ خدا فدیہ لیکر چہوڑ دینے کو ناپسند کرتا ہے جو حضرت ابو بکر کی رائے تہی۔ جسکو پیغمبرؐ کا پسند کر لینا ظاہر کیا جاتا ہے اور اوس کے خلاف یہ یہہ سمجہہ لیا کہ حضرت عمر کی رائے قتل کو خدا نے پسند فرمایا۔

سر سید نے یہ تاویل کی کہ جو لوگ گرفتار ہوئے تہے وہ لڑائی کی قیدی نہین تہے کہ جنسے فدیہ لیا جاتا فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر فرمائی وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے۔

النظر السموق فی سیرۃ الفاروق مین جو رائے ظاہر کی گئی ہے اوسکا حاصل یہہ ہی کہ سر سید کی تاویل خلاف واقع ہے۔ جو لوگ گرفتار ہوئے تہی کوئی وجہ نہین کہ وہ لڑنے والے نہ سمجہے جائین۔ جسقدر لشکر قریش مکہ سے مسلمانوںپر حملہ کرنے آیا تہا درحقیقت وہ لڑنے والا تہا۔ جو لوگ کہ فرار کر گئی تہے اونکا تعاقب مسلمانون نے نہین کیا تہا جو لوگ میدان جنگ مین

موجود تہے بعد خونریزی کے وہی لوگ گرفتار ہوئے ہین جن کی مقابلہ مین جنگ ہوئی تہی۔

غلط فہمی مراد آیت کی وجہ

مورخین اور علماء اہلسنت اور نیز سرسید نے جو یہہ بیان کیا ہے کہ "فدیہ لیکر پیغمبرؐ کے چہوڑ دینے پر خدا نے ناخوشی ظاہر فرمائی ہے" وہ غلط فہمی معنی آیت کے باعث ہے جس سے پیغمبرؐ پر الزام ناخوشی خدا کا لگتا ہے۔ ورنہ اساراے بدر کے بارے مین جو مرضی خدا کی تہی وہی مرضی رسول کی ہوئی ہے۔

مرضی رسول اللہ کی یہی تہی کہ اسیران بدر کو فدیہ لیکر چہوڑ دیا جائے اور آیت مین خدا نے اوسکو ناپسند نہین کیا ہے بلکہ قیدی بنا لینے اور خونریزی یعنی قیدیون کے قتل کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ دونون رائین صحابہ کی تہین۔

آیت مین جو یہہ الفاظ ہین "تریدون عرض الدنیا" چاہتے ہو تم سامان (ٹہاٹہہ) دنیا کو" تو "عرض الدنیا" کی مراد سیم وزر لینے سے غلط لیگئی ہے۔ "عرض دنیا" کے معنی ہین "پہن اور متاع کے سوای سیم وزر کے" البتہ اموال و متاع دنیا کو سیم وزر شامل ہے۔

اگر خدا اس آیت مین اموال اور متاع دنیا۔ کا لفظ ارشاد فرماتا۔ تو فدیہ سیم وزر لینے پر ناپسندیدگی خدا کی سمجہی جاتی۔ مگر خدا نے "عرض دنیا" کا لفظ فرمایا ہے۔ جسکے معنی یہ ہون گے کہ خدا سامان و اسباب دنیا کو سوائے سیم وزر کے ناپسند کرتا ہے۔ اور فدیہ مین سیم وزر لیا گیا تہا جس سے ناخوشی خدا کی قبول نہین ہوسکتی وہ بمنزلہ خرچہ جنگ کے ہے۔ عرض دنیا۔ سے مقصود ہے حشم و خدم کا بڑہانا (دنیاوی ٹہاٹ)

جسمین غلام بنا لینا داخل ہی اور عرب کا دستور قیدیان جنگ کو غلام بنا لینے کا تہا اور اسی کو خدا اور رسول نے ناپسند کیا ہی جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ اور دیگر اہل سیر نے لکہا ہے کہ " یہ شش اصحاب نے واسطے رغبت اسیرون کی اختیار کی تہی۵۱ - اور یہہ آیندہ صاحب تاریخ طبری نے اُحد کی ہزیمت کے سلسلہ مین چند روایتین بدین مضمون لکہی ہین کہ " اصحاب نبی مین ایک گروہ محض طالبان دنیا کا تہا جسکا خدا نے آیۃ " منکم من یرید الدنیا الذین ارادوا الغنیمۃ " الخ مین ذکر فرمایا ہی - بلکہ ابن مسعود یہ کہتے ہین کہ " مجہکو گمان اصحاب نبیؐ مین ایسے لوگون کا نہ تہا مگر روز احد مجہکو یقین ہو گیا کہ اصحاب نبیؐ کی ایک قسم محض طالبان دنیا و مال دنیا کی ہی تہی۵۲ -

صحابۂ پیغمبرؐ کی بیشک یہہ رائے تہی کہ کوئی قیدیونکا قتل ہونا چاہتا تہا - اور کوئی اونکا غلام بنا لینا - لیکن پیغمبرؐ نے نہ قیدی کرنا یعنی غلام بنا لینا پسند کیا نہ قتل کرنا - فدیہ سیم و زر لیکر چہوڑ دینا پسند کیا جو خالص رائے خدا اور رسول کی تہی -

بدر کے اسیرونکی نسبت خالص رائے خدا و پیغمبری

فدیہ سیم و زر لیکر چہوڑ دینے پر خدا کی ناراضی اس آیۃ سے کسی طرح نہین سمجہی جاسکتی - کہ خدا دوسری جگہ صاف فرماتا ہے " پس جب وقت کہ بہڑ جاؤ تم اون لوگون سے کہ کافر ہوئے ہین پس مارو گردنین یہانتک کہ زخمون سے چور کردو تم اون کو (جب وہ مغلوب ہو جائین) پہر مضبوط کرو تم بندش (یعنی گرفتار کرکے شکنجہ مین جکڑ کے باندہ لو) پہر یا احسان کرنا ہے بعد کو یا فدیہ لینا ہے یہانتک کہ رکہدے لڑائی ہتیار اپنے "

اس آیت کا حکم صریح احسان کرکے چہوڑ دینے کا ہے یا فدیہ لیکر - جو مخالف اس کے ہے کہ قیدی قتل کئے جائین یا غلام بنائے جائین -

---

۵۱ منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ ۵۲ طبری جلد اول حصہ ۳ صفحہ ۱۳۹۵

ذی علم مصنف اسموقع پر یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "حضرت ابوبکر نے کہا کہ البتہ
فدیہ لیکر چہوڑ دیا جائے اور حضرت عمر نے کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے آنحضرت
نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لیکر چہوڑ دیا"

مصنف نے کیون اپنی رائے قیدیان بدر کی نسبت نہین دی

غنیمت ہے کہ ذی علم مصنف نے ان بیانون
کے بعد یہہ امر ظاہر نہین کیا کہ حضرت عمر کی
رائی قتل پر خدانے اپنی خوشنودی ظاہر کی اور نہ یہہ ظاہر کیا کہ پیغمبرؐ کی فدیہ لیکر چہوڑ دینی پر خدانے
اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اونہون نے یہ خیال کیا کہ اسموقع پر حضرت عمر کی رای سے کوئی فخر حضرت عمرؓ
کیلئے مطلق پیدا نہین ہوتا ہے۔ اگر پیغمبرؐ پر فدیہ لیکر چہوڑ دینے سے ناراضی خدا کی مثل اپنی مشورون
کی قبول کیجاتی تو حضرت ابوبکر کیلئے بہی کوئی فخر پیدا نہین ہوگا جنکی فخر کیلئے یہ ظاہر کیا ہی کہ فدیہ لیکر چہوڑ
دینی کی اصلی رای اونہین کی تہی لیکن ذی علم مصنف نے یہہ نہین بتایا کہ آیت مین جو یہہ مضمون
ہے کہ "تم عرض دنیا چاہتے ہو اور خدا چاہتا ہے آخرت کو"
جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ اس موقع پر خدا عرض دنیا کو ناپسند فرماتا ہے۔ وہ عرض
دنیا کیا چیز ہے؟ اور فدیہ سیم و زر لینا اوسمین داخل ہے یا نہین؟ اگر اس مین داخل
ہے تو حضرت ابوبکر کی رائے اور پیغمبرؐ کے عمل کی مذمت ہوئی یا نہین؟ اور اگر
عرض دنیا مین فدیہ سیم و زر داخل نہین ہے اور غلام بنا لینا عرض دنیا مین داخل
ہے تو غلام بنا لینے کی رائے کسکی تہی؟ مگر ذی علم مصنف کے سکوت سے صاف
ظاہر ہے کہ غلام بنا لینے کی رائے در اصل حضرت ابوبکر کی تہی جسکی خدا نے مذمت
کی ہی اور سیم و زر کا فدیہ لیکر چہوڑ دینا رائے پیغمبرؐ کی ہوئی جو مطابق مرضی خدا کی تہی
قصہ بدر کے بعد ذی علم مصنف نے مدینہ کے یہودیون کی عہد شکنی اور آنحضرت
کی اون پر چڑہائی اور اون کا گرفتار ہوکر مدینہ سے جلاوطن کر دینا بیان کیا ہے
لیکن حضرت عمر کا کوئی کارنمایان اوس واقعہ مین کچھ ظاہر نہین کیا۔

غزوہ احد مین حضرت عمر کی کارنامی

غزوہ احد کی بیان مین ایک بیان مین کہ"

آنحضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازون کے ساتھ فوج کے عقب پر متعین کیا کہ اودہر سے کفار حملہ نہ کرنے پائین اور زبیر نے اپنی رکاب کی فوج کو لیکر قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ ابو دُجانہ۔ دشمن کی فوج مین گہس گئے اور اونکی صفین الٹ دین۔ فتح کے بعد لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے ؂ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی حالت خاموشی دکہائی ہی۔ یعنی یہ کچھہ ظاہر نہین کیا کہ انہون نے کوئی حرکت کی ؟ یا لشکر مخالف پر کوئی حملہ کیا ؟ یا کسی سے مقابلہ یا مقاتلہ کیا ؟ اگر کسیکو قتل یا زخمی نہین کیا تو خود ہی زخمی ہوئے ؟ جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے لشکر مین امن کی جگہہ جنگ کا تماشہ دیکھتے رہے اور کسی قسم کی مدد انہون نے فتح مین نہین دی پہر مصنف نے اس فتح کے بعد کا واقعہ بیان کیا ہی کہ ؂ لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے۔ تیر انداز بہی لوٹنے مین مصروف ہوئے۔ خالد نے عقب سے حملہ کیا مسلمان اس ناگہانی زد کو نہ روک سکے کفار نے رسول اللہ پر تیرون اور پتہرون کی بوچھار کی آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے (شیعہ روایت ائمہ اہلبیتؑ سے اسبات کے قایل ہین کہ دندان مبارک مین درز آگئی تہی) پیشانی پر زخم آیا۔ رخسار مین مغفر کی کڑیان چبہہ گئین۔ ایک گڑہے مین گر پڑے لوگون کی نظر سے چہپ گئے۔ غل پڑ گیا رسول اللہ مارے گئے ؂

پیغمبرؐ کی خبر شہادت

اس واقعہ کے بعد ذی علم مصنف نے اون صحابہ کی تعداد مین اختلاف ظاہر کیا ہے کہ آنحضرت کے ساتھہ اخیر وقت تک کسقدر صحابہ ثابت قدم رہے۔ لیکن اون صحابہ مین ذی علم مصنف نے حضرت عمر کا نام نہین لیا۔ گر یہہ ظاہر کرتے ہین کہ ؂ تمام روایتون پر نظر ڈالنی سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھہ

لوگ تو ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اونہون نے مدینہ سے ادہر دم نہین لیا۔ کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہؐ کے بعد جینا بیکار ہے۔ بعضون نے مایوس ہوکر سپر ڈالدی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمرؓ اس تیسرے گروہ مین تھے۔" افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کی تربیت کے ذکر مین ابہی یہ رائے دیچکے ہین کہ "حضرت عمرؓ نے پہلوانی اور کشتی اور شہسواری کے فن مین پورا کمال حاصل کیا تہا اور جب موقع آزمایش کا آیا تو ذی علم مصنف نے اونکی نسبت یہ رائے دی ہے کہ وہ اوس گروہ مین تہے کہ جنہون نے سپر ڈالدی مجہکو بہت تعجب ہے کہ ایک موقع پر تو وہ کمال مصنف حضرت عمرؓ کا ظاہر کرین اور دوسرے موقع برخلاف اوسکے اوس کمال کی ضد پر اونکا قلم اوٹہا۔ مگر ضرورت وقت جب کسی بادشاہ کی مدح کا وقت ہوتا ہے تو اس کے اظہار مدح کے لئے زبان کہلوالی ہے اور واقعات زمانہ جب قدح کمال کرتے ہین تو بہی مصنف سے مجبوراً اصل حقیقت کہلواتے ہین۔

حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے ساتھہ نہ تہے مصنف کے اس بیان سے یہ بہی ظاہر ہوگیا کہ حضرت عمرؓ نہ پیغمبرؐ کے ساتھہ رہے نہ اون کو دست و بازو اور تیسرا گروہ جو بجائے گروہ فراریون کے ذی علم مصنف نے بنایا ہے اور جسمین حضرت عمرؓ کو شمار کیا ہے اوسکی حقیقت بہی کہلی جاتی ہے۔

انس بن نضر کی حضرت عمرؓ سے ملاقات۔ حضرت عمرؓ کو جو تیسرے گروہ مین شمار کیا ہے اوسکی بنیاد دو روایتون پر رکہی ہے۔ ایک طبری کی کہ "انس بن نضر نے حضرت عمرؓ اور طلحہ اور چند مہاجرین اور انصار کو بیٹھا دیکھکر پوچھا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو؟ اونہون نے کہا رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔ انس بولے کہ رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے تم" [illegible] انس یہ کہکر

کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی"

دوسری روایت قاضی ابو یوسف سے خود حضرت عمرؓ کی زبانی انس بن نضر کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اوسمین انس کا اخیر جواب یہہ مذکور ہے کہ "رسول اللہ شہید ہوئے تو ہوئے خدا تو زندہ ہے" جس سے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر کا ایمان خدا اور رسولؐ پر حضرت انسؓ کا سا نہین تہا بلکہ اون کا ایمان پیغمبرؐ کی زندگی تک تہا جسکا نشان دیگر روایات اور آیت قرآنی سے ملتا ہے۔

طلحہ سے زیادہ ثابت قدمی کی حقیقت ذی علم مصنف یہہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "طبری کی روایت مین یہ امر لحاظ کے قابل ہی کہ حضرت عمر کے ساتہیون مین طلحہ کا نام ہی ہے اور یہ مسلم ہے کہ اس معرکہ مین انسے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا"

ہمکو اس سے بحث نہین کہ طبری کی روایت کو ذی علم مصنف جہان چاہین سند مین لائین اور جہان چاہین اوسکی روایت کو باطل ٹہرائین۔ لیکن طلحہ کی نسبت یہہ کہنا اونکا کہ "اس معرکہ مین اونسے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا" صحیح نہین ہے۔

طلحہ کی نسبت اگر یہ قبول کر لیا جائے کہ وہ آنحضرت کے ساتہہ اخیر وقت تک رہے" تو بہی اون لوگون کی ثابت قدمی زیادہ سمجھی جائیگی (کہ باوصف پیغمبرؐ کی وہ حالت ہو جانے کے جو بیان ہوئی) جنہون نے کفار قریش کے مقابلہ سے ہاتہہ نہین روکا اور کفار کے حملون کو دفع کرکے پیغمبرؐ کی حفاظت کی اور یہان تک قتال کیا کہ شہید ہو گئے۔ جیسے حضرت امیر حمزہ یا زخمی ہو ہو کر گہوڑے سے گری[1]

---

[1] روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۹۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۵۳

اور پہر گھوڑے پر سوار ہو ہو کر کفار پر حملہ آور اور اون کے دفع اور قتل مین بھی مصروف رہے اور پیغمبرؐ کی خبر بھی لے لے جاتے تہے جیسے علی مرتضٰے اور جن کے مقابلہ سے پہر دشمن پسپا ہوئے۔

جو کوئی اس معرکہ مین پیغمبرؐ کے پاس رہا اوسکی ثابت قدمی بہی بیشک قابل تعریف کے ہے۔ لیکن جنہون نے کہ اپنی ثابت قدمی اسدرجہ پر دکہائی کہ کفار پر حملہ اور اون کے حملہ کو دفع اور قتل و قتال اون سے یہان تک کیا کہ دشمنون کو تاب مقابلہ نہ رہی اور پیغمبرؐ کی بہی خبر لیتے رہے بمقابلہ اون کے یہ کہنا بھی صحیح نہین ہوگا کہ "ساتہہ رہنے والے سے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا"

جن لوگون نے کہ کفار پر حملہ کیا اور کفار کے حملہ کو دفع کیا اون لوگون نے درحقیقت حفاظت پیغمبرؐ کی بہی کی اور اوس کسی کی بہی جو پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔

حضرت عمر کی ثابت قدمی کی حقیقت

ذی علم مصنف اوس واقعہ مغلوبی مسلمانون اور حضرت عمر کے متعلق روایات کے بیان کے بعد بالاخر حضرت عمر کی نسبت یہ رائے قایم کرتے ہین کہ "برہمی کی حالت مین بھی حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے اور جب آنحضرت کا زندہ ہونا معلوم ہوا تو فوراً خدمت اقدس مین پہونچے" اور اس کے لئے ایک اور روایت سے بھی سند لاتے ہین "پہر جب مسلمانون نے رسول اللہ کو دیکھا تو آنحضرت کے پاس پہونچے اور آپ لوگون کو لیکر پہاڑ کے درہ پر چڑہ گئے۔ اوسوقت آپکے ساتہہ حضرت علیؑ حضرت ابوبکر۔ و حضرت عمرؓ۔ طلحہ بن عبداللہ زبیر بن العوام اور حارث بن صمتہ تہے"

لیکن خود اونہین روایتون سے نتیجہ خلاف اوس کے پیدا ہوتا ہے جو ذی علم مصنف نے اپنی رائے نسبت حضرت عمرؓ کے قایم کی ہے اور خود اونہین روایتو

ستے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے ہٹ گئے تہے اور حضرات شیخین اوسوقت پیغمبر کے پاس پہونچے ہین جبکہ دشمنونکا حملہ جو پیغمبر پر ہورہا تہا بہ ان مانکو دفع کرنے والون نے دفع کرکے میدان جنگ کو دشمنون سے خالی کردیا تہا اور دشمن جو درمیان اوس مقام کے حایل تہے جہان حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے علیحدہ بیٹھے ہوئے تہے اور اوس مقام گڈہی کی جہان پیغمبر معہ اپنے نہایت قلیل ہمراہیون کے تہے اپنے مقام سے ہٹ گئے تہے :-

تحقیق مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ " حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے " بہ بہی قبول کیا ہے کہ " سپر ڈالکر ایک مقام پر معہ اپنے چند ساتہیون کے بیٹھے ہوئے تہے " اسمین یہہ امر قابل غور کے ہے کہ " میدان جنگ کسکو کہتے ہین " ؟ اور میدان جنگ اوس مقام سے جہان حضرت عمر بیٹھے ہوئے تہے جدا تہا یا نہین " ؟

یہہ امر صریح ہے کہ میدان جنگ اوسی کو کہین گے جہان باہم فریقین کی قتل و قتال ہوتا ہو۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے جس مقام پر سپر ڈالکر بیٹھے ہوئے تہے وہان باہم فریقین کے کسی قسم کا قتل و قتال نہین ہوتا تہا۔

میدان جنگ۔ وہ مقام جہان حضرت عمر بیٹھے ہوئے تہے اوسوقت تسلیم ہوسکتا تہا کہ جب حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مستعد جنگ اور دشمنون سے برسر مقابلہ ہوتے اونکا معہ ہمراہیون کے سپر ڈالکر جدا مقام پر بیٹھا ہوا ہونا خود دلالت کرتا ہے کہ اونہون نے میدان جنگ کو چہوڑدیا تہا اور اپنی حفاظت کیواسطے ایک مقام کی پناہ سمجھ لی تہی جہان انکو اطمینان ہوگیا تہا کہ اوس مقام پر دشمن

اون پر حملہ آور ہو سکین گے۔

سپر ڈالکر کسی دوسری جگہہ چلا جانا اور وہان باطمینان بیٹھنا پکار رکر کہہ رہا ہے کہ "میدان جنگ سے حضرت عمر ہٹ گئے تہے"

جسوقت حضرت عمر سپر ڈالکر ایک جگہہ معہ اپنے ہمراہیون کے بیٹھے ہوے تہے اوسوقت میدان جنگ صریح وہی مقام تہا کہ جہان پیغمبر کی حمایت اور نصرت کرنے والون سے تلوار چل رہی تہی اور جہان بازار کارزار گرم تہا۔

انس بن نضر کی روایت سے ظاہر ہے کہ اوسنے حضرت عمر کو جس جگہہ بیٹھے ہوئے دیکھا اور حضرت عمر کو ہدایت کی کہ تم کو چلکر لڑنا مرنا چاہیے یہان کیون بیٹھے ہو" اور اگر پیغمبر مر گئے تو خدا تو زندہ ہی۔ حضرت عمر نے کو اوسکی نصیحت پر عمل نہین کیا اور اوس سے ایسے کلمے کہے کہ جس سے وہ بہی میدان جنگ مین نہ جائے۔ لیکن وہ حضرت عمر کے ارشاد کو قبول نہ کرکے اپنے ارادہ اور ایمان پر قایم رہ کر میدان جنگ مین آیا اور دشمنون پر حملہ آور ہوا جس سی صاف ظاہر ہے کہ میدان جنگ اور مقام تہا۔ اور حضرت عمر میدان جنگ سے علیحدہ دوسرے مقام پر تہے اور اوسکی نصیحت پر بہی میدان جنگ مین نہین آئے۔

ایسی حالت مین حضرت عمر کی نسبت یہہ کہنا کہ " وہ میدان جنگ سے نہین ہٹے" قطعی غلط ہے۔ جبکہ یہہ بہی قبول کیا جائے کہ سپر ڈالکر ایک مقام پر معہ ہمراہیون کے بیٹھے ہوئے تہے"

اگر حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مثل انس بن نضر دشمنون پر حملہ آور ہوتے تو دین خدا اور پیغمبر کو کسقدر نصرت پہونچ سکتی تہی۔ ایسی حالت مین صرف یہی کہنا کافی نہین ہوگا کہ حضرت عمر میدان جنگ سے ہٹ گئے تہے۔

بلکہ اوسپر یہہ طرہ بہی ہونا چاہیے کہ اونہون نے اپنے دل کو نصرت پیغمبرؐ اور
دین خدا سے ہٹا لیا تہا۔

ان امور پر غور کرنے سے بآسانی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جب علی مرتضےٰؑ اور دیگر
جانبازون نے جنکی تشریح تاریخ اسلام مین موجود ہے دشمنونکو میدانسے
ہٹا دیا اور پیغمبرؐ علی مرتضےٰؑ کے ساتہہ معہ چند رفقا کے گڑہے سے نکلکر
بلندی پہاڑ پر نمودار ہوئے اوسوقت حضرت ابوبکر و عمر لوٹ لوٹ کر پیغمبرؐ
کے پاس پہونچی ہین۔ چنانچہ خود حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہین کہ سب سے پہلی
واپس آنے والون مین مین ہونؓ جنہون نے اس شرف مقدم سے
حضرت عمر کو محروم رکہا۔

جب بلندی پہاڑ پر پیغمبرؐ گڈہے سے نکلکر چڑہے اور مسلمان آپکی
پاس پہونچے اوسوقت راوی نے جو لوگ پیغمبرؐ کے پاس شروع سے تہی
اور جو لوگ بعد کو پہونچی سب کو یکجا کرکے بیان کیا ہے۔ ورنہ جو لوگ سپر
ڈالکر چلے گئے تہے جب تک دشمن جو درمیان پیغمبرؐ اور واپس آنیوالونکے
حایل تہا دفع نہو جاوے وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچ نہین سکتے تہے۔ کوئی
روایت ایسی نہین ہے کہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے والے دشمن سے
خالی کرکے پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین۔

بلاذری کی تحقیق فرار عمر کی بابت معہ روایت استدلال

ذی علم مصنف کے ذہن مین یہ امر ضرور تہا کہ اونکی اس رائے کے خلاف کہ "
حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے" متعدد روایتون سے حضرت
عمر کا میدان جنگ سے فرار کرنا ظاہر ہے جس سے ذی علم مصنف کی
رائے غلط قرار پائیگی اسلئے وہ مجبور ہوئے ہین کہ بعض اپنی رائے کی خلاف

یہی رائے اور روایت دکہائین چنانچہ علامہ بلاذری کا یہہ قول نقل
کرتے ہین کہ "حضرت عمر اون لوگون مین تہے جو احد کے دن بہاگ گئی تہی
لیکن خدا نے اونکو معاف کردیا" اور علامہ موصوف نے جو ایک روایت
نقل کی ہی اوسکا خلاصہ ذی علم مصنف نے یہ بیان کیا ہی کہ "حضرت
عمر نے جب اپنی خلافت کے زمانہ مین لوگون کے روزینے مقرر کئے تو
ایک شخص کے روزینے کی نسبت لوگون نے کہا کہ اسنے زیادہ مستحق
آپ کے فرزند عبد اللہ ہین۔ حضرت عمر نے فرمایا نہین اسکا باپ احد کی
لڑائی مین ثابت قدم رہا تہا اور عبد اللہ کا باپ (یعنی خود عمر) نہین
رہا تہا"

علامہ کی استدلالی کی روایت مین قدح رواۃ کی حقیقت

ذی علم مصنف علامہ بلاذری کے قول فیصل اور رائے محقق کی نسبت
جو علامہ نے بعد تحقیق قایم کی ہی کچہہ چون وچرا نہین کرتے ہین لیکن روات
کی نسبت یہہ کہتے ہین کہ "یہ روایت قطع نظر اس کے کہ درایۃً غلط ہی
کیونکہ معرکہ جہاد سے بہاگنا ایک ایسا ننگ تہا جسکو کوئی شخص علانیہ
تسلیم ہی نہین کر سکتا تہا۔ اصول روایت کے لحاظ سے بہی ہم اوسپر
اعتبار نہین کرسکتے ہین۔ علامہ موصوف نے جن رواۃ کی سند سے یہہ
روایت بیان کی ہی انمین عباس بن عبد الله اور عیقف بن اسحاق
ہین اور یہہ دونون مجہول الحال ہین۔ اس کے علاوہ اور تمام روایتین
اس کے خلاف ہین۔

ذی علم مصنف نے راویون کو جو غیر معتمد قرار دیا ہے یہہ اون کلی
اور اون کے یہان کے علما کا ایک امر اختیاری ہی کہ جہان جس روایت کو

اور جن راویون کو چاہتے ہین وہان چپ چاپ بلغیر ذکر قدح راویون کی اوس روایت کو لے لیتے ہین اور جہان جس روایت اور انہین رواۃ کو لینا خلاف مقصد ہوتا ہی وہان اون راویون کی قدح ظاہر کر دیتے ہین۔ ایسے نشانات دکہانیسے ہم اجتناب کرتے ہین کہ بحث کو طوالت ہوتی ہے لیکن اس روایت کو درایۃ جو غلط ہونا ذہن علم مصنف قرار دیتے ہین اوسمین صرف اونکی یہی غلطی نہین ہی کہ جس امر کو اونہون نے درایت قرار دیا ہے وہ درایت نہین ہی درقیاس کو درایت سمجھ لیا ہے اور درایت کو روایت بلکہ حضرت عمر پر ایک سخت عیب لگایا ہے یعنی امر واقعہ کا چھپانا ذہن علم مصنف حضرت عمر پر امر لازمی قرار دیتے ہین۔

علامہ بلاذری کی انتہا لالی روایت کو درایۃ مصنف کی غلط ظاہر کرنے کی حقیقت

اگر روزینے کے مقرر کرنے کے وقت حضرت عمر استحقاق اور رفیہ استحقاق پر (جسکی بنا اسپر تھی کہ کون بہاگا اور کون ثابت قدم رہا) لحاظ نہ کرتے اور بجائے ثابت قدمی کے فرار کو جب استحقاق یا سرداری میں قرار دیتے تو واقف کار روشنی کہ [illegible] کہ اوسوقت بڑون مسلمان ثابت قدمی اور فرار سے آگاہ تہے حقارت ہوتی اور [illegible] ناحق کا عیب ہر ایک کے دل مین [illegible] ہو جاتا۔

اوسوقت مین [illegible] حضرت عمر کے [illegible] فرار سے آگاہ تہے کہ [illegible] حضرت [illegible] کا اوسوقت [illegible] ایسے واقعہ کو [illegible] ظاہر نہ کرنا ایک [illegible] اگر [illegible] سے باطل کرنا چاہتی ہین

تمام روایتین اس واقعہ فرار کے خلاف ہونگی جیسا کہ ذی علم مصنف ظاہر
کرتے ہین۔ لیکن ذی علم مصنف اگر اونکو تحریر کرتے تو معلوم ہوتا کہ ذی علم
مصنف نے اون سے مقصود کو اپنے ذہن مین غلط قرار نہین دے لیا ہے
جیسا کہ حضرت عمر کے میدان جنگ سے ہٹنے کو دو روایتون اپنی منقولہ
سے غلط قرار دیا ہے۔ مگر درحقیقت ایسی روایات ہین نہین ورنہ مصنف
ضرور اونکو اس موقع پر دکھلاتے۔

حضرت عمر کے فرار یوم احد کے متعلق کسیقدر اور روایتین جو میری
نظر سے گذری ہین اونکو پیش کرتا ہون۔

روایات متعلق فرار عمر

"حضرت عمر نے ایک دن جمعہ کا خطبہ پڑہا۔
اور سورہ آل عمران کی جب اس آیت پر پہونچے۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی
الجمعان یعنی تحقیق کہ جن لوگون نے منہ پہیر دیا تم مین سے جس دن کہ بہڑ
گئین دو جماعتین" تو کہا کہ جسوقت کہ تہا دن احد کا ہزیمت پائی ہم نے اور
بہاگا مین یہانتک کہ چڑہ گیا مین پہاڑ پر۔ پھر آپ نے اچکتا تہا۔ گویا مین پہاڑی
کوہی تہا۔ اور اوس وقت لوگ یہہ کہہ رہے تہے کہ محمد صلعم قتل ہو گئے"
(تفسیر در منثور سیوطی وشرح [illegible] الحدید [illegible] ہے کہ روایات کتب
اہلسنت سے لینا ہی)

"خود حضرت عمر کہتے ہین جبکہ چلایا شیطان کہ قتل ہو گئے انحضرت صلعم
تو پیش آگیا مجہکو کہ مین چڑہتا تہا پہاڑ پر گویا مین پہاڑی بکری ہون [illegible]
یعنی تحقیق کہ شخصین بہاگے دو لوگ [illegible]
آنسو اپنے منہ اور مانگتے تہے علی [illegible] سعانی [illegible]
ندا کرنے والے کہ قتل ہو گئے محمد [illegible]

پس کہا عمر نے اور کہا تہا وہ ابوبکر نے۔ پس نازل ہوئی آیت (ترجمہ) تحقیق کہ جو لوگ پلٹ گئے تم مین سے دن ملنے دو جماعت کے۔ بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے" (مسند احمد حنبل)

"تحقیق کہ عمر نے بخشش دی ایک مرد کو چار ہزار درہم اور زیادہ کیئے اوسکو ہزار۔ کسینے کہا کہ اپنے بیٹے کو نہین زیادہ کرتے ہو جیسا کہ اوسکو زیادہ کیا۔ پس فرمایا اونہون نے تحقیق کہ یہ وہ شخص ہی کہ ثابت رہا باپ اوس کا دن احد کے اور نہین ثابت رہا باپ اسکا" (ربیع الابرار زمخشری باب ۵۲ عدل و انصاف)

"ایک عورت حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین روا مانگنے آئی منجملہ اون رداؤن کے کہ جو اون کے آگے تہین۔ اور خود اونکی (حضرت عمر) لڑکی بہی اوسکے ساتہہ آئی جو ردا مانگتی تہی۔ پس دی اونہون نے ردا اوسی عورت کو۔ کسینے اسبارہ مین کچہہ کہا تو فرمایا کہ اوسکا باپ ثابت قدم رہا۔ دن احد کے اور نہین بہاگا اور تحقیق کہ باپ اس (دختر) کا بہاگا دن احد کے اور نہین ثابت قدم رہا" (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید)

"تفسیر کبیر۔ اور تفسیر نیشاپوری مین تحت اوس آیۃ کے جسکا ذکر اوپر ہوا لکہا ہی کہ "ہزیمت پانے والون مین عمرؓ تہے مگر اول ہزیمت پانیوالون مین نہین تہے اور دور نہین چلے گئے بلکہ پہاڑ پر جم رہے تہے یہان تک کہ چڑہے نبی صلعم"

ہزیمت شکست پاکر بہاگنے کو کہتے ہین۔ اگرچہ صاحب تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری نے حضرت عمرؓ کو نمبر اول کی ہزیمت پانے والون مین قرار نہین دیا اس خیال سے کہ وہ دور نہین چلے گئے تہے۔ برخلاف حضرت عثمان کے

کہ جو ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے تہے جو تین روز کے بعد واپس آئے لیکن اوس اندازہ فرار سے حقیقت فرار مین کوئی فرق نہین آتا۔

ان تمام روایات سے جنکا ذکر ذی علم مصنف نے متروک کیا ہے اور جنپر جرح اونکو نہایت دشواری تہی حضرت عمرؓ کا فرار میدان جنگ سے صریح ظاہر ہے اور علامہ بلاذری کی رائے نسبت فرار عمرؓ کے محققانہ قرار پاتی ہی مقابلہ اوس کے رائے ذی علم مصنف کی ایسی ٹہرتی ہی کہ جس کے پیر نہون۔ جو روایتین ذی علم مصنف نے انس بن نضر کی لکہی ہین اور جو روایتین کہ ہمنے پیش کین اون کی مضامین کی خبر آیات قرآنی مین موجود ہے۔

"و لقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون"

"اور البتہ تحقیق تہی تم کہ ارزو کرتے تہے تم موت کی (وقت جہاد) قبل اسکی کہ ملاقات کرو تم اوس موت کو پس تحقیق دیکہا تم نے اوس موت کو (ہنگامہ موت کو) اور تم دیکہ رہے تہے" (کہ مومنین کس طرح لڑ رہے ہین۔ اور مر رہے ہین)"

"ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان" | "تحقیق کہ جن لوگون نے مونہہ پہیر لیا تم مین سے دن ملنے دو جماعتون کے بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے"

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ" | "اور نہین ہی محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذری ہین پہلے اس سے رسول کیا پس اگر مر جائے یا قتل ہو جائے۔ پہر جاؤگے تم اوپر ایڑیون اپنی کے۔ اور جو کوئی کہ پہر جائے اوپر دونون ایڑیون اپنی کے پس ہرگز ضرر نہ دیگا وہ خدا کو کچہہ"

" اذ تصعدون ولا تلوون علےٰ احد الرسول یدعوکم فی اخریکم " جسوقت کہ چلے جاتے تہے تم اور نہین لڑتے تہے تم کسی پر اور رسول پکارتا تہا تم کو تمہارے پیچھے "

نتیجہ روایات وآیات کا

ذی علم مصنف نے جو امور کہ حضرت عمرؓ کی نسبت قبول کئے اور جو امور دوسری روایتون سے حضرت عمر کی نسبت ظاہر مین اہل نظر دیکھ لین کہ وہی مضامین آیات قرآنی مین ہین یا نہین؟ اور اون امور کی خدا نے مذمت کی ہے کہ یا نہین؟ اور آیا یہ آیات شایان حضرت عمرؓ کی سمجھی جا سکتی ہین یا نہین؟ اوس کے بعد خود اہل نظر سمجھ لینگے کہ ذی علم مصنف نے جو رائے حضرت عمر کی نسبت ظاہر کی ہے وہ خلاف مضامین آیت قرآنی کے ہے یا نہین اور کہانتک ایسی رائے کی وقعت لوگونکی نگاہ مین ہوسکتی ہے؟ یہہ سچ ہے جیسا کہ مصنف بحوالہ علامہ بلاذری لکہتے ہین کہ جنگ احد کے فراریون کو خدا نے معافی دیدی۔ لیکن جنگ حنین مین جو لوگ بہاگے جنہین حضرت عمر بھی شامل تہے اوسکی معافی خدا نے نہین دی اور صرف یہہ فرمایا کہ " ثم ولیتم مدبرین "

حضرت عمر کے خالد کو حملہ کرکے ہٹا دینے کی حقیقت

ذی علم مصنف ایک یہ واقعہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ " خالد ایک دستہ فوج کے ساتہ آنحضرت کی طرف بڑہے رسول اللہ اسوقت تیس صحابہ کے ساتہ پہاڑ پر تشریف رکہتے تہے۔ خالد کو آتا دیکہکر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین۔ حضرت عمر نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتہ آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اونکو ہٹا دیا "

اگرچہ اس واقعہ کی نسبت ہم اپنے رسالہ روشنی کی پانچوین جلد (صفحہ ۱۱۷) مین بحث کرچکے ہین مگر اس موقع پر بھی حقیقت اس واقعہ کی دکہانا ضروری ہے

اس واقعہ کی نسبت مورخین اہلسنت نے مختلف طور سے روایتین نقل کی ہین
ایک تو یہی ہے کہ "پیغمبرؐ پہاڑ پر معہ چند مسلمانون کے چڑھ گئے تہے اور کفار کو
آتے ہوئے دیکھکر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ "خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین۔ اور
حضرت عمرؓ نے معہ چند مہاجر اور انصار کے اونکو ہٹا دیا جیسا کہ ذی عام مصنف نے
سیرۃ ابن ہشام اور طبری سے لیا ہے۔

ایک صورت یہہ ہے کہ "پیغمبرؐ کہائی پہاڑ مین معہ چند اصحاب کے تہے کہ
قریشی پہاڑ پہ چڑہ گئے اور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ یہہ نہین ہونا چاہئے
کہ وہ ہم پہ چڑہ آئین۔ اوسوقت عمر بن خطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے
قتال کیا تب وہ پہاڑ سے اوترے۔" جیسا کہ ازالۃ الخفا مین بحوالہ ابن اسحاق
لیا گیا ہے۔

ایک صورت اور بھی مین خود حضرت عمرؓ سے یہہ مروی ہے کہ "جب پکارا
شیطان نے یہ کہ قتل ہوئے محمدؐ صلعم تو چڑہا مین پہاڑ پر مانند بز کوہی کے
اور پہونچا مین پاس آنحضرت کے کہ آپ فرماتے تہے (آیت قرآن) نہین ہی
محمدؐ مگر رسول بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول۔ پس اگر مر جاے
یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن۔ اور جو کوئی پہر جاویگا۔ اولٹے
پاؤن پس نہ بگاڑ سکیگا اللہ کا کچہہ اور قریب ہے کہ جزا دے اللہ شکر کرنے والونکو
اور تہے ابو سفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا آنحضرت نے۔ اے اللہ نہین ہونا
چاہئے ہمکو کہ وہ چڑہ آوین ہمپر کہ شکست کہائی اونہون نے"

ترجمہ [illegible] خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے شیطان کا پکارنا کہ محمدؐ
قتل ہو گئے [illegible] حضرت عمرؓ کا پہاڑ پر کوہی بز کی مانند چڑہ جانا۔ اور پہونچنا اونکا
پیغمبرؐ تک [illegible] پیغمبرؐ سے مضمون آیۃ سنا کہ اگر محمدؐ مر جائے یا قتل ہو جائے

پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن۔ اور ابوسفیان کا نیچے پہاڑ کے ہونا۔ اور آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیئے کہ وہ چڑہ آئین ہمپر اور اون لوگونکا شکست کہانا سب کچہہ موجود ہے۔ مگر

"حضرت عمر کا چند مہاجر و انصار کے ساتہہ آگے بڑہ کر دشمنون پر حملہ کرنا اور اون لوگونکو ہٹا دینا" مذکور نہین ہے۔ جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرت عمر کا حملہ کر کے کفار کو ہٹا دینا جن روایتون مین مذکور ہوا ہے وہ مضمون اونکا غلط اور وضعی ہی۔

درحقیقت یہہ روایت دو حصون پر مشتمل ہی ایک حصہ اوسکا وہ۔ ہے کہ جسمین حضرت عمر نے اپنی سرگذشت بیان کی ہی۔ دوسرا حصہ وہ ہے کہ جب وہ حضرت پیغمبر کے پاس پہونچے ہین تو اوسوقت اونہون نے وہان اون سمع سنا ہے اور معلوم کیا ہے۔

جو حصہ کہ حضرت عمر کی سرگذشت کا ہے وہ یہہ ہے کہ "جب پکارا شیطان نے کہ آنحضرت صلعم قتل ہوئے تو مین پہاڑی بز کی طرح پہاڑ پر چڑہا اور آنحضرت صلعم کے پاس پہونچا جو اس آیۃ کی تلاوت فرما رہے تہے " نہین ہے محمد مگر رسول۔ بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول۔ پس اگر مرجاوے یا قتل ہوجاوے۔ پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن ؟ اور جو کوئی پہرجاویگا اولٹے پاؤن وہ خدا کا کچہہ نہین بگاڑیگا "

اس حصہ مین جو حضرت عمر کا پہاڑ پر مثل بز کوہی چڑہ جانا اور پہر پیغمبر کے پاس پہونچنا مذکور ہے یہہ دو واقعہ جداگانہ ہین اونکو یہہ نہین سمجہہ لینا چاہئے کہ وہ بلاوقفہ واقع ہوئے ہین :-

حضرت عمر کا پہاڑی بز کی طرح پہاڑ پر چڑہ جانیکا واقعہ اوسوقت کا ہی

کہ جب مسلمانون سے نے ہزیمت پائی ہے اور شیطان نے پکارا ہے کہ انحضرت صلعم قتل ہو گئے اور حضرت عمر پہاڑ پر چڑہ کے اوسکی گہاٹی مین سپر ڈال کے معہ اپنے ساتہیون کے جا بیٹہے ہین۔

اور حضرت عمر کے پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے اور پیغمبرؐ سے مضمون آیتہ سننے کا وہ وقت ہے کہ بعد ہزیمت کے بقیہ مسلمانون نے جب یہہ کفار کو ہزیمت دی ہے اور پیغمبرؐ بلندی پہاڑ پر چڑہ گئے ہین۔

ان دونون واقعون جداگانہ مین وقفہ کے ہونیمین کسیکو انکار نہین ہو سکتا۔

دوسرا وہ حصہ روایت کا کہ "جب حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اونکو وہان معلوم ہوا ہے یہہ ہے کہ" تہے ابوسفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا انحضرت صلعم نے اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہہ کہ وہ چڑہ آوین ہمپر سو شکست کہائی اونہون نے "

یہہ واقعہ حضرت عمر کا چشمدید نہین تہا۔ بلکہ جب وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین تب اونکو اس واقعہ کا علم ہوا ہے۔

اس واقعہ مین جو یہ ذکر ہے کہ ابوسفیان نے شکست کہائی یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ ابوسفیان نیچے پہاڑ کے تہے اور پیغمبرؐ بہی زخمی ہو کر گڈہی مین گر چکے تہے اور کفار پیغمبرؐ پر حملہ کرنے چلے آتے تہے اوسوقت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہ کہ وہ ہمپر چڑہ آوین یعنی ہم تک آنے نہ پاوین کہ علی مرتضےٰ اور چند دیگر مہاجر و انصار نے حملہ کفار کو دفع کیا اور اونکو ہزیمت دی اور پیغمبر کی دعا کو خدا نے مستجاب کیا۔

صریح ہے کہ ابوسفیان کے اسوقت شکست کہانے کے وقت حضرت عمر پیغمبر کے پاس نہین تہے بلکہ گہاٹی پہاڑ مین معہ اپنے ہمراہیون کے بیٹہے ہوئے تہے۔

حضرت عمر نے اس روایت مین اپنی سانحہ کو اور پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے کے بعد جس سانحہ کا کہ اونکو علم ہوا اوسکا بیان کیا ہے اور جسکی تفریق خود روایتون اہلسنت سے بخوبی ہوتی ہے :-

حضرت عمر نے ابو سفیان کا پہاڑ کے نیچے ہونا بیان کیا ہے اور یہ نہین بیان کیا ہی کہ اوسوقت پیغمبرؐ کہان تہے - لیکن حضرت عمر کے بیان مین ابو سفیان کا شکست کہانا موجود ہی تو خواہ مخواہ یہ سمجہا جا سکتا ہی کہ پیغمبرؐ بھی گہاٹی پہاڑ مین جہان گہر گئے تہے موجود تہے -

تمام مورخ متفق ہین کہ گڑہے سے پیغمبرؐ جب نکلے ہین اور پہاڑ پر چڑہے ہین تو علیؑ مرتضےٰ اون کے ساتھہ تہے - اگر قبل ہزیمت کفار کے پیغمبرؐ پہاڑ پر چڑہتے اور علیؑ مرتضےٰ اون کے ساتھہ نہوتے تو کفار کو پیغمبرؐ کے پاس تک نہ آنے دینے کے لئے روکنے والا کون ہوسکتا ہی -

یہ ہزیمت کفار کی حضرت عمر کی طرف منسوب نہین ہوسکتی ہے - جسکا ذکر حضرت عمرؓ نے کیا ہے وہ اوسوقت گہاٹی پہاڑ مین سپر ڈالے ہوئے بیٹھے تہے -

ہمکو یہ دیکھنا بھی چاہیے کہ جو صورت واقعہ ذی علم مصنف نے ظاہر کی ہی معرکہ احد مین کوئی وقت ایسا ہوسکتا ہے کہ جبوقت وہ واقعہ حضرت عمر ظہور مین لائے ہون -

جس واقعہ کا بیان ذی علم مصنف نے کیا ہے اوس سے ظاہر ہے کہ اوسوقت تک دوبارہ دشمنون کو ہزیمت نہین ہوئی تہی اور دشمن میدان جنگ مین موجود تہے کہ ایک دستہ فوج کا خالد لیکر انحضرت کی طرف کو بڑہتا ہے - یہ وقت ایسا نہین ہوسکتا ہی کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس بلندی پہاڑ پر پہونچے ہون - اسلئے کہ تمام روایتون سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ جب دشمن میدان جنگ سے دوبارہ

شکست کہا کر ہٹ گئے ہین اور پیغمبرؐ خدا گڑہے سے نکلکر بلندی پہاڑ پر گئے ہین۔
اوسکے بعد حضرت عمر پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین جیسے کہ اور بہاگنے والے آگے پیچہے
پیغمبرؐ کے پاس آ گئے ہین۔

پس یہہ واقعہ کہ "حضرت عمر نے چند مہاجرین و انصار کے ساتہہ خالد اور
دستۂ فوج پر آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اون لوگون کو ہٹا دیا" کسی طرح صحیح تسلیم
نہین ہو سکتا۔

جسوقت کہ خالد معہ دیگر دشمنون کے میدان جنگ مین موجود تہے اوسوقت
حضرت عمر معہ چند مسلمانون کے ایک درہ کوہ مین بیٹہے ہوئے تہے جسکا ذکر روایات
انس بن نضر مین ہے اور خود حضرت خالد سے روایت ہے کہ جسوقت لوگ ہٹے
احد مین تو حضرت عمر کو خود مین نے گہاٹی مین جاتے ہوئے دیکہا[۱] جس سے ظاہر ہے
کہ وقت غلبہ کفار کے حضرت عمر گہاٹی مین چلے گئے تہے اور وہ گہاٹی سے اسوقت
نکلے ہین جب کفار کو علی مرتضٰے کی بے نظیر شجاعت سے ہزیمت ہو گئی ہے اور
پیغمبرؐ پہاڑ پر چڑہ گئے ہین پس حضرت عمر کا خالد اور اوسکے دستہ فوج کو حملہ کرکے
ہٹا دینا قطعی وضعی ہے۔

حضرت عمر کی ابوسفیان کو للکارنے کی حقیقت

ذی علم مصنف اخیر مین معرکہ احد کے متعلق ایک
یہہ واقعہ بھی حضرت عمر کی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ
"ابوسفیان سالار قریش درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ اس گروہ مین محمدؐ ہین
یا نہین؟ آنحضرتؐ نے اشارہ دیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے پہر حضرت
ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لیکر کہا کہ یہہ دونون اس مجمع مین ہین یا نہین؟ اور جب کسی سے
کچہہ جواب ندیا تو بولا کہ ضرور یہہ لوگ مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا پکار کر کہا

---

[۱] مغازی واقدی صفحہ ۲۴۵

کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین۔ ابوسفیان نے کہا۔ اُعلُ ہُبَل۔ ایک بت کا نام تہا یعنی اے ہبل بلند ہو۔ رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا جواب دو۔ اللہ اعلی واجل۔ یعنی خدا بلند و برتر ہے ؎

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا موجود ہونا مشکل سے قبول کیا جا سکتا ہی۔ واقعات تاریخی دکہا رہے ہین کہ جب کفار کو ہزیمت ہوچکی ہے تب حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کفار کو ہزیمت نہین ہوئی تہی اور حضرت عمر پیغمبرؐ کے پاس موجود تہے۔

ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ ابوسفیان درہ کے قریب کسوقت آن کر پکارا تہا۔ آیا اوسوقت کہ ابوسفیان کو شکست ہوگئی تہی یا نہین؟ اگر شکست ہوگئی تہی تو یہہ شکستہ دل اور شکست یافتہ لوگون کی عادت اس امر کو قبول کرنے نہین دیتی کہ وہ اپنے دشمنون کے قریب آکر کوئی ایسا امر اونسے دریافت کرین کہ جس سے پہر مقابلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور

اگر ابوسفیان کو اوسوقت ہزیمت نہین ہوچکی تہی اور اوسوقت غلبہ پانیوالی جماعت اوس کے ساتہہ تہی اور یہہ بہی وہ جانتا تہا کہ قلیل مسلمان اس موقع پر ہین۔ اور جب یہہ معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلعم زندہ ہین تو پہر اوسنے اپنے قلیل دشمنو نپر حملہ کرکے اون کو نیست و نابود کر دینے کی کوشش کیون نہ کی کہ یہ امر خلاف گرمجوشی ابوسفیان کے تہا۔

باایہمہ اس واقعہ سے نافرمانی پیغمبرؐ کی حضرت عمر کی نسبت بخوبی ظاہر ہی۔ پیغمبرؐ نے کسی مصلحت سے یہہ اشارہ کیا تہا کہ ابوسفیان کو کوئی جواب نہ دے۔ لیکن حضرت عمر نے خلاف ارشاد آنحضرت صلعم کے پکار کر کہا کہ " او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین"۔ پیغمبرؐ جس بہید کو پوشیدہ رکہنا چاہتے تہے حضرت عمر نے اوسکو

علانیہ آشکارا کیا۔ لیکن حضرت عمر کا اس موقع پر نافرمانی پیغمبرؐ کی کرنا قابل تعجب کے نہیں ہے۔ اونکی عادت تھی کہ ہمیشہ خلاف ایما اور منشا پیغمبرؐ کے گرمجوشی ظاہر کرتے تھے جسکو اون سنیون نے اسکے واسطے اون سے ایسے شیوہ کو اونکی فخر کے لیے چننے رہتے ہین۔

اگر یہہ واقعہ تسلیم کیا جائے تو پیغمبرؐ سے جو اسوقت یہ اشارہ کیا کہ ابوسفیان کے پکارنے کا کوئی جواب نہ دے اوسکی مصلحت صریح ہے۔ کہ خدا نخواستہ اگر کہ ابوسفیان اور اوس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی ہے جب وہ ادہر سے کوئی جواب نپا ویگا تو اپنی حالت پر باقی رہیگا۔ لیکن جب اوسکو یہہ معلوم ہوگا کہ حضرت محمدؐ زندہ ہین اور اونکی قتل کی خبر غلط مشہور ہوئی تو سخت اندیشہ تہا کہ نہایت گرمجوشی سے قتل آنحضرت مین کامیابی حاصل کرنے کے لیے حملہ کیا جائے۔

پیغمبرؐ ابھی دیکھہ چکے تھے کہ حضرت ابوبکر و عمر اور اکثر مسلمانون نے اون کو اپنی حالت دکھا دی تھی۔ پیغمبرؐ نے جو ابوسفیان کا جواب دینے سے منع فرمایا اوسکی مصلحت تو ظاہر تھی لیکن حضرت عمر سے جو نہین رہا گیا اور پکارنے لگے کہ ہم سب زندہ ہین اوسمین کیا مصلحت تھی؟۔

مین ذی علم مصنف کے اس فقرہ کو بہت تعجب سے دیکھتا ہون کہ "حضرت عمر سے نرہا گیا پکار کر کہا کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" جب مین یہ خیال کرتا ہون کہ ابھی تو دشمنون کے خوف سے حضرت عمر نے سپر ڈالکر میدان جنگ چھوڑکر پہاڑ کی گھاٹی مین پناہ لی تہی۔ اور ابھی حضرت عمر اونہین دشمنون کی للکار کے پکارنے کو تیار ہوگئے۔ مگر میرے تعجب کو حضرت عمر کی دانائی رفع کرتی ہے کہ وہ ویسا ہی موقع تہا اور یہہ ایسا ہی موقع تہا۔ لیکن حضرت عمر کی ہیبت پر شبہہ رکہنے والے حضرت عمر کی اس پالیسی کو بڑی نگاہ سے دیکھینگے اور ․․دن کی

مصلحت کو یہہ ٹہرا وین سکے کہ حضرت عمر ابوسفیان کا ہزیمت پانا جسمین اونکی کوئی کارنمایان نہین ہوسکا تہا بلکہ قابل افسوس امر اونکی شجاعت کے دامن پر یہہ لگانیوالا ظہور مین آیا تہا ناگوار خاطر ہونے سے ابوسفیان کو ایسا جواب دیا کہ وہ دوبارہ حملہ کرکے دشمن کا کام تمام کردے اور خود حضرت عمر اوسی طریقہ پر قدم رکہہ سکے اپنی جان کی حفاظت کرتے کہ جس راہ پر اجی اس معرکہ مین پہاڑ پر چڑہتے وقت اپسے قدم اوٹہا سکے تاکہ نہ مسلمان باقی رہین نہ اون کی باہم کیسی بہلائی اور کیسی برائی کا چرچا سب قصہ ہی مٹ جائے۔

یہہ امر بھی خالی تعجب سے نہین ہے کہ جب ابوسفیان بولا کہ "یہہ لوگ ضرور مارے گئے" اور خلاف ارشاد پیغمبر کے حضرت عمر نے پکار کر یہہ تو کہا کہ "او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" لیکن جب ابوسفیان نے کہا کہ "اسے ہبل بلند ہو" اوسوقت حضرت عمر نے سکوت کیا اور کچہہ جواب نہ دے سکے اور گویا ابوسفیان کی قول کو سکوت سے قبول کرلیا۔

یہہ امر بھی قابل غور کے ہے کہ جب حضرت عمر نے ابوسفیان کو للکار کر اطلاع دی کہ "او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" تو اوسوقت ابوسفیان کو اس بات کے کہنے کا کیسے موقع ہوسکتا تہا کہ "اسے ہبل بلند ہو" اس بات کے کہنے کا موقع اوسیوقت تہا کہ جب اوس نے یہہ جان لیا تہا کہ سب مارے گئے اور اپنی فتح سمجہکر کہہ سکتا تہا کہ "اسے ہبل بلند ہو"

حقیقت اس واقعہ کی صرف اسقدر ہے کہ جسوقت حملہ کفار قریش سے مسلمانون نے پریشان ہوکر ہزیمت پائی اور پیغمبر زخمی ہوکر گڈہے مین گرگئے اور پیغمبر کی خبر قتل اوڑ گئی۔ اسوقت ابوسفیان درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ "کیا اس گروہ مین محمد ہین یا نہین؟" جب پیغمبر کے ارشاد سے کسینے اوسکو جواب نہ دیا تب

اوسنے یہہ سمجھکر کہ پیغمبرؐ مارے گئے کہا کہ "اے ہبل بلند ہو" اوسپر پیغمبرؐ نے یہہ جواب دیا کہ "خدا بلند و برتر ہے" آخرکار علی مرتضےٰ اور جو مسلمان کہ ثابت قدم رہے تہے اونہوں نے دشمنوں کو زیر کرکے ہزیمت دی اور پیغمبرؐ کی حفاظت کی ہے۔ اس واقعہ مین حضرت عمر کا نام بے محل اور بے موقع خلاف واقعہ داخل کیا گیا ہی۔ جیسا کہ اون جرحون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہمنے اس بیان مین کی ہین۔

اور واقعات تاریخی کا نتیجہ بہی یہی ہے کہ جسوقت مسلمان تتر بتر ہوگئے تہے اور پیغمبرؐ خدا زخمی ہوکر ایک نشیب مین گرگئے اور اون کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی تہی اوسوقت ابو سفیان تلاش صحت خبر قتل پیغمبرؐ کی کرتا تہا لیکن اوسوقت سوائے علی مرتضےٰ اور دو چار مہاجرو انصار کے کہ جن ثابت قدمون کے نام کتب مغازی و سیر مین مذکور ہوئے ہین اور جو میدان جنگ مین قتال اور دشمنون کو پیغمبرؐ سے دفع اور پیغمبرؐ کی حفاظت کررہے تہے۔ پیغمبرؐ کے پاس نہ حضرت عمر تہے نہ حضرت ابو بکر نہ حضرت عثمان۔ قبل ہزیمت کفار کے حضرت ابو بکر و عمر کا پیغمبرؐ کے پاس ہونا۔ کسیطرح صحیح قبول نہین کیا جا سکتا۔

نکاح حفصہ ذی علم مصنف معرکہ احد مین جو شرف حضرت عمر کے لئے قرار دیتے تہے اوسکے ختم کے بعد اسی سال حضرت عمر کو یہ شرف دیتے ہین کہ "اونکی دختر بیوہ حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد مین آئین جنکا نکاح جاہلیت مین خنیس بن حذفہ کے ساتہہ ہوا تہا"

لیکن مجرد صاحبزادی حضرت عمر کا پیغمبرؐ کے نکاح مین آنا حضرت عمر کیلئے شرف نہین ہوسکتا۔ پیغمبرؐ طرح طرح کی مصلحتون اور ضرورت کے لحاظ سے نکاح کرلیتے تہے یہانتک کہ پیغمبرؐ نے حضرت ابو سفیان کی کہ وہ اوسوقت تک حالت کفر مین رہتے تہے دختر (ام حبیبہ) سے نکاح کرلیا تہا جیسا شرف حضرت

ہو سکتا ہی ویسا ہی شرف حضرت عمر کو بہی ہو سکتا ہی۔

علی مرتضیٰ معاویہ بن سفیان کے خط کے جواب مین کہ معاویہ بن سفیان نے ذکر قرابت بنی ہاشم سے کیا تہا صاف لکہدیا ہی کہ "نکاح کرنا اور نکاح مین دینا فعل الکفار ہے" یعنی کفر کی بات ہے اور جسکا مقصود یہہ ہے کہ بنی ہاشم سے مناکحت ہونا نہ بنی امیہ کے لئے باعث شرف اور فخر کا ہو سکتا ہے نہ بنی ہاشم کے لئے عیب۔

اسی بنا پر یہہ سمجھہ لینا چاہئے کہ پیغمبر نے جو نکاح دختر حضرت عمر سے کیا اوس سے کوئی شرف حضرت عمر کے لئے نہین ہو سکتا۔

قبیلہ بنو نضیر مین حضرت عمر کی ہمراہی

سنہ ۴ھ مین ذی علم مصنف بنو نضیر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہین کہ "اون کے پاس حضرت پیغمبرؐ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کو ساتہہ لیکر تشریف لیگئے تہے" لیکن کوئی خاص بات ایسی حضرت عمر کی نسبت اسموقع پر نہین لکہی ہے جس سے حضرت عمر کے لئے کوئی شرف حاصل ہوسکے۔ صرف پیغمبرؐ کا حضرت عمر کو ساتہہ لیجانا ایک معمولی بات ہے کون معرکہ ایسا ہے کہ جہان حضرت عمر پیغمبرؐ کے ساتہہ نہ گئے ہون مگر دیکہنا یہہ ہوتا ہے کہ اونہون نے اسموقع پر کیا کیا؟

جنگ خندق مین حضرت عمر کے نام کی مسجد

سنہ ۵ھ مین ذی علم مصنف معرکہ خندق یا احزاب کا ذکر کرتے ہین کہ "دس ہزار آدمی ابوسفیان کی سپہ سالاری مین مدینہ کی طرف آئے۔ پیغمبرؐ نے مدینہ سے باہر نکلکر ایک خندق تیار کرائی تھی اور دشمن نے محاصرہ کر کے رسد وغیرہ بند کر دی تہی۔ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا۔ آنحضرت نے خندق کے اوہر کچہہ کچہہ فاصلہ پر اکابر صحابہ کو معین کر دیا تہا کہ دشمن ادہر سے نہ آنے پائے ایک حصہ پر حضرت عمر معین تہے چنانچہ

اون کے نام کی ایک مسجد آج بھی یہان موجود ہے"

ذی علم مصنف نے یہ نہین بتایا کہ وہ مسجد کس زمانہ اور کس عہد مین حضرت عمر کے نام کی کسنے بنائی ہے اور وہ کیا کارنمایان حضرت عمر نے کیا تہا جسکی یادگار مین یہ مسجد اون کے نام کی بنائی گئی ہے۔ مقام جنگ خندق پر جس کو اخراب بھی کہتے ہین بیشک ایک مسجد بنی ہوی ہے اور وہ یادگار جنگ مین اور فتح جنگ مین بنائی گئی ہی جہان کہ پیغمبرؐ وقت محصور ہونے کے نماز پڑہتے تہے:۔

اس لڑائی مین اگر حضرت عمر کے ہاتہہ سے کوئی ایسا کارنمایان وقوع مین آیا ہوتا کہ جسکی وجہ سے فتح اون کے نام ہوتی تو البتہ کسیقدر قرین قیاس ہوتا کہ اونکی یادگار فتح مین یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن ذی علم مصنف فتح اس جنگ کی حضرت علی کے ہاتہہ پر قبول کرلیتے ہین کہ" اس لڑائی مین عمرو ابن عبدود عرب کا مشہور بہادر جو پانسو سوارون[1] کے برابر سمجہا جاتا تہا حضرت علی کے ہاتہہ سے مارا گیا اس کے مارے جانیکے بعد اودہر تو قریش مین کچہہ بیدلی پیدا ہوئی ادہر نعیم بن مسعود نے توڑ جوڑ سے قریش اور یہود مین پہوٹ ڈلوادی اور کفر کا ابر سیاہ جو مدینہ کے افق پر تہا صاف ہو گیا"

زبیر کی شرکت مین حضرت عمر کا خندق مین حملہ

البتہ ذی علم مصنف ایک واقعہ بہ شرکت حضرت زبیر حضرت عمر کی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ" ایک دن کافرون نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ زبیرؓ کے ساتہہ آگے بڑہ کر روکا اور اونکی جماعت درہم برہم کردی" اور خود ہی تحقیر

---

[1] پانسو نہین بلکہ ہزار

اس واقعہ کی نسبت یہ ارقام فرماتے ہین کہ "یہ واقعہ شاہ ولی اللہ صاحب
نے ازالۃ الخفا مین لکھا ہے لیکن مین نے کسی کتاب مین اسکی سند نہین
پائی"

کتب سیر ومغازی مین جنگ خندق کے واقعات بہت تفصیل سے
مندرج ہین لیکن شاہ ولی صاحب ہندوستان کے محدث نے گیارہ
سو برس کے بعد اپنی جودت طبع سے یہ واقعہ ایجاد کیا ہے اور جہالت سے
یہ واقعہ ایجاد کیا ہے رد۔ وہ واقعہ یہ کہ جو دیگر کتب مغازی و سیر و خود
ازالۃ الخفا مین موجود ہے اور جسکو ہم بھی حضرت عمر کے کمال فن کشتی و
پہلوانی کے موقع پر اسی کتاب مین لکھ آئے ہین کہ حضرت عمر ضرار بن
خطاب کے جبکہ وہ بعد قتل عمرو بن عبدود علی مرتضیٰ کے خوف سے بھاگا
جاتا تھا قتل کے لئے اوسکے پیچھے ہوئے اوسنے جب اونکو آتے دیکھا
پلٹا۔ حضرت عمر نے روگردانی اختیار کی اوسنے بڑھکر حضرت عمر کے نیزہ کی
نوک پشت مین چبھو دی اور کہا کہ یہ نعمت مشکور ہے لینے جائے (ضرار بن خطاب
نے عہد کر لیا تھا کہ کسی قریش کو قتل نہین کرونگا)۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اوسوقت کا ہے کہ جب علی مرتضیٰ نے عمرو بن عبدود
اور اوس کے ہمراہیون کو قتل کیا۔ اور کفار مقابلہ سے ہٹ گئے۔ بھاگتے
ہوئے کفار کا پیچھا حضرت عمر نے کیا اور اونہین بھاگتے ہوئے کفار مین سے
ضرار لوٹ پڑا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر کے اوسی پیچھا کرنے کو
فرار قرار دیا ہے اور اوسی بھاگتی ہوئی جماعت کو کہا ہے کہ حضرت عمر اور زبیر
نے اس جماعت کو متفرق کر دیا اور اس کے بعد ہی شاہ صاحب نے خود
لکھا ہے کہ "اسی درمیان مین ضرار ابن خطاب لوٹ پڑا اور نیزہ حضرت

عمر کی طرف کو کھینچا اور کہا کہ یہ نعمت مشکورہ ہے کہ جو ثابت کی ہم نے تو پیر"
ذی علم مصنف نے شاہ ولی اللہ صاحب کی اس صنعت کو کہ حضرت عمر
اور زبیر نے جماعت کفار پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا" یون ادا کیا ہے
کہ "ایک دن کفار قریش نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے زبیر کے
ساتھ آگے بڑھکر روکا اور اونکی جماعت درہم برہم کر دی" اور ضرار کے
مقابلہ اور حضرت عمر کے نعمت مشکور حاصل کرنے کو ترک کر دیا جو درحقیقت
اوسی تصویر پر جو شاہ صاحب نے کھینچی تہی ذی علم مصنف نے حضرت
عمر کا چہرہ خوبصورت دکہانے کے لئے رنگ آمیزی کی ہے۔
کچھہ اسی پر موقوف نہیں ذی علم مصنف نے معرکہ خندق مین دیگر ان
واقعات کا بہی ذکر چہوڑ دیا ہے کہ جس سے حضرت عمر کے چہرہ پر بد نما داغ
نمودار ہوتے ہین:-

خندق مین تعمیل حکم پیغمبری سے حضرت عمر کا انکار — پیغمبر نے ایک رات اول حضرت ابوبکر اور اون کے انکار پر حضرت عمر کو یہ حکم
دیا کہ فوج مخالف سے خبر لا دین۔ مگر دونون حضرات نے استغفراللہ
پڑھکر جانے سے انکار کر دیا اور پہر حضرت حذیفہ نے تعمیل حکم پیغمبری کی۔
(تفسیر درمنثور سیوطی)

عمرو بن عبدود کی ہیبت حضرت عمر پر — جب عمرو بن عبدود نے جو مشہور شجاعان عرب تہا گہوڑا
کود کر اس پار آ پہونچا اور چند بار اوس نے مبارزہ
طلب کئے اور پیغمبر ہر مرتبہ یہ فرماتے تہے کہ کوئی ایسا ہے کہ جو اوسکے شر سے
نجات دلائے لیکن مسلمانون مین کوئی شخص بہی آمادہ اوس سے مقابلہ
نہین ہوتا تہا اور تمام مسلمانون کی حالت سکتہ کی سی تہی کہ گویا اون

سر و نیر طائر بیٹھا ہوا ہی اوسپہ حضرت عمر نے جرات کر کے یہ فرمایا کہ "ایک مرتبہ قافلہ پر ایک ہزار قزاقون نے حملہ کیا اوسوقت اسنے ایک بچہ شتر کو بچاے پیسے ہاتہہ مین اوٹھا لیا تہا اور قزاقون کا مقابلہ کر کے بہگا دیا تہا اوسدنکی اوسکی ہیبت آجتک ہمارے دلون مین بیٹھی ہوئی ہے" (صفحہ ۶۹ کتاب ہذا)

ذی علم مصنف کو زیبا تہا کہ ایسی روایتون سے حضرت عمر کے چہرہ پر جو داغ لگتے تہے اونکو اپنی قابلیت سے دہو لیتے ورنہ سمجہا جائیگا کہ ذی علم مصنف غازہ (پوڈر) سے جو مصنوعی ہوتا ہے اون کے چہرہ کو آراستہ اور خوشنما کر لیتے ہین۔

واقعات جنگ خندق سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر سے کوئی کارنمایان اس جنگ مین ایسا نہین ہوا کہ جسکی یادگار مین کوئی مسجد تعمیر کیجاتی۔ بلکہ جو مسجد مقام خندق مین موجود ہے وہ حضرت سلمان کے نام سے مشہور ہے اوس نام سے اس مسجد کا مشہور رہونا ایک خاص مناسبت رکہتا ہے۔ تمام مورخ متفق ہین کہ حملہ دشمن سے بچنے کے لئے بمشورہ وصلاح حضرت سلمان آنحضرت نے۔ یہہ خندق کہودی تہی جسکے نام سے یہ غزوہ مشہور رہے۔

یہ معرکہ جنگ خندق علی مرتضےٰ کے صرف ایک ہی ضربت سے سر ہوگیا ہے جسکی نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے۔ ضرب علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی (او) اعمال الثقلین الی یوم القیامتہ" یہی حدیث مسجد سلمان کی محراب مین کندہ ہے۔ اور زائرین دو رکعت نماز نفل اوسمین پڑہتے ہین۔ بجائے اسکے طرفداران حضرت عمر کسی مسجد کو حضرت عمر کی بہ یادگار قرار دینا چاہتے ہین اور اونکی نام پر ڈیڑہ اینٹ کی مسجد جدا بنالیتے ہین قابل شرم کے ہے:-

ذی علم مصنف واقعہ حدیبیہ کے بیان مین جو ۶ھ مین ہوا ہی حضرت عمر کی نسبت ایک یہ استنباط کرتے ہین کہ "آنحضرت نے خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اس غرض سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہو حکم دیا کہ کوئی ہتیار باندہ کر نہ چلے راستہ مین حضرت عمر کی رائے کے موافق مدینہ سے ہتیار منگوا لئے"

حدیبیہ کی راہ مین پیغمبرؐ کا حضرت عمر کی رائے سے ہتیار منگا لینا

یہ امر کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ مین آنحضرت نے مدینہ سے ہتیار منگوائے تہے ہمین معلوم نہین کہ ذی علم مصنف نے کہان سے لکہا ہے کوئی سند انہون نے اپنے اس بیان کی نہین دی تاکہ اس بیان کی وقعت پر غور کیا جا سکتا۔ مین نے جہان تک دیکہا کتب تواریخ مین یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب وقت مدینہ سے آنحضرت روانہ ہوئے ہین تو کسی مسلمان کے پاس (بموجب ایک روایت کے) سوائے ایک تلوار کے اور کوئی ہتیار پاس نہ تہا اور یہ روایت بھی ہے کہ ہر چند حضرت عمر نے کہا کہ ہتیار ساتہ لے چلنے چاہئین کہ ابوسفیان اور اسکے اصحاب سے کہٹکا ہے مگر حضرت نے فرمایا کہ مین اسبات کو دوست نہین رکہتا کہ ہتیار باندہ کر عمرہ کو جاؤن۔ سعد بن عبادہ نے بھی عرض کیا کہ اے رسول اللہ اگر ہم ہتیار لے چلین تو بہتر ہی ہے۔ اگر قوم نے تعرض کیا تو سلاح بغیر چارہ نہین اور اگر تعرض نہ کیا تو کچہہ ضرر بھی نہین۔ پیغمبر نے فرمایا کہ مین ہتیار نہ اوٹہاونگا اسلئے کہ عمرہ کو جاتا ہون" مجہکو کوئی روایت ایسی نہین ملی جس سے مصنف کے قول کی تائید ہو۔ لیکن اگر ایسی کوئی روایت صحیح ہے جسکے بہروسہ پر ذی علم مصنف نے راستہ مین حضرت عمر کی رائے کے بموجب ہتیارون کا منگوانا ظاہر کیا ہے:-

تو بغیر ہتیار باندہ کر چلنے کا حکم یا راہ مین ہتیار منگوا لینے کی رائے قبول کر لینا

پیغمبرؐ کا کوئی ایسا امر نہیں ہے جس سے پیغمبرؐ کی غلطی اور حضرت عمرؓ کی دور اندیشی
قبول ہو سکے۔ ہر ایک حکم اور رائے بلحاظ مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کی
ہوتا ہی:-

جسوقت کہ پیغمبرؐ نے بغیر مسلح ہونیکے جانا چاہا اوسوقت مقتضائے مصلحت
یہی تہا اور جسوقت کہ رائے مسلح ہونیکی پیغمبرؐ نے قبول کی زمانہ اوسوقت ضرورت
اوسکی مقتضی تہی اگر حضرت عمر رائے مسلح ہونیکی نہ دیتے تو بہی پیغمبرؐ اوسوقت حکم
مسلح ہونیکا صادر فرماتے۔

حضرت عمرؓ کا بخوف جان قریش مکہ کے پاس جانے سے انکار

دوسرا امر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ جب [illegible] وہ منزل رہا تو [illegible] ابن سفیان نے
خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دینگے
رسول اللہ نے حضرت عمرؓ کو سفارت کے طور پر بھیجنا چاہا انہوں نے عرض کی
کہ قریش کو مجھ سے عداوت ہے میرے خاندان سے وہاں کوئی حامی موجود نہیں
ہے عثمان کے عزیز و اقارب رہتے ہیں اونکو بھیجنا مناسب ہوگا۔ آنحضرتؐ نے
اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو مکہ بھیجا"

اس واقعہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پیغمبرؐ کا انتخاب مناسب نہیں تہا نہیں بلکہ
بنظر امتحان وقعت و ہیبت اور قابلیت سفارت حضرت عمرؓ کے آنحضرت کا یہ انتخاب
نہایت مناسب تہا لیکن تعجب ہی کہ اگر حضرت عمر کی ہیبت اور وقعت پیش قریش
مکہ تہی اور اون [illegible] موروثی منصب سفارت عرب [illegible] وراثتی منافرہ [illegible] تہا تو انہوں
نے کیوں [illegible] تو وہاں کر منصب سفارت اور ذاتی منافرہ سے استعفا
دیدیا۔

جب پیغمبرؐ نے دیکھا کہ [illegible] [illegible] کا ارادہ [illegible] [illegible] ترک رفاقت

اوس بجا آوری اوس خدمت سے بخوف جان ہراسان ہوئے ہین اور اپنے آپکو اوس خدمت کی بجا آوری کے قابل نہین جانتے تب پیغمبر نے حضرت عثمانکو اس خدمت کے بجا لانیکے لئے منتظر کر لیا جس سے اس امر نافرمانی کا حضرت عمر کی نسبت مؤید ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے موقع سے جہان جان جوکہم ہو اجتناب فرماتے تھے۔

پیغمبر نے کس صحابی یا اوس صحابی کی رائے کو اگر قبول کر لیا تو اوس کے لئے شرف کا اندازہ اسی واقعہ سے ہی ہو سکتا ہے کہ اسی مقام حدیبیہ پر حضرت عمر کی رائے جنگ کے لئے تھی اور صلح کے وہ ایسے سخت مخالف تھے کہ "اگر سو یا سو بھی شخص اونکو اون کے ہم خیال ملجاتے۔ تو وہ خود فرماتے ہین کہ مین اس صلح کو توڑ دیتا" (مفتاح الفتوح)۔ لیکن آنحضرت صلعم نے عروہ بن مسعود کافر کی رائے اور مرضی سے اتفاق کیا اور صلح کر لی حالانکہ عروہ بن مسعود ثقفی نے بہت سخت کلمے بھی آنحضرت کے صحابہ کو کہا تھا۔

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ بمقابلہ رائے و مرضی صحابہ کے کفار کی رائے اور مرضی کو منظور فرماتے تھے۔ اسی موقعہ صلح حدیبیہ پر بعد تکمیل صلحنامہ کے چند قریش نے جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا عرض کیا کہ "بموجب شرط صلحنامہ کے ان غلامون کو ہمین واپس دیجیے جو ہمارے آپ کے پاس چلے آئے ہین اور حضرت ابو بکر و عمر نے یہ کہکر کہ "یا رسول یہ لوگ سچ کہتے ہین غلام واپس کر دیجیے" قریش کی درخواست کی تائید کی تو آنحضرت نے قریش کی درخواست کو نامنظور کر دیا اور حضرت عمر کی مصدقہ رائے کو ناپسند فرمایا حالانکہ حضرت عمر اس صلح کے شدید مخالف تھے اور آنحضرت نے جس شان سے

ملہ تاریخ طبری صفحہ ۱۵۳۶ و کامل صفحہ ۱۴۸ جلد ثانی روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ سیرت ابن ہشام صفحہ ۷۴۴ مدارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۹۳ – ۱۲ منہ

اور جو الفاظ نامنظوری درخواست قریش اور حضرت ابوبکر و عمر کی تصدیق کی نسبت فرمائے وہ یہ ہین کہ "تم اپنی نفسانیتوں سے باز آؤ ورنہ تمہارے لئے ایسے شخص کو بھیجونگا جس کے اطمینان قلب کا خدا امتحان کرچکا ہے اور وہ تمہارے ایسی تلوارین لگائے گا کہ جسکی تم تاب نہ لاسکو گے۔ اسپر قریش چپ ہوگئے" ذی علم مصنف غور کرین کہ وہ جو جابجا حضرت عمر کی رائے کو آنحضرت کا پسند فرمانا ظاہر کرکے حضرت عمر کے لئے فضیلت قرار دیتے ہین اس صحیح روایت سے اوسکی حقیقت کیا ظاہر ہوتی ہے؟ اور طرہ اسپر آخری حصہ اس روایت کا یہ ہے کہ "جب آنحضرت کے جواب کو سنکر قریش اور حضرات شیخین چپ ہوگئے تو" اول حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر نے آنحضرت سے پوچھا کہ "آپ کے ارشاد مین جس شخص کی طرف اشارہ ہے آیا وہ ہم مین ہے آنحضرت نے فرمایا ہرگز نہین۔ بلکہ وہ جو بیٹھا ہوا میری نعلین درست کررہا ہے" اور روایت مین تصریح ہے کہ "وہ علی مرتضے تھے جو ایک سمت بیٹھے ہوے نعلین مبارک کی مرمت کررہے تھے" [له]

اصل امر یہ ہے پیغمبر اوس بات کو دیکھتے تھے کہ جو کہی جاتی تھی یہ نہین دیکھتے تھے کہ کہنے والا کون ہے؟ اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین آنحضرت کا ہر ایک حکم اور رائے بنظر مصلحت وقت ہوتی تھی۔

بیعت الرضوان کی موقعہ پر حضرت عمر کی جنگی سجاوٹ

تیسرا امر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "قریش نے حضرت عثمان کو روک رکھا اونکی شہادت کی خبر مشہور ہوئی رسول اللہ نے صحابہ سے جہاد پر بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔ یہ واقعہ بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہوا اور آیت کی مناسبت سے

له دیکھو صحیح ترمذی باب مناقب صفحہ ۲۲۴ و خصائص امام نسائی چھاپ کلکتہ صفحہ ۲۳۱ و مناقب اخطب خوارزم فصل ۱۴ ۔ ۱۲ منہ

اوسکو بیعت الرضوان بھی کہتے ہین۔ حضرت عمر نے بیعت سے پہلے
لڑائی کی تیاری شروع کر دی اور اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو بہیجا کہ فلان
انصاری سے گہوڑا مانگ لاوین۔ عبداللہ نے دیکہا کہ آنحضرت بیعت
لے رہے ہین اونہون نے جا کر بیعت کی حضرت عمر کے پاس واپس آکر
دیکہا کہ ہتیار سج رہے ہین۔ عبداللہ سے بیعت کا واقعہ سنکر آنحضرت کی
ہاتہ پر بیعت کی۔"

قبل بیعت حضرت عمر کا لڑائی کی تیاری شروع کر دینا۔ اور کسی انصاری کا
گہوڑا منگانا۔ اور ہتیارون کا سجنا ایسے واقعات ہین کہ جن کی صداقت
مشکل سے تسلیم ہو سکتی ہے۔ اسوقت تک پیغمبر نے کوئی اعلان جنگ
نہین کیا تہا۔ پہر حضرت عمر کا خود بخود لڑائی کے لئے تیاری کرنا۔ پیغمبر سے
ایک قدم آگے بڑہانا۔ سمجہا جا سکتا ہے۔ لیکن جو کچہہ کہ صورت واقعہ
پیش آئی تہی اوس سے حضرت عمر کا بدحواس ہو جانا پایا جاتا ہے۔ کہ
اپنے سامان جنگ کے لئے کسی انصاری سے گہوڑا مانگنا اور نہ سمجہنا
کہ اگر حقیقت مین لڑائی کا وقت آگیا ہے تو کوئی انصاری اپنا گہوڑا
کیون کر بکو دینے لگا۔ اور سوائے تلوارون کے کوئی اور ہتیار ساتہہ
نہ تہے پہر ہتیارون کا سجنا لڑائی سے واسطے کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے۔
مگر ذی علم مصنف نے اسی امر کی پیش بندی کے لئے پہلے یہ ظاہر کیا ہی
کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ مین ہتیار منگوائے گئے تہے۔
عموماً ہتیارون کا منگوا لینا کتب تاریخ سے پایا نہین جاتا۔ شاید حضرت
عمر نے اپنی رائے کے بموجب خلاف ارشاد پیغمبر پہلے سے ہی ہتیار رکہہ لئے
ہون یا راستہ مین منگوا لئے ہون۔ اور یہ سوچ لیا ہو کہ کہٹکے کے وقت

کسی انصاری کا تہوڑا منشا کر سب سے الگ جاؤنگا۔

تاہم مجرد حضرت عمر کا مستعد جنگ ہونا کوئی شرف پیدا نہین کر سکتا ہے مستعد جنگ ہونا اوسوقت مفید حصول شرف کے لیے ہو سکتا ہے کہ جب انسان معرکہ جنگ مین ثابت قدم رہے اور کوئی کارنمایان وکہادے۔ اس موقع پر نوبت جنگ کی نہین پہونچی تہی جس سے ظاہر ہوتا کہ حضرت عمر نے ثابت قدمی اور کسی کارنمایان کرنے مین کسقدر حصہ لیا۔ اور بعد اس کے جن جن موقعون پہ جنگ ہوئی ہی اوسکو واقعات تاریخی خود وکہاتے ہین کہ حضرت عمر نے کس چیز مین شرف حاصل کرنیکے لئے حصہ لیا ہے۔

بیعت شجرہ یا بیعت رضوان سے حضرت عمر کو کوئی فخر نہین ہو سکتا ہے درحقیقت خود یہ موقعہ بیعت لینے کا شرمناک ہے۔

بیعت تحت شجرہ ایک بیعت تازہ تہی خود اوسکا وقوع خبر دیتا ہے کہ پیغمبرؐ کو اوس بیعت پر جو ہر ایک مسلمان نے وقت قبول اسلام کی تہی اطمینان نہین تہا جسوقت یہ بیعت لیگئی ہے اون مہاجر و انصار سے کہ جو اوسوقت حاضر تھے اوس بیعت کی سخت ضرورت تہی کہ پیغمبرؐ کو تجربہ ہوچکا تہا کہ اصحاب اون کی ایسے ہی ہین کہ جو وقت کارزار کے فرار پسند کرتے ہین۔ چنانچہ

اسی موقعہ حدیبیہ مین صلح کی مصلحت کے اندازہ کرنے کے وقت حضرت عمر اور پیغمبرؐ سے جو گفتگو ہوئی ہے جسکا ذکر ابھی آویگا حضرت عمر کی طرف پیغمبرؐ نے متوجہ ہوکر فرمایا کہ "تم بہول گئے یوم اُحد کو کہ بہاگے جاتے تہے تم اور مین پکارتا تہا اور کوئی تم مین سے میری طرف ملتفت نہین ہوتا تہا"۔

بیعت ایک معاہدہ ہوتا ہی جب تک فعلاً اوسکا ایفا نہو تب تک مجرد معاہدہ کچہہ کسی کے حقمین مفید نہین ہو سکتا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے "تحقیق جو لوگ کہ بیعت

کرتے ہین تجہسے ! اے محمدؐ سوائے اس کے نہین ہے کہ بیعت کرتی ہین

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاہد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما ۵	وہ خدا سے ہاتہہ خدا کا اون کے ہاتہہ پر ہے پس جو کوئی توڑے بیعت کو (جہاد سے بہاگے) پس سوای اسکے نہین ہے کہ توڑتا ہے وہ عہد کو اپنی

نفس پر (ضرر اوسکا اوسکی جان پر ہے) اور جو کوئی پورا کرے عہد کو (بہاگے نہین اور قائم رہے) ساتہہ اوس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوپر اوس کے خدا سے پس قریب ہے کہ دے گا (خدا) اوسکو اجر عظیم۔

اس بیعت کو جس آیۃ کی مناسبت سے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے "البتہ تحقیق راضی ہوا خدا مومنین سے جسوقت کہ وہ بیعت کرتے ہے تجہسے نیچے درخت کے۔ پس جانا خدا نے اوس چیز کو جو بیچ دلون اون کی کے ہے۔ پس نازل کی اللہ نے تسکین اوپر اون کے اور ملیکی اون کو فتح قریب۔ اور غنیمتیں بہت لین گے وہ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔"

خدا اور اوس کے رسول کی خوشنودی اور محبت ہر کسی کافر اور مشرک سے بھی اوسوقت ہو جاتی تہی جب وہ خدا کو معبود اور حضرت محمدؐ کو رسول مان لیتا تہا اور وہ خوشنودی بہی خدا و رسول کی اوسوقت تک باقی رہتی تہی جب تک کہ ارتداد یا کوئی فعل خدا و رسول کی مرضی کے خلاف ظہور مین نہ آوے اور جب ایسا ہوتا تہا تو بہی خدا و پیغمبر اوس سے ناخوش اور بیزار ہو جاتے تہے۔

درحقیقت عموما مہاجرین اور انصار کی حالت ایسی تہی کہ کبہی وقت وہ ناپسندیدہ ہو جاتے تہے۔ تب خدا کی طرف سے اون کے مدائح نازل ہوتے تہے اور جب وہ ناپسندیدہ کرتے تہے تو خدا اونکو رسوا کرتا تہا یہ دونون

حالتین مہاجر اور انصار کی قرآنین موجود ہین۔ اگر کسیکو مہاجرہ انصار کی
رسوائی و فضیحتی کے نزول کا یقین نہو تو وہ کم سے کم سورہ انفال۔ سورہ توبہ
سورہ محمد۔ اور سورہ آل عمران ہی کو غور سے دیکھ لے:۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بیعت شجرہ کے بیان مین حضرت عمر کا تذکرہ اگرچہ
کسیقدر ایسی شان سے لکھا ہے جسمین اونکی کسیقدر نمود ہو لیکن جیسا کہ
ہمیشہ اونکی بیان کے علاوہ واقعہ اس بیعت کے شرف کو بہت زور شور سے
دکہاتے رہے ہین۔ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے لئے خاص شرف حاصل
ہونے کو اوس زور شور کے غبار سے اپنے دامن کو گرد آلود نہین کیا کہ
قبل اس کے اسی زمانہ مین شیعونکی طرف سے محققانہ طور پر اوس گرد و غبار کا
مطلع صاف کرکے تاریکی کو روشنی سے دور کر دیا گیا ہے اور حقیقت مین بھی
بیعت شجرہ سے کوئی خاص فخر حضرت عمر یا کسی کو حاصل نہین ہو سکتا یہ بیعت
بارہ سو صحابی نے جو اوسوقت موجود تہے کی تہی اور یہ سب اظہار مستعدی
جنگ کے لئے کرتے تہے۔ مگر اون کے دلونکی خبر خدا ہی کو تہی جسکی خبر خود خدا
اسی آیتہ مین فرماتا ہے۔

صلح حدیبیہ سے حضرت عمر کو نبوت پیغمبرؐ مین عظیم شک

ذی علم مصنف صلح حدیبیہ کی گفتگو کے وقت
جو معاملہ سخت شک نبوت پیغمبرؐ مین حضرت
عمر کو پیش آگیا تہا اور جس کی وجہ سے پچھلے مصنفین نے اونکو ضعفاء مسلمین
مین شمار کیا ہے مجبور ہوئے ہین کہ اوس واقعہ کو نرم کرکے سادگی سی دکہا
دین تاکہ حضرت عمر کے ایمان پر نقص کا صدمہ پہونچ کے ذی علم مصنف جس بنیاد
پر یہ عمارت بنا رہے ہین اوسمین ورزنہ آجائے اسی اندیشہ سے پیرایہ سخن اوس
واقعہ کے بیان کا یون اختیار کیا ہے کہ "قریش کو اصرار تہا کہ رسول اللہ کہ مین

ہرگز داخل نہین ہو سکتے بڑی رد و بدل کے بعد ان شرایط پر معاہدہ ہوا کہ
:ب دفعہ مسلمان اوسلئے واپس چلے جائین۔ اگلے سال آئین۔ لیکن تین دن
سے زیادہ نہ ٹہرین۔ معاہدہ مین یہ شرط بھی داخل تہی کہ دس برس تک لڑائی
موقوف رہی اور اس اثناءے مین اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ کے
ہان چلا جائے تو رسول اللہ اوسکو قریش کے پاس واپس بہیجدین لیکن
مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص قریش کے ہات آجائے تو اونکو اختیار ہوگا
کہ اوسکو اپنے پاس روک لین۔ اخیر شرط چونکہ بظاہر کافرون کے حقمین زیادہ
مفید تہی حضرت عمر کو نہایت اضطراب ہوا۔ معاہدہ ابہی لکہا بہی نہین جا چکا
تہا کہ وہ حضرت ابو بکر کے پاس پہونچے اور کہا کہ اس طرح دب کر کیون صلح
کیجائے اونہون نے سمجہایا کہ رسول اللہ جو کچہ کرتے ہین اسی مین مصلحت ہوگی
لیکن حضرت عمر کو تسکین نہوئی۔ خود رسول اللہ کے پاس گئے اور اس طرح
گفتگو کی :-

ع۔ یا رسول اللہ کیا آپ رسول خدا نہین ہین ؟

ر۔ بے شک ہون۔

ع۔ کیا ہمارے دشمن مشرک نہین ہین ؟

ر۔ ضرور ہین۔

ع۔ پہر ہم اپنے مذہب کو کیون ذلیل کرین ؟

ر۔ مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کے خلاف نہین کرتا"

گناہ شک نبوت کا کفارہ : بعض مصنف حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو
کی نسبت یہ رائے رکہتے ہین کہ حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ
خلاف ادب تہا۔ چنانچہ بعد مین اونکو سخت ندامت ہوئی اور اوس کے کفاری

کے لئے روزے رکھے نفلیں پڑہیں خیرات دی غلام آزاد کئے۔ تاہم سوال جواب کی اصل بنا اس نکتہ پر تہی کہ رسول اللہ کے کون سے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکہتے ہین اور کون سے رسالت کے منصب سے چنانچہ اسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آویگی"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی گفتگو جیسے کہ کتب تواریخ مین منقول ہے پورے طور پر منقول نہین کی اور نہ اون کے منشا کا ذی علم مصنف نے اظہار کیا۔

اس صلح کے حضرت عمر اس قدر مخالف تہے کہ پیغمبرؐ کی نبوت مین اونکو شک ہوگیا تہا۔ خود حضرت عمر نے قبول کیا ہی کہ" اوس دن امر عظیم اونکے دلمین پیدا ہوا اور پیغمبرؐ کے ساتہ ایسی مزاحمت کبھی نہین ہوئی تہی یہانتک کہ پیغمبرؐ سے حضرت عمر نے کہا کہ آیا آپ نے نہین کہا تہا کہ جلد ہوگا کہ ہم زیارت خانہ کعبہ کو جائینگے اور طواف خانہ کعبہ بجالائینگے اور اوسپر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مینے یہہ نہین کہا تہا کہ اسی سال ہی ایسا ہوگا اور تم بہول گئے دن احد کا کہ مین پکارتا تہا اور تم مڑکر بھی نہین دیکھتے تہے اور سب مجھے تنہا چھوڑ کے بہاگے جاتی تہی[۱]

اور پہر حضرت عمر اپنی اوسی حالت سے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر نے سمجہایا کہ اے عمر جاؤ اونکی اطاعت کرو اور کچہ اعتراض مت کرو کہ وہ فرستادۂ خدا ہے اور جو کچہ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور مصلحت اوسی مین ہوتی ہے اور ابوعبیدہ نے بہی کہا کہ اے عمر مکائید شیطان سے پناہ بخدا لیجاؤ۔[۲]

۱؎ معارج النبوۃ چاپ بمبئی رکن چہارم صفحہ ۱۵۵

۲؎ فتح الباری شرح صحیح بخاری دفتر ۱ جیاب وزاد المعاد شمس الدین ابن قیم

حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو اگر کوئی امر عظیم نہین تھا تو اونکو نہ سخت ندامت ہوتی۔ نہ کفارہ کے روزے رکھنے کی حاجت تھی۔ نہ نفلین پڑہنے کی نہ خیرات دینے کی۔ نہ غلام آزاد کرنے کی۔

یہ تمام اعمال عظیمہ ایسے ہین کہ جنسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر اون امور کو جو اپنی طبیعت سے ظہور مین لائے وہ شریعت کے بموجب کفارہ اور بدلہ کن امور کا تھا۔؟

حضرت عمر نے اپنی طبیعت سے جن اعمال کو بدلہ اور کفارہ اوس امر عظیم کا جو اون کے دل مین ناشی ہوا تھا اوسکے خلاف ذی علم مصنف اوس امر کو اپنی طبیعت سے ست نہین کر سکتے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے صاف لکہا ہے کہ "حضرت عمر نے فرمایا کہ اوس دن امر عظیم میرے دل مین پیدا ہو گیا تہا اور اوسی کی وجہ سے مینے بہت اعمال صالحہ نماز و روزہ اور تصدق اور بندہ آزاد کرنیسے کئے تاکہ کفارہ اوسکا ہو جائے"

افعال رسول مین حیثیت انسانی ومنصب رسالت کا تفرقہ

ذی علم مصنف کا اس سوال وجواب کی بنا اس نکتہ پر رکہنا کہ "رسول اللہ صلعم کے کونسے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکہتے ہین اور کون سی رسالت کے منصب سے ہے جسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آئیگی ایک نکتہ بعید وقوع قرار دینا ہے جو اوسوقت نہ وہ نکتہ حضرت عمر کے دل مین تہا نہ حضرت ابو بکر نے سمجہا نہ حضرت ابوعبیدہ نے نہ آجتک اوکسی عالم اہلسنت نے کہ جو ذی علم مصنف نے تیرہ سو برس کے بعد پیدا کیا ہے جس سے وہ نکتہ شک نبوت کا جو حضرت عمر کے دل مین پیدا ہوا تہا

مٹ نہین سکتا۔

اس نکتہ کی بحث دوسرے حصہ مین ضرور قابل دید ہوگی کہ "رسول اللہ م کے افعال انسانی حیثیت اور رسالت کے منصب کا" تفرقہ ذوی علم مصنف نے کیونکر قایم کیا ہے۔

ہم تو حضرت محمد صلعم کی ایک ہی حقیقت جانتے ہین کہ وہ انسان تھے اور رسول اللہ تھے اور رسول نبی اور انسان تھے۔ انسان رسول اللہ ہوتا ہی اور رسول اللہ انسان ہوتا ہے۔

انسانی حیثیت سے منصب رسالت جدا ہو نہین سکتا تھا۔ اور نہ منصب رسالت سے انسانی حیثیت بے تعلق ہو سکتی تھی۔

اس موقع پر حضرت عمر کے فرمانے اور اون کے اعمال کفارہ اور خیرات سے یہ نتیجہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر کو پیغمبرؐ کی نبوت مین ہلکا ہلکا شبہ کسی نہ کسی دن ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ لیکن اس دن ایسا بھاری شبہ واقع ہوا کہ تازہ بیعت رضوان بہی فراموش کرکے پیغمبرؐ سے علانیہ دو بدو ہو گئے۔ اور سوالات استفہام انکاری نبوت کے خود نبی سے روبرو کرنے لگے۔ بے شک حضرت ابوبکر اور حضرت ابو عبیدہ کے سمجہانے اور بجہانے سے وہ اوس دن پہر تازہ اسلام لائے اور اعمال کفارہ اور خیرات کے تازہ کئے اگر غور سے دیکہا جاوے تو حضرت عمر کے اسلام کے لئے اسی جگہہ سے تازہ زمانہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت عمر کے اس گہرے شک نبوت کے ہونیکی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ذوی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کہ " معاہدہ صلح لکہا گیا اکابر صحابہ کے دستخط ثبت ہوئے جنمین حضرت عمر بھی داخل تھے آنحضرتؐ نے مدینہ کا قصد کیا راہ مین "سورہ فتح" نازل ہوئی

واقعہ نزول سورہ فتح کا استدلال کی حقیقت

حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ مجھپر آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھکو دنیا کی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہے یہہ کہکر آپ نے یہ آیتین پڑہین۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ۔

اس واقعہ کا صاف منشا یہہ ہے کہ حضرت عمر کے دلمین جو گہرا شک نبوت آنحضرت صلعم مین پیدا ہوگیا تہا اوسکو آنحضرت دور کرنے کی کوشش فرماتی رہی اس صلح کی "فتح مبین" ہونیکی شرح ذی علم مصنف نے محدثین کے اس مقولہ سے بھی ظاہر کی ہے کہ۔ اس صلح سے دو برس کے اندر اندر جس کثرت سے لوگ اسلام لائے ۱۸ برس و قبل کی وسعت مین نہین لائے تھے۔ جس سے حضرت عمر کی غلطی مخالفت صلح کی ظاہر ہو جاتی ہے تاہم ذی علم مصنف کو قبول کرنا پڑا ہے کہ جس بنا پر رسول اللہ صلعم نے صلح کی تہی اوسکا ابتدا حضرت عمر کے فہم مین نہ آسکی وہ بھی مقصود تہی اور اسی بنا پر خدا نے سورۃ "فتح مبین" مین صلح کو فتح کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اور اسکا عکسی نتیجہ مین ظاہر کرتا ہون کہ مخالفت صلح مین جیسے کہ حضرت عمر کی خواہش تہی بجائے فتح کے ہزیمت مسلمانون کو نصیب ہوتی۔

حضرت عمر کا ازواج کو طلاق دینا

وقت نزول آیت ۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر کے اگر حضرت عمر نے اپنی دو منکوحہ بی بیون کو جو کافرہ تہین طلاق دیدی اس سے اون کے لئے کوئی فخر منزلت پیدا نہین ہوتا اتباع احکام قرآن ہر مسلمان کے لئے ضروری تہا۔

مشہور معرکہ خیبر مین حدیث پیغمبر اور اوس کا مصداق

اس ضمن مین ذی علم مصنف خیبر کے مشہور معرکہ مین بیان کرتے ہین کہ آنحضرت نے ابوبکر کو سپہ سالار بنا کر بہیجا وہ ناکام آئے پہر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر

دو دن جاکر لڑے لیکن دونو دن ناکام رہے آنحضرت نے یہہ دیکھکر فرمایا
کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا اگلے دن تمام اکابر صحابہ علم نبوی
کی امید مین بڑے سر و سامان سے ہتیار سج سج کر آئے انہین حضرت عمر بہی
تہے اور اونکا خود بیان ہے کہ مین نے کبہی اس موقع کے سوا علم برداری
اور افسری کی آرزو نہین کی۔ لیکن قضا و قدر نے یہ فخر حضرت علیؓ کے لیے اوٹہا
رکہا تہا۔

ذہی علم مصنف نے ارشاد پیغمبرؐ کا ترجمہ پورا نہین کیا۔ اوسکا ترجمہ یہہ ہے۔
"کہ یہ آئینہ دونگا مین علم کل ایسے شخص کو جو کرار اور غیر فرار ہے دوست رکہتا ہے
وہ اللہ کو اور اوسکے رسول کو اور دوست رکہتا ہے اللہ اوسکو اور اللہ کا رسول
اوسکو فتح دیگا اللہ اوپر ہاتہ اوسکے کے"

کم سے کم ذہی علم مصنف کو جیسے کرار کا ترجمہ حملہ آور کیا ہے ویسے ہی
غیر فرار کا ترجمہ "نہ بہاگنے والا" بہی کرنا چاہیے تہا۔ یعنی آنحضرت نے یہہ دیکہکر
(حضرت ابو بکر و حضرت عمر بہاگ آئے جسکو ذہی علم مصنف نے ناکام رہنا کہا ہے)
فرمایا کہ "کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا اور بہاگنے کا نہین"

اگرچہ ناکام آنا اور ناکام رہنا ضرور نتیجہ بہاگ آنے کا ہے لیکن بہاگ آنیسی
ناکامی اور ہی شان رکہتی ہے۔ واقعہ کی شان کو بنانا مورخ کی شان سے
بعید ہے۔

ارشاد پیغمبرؐ سے جب اوسکی عکسی حالت دیکہی جاوے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
پیغمبرؐ نے کل جس شخص کو علم دینے کا وعدہ فرمایا تہا اوس سے پہلے جو جو لوگ گئے تہے
کرار (حملہ آور) نہین تہے اور فرار تہے اور وہ اللہ اور اوسکے رسول کو دوست
نہین رکہتے تہے اور اللہ اور اوسکا رسول اونکو دوست نہین رکہتا تہا۔ اور اللہ ن

اون کے ہاتھ پر فتح نہین دی تہی۔

کامل دوستی خدا اور رسول کی او سیوقت سمجھی جا سکتی تہی کہ یا تو خیبر کو فتح کرتے یا شہید ہو جاتے۔ مورخین اور محدثین[5] نے صاف لکہا ہے کہ حضرت عمر فوج پر اور فوج اونپر الزام جبن لگاتی تہی۔ ایسے صریح واقعات کے قلم انداز کرنے اور اوسپر تنقید نہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ذوی علم مصنف حضرت عمر کی نسبت کیا تیور رکہتے ہین؟

حضرت عمر جب میدان سے دو روز تک ناکام تشریف لائے اور پیغمبر نے فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے تو یہ تمام اکابر صحابہ جو پہلے حملے کے لئے نہین گئے تہے علم نبوی کی امید مین بڑے سرو سامان سے ہتیار سج سجکر آنا کچہہ تعجب کی بات نہین ہے لیکن حضرت عمر پر تعجب ہے کہ انہون نے بہی باوجود اس کے کہ دو دن ناکام رہ چکے تہے جس شان سے کہ رہ چکے تہے علم نبوی کی امید مین بڑے سرو سامان سے ہتیار سج سجکر آنیوالون مین اپنے آپ کو شامل کیا ایسی خواہش سے کہ کبہی اسموقع کے سوا علمداری وافسری کی آرزو نہین کی۔ البتہ اونکی ایسی آرزو سوا ئے عزت وطمع کے اور کچہہ نہین سمجہی جا سکتی۔

حضرت عمر نے اپنا حصہ غنیمت خیبر وقف کیا	خیبر کی زمین مین وقف تقسیم کے مجاہدونپر اگر حضرت عمر کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا اور

وسکو خدا کی راہ مین وقف کر دیا جسکو ذوی علم مصنف تاریخ اسلام مین پہلا وقف ظاہر کرتے ہین تو صحیح مسلم سے جہانتک ذوی علم مصنف نے سند لی ہے اس واقعہ کا پتہ بنظاہر کسی اور حیلہ سے نہین چلتا۔ یہان اگر حضرت عمر نے ایسا

[5] صاحب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

اس موقع پر اسیقدر کہنا کافی ہے کہ پیغمبرؐ کے خلاف طبع ابوسفیان کو سختی سے جواب دینا حضرت عمر کو شایان نہین تہا۔ پیغمبرؐ جہان نرمی پسند فرماتے تہے وہان حضرت عمر غلظت اختیار کرتے تہے۔

دوسرا موقع اوسوقت ظاہر کیا جاتا ہے کہ "جب انحضرتؐ نے مکہ کی تیاریان شروع کین مقام مرالظہران مین نزول اجلال ہوا۔ اور حضرت عباس ابوسفیان کو پیغمبرؐ کے پاس امن دلانے کو لاتے تہے رہ مین حضرت عمر

ابوسفیان کے قتل کی درخواست

ابوسفیان کو دیکہا بڑی تیزی سے بڑہے اور آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوکر کہاکہ مدتون کے بعد دشمن اسلام پر قابو ملاہے اجازت دیجیے کہ گردن ماردون۔ آنحضرتؐ نے عباس کی سفارش قبول کی اور ابوسفیان کو امن دیا۔"

یہہ بہی اوسی قسم کا موقع ہے جہان حضرت عمر بے موقع اپنی ہیبت دکہانا چاہا کرتے تہے اور پیغمبرؐ جہان درشتی طبع اور بے محل حرکت حضرت عمر کو پسند نہین فرمایا کرتے تہے۔

حضرت عمر کا بموجب حکم پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا

تیسرا موقع یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ "آنحضرتؐ نے حضرت عمر کو ساتہ لیکر مقام صفا پر عورتون سے بیعت لی۔ حضرت عمر آنحضرتؐ سے قریب کسیقدر نیچے بیٹھے تہے آنحضرتؐ بیگانہ عورت کے ہاتہہ کو مس نہین کرتے تہے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتون نے اونہین کے ہاتہہ پر آنحضرتؐ سے بیعت کی۔"

ذی علم مصنف نے حضرت عمرؓ کا بموجب ارشاد پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا کسی خاص روایت سے لکہا ہے جسکا حوالہ افسوس ہے کہ انہون نے نہین دیا۔ اگر حوالہ سند ہوتا

تو خاص طور سے اوس روایت پر نظر کیجاتی۔ مگر یہ امر نہایت قابل التعجب کی ہی کہ پیغمبر بیگانہ عورت کے ہاتھہ کو بیعت کے لئے مس نہ کرین کہ جو پیغمبر امت کے زن و مرد کے لئے باپ کا حکم رکہنے والا ہوتا ہے اور حضرت عمر کو غیر عورتون کے ہاتھہ کے مس کرنے کی اجازت دین۔

عموماً شریعت کا مسئلہ یہہ ہے کہ کوئی مرد بیگانہ عورت بیگانہ کے ہاتھہ کو مس نہ کرے مگر بضرورت خاص مثل طبیب کے نبض دیکھنے کے لئے۔ اور اگر اس موقع پر ضرورت خاص تہی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ وہ ضرورت خاص پیغمبر کے لئے کہ جو طبیب روحانی تہا بیگانہ عورتون کے ہاتھہ کو مس کرنے کے لئے نہ سمجھی جاوے۔

عموماً مورخین و محدثین نے طریقہ بیعت عورتون کے لینے کا اس واقعہ کے خلاف بیان کیا ہے جو ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین۔ بعض نے یہہ کہا ہے کہ ایک گوشہ چادر پیغمبر کے ہاتہہ مین تہا دوسرا عورتون کی ہاتہہ مین بعض نے کہا ہے کہ ایک پیالے مین پانی تہا کہ اوسمین آنحضرت اور عورتون نے ہاتہہ ڈبوے تہے۔ لیکن حدیث بی بی عایشہ صحیح مانی گئی ہے کہ بیعت زنان زبانی تہی۔

بعض مورخین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ بروز فتح مکہ جماعت عورتون کی ساتہہ ایجو واسطے بیعت رسول اللہ جاتی تہین زوجہ ابوسفیان مجلس پیغمبر مین حاضر ہوئی اور اظہار اسلام کیا کر کے نقاب اپنا اوٹہایا اور کہا کہ مین ہند ہون حضرت نے الفاظ ... بالی فرما ... اور اسکا قبول کیا" جس سے تائید حدیث بی بی عایشہ کی ہوتی ہے۔

موقع غدیر خم پر پیغمبر جب علی کی نسبت جو کہ یہہ فرمانا تہا فرما چکے اور جو کچھہ

کرنا تھا کہ جیسے اور مرد و زن سے علی کی بیعت کرائی تو اوسکا بھی یہی طریقہ مقرر کیا تھا کہ ایک دوسرا خیمہ پیغمبرؐ کے خیمہ کے برابر کھڑا کیا گیا اور اوس مین سب لوگون نے آکر علی مرتضےٰ کو بلقب امیر المومنین سلام کیا اور مبارکبادی اور جملہ ازواج پیغمبرؐ نے بھی اوس خیمہ مین حاضر ہوکر مبارکباد یان دین[۵۱] جس سے یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ عورتون کا زبانی مبارکباد دینا بمنزلہ بیعت کے تھا۔

ان واقعات و روایات پر نظر کرکے جو واقعہ کہ ذی علم مصنف نے کسی روایت سے لکھا ہے کہ "بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے بیگانہ عورتون سے جنکے ہاتھہ کو پیغمبرؐ مس نہین کر سکتے تھے حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ کی طرف سے بیعت لی" غیر ممکن ہی کہ تسلیم کیا جاے۔

ایسی بوقعت روایتون سے حضرت عمرؓ کے لیے ڈہونڈ ڈہونڈکر کوئی شرف کی بات ظاہر کرنا بیان مورخ کی وقعت کو بہت کچھہ کہتا تا ہے۔

حنین مین حضرت عمرؓ کی عدم فراری کی حقیقت

ذی علم مصنف ہوازن (حنین) کے بیان مین ظاہر کرتے ہین کہ "مسلمانون کے پہلے حملہ مین ہوازن کو بھگا دیا لیکن جب غنیمت کے لوٹنے مین مصروف ہوے تو ہوازن نے حملہ کیا۔ بارہ ہزار مسلمانون مین سے معدودہ چند کے سوا باقی سب بھاگ نکلے۔ جو صحابہ ثابت قدم رہی اون مین حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔"

حضرت عمرؓ کے شمول کی کتاب المغازی محمد بن اسحاق کے ترجمہ فارسی سے سند لاتے ہین۔ افسوس ہی کہ ذی علم مصنف نے اصل کتاب مغازی محمد بن اسحاق تو دیکھی نہین اوسکے ترجمہ پر بھروسہ کرکے ثابت قدم صحابہ مین حضرت عمرؓ کا شمار قبول کیا ہی جسکی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "وہ ترجمہ

---

[۵۱] تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرت محمد ابن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر۔

سعد بن زنگی کے حکم سے کیا لیا تھا۔ جسکی نسبت احتمال قوی ہی کہ ترجمہ کرنیوالی نے ثابت قدم صحابہ کی فہرست مین حضرت عمرؓ کا نام بڑہا دیا ہے۔ اور اگر بہ فرض محال اصل کتاب مغازی مین بہی حضرت عمر کا نام ثابت قدم صحابہ مین خلاف واقعہ لکہدیا گیا ہو تو وہ کچہہ قابل اعتبار کے نہین ہو سکتا جبکہ تمام مورخین و محدثین متفق ہین کہ ثابت قدم صحابہ مین نام حضرت عمر کا شامل نہین ہے اور ہر ایک مورخ و محدث نے کتاب مغازی مین ایک ایک ثابت قدم صحابہ کو گنا ہے

ثابت قدمون کے نام | علیؑ مرتضیٰ۔ عباسؓ عم رسولخدا۔ عبد اللہؓ بن مسعود ابو سفیان۔ بن حارث بن عبد المطلب۔ جعفر و ربیعہ اولاد ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔ وقثم و فضل پسران عباس و اسامہؓ بن زید اور ایمنؓ ابن ام ایمن از خیبر بنی ہاشم[۵۱])

جس مورخ و محدث نے زیادہ سے زیادہ نام بتائے ہین اونین بہی نام حضرت ابوبکر اور عمر کا نہین ہی۔ اور یہانتک تفصیل کی ہے کہ سوا دس آدمیون کے جنمین ۹ بنی ہاشم تہے اور ایک ام ایمن کا بیٹا کہ وہ بہی شہید ہو گیا کوئی پیغمبر کے پاس موجود نہین رہا۔

حضرت عباس جناب پیغمبر خدا کی داہنی طرف تہے اور عبد اللہ بن مسعود یا فضل بن عباس بائین طرف تہے۔ ابو سفیان بن حارث عمزاد پیغمبر گہوڑے کی باگ لجام تہامے ہوئے تہے یا عقب مین تہے اور علی مرتضےٰ چند قدم آگے علم لئے ہوئے پیغمبر خدا سے دشمنون کو ہٹاتے بہی جاتی تہے اور جنگ بہی کرتے جاتے تہے باقی ثابت قدم بہی اردگرد پیغمبر کے تہے۔ رسول خدا اپنی طرف کی لوگونکو

[۵۱] خمیس جز و ثانی صفحہ ۱۰۲ و معارج النبوۃ صفحہ ۲۶۳ رکن ۴ چھاپ لکہنؤ و فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ روایت ابن ابی شیبہ و روضۃ الاحباب صفحہ ۲۰۹ و روضۃ الصفا صفحہ ۵۴ جلد ثانی و استیعاب مولفہ امام عبد البر و تاریخ حبیب السیر۔ ۱۲ منہ

آواز دیتے تہے اور پکارتے تہے کہ کہان بہاگے جاتے ہو یہان آؤ کہ مین ہون رسول خدا مجہکو تنہا چہوڑکر کہان جاتے ہو اور لوگ سنتے تہے اور اور جواب نہ دیتے تہے۔

حضرت عمر کے فرار کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح مین اس غزوہ کے متعلق جو آخری حدیث ابوقتادہ سے روایت کی ہے اوسمین راوی بیان کرتا ہے کہ " مسلمان بہاگے اور مین بہی بہاگا۔

مخصوص روایت فرار حضرت عمر

انہین لوگون مین عمر بن خطاب کو مین نے دیکہا اور اون سے کہا کہ کیا حال ہوا لوگون کا۔ اونہون نے کہا کہ جو منظور خدا تہا وہ ہوا۔ پہر اسکے بعد لوگ واپس آئے ہین طرف آنحضرت صلعم کے "

" وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ ثم تراجع الناس الی رسول اللہ صلعم "

اس روایت سے قبل ایک اور روایت بہی ابوقتادہ سے صحیح بخاری مین ہے اور وہ بہی فرار حضرت عمر کی موئد ہے۔

نسیبہ دختر کعب بہاگنے والون پر خاک اوڑاتی تہی اور کہتی تہی کہ خدا رسول سے کہان بہاگ کر جاؤ گے جب حضرت عمر اوسکے سامنے گذرے تو اوس نے کہا کہ یہہ کیا کرتے ہو فرمایا کہ امر خدا ایسے ہی ہے۔

مورخین اور محدثین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ پیغمبرؐ کے پکارنے سے جب کوئی نہ پہرا اور کفار نے پیغمبرؐ پر حملہ کیا تو حضرت بہی اونپر حملہ کرتے تھے اور رجز پڑہتے تہے کہ مین ہون پیغمبر خدا کا اور مین ہون بیٹا عبدالمطلب کا۔ مگر عباس اور ابوسفیان نے کہ حضرت کے گہوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تہے حضرت کو دشمنون کے غول مین نہ جانے دیا تب پیغمبرؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم ایک

اور پہلے ٹیلہ پر چڑھکر مہاجرین و انصار کو آواز دو حضرت عباس نے کہ بہت بلند آواز تہے ایک ٹیلے پر چڑھکر آواز دی کہ اے مہاجرین و انصار اور اے بیعت رضوان والو اور اے سورہ بقر والو کہان بہاگے جاتے ہو۔ جو عہد تمنے رسول خدا سے کیا تہا اوسکو نہ توڑدو۔"

خلاف مورخین و محدثین کے ذی علم مصنف کا کسی گلکاری روایت سے حضرت عمر کے وصف کو تبدیل کرنے سے سبز باغ کی آبیاری نہین ہو سکتی بلکہ جس جنت کو کہ وہ سر سبز کرکے دکہانا چاہتے ہین وہ خود بخود خشک نظر آنے لگیگا۔

غزوہ تبوک

سنہ ۹ ھ مین ذی علم مصنف غزوہ تبوک کے ذکر کرنے کے وقت ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر نے تمام مال و اسباب مین سے آدہا آنحضرت کی خدمت مین پیش کیا اور خود ہی حاشیہ پر نشان دیتے ہین "۔ ترمذی و ابو داؤد مین یہ واقعہ فضائل ابوبکر کے تحت مین منقول ہے"۔

یہہ امر خالی لطف سے نہین ہے کہ اسی فضل کو جسکا جی چاہے حضرت عمر کے سر منڈہ دے اور جسکا جی چاہے حضرت ابوبکر کے قدمون مین ڈالدے۔

قصہ طلاق ازواج مین تقرب حضرت عمر کی حقیقت

اسی سال ذی علم مصنف آنحضرت کی ناراضگی کا ذکر ازواج سے بیان کرکے یہ لکہتے ہین کہ "لوگون کو خیال پیدا ہوا تہا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی اس لئے تمام صحابہ کو نہایت رنج و افسوس تہا (بے شک اون لوگون کو افسوس ہوگا کہ جنہون نے اپنی بیٹیان فخر حاصل کرنے کے لئے پیغمبر کی زوجیت مین دی ہین) کوئی شخص آنحضرت کی خدمت مین کچہہ کہنے سننے کی جرات نہین کر سکتا تہا (بے شک کسی ایسے شخص کو جرات نہین ہو سکتی ہوگی کہ جسکی بیٹی

ازواج رسول میں داخل ہو گی) حضرت عمر نے حاضر خدمت ہونا چاہا لیکن
بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی آخر حضرت عمر نے پکار کر دربان سے
کہا کہ شاید رسول اللہ کو یہ گمان ہو کہ میں حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں
خدا کی قسم اگر رسول اللہ حکم دیں تو میں جا کر حفصہ کی گردن مار دوں (بے
شک حضرت عمر نے ایسا کہا ہوگا ان کی عادت تھی وہ ہر ایک ایسے شخص کی
نسبت جو واجب القتل نہیں ہوتا تھا یہ فرمایا کرتے گردن اڑا دوں پیغمبر کے
سامنے کہا کرتے تھے) آنحضرت نے فوراً بلا لیا۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ کیا
آپ نے ازواج کو طلاق دی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت عمر نے کہا تمام
مسلمان مسجد میں سوگوار بیٹھے ہیں آپ اجازت دیں تو ان کو یہ مژدہ سنا
سنا آؤں۔"

ذی علم مصنف اس سانحہ پر یہ قیاس کرتے ہیں کہ "اس واقعہ سے
حضرت عمر کے تقرب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔"

لیکن افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے پورا واقعہ جس سے ناخوشی پیغمبر
کی ازواج سے پیدا ہوئی بیان نہیں کیا اور نہ وجہ ناراضگی پیغمبر ظاہر
کی جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ سے حضرت عمر کے تقرب کا کیا درجہ
درجہ ہے؟

پہلی وجہ ناخوشی ازواج

مورخین و محدثین[1] نے اس قصہ کے ذیل میں
لکھا ہے کہ "آنحضرت نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک اپنی ازواج سے
اختلاط اور مصاحبت نہ فرماویں گے" اور سبب میں اس کے دو وجہیں
بیان کی ہیں ایک یہ کہ "حفصہ دختر حضرت عمر اپنے باپ کے گھر

[1] روضۃ الاحباب بحوالہ صحیح مسلم۔

ہوئی تھی اون کے حجرہ مین ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے بلایا تہا جب حفصہ
لوٹ کر آئین تو رونے لگین اور پیغمبر سے کہا کہ آپ نے میرے بستر پر
لونڈی سے مباشرت کی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مین ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا
ہون تو راضی نہین ہوسکتی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکہنا حفصہ نے قبول
کیا۔ لیکن حفصہ نے اوس خوشخبری کو عائشہ سے کہدیا کہ قبطیہ سے ہم نے خلاصی

سورہ تحریم کی دو آیات کا ترجمہ

پائی۔ عائشہ نے پیغمبرؐ سے تعریض کی اور
اس بارہ مین "سورہ تحریم" نازل ہوئی "کس واسطے حرام کرتا ہے تو جو کچہہ کہ خدا
نے حلال کیا ہے تجہپر۔ اور اپنے اوپر حرام کر لینے سے خوشنودی چاہتا ہے
تو ازواج کی۔ اور جب چہپا کر کہی نبیؐ نے اپنی کسی بی بی سے کوئی بات۔ جب
اوسنے خبر کردی۔ اللہ نے ظاہر کردیا نبیؐ پر۔ نبی نے کچہہ جتادی اور کچہہ ٹال
دیا۔ جب جتایا اوس بی بی کو تو اوس نے کہا کہ تمکو کس نے بتایا۔ کہا کہ مجکو بتایا
علیم وخبیر نے۔ اگر تم دونون توبہ کرو خدا کی طرف۔ پس تحقیق کہ ٹیڑہے ہوگئے
دل تم دونون کے اور اگر تم چڑہائی کروگی اوسپر تو بے شک اللہ اوسکا مولے ہے۔
اور جبرئیل اور صالح المومنین اور فرشتے بعد اوسکے مددگار ہین۔ ابہی اگر نبیؐ
طلاق دے تمکو رب اوسکا بدل دے ازواج تم سے بہتر۔ مسلمان۔ مومن۔
فرمانبردار۔ توبہ کرنے والیان۔ عبادت کرنے والیان۔ روزہ رکہنے والیان
بیاہی اور کواریان۔ پہر اللہ ایک مثل مارتا ہے بی بی نوحؑ کی اور بی بی لوطؑ کی
کہ وہ دونو تہین تحت مین دو بندون نیک کے۔ پس خیانت کی اون دونو
بی بیون نے۔ اُن دونو مردون کی۔ پس نہ کام آیا اون دونو بی بیون کے
کچہہ۔ اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ مین۔"
پیغمبرؐ نے اسی نظر سے کہ دیگر ازواج کو گران ہوگا سب ازواج کو ایک مہینہ

تک اپنی صحبت سے محروم کردیا تہا۔ لیکن کتب اہل سنت مین قبول کیا گیا ہے

بی بی حفصہ کے طلاق کی روایت

کہ پیغمبر خدا نے بی بی حفصہ کو اسی قصہ پر طلاق دیدی تہی اور بعض نے یہانتک لکہا ہے کہ طلاق کی خبر جب حضرت عمر کو پہونچی تو اونہون نے اپنے سر کو خاک سے مزین کیا[۵۱]۔

دوسری وجہہ ناخوشی پیغمبرؐ کی یہ بیان ہوئی ہے کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ

دوسری وجہہ ناخوشی ازواج

پیغمبرؐ سے نفقہ اور لباس مین ایسی چیزین طلب کرتی تہین کہ جو پیغمبرؐ کو بہ سہولیت میسر نہین ہوسکتی تہین۔ ایک روز حضرت ابوبکر آئے اور باذن پیغمبرؐ خانہ پیغمبرؐ مین گئے اور پہر حضرت عمر آئے اور وہ بہی اندر گئے اور معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کو حزن وملال ادن بیبیون کی خواہشات کے سبب سے ہے۔ حضرت ابوبکر نے ایک گہونسہ عائشہ کی گردن پر اور عمر نے حفصہ کی گردن پر مارا اور دونون نے اپنی لڑکیون پر عتاب کیا۔ عائشہ اور حفصہ نے قسم کہائی کہ ہم پیغمبرؐ سے ایسی چیز پہر نہین مانگین گے کہ جو اونکو میسر نہو"

اس واقعہ سے سبب اور وجہہ حزن وملال پیغمبرؐ کی صرف بی بی حفصہ یا بی بی حفصہ اور بی بی عائشہ دونون سے بخوبی ظاہر ہے۔ حضرت عمر جو بارادہ رفع ملال اور ناخوشی پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کے پاس گئے اور جو کچہہ پیغمبرؐ سے کہا یا جو کچہہ کیا اور جو کچہہ دخل دیا اوسپر وہ مجبور تہے جس مین اونکی ذاتی غرض شامل تہی اور بے شک اس واقعہ سے تقرب حضرت عمر کا اندازہ ہوسکتا ہے جس شان سے کہ ہوسکتا ہے۔

لیکن اگر ذی علم مصنف کا اس واقعہ کے لکہنے سے یہہ منشا ہے کہ حالت غصہ

---

[۵۱] دیکہو استیعاب امام عبد البر روایت عقبہ بن عامر۔

وغیرہ تھیں جو حضرت عمر پیغمبر سے بات چیت کر سکتے تھے تو یہ امر خلاف اس
روایت کے ہے جسکو حاکم نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے اوسط میں ام سلمہ سے روایت
کیا ہے کہ جب کبھی آنحضرت صلعم غضب میں ہوتے تھے تو بجز حضرت علیؑ کے
کسی کو جرأت نہیں تھی کہ آنحضرت سے بات کر سکتا ؎

سنہ ۱۰ھ میں بماہ ذی الحجہ مصنف ظاہر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حج کا قصد

حج آخری میں واقعات کے ترک کی حقیقت

کیا اور یہ حج آپکا آخری حج تھا۔ لیکن ذی علم مصنف نے اوس واقعہ کا جسکا وقوع اخیر حصہ زندگی
قریب زمانہ وفات پیغمبر تھا ضرور ذکر تھا کہ قطعی متروک کیا ہے جو اس اخیر حج میں
واپسی کے وقت مقام خم غدیر پر ظہور میں آیا ہے اور پیغمبر نے ایک نہایت فصیح و بلیغ
خطبہ فرمایا ہے اور علی مرتضےٰ کا بازو پکڑ کر بلند کیا ہے اور کہا ہے کہ اے لوگو آگاہ ہو
کہ جسکا میں مولا ہوں اوسکا علی مولا ہے خدایا دوست رکھ اوسکو جو اسے دوست
رہے اور دشمن رکھ اوسکو جو اسے دشمن رہے اور مدد کر اوسکی جو اسکی مدد کرے اور
ذلیل کر اوسکو جو اسکو ذلیل کرے۔ اے لوگو جو کچھ مجھے خدا نے حکم دیا وہ میں نے تمہیں
پہونچا دیا اور میں تم لوگوں میں اونکو سپرد بخدا کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے
استغفار کرتا ہوں ۱؎

غدیر خم کی بیعت سے حضرت عمر کا تعلق

اس واقعہ سے حضرت عمر کا یہ تعلق ہے کہ
پیغمبر کے ارشاد کے موجب جب علی مرتضےٰ کو مبارکبادیاں تمام صحابہ اور مسلمانوں
اور ازواج پیغمبر نے دیں تو حضرت عمر نے علی مرتضےٰ کو اسطرح مبارکباد دی۔ کہ مبارک
ہو تمکو مبارک ہو تمکو کہ اے علی آج کے دن تم مولے کل مومنین اور مومنات کے ہوگئے ۲؎

۱؎ شہاب الدین احمد نے کتاب توضیح الدلایل میں پورا خطبہ نقل کیا ہے اور مسٹر ڈیون پورٹ نے بھی
اپنی [illegible] اسلام [illegible] اس خطبہ سے لئے ہیں۔ ۱۲ منہ
۲؎ [illegible] برروایت دارقطنی ۔ ۱۲ منہ

جسوقت یہہ آیت تاکیدی نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے اوسی سفر مین مقام کرکے اور لوگون کو جمع کرکے اور اونٹونکے کجاؤنکا ممبر بناکر ایک خطبہ فرمایا اور بنظر اس آیۃ کے ذکر۔ النبی اولے بالمومنین من انفسہم "نبی اولے ہے ساتہہ مومنین کے اون کے نفسون سے" یہ ارشاد کیا "الست اولےٰ بالمومنین من انفسہم۔؟ ایا نہین ہون مین اولے ساتہہ مولس کے اون کے نفسون سے؟ سب نے کہا کہ ہان اے رسول اللہ۔ اوسپہ پیغمبرؐ نے علی کا بازو پکڑکے اٹہایا اور فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ "مین ہون جسکا موےلے پس علی ہے اوسکا موےلے"

تعمیل آیات

ذی علم مصنف کو ان آیات پر بحث کرکے واقعہ خم غدیر کے نتیجہ پر کوئی رائے لکہنی چاہئے ہتی کہ اوس واقعہ کی غرض کیا ہتی اور ان آیات کی تعمیل کے لئے وہ واقعہ پیغمبرؐ ظہور مین لاے یا کیا؟ بلکہ ان آیات کے نزول اور واقعہ خم غدیر کے قبل کے واقعات پر شروع سلسلہ سے بحث کرنا ذی علم مصنف کو لازم تہا۔

شروع دعوت اسلام کا واقعہ علی مرتضےٰ کی وزارت

دعوت اسلام کا سب سے پہلے جو پیغمبرؐ نے کام شروع کیا تو اپنے کنبے والون سے شروع کیا جس کے متعلق یہہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" اور ڈرا تو (اے محمدؐ) اپنے کنبے کے لوگون کو جو نزدیک ترین"

جسوقت یہ آیت نازل ہوئی ہے تو پیغمبرؐ نے اپنے کنبے والون کے لئے دعوت طعام کی جسکا اہتمام علی مرتضےٰ کے ذمہ رکہا اور بعد طعام اپنے اون رشتہ دارون سے جو بلائے گئے تہے فرمایا کہ "مجہکو حکم دیا ہے خدا نے کہ مین بلاؤن تمکو اوسکی طرف پس کون تم مین سے وزارت کر سکتا ہے میری میرے امر مین اور ہووے وہ بہائی میرا اور وصی میرا اور خلیفہ میرا درمیان تمہارے۔ پس چپ ہورہی قوم مگر علی کہڑے ہوئے اور کہا کہ مین قبول کرتا ہون تمہارے واسطے اے رسول خدا

اسی سلسلہ سے یہ امر قابل تحقیق تہا کہ واقعہ خم غدیر عام اعلان استخلاف علےؑ مرتضٰے کا تہا یا نہین ؟۔

ذی علم مصنف نے جو ان واقعات کو چہوا تک نہین اور بحث قرطاس ۱؎ اور واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ ۔ کو ہاتہ لگایا ہے اوس کے متعلق کوئی رائے اونکی محققانہ عموماً سمجھی نہین جا سکتی۔

ترک واقعات سلسلہ بحث قرطاس و سقیفہ

جبکہ اونہون نے اون واقعات اور امور پر نظر نہ کی کہ جو بحث قرطاس ۱؎ اور واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے سلسلہ مین ہین اور اونہین واقعات اور امور کے سلسلہ مین واقعۂ بنی ساعدہ کا (جس کی رو سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ قرار پائے اور حضرت عمر ان کے استخلاف سے خلیفہ مقرر ہوئے) مدار صحت اور بطلان کا تہا۔ آیا حضرت ابوبکر خلیفہ جائز ہو سکتے تہے یا نہین ! اونکو امر خلافت حوالہ ہونیکا حق ناحق اسی پر موقوف تہا اور اوسی پر جو استخلاف حضرت عمر کا حضرت ابوبکر نے کیا آیا وہ صحیح اور جائز ہو سکتا ہے یا نہین منحصر تہا۔ آیا حضرت ابوبکر کس قسم کے خلیفہ تہے اور اونکا استخلاف کرنا حضرت عمر کے لئے کیا اثر رکہہ سکتا ہے ؟

اوس سلسلہ واقعات اور امور سے گریز کرنا ذی علم مصنف کا نشان از حسد یا سداری حضرت عمرؓ کا ہے۔

ذی علم مصنف قبل بحث قرطاس اور واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے سنہ ۱۱ھ مین واقعہ تجہیز جیش اسامہ کا اس عنوان سے ذکر بہی لکہتے ہین کہ "آنحضرتؐ نے رومیون کے مقابلہ کے لئے اسامہ بن زید کو مامور کیا اور تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتہ جائین لوگ تیار ہو چکے تہے کہ اخیر صفر مین آنحضرت بیمار ہو گئے اور یہ تجویز ملتوی رہ گئی"

واقعات تجہیز جیش اسامہ

لیکن ذی علم مصنف نے اس واقعہ کے اظہار مین بہی خلاف روایات معتمد کے

پہلو کو تبدیل کیا ہے کہ جس سے حضرت ابو بکر و حضرت عمر پر جو کہ بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اعتراض وارد ہو سکے اور اصل منشار پیغمبرؐ پر جو مضمر تہا کہ بعد پیغمبرؐ کے امر خلافت کے متعلق اختلاف واقع ہو سکے پردہ پڑا رہے:-

ذی علم مصنف نے بجائے اس کے کہ اکابر صحابہ جسمین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر شامل تہے اور علی مرتضےٰ شامل نہین تہے منشار پیغمبرؐ یہ تہا کہ زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے جسکو امیر لشکر مقرر کیا تہا رہین گے - جو یون بیان کیا ہے کہ "تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتہ جائین"؛ غرض یہ ہے کہ کسر شان حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی اسامہ بن زید کے زیر فرمان اور اطاعت ہونے سے لازم نہ آوے:-

لیکن جب پیغمبرؐ نے اسامہ بن زید کو امیر لشکر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو شامل لشکر کیا تو اوس سے ناقابلیت امارت حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی بیشِ پیغمبرؐ اخیر زندگی پیغمبرؐ تک خود بخود لازم آتی ہے -

ذی علم مصنف نے یہ تو ظاہر کیا کہ "آنحضرت بیمار ہو گئے اور تجویز ملتوی رہ گئی" لیکن یہ نہ بتایا کہ بوجہ بیماری کے وہ تجویز خود آنحضرت نے ملتوی کر دی یا خلاف حکم اور تایید آنحضرت کے خود اکابر صحابہ نے جنکو زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے ہونا ناگوار تہا اور بہت پیچ و تاب کہا کر یہ کہتے تہے کہ پیغمبرؐ نے ایک غلام زادہ کو ہم پر سردار اور امیر لشکر مقرر کیا ہے جب کہ ہم مین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اوّل درجہ رکہتے تہے[۱] لشکر اسامہ سے کہ جس نے مدینہ منورہ کے باہر مقام جرف مین کیمپ مقرر کیا تہا واپس چلے آئے اور جا کر شریک ہوئے او.

---

[۱] ابن حجر فتح الباری و قسطلانی شرح بخاری و مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق شارح مشکوۃ و تہذیب تہذیب ذہبی و کتاب منتظم ابن جوزی - ۱۲ منہ

بہ حیلہ مرض پیغمبرؐ اوس تجویز پیغمبرؐ مین مزاحمت کرکے اوس تجویز کو روکدیا۔
پیغمبرؐ کی تاکید روانگی لشکر اسامہ کی اس درجہ پر تھی کہ جب پیغمبرؐ نے چہ میگویان
اکابر صحابہ کی سنین تو ایک خطبہ فرمایا جسکا ایک فقرہ یہ ہے جہزوا الجیش
اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا ؛ آمادہ ہوجاؤ واسطے لشکر اسامہ کے لعنت کرے
خدا اوس کسی پر جو مخالفت کرے اوس سے[1] ؛

اس فقرہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی کس درجہ مرضی تھی کہ
تمام اکابر صحابہ سوائے علی مرتضےٰ کے کہ جنکو پیغمبرؐ نے اپنی تیمارداری اور خبرگیری
کے لئے اپنے پاس رکھ لیا تھا لشکر اسامہ کے ساتھ بہ تحت فرمان و طاعت اسامہ
کے مقام بعید پر مدینہ سے چلے جائین۔

کیا یہ امر پیغمبرؐ کو معلوم نہین تھا کہ وہ لوگ امر خلافت مین اختلاف کرکے
جنکے قلوب کی خبر قرآن اور اخبار پیغمبرؐ مین موجود ہے بعد میرے میری مرضی
اور ہدایت کے بموجب امر خلافت کے لئے اوس کسی کو قائم نہین رکھینگے جسکو
مین نے قائم کیا ہے۔ صرف محبت ہمدردی مذہب اسلام کے باعث جو پیغمبرؐ سے
زیادہ کسیکو نہین تھی بغرض تحفظ مذہب اسلام کے اختلاف سے کہ جسکی وجہہ
سے مذہب اسلام کے اصل مرکز پر قائم نرہ کر تباہ و برباد ہوجانیکی بنا پڑتی
تھی پیغمبرؐ نے وہ تاکیدی حکم اکابر صحابہ کو دیا تھا تاکہ نہ وہ اکابر صحابہ وقت وفات پیغمبرؐ
مدینہ مین ہونگے نہ انکو موقع استخلاف اور نزاع کا خلاف مرضی پیغمبرؐ کے
امر خلافت کے متعلق مل سکیگا۔ اور پیغمبرؐ نے جو علی مرتضےٰ کو امر خلافت کے لئے
قرار دیکر قائم رکھا ہے وہی قائم اور برقرار رہیگا۔

بہرحال جو کچھ ہوا اکابر صحابہ اور ہر مسلمان پر سچی اطاعت پیغمبرؐ کی کرنے

[1] ملل و نحل شہرستانی۔ شرح مواقف۔ رسالہ عقاید ملا یعقوب بنیانی و کتاب سقیفہ
ابوبکر جوہری۔ شرح نہج [illegible] صفحہ [illegible]

والے کو لازم تہا کہ بنظر اس سخت ارشاد پیغمبرؐ کے بلا خیال اس کے کہ پیغمبرؐ مرتے ہین یا
جیتے ہین صرف اون کے ارشاد کو ہر حالت مین زندہ اور واجب التعمیل سمجہکر
شامل لشکر اسامہ ہو کر چلا جاتا اور لشکر اسامہ سے تخلف کرکے اپنے آپ کو مورد
اس عتاب کا نہ بناتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین موجود ہے۔[۵]

یہہ خطبہ متضمن روانگی لشکر اسامہ اور ہدایت شرکت صحابہ لشکر اسامہ کا پیغمبرؐ نے
اپنی حالت مرض مین بروز شنبہ دسوین ربیع الاول کو روز وفات سے دو روز

تاریخ روانگی لشکر اسامہ

پہلے فرمایا ہے کہ وفات روز دوشنبہ کو ہوئی ہے
(لما جاء انه کان تجہیز اسامة یوم السبت قبل موت النبی بیومین[۶]) ایسی حالت
مین روانگی لشکر اسامہ کی اور شرکت اصحاب کی لشکر مین حالت مرض پیغمبرؐ
مین لازم آتی ہے۔ اور مرض پیغمبرؐ کسیطرح سے مانع روانگی لشکر اور شرکت
صحابہ کا لشکر مین نہین ہوسکتا۔ اور نہ مرض پیغمبرؐ وجہہ التواء روانگی لشکر
اور شرکت صحابہ کی لشکر مین قرار پاسکتی ہے۔

درحقیقت یہہ واقعہ بہی بہ سلسلہ واقعات اور امور دیگر کے واقعہ
سقیفہ بنی ساعدہ پر خراب اثر ڈالنے والا ہے کہ جس اثر سے ذی علم مصنف
متاثر ہو کر چشم پوشی کرگئے ہین!۔

واقعہ قرطاس سے پہلی حالت پیغمبرؐ

ذی حساب مصنف قبل [illegible] اپنے
بیان واقعہ قرطاس کے آنحضرت کے مرض کی حالت بیان کرتے ہین کہ [illegible]
بخار کی شدت ہو جاتی تہی اور کبہی اسقدر افاقہ ہو جاتا تہا کہ [illegible]
وا فرماتے تہے۔ عین وفات کے دن نماز فجر کے وقت جمعیت [illegible] قدر [illegible]
دروازہ تک آئے اور پردہ اٹہا کر لوگون کو نماز پڑہتے دیکہا [illegible]

۵ دیکہو حاشیہ [illegible]

اور تبسم فرمایا"

ذی علم مصنف کے اس مسلمہ حالت بیماری پیغمبر سے (" جبکہ حالت مرض مین پیغمبر نے قرطاس اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ مین تمہارے لئے ایسی کتاب لکہدون کہ تم آئندہ گمراہ نہو۔ اوسکے جواب مین صحابہ نے یہ کہا ہے کہ پیغمبر کو درد کی شدت ہے اور پیغمبر کو ہذیان ہے بہکی باتین کررہے ہین اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے") غور کرنے والے پیغمبر کے ارشاد اور صحابہ کے جواب سے نتیجہ نکال لیںگے کہ پیغمبر کی اس واقعہ کے وقت حالت مرض کیسی تہی؟

آیا اونکو درد کی شدت تہی؟ اور اونکو ہذیان تہا یا نہین؟ اور حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ہذیان کی نسبت پیغمبر کو اوسوقت کس غرض سے دی؟۔

بیان واقعہ قرطاس ذی علم مصنف واقعہ قرطاس یون بیان کرتے ہین کہ " آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ مین تمہارے لئے ایسی چیز لکہونگا کہ تم آئندہ گمراہ نہوگے۔ اسپر حضرت عمرؓ نے لوگون کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین مین سے بعضون نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتین کررہے ہین (نعوذ باللہ) روایت مین ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہین"

پہر ذی علم مصنف اس واقعہ کو یہ ظاہر تعجب انگیز ظاہر کرکے یہ کہتے ہین کہ " ایک معترض کہسکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسول اللہ صلعم بستر مرگ پر ہین اور امت کی درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہین کہ لاؤ

مصنف کا ظاہری تعجب صحابہ کی عدم تعمیل ارشاد آنحضرتؐ پر

مین ایک ہدایت نامہ لکہدون جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکہے۔ یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اوس

میں سہو خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہمکو قرآن کافی ہے۔ طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (نعوذ باللہ)۔

پھر ذی علم مصنف اپنے ظاہری تعجب کے بعد مسلمانوں کے دو مختلف گروہوں کی طبع آزمائیوں کا ذکر کرکے اپنی یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اصول روایت سے کسی نے کام نہیں لیا۔ اور جو واقعہ جس طریقہ سے روایتوں میں منقول ہے اوس سے کسی امر پر استناد ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کے لئے ان امور کو پیش نظر رکھنا چاہتے ہیں کہ۔

امور قرار دادہ مصنف بنا پر اشتباہ امور مندرجہ روایات قصہ قرطاس متضمن قدح ابن عباسؓ

"(۱) آنحضرت تیرہ دن بیمار رہے (۲) کاغذ قلم طلب کرنے کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے۔ (۳) اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ موجود تھے لیکن یہ حدیث بہت سے طریقوں سے مروی ہے چنانچہ صرف صحیح بخاری میں ۷ طریقوں سے مذکور ہے با اینہمہ بغیر عبد اللہ بن عباسؓ کے اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک روایت بھی منقول نہیں۔ (۴) عبد اللہ ابن عباسؓ کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کی تھی۔ (۵) اوس موقع پر وہ موجود نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ واقعہ اونہوں نے کس سے سُنا"

اسپر یہ حاشیہ بھی لکھا ہے کہ "بخاری باب کتابۃ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس واقعہ میں موجود تھے اس لئے محدثین نے اسپر بحث کی ہے اور یہ دلائل قطعیہ

[illegible] ثابت کرتا ہے کہ [illegible] موجود نہ تھے ؎

[illegible] روایتوں میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت نے کاغذ و قلم مانگا تو لوگوں نے کہا

[illegible] رسول اللہ بہکی ہوئی باتیں کر رہے ہیں ؎

تاویل متعلق لفظ ہذیان

[illegible] کی تاویل [illegible] یہہ علامہ قرطبی نے اس قول کو جسپر اونکو ناز ہے کہ انہوں نے یہہ لفظ (اہجر ہذیان) انکار و استعجاب کے طور پر کہا تہا یعنی یہ کہ آنحضرت کے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے خدانخواستہ آنحضرت کا قول ہذیان تو نہیں کہ [illegible] کیا جائے ؎ تحریر کرکے ذی علم مصنف یہہ [illegible] دیتے ہیں کہ

استدلالی رائی نسبت ہذیان

[illegible] بخاری اور مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں کہ جس میں اس تاویل کا احتمال نہیں ؎ اور اپنی رائی نسبت ہذیان [illegible] کرتے ہیں کہ جب اور کوئی واقعہ یا قرینہ آنحضرت کے اختلال حواس کا کہیں [illegible] مذکور نہیں تو صرف اسقدر کہنے سے کہ قلم و دوات لاؤ لوگوں کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہوسکتا تہا فرض کرو کہ انبیاء سے ہذیان سرزد ہوسکتا ہے لیکن [illegible] یہہ تو معنی نہیں کہ وہ جو کوئی بات بہی کہیں تو ہذیان سمجہی جائے - ایک پیغمبر کا وفات کے قریب یہہ کہنا کہ قلم دوات لاؤ میں ایسی چیز لکہدوں کہ تم آئندہ گمراہ نہو اس میں ہذیان کی کیا بات ہے ؎

حاشیہ پر نکتہ سنجوں کے اس مضمون آفرینی کی کہ رسول اللہ لکہنا نہیں جانتے تہے اس لئے آپکا یہہ فرمانا کہ میں لکہدوں ہذیان کا قرینہ تہا ؎ اس سخن سے تردید کرتی ہیں کہ لکہنے کے معنی لکہوانے کے بہی آتے ہیں ؎

بالاخر ذی علم مصنف اس روایت کے قول استدلال ہونے کے لئے یہہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چہوڑ دئے ہیں جن سے لوگوں کو یہہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم و دوات

طلب فرما رہے ہیں۔ اور اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں سے صرف حضرت عبد اللہ بن عباس راوی ہیں، اور اونکی عمر ۱۳-۱۴ برس کی تھی اور وہ موجود نہ تھے"

ذی علم مصنف اس الزام سے بچنے کے لئے کہ وہ بخاری اور مسلم کی حدیث پر شبہ [illegible]نے والے قرار پاتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ "وہ بخاری اور مسلم کی کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جاوے"

ذی علم مصنف یہ بھی قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اسی اثنا میں وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ یعنی وفات کے دن آپ کی حالت اسقدر سنبھل گئی تھی کہ لوگوں کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا۔

مصنف کی استدلالی رائے کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے جمہور مورخین و محدثین اور مسلم کے خلاف تیرہ سو برس کے بعد واقعہ قرطاس کی بابت ایک ایسی انوکھی رائے ظاہر کی ہے جس میں ایک چہرہ کی تصویر دورخی کھینچی ہے۔

تصویر کے نصف چہرہ کو جب دیکھا جاتا ہے تو اور ہی رنگ نظر آتا ہے، اور جب دوسرے حصہ پر نظر کی جاتی ہے تو دوسرا روپ دکھائی دیتا ہے اونکی تقریر ایسی مذبذب ہے جس سے یہ امر صاف نہیں ہوتا کہ وہ اس کل واقعہ کو غلط سمجھتے ہیں یا صرف اوس حصہ کو جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب میں حضرت عمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ارشاد کو ہذیان بتایا۔

ذی علم مصنف کو جنہوں نے محققانہ طور پر تاریخی حیثیت سے [illegible] کیا ہے لازم تھا کہ وہ بلا خوف صاف صاف ظاہر کرتے کہ اونکی تحقیق میں [illegible] واقعہ قرطاس غلط ہے یا اوسکا وہ حصہ جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب [illegible]

کی نسبت پیغمبرؐ کو دی ہے ٹہیک نہین ہے۔

اصل واقعہ قرطاس کی صحت اور غیر صحت اسبات پر موقوف ہے کہ وہ کل روایتین (جو بہت سے طریقون سے مروی ہین اور صرف صحیح بخاری مین سات طریقے سے مذکور ہے جیسا کہ ذی علم مصنف قبول کرتے ہین) واقعی ہین یا فرضی؟ گو بحالت صحت واقعہ کے واقعہ کے بیان کی نوعیت پر یا بیان کے الفاظ کے معنی پر بحث ہو سکے۔ لیکن اس سے اصل واقعہ کے وقوع مین شبہ نہین ہو سکے گا بلکہ اوس بحث سے یہ لازم آویگا کہ وہ واقعہ وقوع مین ضرور آیا ہے۔

ابن عباس سے جو بہت سے طریقون سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے اوس کے راوی جداگانہ ہین اور اوس سے یہ ظاہر ہے کہ ابن عباس نے متعدد موقعون پر اس واقعہ کو مختلف لوگون کے سامنے بیان کیا ہے جسکا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ ابن عباس نے اس واقعہ کو لوگون کے سامنے بیان نہین کیا بلکہ یہ امر قطعی ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ ابن عباس نے اس واقعہ کا اظہار موقع بموقع کیا ہے اور اسی سبب سے کہ متعدد موقعون پر ابن عباس نے اس واقعہ کو ظاہر کیا ہے اور اس کے جداگانہ راوی ہین کوئی آجتک ان روایات کو جنمین اس واقعہ کا بیان ہے وضعی نہین کہہ سکا اور نہ ذی علم مصنف کو گنجایش ملی ہے کہ وہ ایسی روایات کو جو بہت سے طریقون سے وارد ہوئی ہین وضعی کہہ سکین اور نہ عبداللہ بن عباس کی نسبت کسی نے کذب و بہتان کا الزام لگایا ہے بلکہ اونکو خیر عالم اور مفسر قرآن مجید مانا ہے۔ اور ذی علم مصنف نے اونکو شاگرد حضرت عمرؓ کا قرار دیا ہے۔

روایات بابتہ توثیق ابن عباس

صحیح بخاری مین روایت ہے ابن عباس سے کہ "چپٹا لیا مجھکو رسول اللہ نے اپنے سینے سے اور فرمایا الہی سکہا دے اوسکو حکمت" اور ایک روایت مین ہے "بارالہا علم دے اوسکو کتاب کا اور حکمت کا"

ذی علم مصنف نے ہی عبد اللہ بن عباس پر کسی کذب و بہتان کے الزام لگانے سے اپنے آپ کو بری رکھا ہے جن جن راویوں نے ابن عباس سے اس واقعہ کو روایت کیا ہے نہ اونکی نسبت آجتک کسی نے یا خود ذی علم مصنف نے یہ کہا ہے کہ "ان راویوں نے ابن عباس پر تہمت اور افترا باندھا ہے"

ایسی حالت میں یہ امر ماننا لازم آتا ہے کہ ابن عباس نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ اصلی اور سچا ہے۔ اور وہ روایتیں جس میں اوسی واقعہ کا بیان ہے صحیح ہیں۔ اور اس امر کی قدح محال ہے کہ واقعہ قرطاس وقوع میں نہیں آیا۔

قصہ قرطاس میں ابن عباس کی جرح کی حقیقت

ذی علم مصنف نے عبد اللہ ابن عباس کی نسبت اس روایت کے متعلق جو جرحین کی ہین اگر وہ اون واقعات اور حالات پر (جو دیگر روایات مین منقول ہین اور اون روایتون پر جو زمانہ مرض پیغمبرؐ سے متعلق ہین جس سے خود ذی علم مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "تمام مدت بیماری مین آنحضرت کی نسبت اور کوئی واقعہ اختلال حواس کا کسی روایت مین کہین مذکور نہین۔ آنحضرت اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اس اثنا مین وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین ہین وفات کے دن آپکی حالت اسقدر سنبھل گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہو گیا"

اور اون روایتون پر جو اس واقعہ کے متعلق عبد اللہ ابن عباس سے خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "وہ بہت سے طریقون سے مروی ہے یہانتک کہ صرف صحیح بخاری مین سات طریقون سے ذکر ہے) یکجائی نظر کرتے تو اون کو اون جرحون اور اون شبہون کی جو عبد اللہ بن عباس کی نسبت متعلق اس واقعہ کے کئے ہین جرات و گنجائش ہوتی۔ لیکن نہین۔ ذی علم مصنف نے ان تمام امور پر نظر کرلی ہے۔ اونہون نے شبہے اور جرحین عبد اللہ بن عباس پر اس روایت

کے متعلق ادب پاسداری سے کہتے ہیں کہ جس نے اس تصنیف پر بغرض پاک دکھانی
حضرت [illegible] کے برانگیختہ کیا ہے مگر ذی علم مصنف کا قصہ قرطاس نہ قبول کرنے سے
منشا یہی ہے کہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ پر اور حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر
اور یہ حضرت عمر کے استخلاف پر جو حضرت ابوبکر نے کیا سخت حملہ اور ابطال لازم
آتا ہے اور حضرت عمر پر کہ جو مانع وصیت پیغمبر کے ہوئے، ایک مذموم الزام قائم ہوتا
ہے کہ جس کا اثر صرف اُن کے تقرر خلافت پر نہیں بلکہ اُن کے ایمان پر بھی پڑتا ہے،
اور اُن کے [illegible] منشا رنے خود ان سے یہ کہلوایا ہے کہ ”بخاری اور مسلم کے کسی
راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری بات محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں
زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ صلعم کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی
کا الزام لگا دیا جائے“ جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ حضرت عمر پر الزام
قبول کریں ابن عباس پر الزام قبول کرتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت بزور قبول
کرانے کے بیان میں ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ ”حضرت عمر
نے فاطمہؓ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم
آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے
تو [illegible] ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا“ گو یہ سند کے اعتبار سے اس
روایت پر ہم پورا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال [illegible]
نہیں معلوم ہو سکا تاہم درایت کے اعتبار [illegible] واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں
ہے حضرت عمر کی تندی اور تیزی [illegible] سے یہ بات بعید نہیں حقیقت یہ ہے
کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کارروائیاں
کیں گو بعض اعتدالیاں پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انہیں نے
[illegible] اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا“ ([illegible] حصہ اول الفاروق)

جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ بمقابلہ بنت رسول اللہ کے اپنے نزدیک مجہول راوی کی قدح
نہ کرکے، حضرت عمرؓ کی تندی اور تیز مزاجی کی روایت سے، حضرت عمر کی حرکت
قصد احراق خانۂ فاطمہؑ اور حضرت عمر کی بے اعتدالیون کو تسلیم کرتے ہین۔ اسی
طرح مصنف کو لازم تہا کہ بمقابلہ پیغمبرؐ کے عبد اللہ ابن عباس کی قدح قیاسی نہ
کرکے ایسی روایت مین جو سات طریقون سے صرف ایک صحیح بخاری مین ہو حضرت
عمر کی تندی اور تیز مزاجی کی روایت سے، حضرت عمر کی حرکت منع قرطاس،
پیغمبرؐ کو نسبت ہذیان کی دینے، اور انکی بے اعتدالیون کو، جو اس قصہ مین ہوئین

ابن عباس نے بیان واقعات قصۂ قرطاس مین کچھ ترک نہین کیا

قبول کرلیتے۔ عبد اللہ بن عباس نے وہ
واقعات چہوڑ نہین دیے ہین جنسے لوگون
کو یہ خیال پیدا ہوا آنحضرت ہوش مین نہین تھے اور بیہوشی کی حالت مین قلم
دوات طلب فرماتے تھے بلکہ اون کے نزدیک ایسے واقعات کا کہ جس سے پیغمبرؐ
کی حالت بیہوشی کی سمجھی جاوے وجود ہی نہین تہا۔ اور ابن عباس پر کچھ موقوف
نہین کسیکے نزدیک بعد [illegible] حالت بیہوشی کی نہین تھی۔ یہان تک کہ اس
[illegible] کیا ہے کہ تمام مدت بیماری مین آنحضرتؐ
کی نسبت کوئی واقعہ اختلال [illegible] کا کسی روایت [illegible] مذکور نہین اور آن
حضرت [illegible] اور اس [illegible]
بہت سی ہدایتین اور وصیتین [illegible] حالت [illegible]
گئی تھی کہ لوگون کو [illegible] کا گمان ہوگیا۔

[illegible] عبد اللہ [illegible] عباس [illegible] اور [illegible] واقعات بیان
نہین کیے جن سے آنحضرت کے ہوش مین نہ ہونے اور بیہوشی کی حالت مین [illegible] قلم
طلب فرمانے کا لوگون کو خیال پیدا ہوا۔

ابن عباس موید ہذیان نہ تھے در حقیقت عبداللہ بن عباس اس امر کے
کہ درد آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم و کاغذ طلب فرما رہے
ہیں مخالف تھے۔ وہ اس کے موید نہیں ہیں کہ درد یہ خیال کہ آنحضرت ہوش میں نہیں
ہیں اور بیہوشی کی حالت میں کاغذ و قلم طلب فرما رہے ہیں صحیح تہا یا ایسے خیال کی گنجائش
تھی ابن عباس کے نزدیک پیغمبرؐ ہوش میں تھے اور بیہوشی کی حالت میں قلم دوات
طلب نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت عمر اور صحابہ نے جو پیغمبرؐ کی نسبت یہ کہا کہ درد شدت
مرض کی سبب سے ہذیان ہے" یہہ بیان ابن عباس کے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ
تہا۔ ابن عباس کا یہ مقصود ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ حیلہ غلط اور رخنہ صحیح کے
ان کی تعبیر پیغمبرؐ کی نسبت کر کے ارشاد پیغمبرؐ کی تعمیل ہونے دی اور امر خلافت
کو جہگڑے نزاع ڈالدیا اور اوس وقت کو کہ جو پیغمبرؐ بنیاد اختلاف امر خلاف کو تحریراً ہی
قصہ قرطاس میں مقصود ابن عباس تھا۔ چاہتے تھے ٹالدیا۔

کاروایات طرق مختلفہ سے

یہہ مقصود عبداللہ بن عباس
کا ان روایتوں سے صاف صاف پایا جاتا ہے جو بہت سے طریقوں سے منقول
ہوئی ہیں جنکا حاصل مضمون یہہ ہے کہ درد جسوقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا
یا جبکہ شدت ہوئی نبی کو مرض موت میں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس
کاغذ دوات یا شانہ یا دوات یا لوح دوات تاکہ لکہدوں میں تمکو ایک کتاب کہ ہرگز
بعد اوس کے تم گمراہ ہو پس کہا حضرت عمر نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور درد
سندتی نے اور ہذیان ہے پیغمبرؐ کو اور تمہارے پاس قرآن ہے بس کافی ہے
ہمارے لئے کتاب خدا۔ پس اختلاف کیا اور جہگڑہ کیا اون لوگوں نے اور نہیں
سزاوار ہے نبی کے پاس جہگڑہ۔ بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت۔
اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچہ حضرت عمر نے کہا تہا، اور کہا لوگوں نے ہجر (ہذیان) کیا پیغمبر

کیا رسول اللہ نے، اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ، اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے ہی کی
ایا ہجر کیا اوس نے سمجھ لو پیغمبر سے، جب جھگڑے کی باتیں بڑھ گئیں اور بیہودگی زیادہ
ہو گئی، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اسی حالت میں کہ جس حالت میں میں ہوں،
کہ وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس میں تم مجھکو چاہتے ہو، یا پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ میرے
پاس سے، نہیں سزاوار ہے میرے پاس جھگڑا کرنا۔ پس چلے گئے لوگ رد
کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر۔ ابن عباس کہتے ہیں سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ
کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہ اور اونکی کتاب کے، یا یہ کہا کہ حائل ہوئی۔
درمیان ہمارے اور درمیان کتاب رسول اللہ کے، ابن عباس نے یہ بھی کہا
ہے کہ وہ دن پنجشنبہ کا اور کیا دن پنجشنبہ کا مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر
روئے یہان تک کہ آنسو اون کے سنگریزون پر بہ گئے یا اون کے رخسارون پر گویا
موتیون کی لڑی تھی۔

روایات بالا کا نتیجہ ان مضامین روایات سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عباس
نے پیغمبرؐ کی حالت وقت طلب کاغذ و دوات کے بیماری کی یا شدت مرض کی
ظاہر کر دی ہے لیکن وہ اونکو مختل الحواس یا اونکی حالت ہذیان کی نہیں جانتے
تھے اور حضرت عمر نے اور جس کسی نے پیغمبرؐ کے کلام کو ہذیان کی نسبت دی اور جسپر
باہم صحابہ کے جھگڑا ہوا، اوسے بہت سمجھتے تھے جس کے سبب سے امتناع تحریر کتابت
پیغمبرؐ کا ہو گیا۔ چنانچہ ابن عباس نے جو یہ کہا ہے کہ وہ دن پنجشنبہ کا اور کیا دن
پنجشنبہ کا، اوسکی شرح میں کرمانی نے بھی یہی کہا ہے کہ وہ وہ تعجب کرتے ہیں
اوس دن کے امر عظیم پر اور مکروہ جانتے ہیں امتناع کتابت کو۔

پیغمبرؐ نے جب اپنی نسبت صحابہ سے یہ سنا کہ [illegible] بیماری اور درد کی
شدت سے ہجر (ہذیان) کی حالت میں ہیں اور صحابہ نے باہم اختلاف اور جھگڑا

گیا۔ اوسپر پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ "چہوڑ دو مجہکو اوس حالتمین کہ جس حالت مین
مین ہون اور وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس مین تم مجہکو چاہتے ہو" یا یہ فرمایا کہ "اوٹہ
جاؤ میرے پاس سے نہین سزاوار ہے میرے پاس جہگڑنا" اور لوگ اوٹہ کر چلے
گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے جو قرطاس و دوات طلب کیا تہا اوس وقت
نہ حالت ہذیان کی تہی نہ اختلال حواس کی اسی لئے کہ جواب ارشاد پیغمبرؐ کے حضرت عمر
اور صحابہ نے جو کچہہ کہا اور جہگڑا کیا اوس سب کو پیغمبرؐ نے بخوبی سمجہہ لیا اور اوسکے
بعد جو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا وہ ویسا ہی عقل و دانش کا ہے جیسا کہ ہمیشہ کے ہے
صحابہ نے پیغمبرؐ کے آخری ارشاد اوٹہکر ہوا پایا ہے ہتہا۔

چلے جانیکو کیون نہ ہذیان سمجہا حضرت عمر و صحابہ نے جو اخیر ارشاد
پیغمبرؐ کی تعمیل کی اور اوٹہ کر چلے گئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ بہی پیغمبرؐ کی حالت
ہذیان نہین سمجہتے تہے اور ہذیان کا حیلہ محض دفع الوقتی تہی۔

اگر آخری ارشاد کو بہی پیغمبرؐ کے ہذیان سمجہتے اور یہہ جانتے کہ پیغمبرؐ پریشان
اور بہکی ہوئی باتین کرتا ہے تو ہرگز آخر ارشاد پیغمبرؐ کی بہی تعمیل نہ کرتے اور اوٹہکر
نہ چلے جاتے۔ ایسی حالت مین ابن عباس کیسے قائل ہوسکتے تہے کہ پیغمبرؐ کی حالت
ہذیان کی ہے جو اونہین کی تائید کے متعلق واقعات کہین سے بہم پہونچا سکتے
جسکے چہوڑ دینے کا الزام ذی علم مصنف عبد اللہ ابن عباس پر لگاتے ہین اور
یہہ چاہتے ہین کہ خلاف واقعہ واقعات کا اونکو کہنا چاہئے تہا۔

ذی علم مصنف نے ابن عباس پر جو الزام چہوڑ دینے واقعات کا لگایا ہے

ہمارا تعجب حضرت عمر و صحابہ پر مجہکو اوسپر اوسقدر تعجب افسوسناک نہین
ہے جسقدر حضرت عمر و صحابہ پر ہا کہ وقت طلب کاغذ و دوات کے تو پیغمبرؐ کو ہذیان
کی نسبت دی اور جہگڑا کیا جس سے امتناع کتابت رسول کا ہوا اور

بعد اوسکے جو پیغمبرؐ نے ارشاد کیا اوسکو نہایان نہ سمجھا ۔ گر یہ وہی مثل ہے کہ ایک خون کرے اور دوسرا اوس پر خاک ڈالکر چھپاوے "!!

ابن عباس پنجشنبہ کو یاد کرکے کیون رویا کرتے تھے؟

عبداللہ بن عباس جو ان پنجشنبہ کو یاد کرکے زار زار قطار روتے ہین اسیدن کے روز مصیبت ہونے کا اونکو یقین تھا ۔ اور وہ مصیبت کیا تھی؟ امتناع کتابت پیغمبرؐ ۔ اور اون کے عندیہ مین وہ امتناع کتابت مصیبت کیون تھی؟ وہ یقین رکھتے تھے کہ تحریر ابھی خلافت کے لئے پیغمبرؐ علیؑ کے نام کی تصریح اور تعیین فرمانیوالے ہین ۔ اس امتناع کتابت سے یہ مصیبت طاری ہوئی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکل گئی جس خاندان مین کہ ابن عباس تھے ۔

شروح شارحین بابتہ کتابت پیغمبرؐ صلعم

شارحین نے اوس کتاب کی جسکا لکھنا پیغمبرؐ چاہتے تھے یہ شرح کی ہے کہ اوس کتاب مین نص ہوتی اون ائمہ کے لئے جو بعد پیغمبرؐ کے ہونگے ۔ یا نبی نے ارادہ کیا تھا کہ لکھکر تعیین کردین کسیکو صحابہ سے واسطے خلافت کے تاکہ نہ واقع ہو جھگڑا خلافت بعد پیغمبرؐ کے ۔ اور پہونچاوے اونکو وہ طرف گمراہی کے ۔

بہرحال کسی کے لئے اوس کتاب سے نص ہوتی لیکن امت پیغمبرؐ پر امر خلافت کے اختلاف اور نزاع کی (جس سے مذہب اسلام کا تنزل ہوگیا اور وہ اپنے صحیح مرکز پر قائم نہین رہا) مصیبت نہ پڑتی ۔ مگر ایک موقع پر خود حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ پیغمبرؐ علیؑ کے نام کی تصریح اوس کتاب مین کرنے والے تھے جسکا ابن عباس کو یقین تھا اور جس کے امتناع کو اونہون نے مصیبت کہا ہے ۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ مین اوائل خلافت مین خلیفہ ثانی کے پاس گیا

حضرت عمر کا اقبال کتابت مین علی مرتضیٰ کے نام کی تصریح درا دس مین اپنی مزاحمت کرنے کی بابت

اونہون نے سخت قسم دیکر نسبت علی مرتضیٰ کی پوچھا۔ آیا اونکے نفس مین اوعائے خلافت سے کوئی چیز باقی ہے۔ مین نے کہا کہ ہان۔ پہر اونہون نے پوچھا کہ وہ گمان کرتے ہین کہ انکی خلافت بر نص رسول خدا کی ہے؟ مین نے کہا کہ ہان اور اس سے زیادہ مین یہ بھی کہتا ہون کہ مین نے اپنے باپ سے جسکا کہ حضرت علی دعوے کرتے ہین پوچھا تہا اونہون نے بہی اونکی تصدیق کی۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ رسول خدا نے اون کے حق مین کبہی کبہی چند امور کہے ہین کہ وہ نہین ثابت کرتے ہین اور اون سے قطع عذر نہین ہوسکتا ہے وہ صریح نہ تھے اور کبہی اوس محبت کے سبب سے کہ جو اون کے ساتھ رسولخدا کو تہی پیغمبر نے چاہا کہ اون کے حق مین کچھہ کہین اور حق سے طرف باطل کے اونکے ایسا مین میل کر جاوین اور مرض موت مین چاہا کہ اون کے نام کی تصریح بھی کر دین مین نے اون کو روکا بہ سبب محبت اسلام اور شفقت امت کے۔ قسم خانہ کعبہ کہ ہر گز قریش اونپر اتفاق نہ کرتے اور اگر وہ خلافت کو لیتے تو قریش چارون طرف سے اونپر یورش کرتے۔ پس آنحضرت بہی سمجھے اور جو کچھہ کہ اون کے دل مین تہا یعنی تصریح اون کے نام کی نہ کی اور جو کچھہ کہ ہونے والا تہا ہوا انتہیٰ[1]

اس روایت سے خود حضرت عمر کے بیان سے وجود واقعۂ طلب قرطاس کا حضرت عمر کے اقبال سے استدلال اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے اور یہہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اپنی اوس کتاب مین جسکو وہ لکہنا چاہتے تھے خلافت کے لئے علی مرتضیٰ کے نام کی تصریح اور اونکا تعین چاہتے تھے اور یہی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے فرمان کی تعمیل مین حضرت عمر نے مزاحمت کی جس کے سبب سے تعمیل

[1] کتاب مستند از احمد بن ابی طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد ج ۲، منہ

فرمان پیغمبرؐ کی نہین ہوسکتی - اور یہہ بہی علانیہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمداً پیغمبرؐ
کے فرمان کی تعمیل کو روکا اور بذریعہ مزاحمت تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کا اپنے اوسی سخن
کو گردانا کہ جو پیغمبرؐ کے مواجہہ مین اوسوقت کہا تہا کہ ”شدت درد کی ہے اور پیغمبرؐ
کو ہذیان ہے اور ہمکو کتاب اللہ کافی ہے“ جسپر باہم صحابہ کے جھگڑہ ہوا اون کے
اٹھاوے جانے اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے جانے کی نوبت آئی - اور اون کلمات کا
محض بغرض حیلہ امتناع تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے کہنا اور اونکا اصلی مطابق
واقعہ کے نہونا خود قول حضرت عمرؓ سے (جو اس روایت مین منقول ہے اور حضرت عمرؓ نے
اپنا دلی منشا ظاہر کیا ہے کہ ”پیغمبرؐ سے علی کے امر مین چند امر صادر ہوئے کہ وہ امر
قطع عذر نہین کرتے تہے اور کبہی کبہی بسبب اوس محبت کے جو پیغمبرؐ علی کے ساتھ
رکہتے تھے چاہتے تہے کہ حق سے طرف باطل کے اون کے بیان مین میل کرجائین اور مرض
موت مین چاہا کہ تصریح اون امر کی کرین - مین نے منع کیا اونکو اسبات سے کہ قریش
ہرگز اسپر اتفاق نہ کرینگے“) صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ دل مین اون کے جو بات تہی
وہ ہکو پیغمبرؐ کے سامنے ظاہر نہین کیا اور جو بات کہ دل مین تہی اوس کے خلاف امتناع
تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے لئے پیغمبرؐ کو نسبت شدت مرض اور ہذیان کی دی جسکا نتیجہ
یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دل مین کچہہ رہا اور پیغمبرؐ کے سامنے کچہہ اور کہا۔

بنظر اوس تحقیق کے جو مین نے ظاہر کیا یہ امر اچہی طرح قابل اطمینان کے ہے
نتیجہ استدلال کہ واقعہ قرطاس صحیح تھا اور حضرت عمر کی مزاحمت کی سبب
سے تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کی نوبت نہ آئی اور پیغمبرؐ کی نسبت جو ہذیان کا کلمہ کہا گیا
وہ خلاف واقعہ اور مصنوعی تہا اور ابن عباسؓ نے کسی اون واقعات کو نہین چہوڑا
جنسے لوگونکو یہہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ہوش مین نہین ہین اور بے ہوشی کی حالت
مین قلم دوات طلب فرماتے ہین بلکہ کسی ایسے واقعات کا وجود ہی نہین تہا اور

نہ اپنے خیالات کی ابن عباسؓ تائید کرنے والے تھے اور نہ امر مذکور ان حضرت عمر یا کسی صحابہ کے واقعی طور پر ذہن میں تھا۔ ایسی حالت میں واقعہ قرطاس صرف قابل استدلال کے ہے۔

قصہ قرطاس کے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری بہی راوی ہیں

یہہ امر کہ صرف حضرت عبد اللہ بن عباس اس روایت کے راوی ہیں نہ صحیح ہے نہ قابل قدح کے۔

صحیح اس لئے نہیں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے بہی دو طریقہ سے یہ روایت منقول ہوئی ہے۔ جابر سے حدیث ہے تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگا وقت اپنی موت کے صحیفہ (جس پر) کچھہ لکھا سکتے تا کہ لکھیں اوس میں ایک نوشتہ نہ گمراہ ہوں وہ (صحابہ) بعد اوس (نبیؐ) کے کہا راوی نے پس مخالفت کی اوسپر عمر بن الخطاب نے یہان تک کہ چہوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس سے ۔ ؎۱

(۱) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا موسیٰ بن داود حدثنا ابن لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلعم دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیہا کتابا لا یضلون بعدہ قال فخالف علیہا عمر بن الخطاب حتی رفضہا۔

(۲) دعی رسول اللہ صلعم بصحیفۃ عند موتہ فاراد ان یکتب لہم کتابا لا یضلون بعدہ وکثر اللغط وتکلم عمر فرفضہا۔

مانگا رسول اللہ صلعم نے صحیفہ وقت موت اپنی کے اور ارادہ کیا یہ کہ لکھیں واسطے اون (صحابہ) کے کتاب نہ گمراہ ہوں وہ بعد نبیؐ کے پس بہت ہو گیا غل اور شور اور کی بات جہگڑے کی حضرت عمر نے اور چہوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس صحیفہ سے ۔ ؎۲

اگر یہ روایت صرف عبد اللہ بن عباس سے منقول ہوتی تو بہی قابل قدح کے

؎۱ مسند امام احمد بن حنبل جز ثالث مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ مصر

؎۲ جمع بین الصحیحین حمیدی مسند جابر بن عبد اللہ انصاری حدیث سادس متفق علیہ از افراد مسلم ۱۲

صرف عبد اللہ بن عباس کے راوی | اس نے نہین ہتی کہ. ذی علم مصنف
قصہ قرطاس ہونے کی دیگر دلیل اول | نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس واقعہ کیوقت
کثرت سے صحابہ موجود تھے لیکن اون کی تعداد اور نام و نشان نہین بیان
کیا تاکہ معلوم ہو جاتا کہ کثرت کسقدر صحابہ کی ہتی اور کون کون صحابی اوس وقت
اوسوقت موجود تہے؟

لیکن اصلی بات یہ ہے کہ کتابون مین تعداد صحابہ اور نام کل صحابہ حاضرین
کے مذکور نہین ہین۔

دوسری دلیل | کسی واقعہ کے بیان کرنے کی ضرورت اوسی شخص کو ہوتی
ہے جسکو اس کے بیان کرنے کی احتیاج ہو۔ عبد اللہ بن عباس سے جو بہت
سے طالبین ہے یہ واقعہ مروی ہے اوسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عباس
کو اس واقعہ کی بیان کرنے کی ضرورت تہی دیگر صحابہ کو جنہون نے حضرت ابو بکر کی خلافت
کو تسلیم اور حمایت اور مرضی حضرت عمر کے بیعت کر کے قبول کر لیا تہا وہ اس واقعہ
کو کسطرح سے ظاہر نہین کر سکتے تہے کہ واقعہ قرطاس واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کو
باطل کرنے والا تہا اور اسی وجہ سے کیوقت تک اپنی زندگی مین وہ صحابہ اس واقعہ
کو روایت نہین کر سکتے تھے کہ اوسکا بیان اون کے حقمین ضرر ہونیوالا تہا۔

روایتون مین جسطور سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے تو یہ پتا چلتا ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر
تیسری دلیل | کے انتقال کے حجرہ بی بی عائشہ مین وقوع پذیر ہوا ہے۔ حجرہ کی
کی وسعت پر اور اس امر پر کہ وہ زنانخانہ پیغمبر کا تہا نظر کر کے بخوبی اندازہ
اسبات کا ہو سکتا ہے کہ کسقدر کثرت سے صحابہ موجود تہے اور کون کون صحابہ
قابل تہے کہ ایسے حجرہ مین داخل ہو سکین؟۔

عبد اللہ بن عباس کی کمسنی کی تحقیق | یہ امر کہ عبد اللہ بن عباس کی عمر اس

وقت کل تیرہ چودہ برس کی تہی قابل اعتراض لایق مصنف کے نہین ہو سکتا ۔ یہہ ظاہر ہے کہ بارہ برس کے سن کا لڑکا گرم ملک مین خاندان بنی ہاشم کا کہ جس گھر مین امارت چلی آتی تہی بالغ اور جوان قبول کیا جا سکتا ہے اور تیرہ چودہ برس کی عمر مین اونکی حالت کسیطرح قابل اسکے تصور نہین کیجا سکتی کہ اون کے بیان پر کوئی شبہہ ہو سکے اور اکثر کم سن لڑکون کی بخصوص حسنین علیہم السلام سے روایات اور احادیث پیغمبر اہل سنت کے یہان لیگئی ہین اور مستند مانی گئی ہین ۔

یہ امر کہ عبداللہ بن عباس خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے مانا جانا بہت دشوار ہے ۔

عبداللہ بن عباس کے واقعہ کے وقت موجود نہ ہونے کی حقیقت

خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ دو بخاری کے باب کتابۃ العلم مین جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس موقعہ مین موجود نہ تہے اور محدثین نے جو اسپر بحث کرکے یہ رائے دی ہے کہ وہ موجود نہ تہے یہہ رائے کسیطرح قطعی نہین سمجھی جا سکتی ۔

عبداللہ ابن عباس کا کہ قریب قرابتدار رسول کے تھے اوس گہر مین اور اوس موقع پر موجود ہونا نہایت قرین قیاس ہے ۔

کتب اہل سنت مین بہت احادیث پیغمبر ایسی موجود ہین کہ جس مین وقت پر حاضر ہونا راوی کا روایت مین درج نہین ہے اور ایسی تمام روایات قبول کی گئی ہین ۔ ایسی حالت مین اگر ابن عباس کا موجود ہونا روایت مین مذکور نہو تو اس سے کچہہ قدح روایت پر نہین ہو سکتی ۔

اگر فرض کیا جائے کہ عبداللہ ابن عباس وقت واقعہ کے موجود نہ تھے

تو مجبر او ن کا موجود نہونا مانع اسکا نہین ہو سکتا کہ جو واقعہ تحقیقی اونہون نے بیان کیا ہے وہ مستند نہ مانا جاوے

یہہ واقعہ ایک بڑا عظیم الشان واقعہ ہے جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہے اور جسکی نسبت یقین ہے کہ اوسوقت اوسکی عام شہرت اور شیوع ہو گئی کے ساتھ ہو گیا تہا۔ اوس جلسہ مین جیسا کہ حضرت عمرؓ کا موجود ہونا تحقیقی ہے ویسے ہی علیؓ مرتضےٰ کا۔ اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ بہت کچھہ علیؓ مرتضےٰ سے عبداللہ بن عباس نے ہر ایک چیز کا علم حاصل کیا ہے۔

خاندانی واقعات کا اہل خاندان کو گو وہ بوقت وقوع کسی واقعہ کے موجود نہون صحیح علم ہوتا ہے۔

یہہ واقعہ ابن عباس کا خاندانی واقعہ ہے اگر وقت وقوع واقعہ کے وہ موجود بہی نہون تو بلحاظ اون امور کے جو بیان کئے گئے علم اس واقعہ کا عبداللہ ابن عباس کو یقینی زیادہ اوس سے ہو گیا تھا کہ اگر اون کی موجودگی مین وہ واقعہ ظہور مین آتا اور اون کو اسکا علم ہوتا۔

خاندانی واقعات اہل خاندان سے گو وہ وقت وقوع واقعہ کے موجود نہون اسیطرح سے قبول کئے جاتے ہین جسطرح کہ وہ بیان کرین۔

ایک فرضی مثال مثلاً فرض کرو کہ پیغمبر ایک وقت گھر مین موجود نہون اور کوئی واقعہ اون کے گھر مین پیش آئے اور پیغمبر جب گہر مین آوین اور اون کو وہ واقعہ معلوم ہو اور اوس واقعہ کو صحیح قبول کرکے باہر آکر صحابہ سے یہہ فرماتے کہ میرے گہر مین ایسا واقعہ ہوا تو کیا صحابہ یہہ کہہ سکتے کہ آپ وقت وقوع واقعہ کے موجود نہ تہے اسلئے آپکا بیان قابل سند کے نہین ہے۔

فرضی مثال کی حقیقی نظیر اس مثال کو فرضی نہین سمجھنا چاہئے بلکہ متعدد روایات مین ایسے واقعات ملین گے یہان تک کہ بی بی عائشہ سے صحیح بخاری مین

یہہ روایت منقول ہے کہ وہ پس غضبناک ہوئین فاطمہ اور بات نہ کی یہان تک کہ
وہ "غضبت فاطمہ فلم تکلمہ ... مرتین"
حتے ماتت"

اور یہ روایت صحیح مانی گئی ہے۔ حالانکہ بی بی عائشہ نہ اوس وقت موجود تھین کہ جب
فاطمہؑ حضرت ابوبکر سے ناخوش ہوئین، نہ اوس وقت موجود تھین جب حضرت ابوبکر
سے حضرت فاطمہؑ نے کلام نہین کیا، نہ اوس وقت موجود تھین کہ جب حضرت فاطمہ مرین
مگر یہہ تمام واقعات اس لئے صحیح مانے جاتے ہین کہ بی بی عائشہ کے خاندان سے متعلق
ہین اور اون کے عہد زندگی مین گذرے ہین گو وقت وقوع واقعات کے وہ موجود نہین

فن درایت کا ایک مسلمہ اصول

منظرا اس قسم کے واقعات کے فن درایت
مین قبول کیا گیا ہے کہ "اگر کسی کو کسی واقعہ کا علم عینی نہو مگر وقوع واقعہ اوس شخص
کے عہد مین ہوا ہو تو اوس واقعہ کو اوس شخص کا بیان کرنا بمنزلہ اسی کے صحیح مانا جائیگا
کہ اوس شخص کو اوس واقعہ کا علم عینی ہے"

ایسی حالتمین جو قدح ابن عباس کی بیان پر ذی علم مصنف نے کی ہے اہل تحقیق کی نگاہ
مین مطلق اوسکی وقعت نہین ہوسکتی اور یہہ امر قابل دیکھنے کے تھا واقعہ قرطاس کا واقعہ سقیفہ
بنی ساعدہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ذی علم مصنف نے واقعہ قرطاس کی اخیر مین جہان یہہ ظاہر کیا ہے کہ "

حضرت ابوبکر بگمان صحت پیغمبرؐ اپنے گھر واپس گئے

عین وفات کے دن آپ کی حالت اسقدر سنبھل
گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا"
اوسی کے ساتھ یہہ بھی کہتے ہین کہ "اور حضرت ابوبکر اسی خیال سے اپنے مکان
کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تھا واپس چلے گئے" مگر مجھکو افسوس ہے کہ ذی
علم مصنف کو زمانہ نے اس امر کے لکھنے کا موقع دیا کہ وہ حضرت ابوبکر اسی خیال
(گمان صحت پیغمبرؐ) سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تھا واپس چلے

گئے "۔ لیکن اس تحریر کا موقع ذی علم مصنف کو زمانہ نے نہ دیا کہ "حضرت ابوبکر بگمان صحت پیغمبرؐ کے مدینہ منورہ کے باہر جاکر شامل لشکر اسامہ کے ہوگئے"۔ حضرت ابوبکر کے دلی خیال کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ وہ باوصف سخت تاکید پیغمبرؐ کے شامل لشکر اسامہ کے نہوسے اور اپنے گھر جاکر مورد تخلف جیش اسامہ ہوگئے۔

وفات پیغمبرؐ کے وقت حضرت عمر کی از خود رفتگی پر مصنف کا قیاس

ذی علم مصنف وفات پیغمبرؐ سے جماعت اسلام کو بے اندازہ صدمہ ہونے کے ذکر کے وقت بنظر عام روایت حضرت عمر کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ "حضرت عمر اسقدر از خود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جاکر اعلان کیا کہ جو شخص یہہ کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اوسکو قتل کرڈالونگا"۔ لیکن ذی علم مصنف اس روایت کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ "اور قراین اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا اسی واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کرلی ہے لیکن مشکل یہہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہوسکتیں"۔

حضرت عمر کی از خود رفتگی مخالف تعلیم پیغمبریؐ تھی

حضرت عمر کی جو حالت اس روایت میں بیان کی گئی ہے اوس سے یہہ الزام حضرت عمر پر ضرور عائد ہوتا ہے کہ اونپر پیغمبرؐ کی صحبت اور تعلیم کا مطلق اثر نہیں ہوا تہا اور باوصف اس کے کہ وقت طلب قرطاس کے تو اونہوں نے فرمایا کہ "ہمارے لئے کتاب خدا بس ہے"۔ اوسکے معنی ہی خوب حل ہوتے ہیں کہ قرآن میں تو خدا فرماتا ہے "اور نہیں "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" کہ ہے محمدؐ مگر رسول۔ تحقیق کہ گذر گئے ہیں پہلے

افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم" } اور س سے بہت رسول ، پہر کیا اگر مرجائے یا قتل ہوجائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن" اور خلاف اس کے حضرت عمر موت پیغمبر کے قائل نہ ہوکر یہ اعلان کرین کہ "جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرت نے وفات پائی اوسکو قتل کرڈالونگا"

حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ پیغمبر کی وفات کے قائل کو قتل کرڈالونگا۔ ایک معمولی بات ہے وہ ہمیشہ اوا جب قتل پر آستینین چڑہا کر ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن پیغمبر کی موت کا قائل نہ ہونا اونکا اور پیغمبر کو قابل موت نہ جاننا خلاف آیتہ قرآنی کے، اوس امر کا مورد بناتا ہے کہ جو آخر آیتہ مین ارشاد خداوندی ہے۔

حضرت عمر کی از خود رفتگی پر قیاس مصنف کی حقیقت

اسی قسم کے الزامات سے بچانے کے لئے مصنف قیاس اور قرائن سے اوس اعلان حضرت عمر کو اپنی طبع زاد ایک نئی پالیسی حضرت عمر کی قرار دیتے ہین کہ "وہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا"

ہم بڑی خوشی سے ذی علم مصنف کی اس نکتہ سنجی سے اتفاق کرسکتے ہین اور اس قرینہ سے قطعی متفق ہین کہ "مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا" مگر ذی علم مصنف نے اس موقع پر یہ خیال نہین فرمایا کہ وہ منافق کسکو کہتے ہین؟ اور تعریف نفاق کی کیا ہے؟

ہمکو تو اسوقت تک شناخت منافق کی اور پہچان نفاق کی یہی معلوم ہے کہ دل مین کچھہ ہو اور زبان پر کچھہ۔ جو کچھہ دل مین ہو اوس کے خلاف زبان پر ہو۔ مگر ہم اس قیاس اور قرینہ ذی علم مصنف کی کہ "وہ مصلحتاً حضرت عمر نے اس

خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا۔ عادت حضرت عمر سے تائید کرسکتے ہین کہ اونہون نے وقت طلب قرطاس کے بہی ایسی پالیسی اختیار کی تہی کہ دلی منشا رسول اونکا یہ تہا کہ وہ خلافت کے لیئے پیغمبر علی کے نام کی تصریح نکرنے پائین۔

روز کا اونہون نے اپنے اوائل خلافت مین حضرت ابن عباسؓ سے اقبال کیا ہے[1]۔ جسنے خلاف بظاہر یہ کلمہ کہکر کہ "شدت درد سے پیغمبر کو ہذیان ہے" تعمیل ارشاد پیغمبر کو روکا۔ ایسے ہی بعد وفات پیغمبر بہی ضرور حضرت عمر نے یہ خیال اسکے کہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود ہے جو فتنہ پرداز ہے آنحضرت کی وفات کا منتظر ہے عملی اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا۔

مگر خود ذی علم مصنف کو اسی قسم کی مشکل پیش آتی ہے کہ وہ صحیح بخاری وغیرہ مین اس قسم کی تصریحات موجود ہین جو اون کے قیاس کے مطابق نہین ہوسکتین تو خود ہی رد کرنے کی جرأت کرنے چاہتے ہین کہ پبلک اوسکو نامنظور کرے اور ایسی حالت مین نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حالت حضرت عمر کی جو روایت مین درج ہی افسوس ہے کہ قبول ہوکر اون الزامات سے جو اونپر عائد ہوتے ہین وہ بری نہین ہوسکتے اور ذی علم مصنف کی بات کا ہی رائگان جاتی ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کا انحراف

حضرات شیخین کے تجہیز و تدفین و کفن چہوڑ کر سقیفہ مین جانے پر مصنف کے استعجاب کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف قصہ سقیفہ بنی ساعدہ یون شروع کرتے ہین کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہین کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اسبات کا بہی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ کس کے قیاس مین آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائین

[1] صفحہ ۱۷۸ کتاب ہذا - ۱۲ منہ

اور جن لوگون کو اون کے عشق ومحبت کا دعوے ہو وہ اون کو بے گور وکفن چہوڑ کر چلے جاوین اور اس بندوبست مین مصروف ہون کہ مسند حکومت اورون کے قبضہ مین نہ آجائے" ؟

لیکن اس واقعہ پر تعجب اپنی حد پر ختم نہین ہوتا بلکہ وہ یہہ خبر دیتا ہی کہ انصار ہون یا مہاجران سبکو دعوائے عشق ومحبت کا رسول سے تہا جب قبل تجہیز وتکفین پیغمبرؐ کے وہ اپنے اپنے لئے حصول مسند حکومت کے واسطے مصروف ہوگئے تو درحقیقت ایسے لوگون کا دعوائے عشق ومحبت کا محض دعوے ہی دعوے تہا اور پیغمبرؐ سے اظہار عشق ومحبت کا صرف بغرض حصول مسند حکومت کے اور کچھہ نہین سمجہا جاسکتا۔

حضرات شیخین کے مہر وماہ آسمان اسلام ہونیکی ماہیت

پہر ذی علم مصنف کو تعجب پر تعجب یہ ہے کہ "یہ فعل ان لوگون سے (حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ) سے سرزد ہوا جو آسمان اسلام کے مہر وماہ تسلیم کئے جاتے ہین" لیکن آسمان اسلام کے مہر وماہ اوسوقت تسلیم کئے جاسکتے ہین جب اسلام کے قیام اور اوسکے شیوع مین بعد پیغمبر کارنمایان کرکے اپنے چہرون کو تابندہ کیا ہو البتہ سراوج جو آسمان تک پہنچے جاتے ہین وہ تخت خلافت پر قدم پہونچ جانے کے سبب سے ہین مگر ذی علم مصنف یہ سچ کہتے ہین کہ "اس فعل کی ناگواری اوسوقت اور زیادہ نمایان ہوجاتی ہے جب یہہ دیکہا جاتا ہے کہ جن لوگون کو آنحضرتؐ سے فطری تعلق تہا یعنی حضرت علیؓ وخاندان بنی ہاشم، اونہیر فطرتی تعلق کا پورا اثر ہوا اور اسوجہہ سے اونکو آنحضرتؐ کے درد وغم اور تجہیز وتکفین سے ان باتون کی طرف متوجہہ ہونے کی فرصت نہ ملی"

ساتہہ ہی اسکے ذی علم مصنف یہ امر تسلیم کرکے کہ "کتب حدیث

وسیر سے بظاہر اس قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے" یہ کہتے ہین کہ "لیکن درحقیقت ایسا نہین ہے" مگر حقیقت دکہانے سے پہلے وہ قبول کرتے ہین کہ "یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر (وابوبکر وغیرہ) آنحضرت کی تجہیز وتکفین چہوڑکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہہ بہی صحیح ہے کہ اونہون نے سقیفہ مین پہونچکر خلافت کے باب مین انصار سے معرکہ آرائی کی اور اسطرح ان کوششون مین مصروف رہے کہ گویا اون پر کوئی حادثہ پیش ہی نہین آیا تہا۔ یہہ بہی صحیح ہے کہ اونہون نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بہی بزور منوانا چاہا گو بنو ہاشم نے آسانی سے اونکی خلافت تسلیم نہین کی" اس کہنے کے بعد اس بحث مین غور طلب باتین قرار دیتے ہین۔

بحث سقیفہ مین مصنف کی چار غور طلب باتین۔

(۱) "کیا خلافت کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چہیڑا تہا؟"

(۲) "کیا یہہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تہے؟"

(۳) "کیا حضرت علی اور بنو ہاشم خلافت کی فکر سے بالکل فارغ تہے؟"

(۴) "ایسی حالت مین جو کچہہ حضرت عمر وغیرہ نے کیا وہ کرنا چاہیئے تہا یا نہین؟"

پہلی دو بحثون کے متعلق روایت ذی علم مصنف پہلی دو بحثون کی نسبت یہہ روایت لکہتے ہین "حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ کے خانہ مبارک مین بیٹہے تہے کہ دفعتاً دیوار کے نیچے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ ابن الخطاب (حضرت عمر) ذرا باہر آؤ۔ مین نے کہا کہ چلو ہٹو ہم آنحضرت کے بندوبست مین مشغول ہین، اوس نے کہا ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین اکٹہے ہوئے ہین، اس لئے جلد پہونچکر اونکی خبر لو ایسا نہو کہ انصار کچہہ ایسی بات کر بیٹہین جس سے لڑائی چہڑ جائے اوس وقت مین نے ابوبکر سے کہا کہ چلو"

حضرت عمر وغیرہ کے [illegible] یہ ثابت کرنا
بحث کو نہ چھیڑنے کی [illegible] ہاشم [illegible] حضرت عمر وغیرہ نے
خلافت کی بحث کو چھیڑا نہ تھا [illegible] سے سقیفہ بنی ساعدہ کو نہ جاتے تھے
لیکن اس امر کے ظاہر ہونے سے کہ اس وقت حضرت عمر نے خلافت کی بحث
کو نہیں چھیڑا اپنی خواہش اور خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو نہیں چلے گئے
بلکہ وہ اس حالت میں حضرت [illegible] کے ساتھ لگ گئے ہیں [illegible] اونکو [illegible] طور
پر خبر ملی کہ سقیفہ بنی ساعدہ [illegible] ہو رہی ہیں [illegible] ایسا
چاہتے ہیں جس سے [illegible] الزام رفع نہیں ہو سکتا کہ وہ پیغمبر
کو بغیر غسل و کفن و دفن کے چھوڑ کر [illegible] خلافت میں دخل دینے کے لئے اور
اپنے واسطے امر خلافت حاصل کرنے کے لئے چلے گئے ۔

جو روایت [illegible] مصنف نے نقل کی ہے اوس سے ظاہر ہے کہ
جس وقت کسی شخص نے دیوار کے پیچھے سے آکر اطلاع کی ہے اوس وقت حضرت
عمر خانہ پیغمبر میں تھے اور پیغمبر وفات پا چکے تھے اس وقت کوئی اس سے
انکار نہیں کر سکتا کہ علی مرتضیٰ اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے بھی اوسی
جگہ موجود تھے اور اونہوں نے بھی وہی اطلاع پائی جو حضرت عمر نے پائی ۔

کیا وجہ ہوئی کہ علی مرتضیٰ اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے وہی
خبر سنکر نہ گئے جس کو حضرت عمر و ابو بکر سنکر چلے گئے ؟

کیا پیغمبر یہ فرما گئے تھے کہ بعد وفات میرے قبل تجہیز و تکفین کے امر
خلافت کی نسبت کوئی جھگڑا پیش ہو تو اوس کے طے کرانے کے لئے حضرات ابوبکر و
عمر چلے جائیں ۔ نہیں ان حضرات کا اس خبر کو سنکر چلا جانا اور علی مرتضیٰ و حضرت
عباس اور اون کے بیٹے کا نہ جانا اسباب کی خبر دیتا ہے کہ حضرت عمر و ابو بکر منتظر

اس موقع کے تھے کہ امر خلافت کے متعلق کوئی بحث شروع ہو اور اس کو
ہم اپنی مرضی کے موافق طے کر لین۔

حضرت عمر کے دل مین قطعی یہ بات تھی کہ علی مرتضیٰ خلیفہ نہ ہونے پائین اور
خلافت خاندان رسول مین نہ رہنے پائے جیسا کہ اون کے متعدد اقوال سے جو
کتب تواریخ و سیر مین منقول ہین صاف ظاہر ہوتا ہے۔ (صفحہ ۸۷ کتاب ہذا)

جب اونہون نے خبر سقیفہ بنی ساعدہ کی سنی کہ انصار جمع ہو کر ایسی
بات کو اوٹھانا چاہتے ہین جس سے ڑالی چھڑ جائے اسیوقت وہ سمجھ گئے کہ
انصار اپنے حق مین امر خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہین اور اونہون نے خلافت
کے تخت کی طرف کو قدم بڑہایا ہے جسکا یہ نتیجہ ہونیوالا ہے کہ خلافت خاندان
رسالت سے نکل جائے اور علی مرتضیٰ خلیفہ ہونے پائین تو حضرت عمر کو ایسے
مقام پر جانے سے کوئی عمدہ موقع نہین ہو سکتا تھا اور اون کی صرف آدہا
قدر ضرورت باقی رہی تھی کہ انصار سے ایک قدم آگے بڑھ جائین یعنی اپنی تمنّٰی
انصار پر ظاہر کر کے خلافت لے لین۔

اس روایت مین یہ امر بھی قابل غور ہے کہ انصار کے سقیفہ بنی ساعدہ
مین جمع ہونے کی جو خبر دیگئی وہ خبر دینے والے نے بالتخصیص حضرت عمر کو دی ہے
اور اونہین کا نام لیکر پکار کے کہا ہے کہ [illegible] جس سے اشعار اسبات
کا ہوتا ہے کہ امر خلافت مین نزاع کے چھڑ جانے کے متعلق پہلے سے کوئی منصوبہ
اونہون نے کر رکھا تھا یا اونکو امر خلافت مین نزاع کے چھڑ جانے کا فوراً
بعد وفات پیغمبر کے یقین تھا۔ اور اونہون نے اپنا مخبر لگا رکھا تھا کہ جس
وقت اوس منصوبہ اور نزاع امر خلافت کے متعلق کوئی مجمع ہو تو فوراً
اونکو خبر پہونچائی جائے گو وہ کسی جگہ اور کسی حال مین ہون۔

اس اشعار کا یہ نتیجہ ہے کہ خود حضرت عمر کی فکر سے امر خلافت کا جھگڑہ شروع ہوا اور خلافت کے سوال کے چھیڑنے کے اصل بانی وہی تھے۔

حضرات شیخین کی پیغمبرؐ سے سچی محبت و عشق کی حقیقت

حضرت عمر و حضرت ابوبکر کو اگر اون کو سچا عشق اور محبت پیغمبرؐ سے ہتی تو باوصف سننے اس خبر کے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے ہین بغیر گور و کفن پیغمبر کے جانا نہین چاہئے تہا اور کچھہ پرواہ نہین کرنی چاہئے تہی کہ انصار کیا کرنا چاہتے ہین اور سمجھہ لینا چاہئے تہا کہ بغیر شرکت بنی ہاشم اور مہاجرین جو کچھہ وہ کرینگے وہ نہ جائز ہوگا نہ چل سکیگا۔ اور

اگر اون کے دل مین یہی تہا کہ انصار امر خلافت کے متعلق جو کچھہ کرین گے وہی قائم ہوجاوے گا تو اسکا بہی کچھہ مضائقہ نہین تہا۔ جن لوگون کے نزدیک کہ پیغمبرؐ علے کے لئے استخلاف نہین کر گئے تہے یا اون کو اپنا قائم مقام نہین بنا گئے ہتے یا استخلاف و قائم مقامی کے لئے کوئی امر صریح نہین فرما گئے تہے جس سے قطع عذر ہوسکے اون لوگون کے نزدیک بعد پیغمبرؐ کے مساوی تہا کہ کوئی شخص خلیفہ قرار دیدیا جائے۔

اگر مہاجرین کو سوائے اون کے جو نسلی قرابت پیغمبرؐ سے رکہتے تہے شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہہ ہجرت کے تہا تو انصار کو بہی شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہہ نصرت کے تہا۔

قرآن مین مہاجر و انصار کی منزلت یا ذلت بدرجہ مساوی بیان کی گئی ہے اگر غور سے دیکہا جائے تو بمقابلہ مہاجرین کے جنمین سے علے مرتضٰے اور دیگر بنی ہاشم کو مثل حضرت امیر حمزہ و جعفر طیار کے الگ رکہنا چاہئے انصار نے وہ نصرت پیغمبرؐ کی کی ہے کہ جس کے سبب سے مذہب اسلام قائم

و شائع ہوا اور مسلمانون کی سلطنت قائم ہوگئی۔

ایسی حالت مین اگر انصار اپنے مین سے کسی کو جیسا کہ وہ سعد بن عبادہ کو امیر و خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تہے تو اوہمین مضائقہ کرنے کی کون بات ہتی۔؟ چنانچہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ قرب وفات مین خلیفہ مقرر کرنے کے لئے انصار مین سے ہی سالم موے ابو حذیفہ اور معاذ بن جبل کو یاد کیا ہے اونکے فضائل بیان کئے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ اوسوقت سعد بن عبادہ کے امیر قبول کرنے اور انکے ہاتہہ پر بیعت کرنے والون کی تعداد اوس تعداد سے بہت زیادہ ہوتی جو اوسوقت حضرت ابو بکر کے خلیفہ قبول کرنے اور اون کے ہاتہہ پر بیعت کرنے والون کی تعداد ہتی کہ جو دو یا تین سے زیادہ نہین ہے اور جیسے کہ بعد کو تدبیرون سے آہستہ آہستہ حضرت ابو بکر کی امارت قبول کرنے والون اور اون کے ہاتہ پر بیعت کرنیوالون کی تعداد بڑہائی گئی ویسے ہی مہاجرین سعد بن عبادہ کی امارت کو قبول کرلیتے مگر حضرت عمر و ابو بکر جو اجتماع انصار کی خبر سنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس نیت اور کس ارادہ سے گئے تہے اور وہان جاکر جو اونہون نے سعد بن عبادہ کے امیر اور خلیفہ ہونے مین مزاحمت کی اور اپنے آپکو خلیفہ قرار دیا اسی سے اونکی خواہش و غرض ظاہر ہوتی ہے وہ خواہش و غرض جس نے کہ پیغمبرؐ کو بے گور و کفن چھوڑنے پر آمادہ کیا تہا اور حصول خلافت کو پیغمبرؐ کی گور و کفن چھوڑنے پر مقدم رکہا تہا۔

اگر حضرت عمر و ابو بکر کی نیت سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کی بغیر غرض ذاتی کی خالصۃً للہ محض واسطے نفع مذہب اسلام اور مسلمانون کے ہتی تو حضرت علی کو چاہئے تہا کہ جیسا اونہون نے حضرت ابو بکر سے کہا تہا کہ "چلو" ویسا ہی حضرت علی سے کہتے کہ "چلو" اور ایسے ہی حضرت ابو بکر کو نہین چاہئے تہا

جسکو پیغمبر نے شاکر دیا اہل عرب کی اصلاح کی تہی اوسی مصلحت کی طرف پہر جاؤ یعنی جب پیغمبر قتل ہو جاویگا یا مر جاویگا تو نصلت جلب جاہ و دولت پر عود کر جاؤگے - اور یہی مراد ہو سکتی ہے کہ دین اسلام میں جو اصول ۔ مسئلہ خلافت اور غیر امر خلافت تمام اخلاق سے متعلق ہین اون سے پلٹ جاوے

بموجب مسئلہ شریعت اشخاص موجود کو دفن میت تک موجود رہنا چاہئے

بموجب اُن قواعد کے جو شریعت مین قرار پائے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ پر حاضر ہو لازم گردانا گیا ہے کہ وہ دفن تک شریک رہے اور اگر کوئی ضرورت شدید تر اوسکو پیش آوے تو باجازت اوسکے وارث کے کہین اور جا سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر نے پیغمبر کے جنازے کو ایک مسلمان کے جنازے کے برابر بہی نہ جانا اور بغیر رخصت لئے مرتضیٰ کے جو وارث اور متولی جنازہ رسولؐ کے تھے یہہ دونون حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے - اونکو جس حیثیت سے کہ چلے گئے چلا جانا ہرگز لازم نہین تہا جسمین وہ ترک واجب کے مائل ہوئے۔

انریبل حاجی محمد اسمعیل خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈہ اپنی کتاب ”فلاح دارین“ کے صفحہ ۹۵ مین ”میت کے ساتھ ہمدردی“ کے عنوان سے یہ تحریر فرماتے ہین ”انسان جبتک زندہ رہتا ہے ہر ایک اسکی خاطر اسکا لحاظ کرتا ہے اس سے نفع ملنے کا موقع رہتا ہے پس جب کوئی آدمی مر جائے تو شرافت اور انسانیت یہہ ہے کہ اوسکو بیکار تودۂ خاک نہ سمجھہ لیا جائے بلکہ اوسکے ساتھ اب بہی کچھہ ہمدردی کرے یعنی اوسکی تجہیز و تکفین اور آخری خدمت یعنی نماز جنازہ اور تدفین مین بہی ضرور شریک ہو ۔ شرعاً نماز جنازہ کی شرکت فرض کفایہ ہے یعنی اگر کوئی بہی نماز مین شریک نہو تو سب گنہگار ہوتے ہین اور اگر کچھہ لوگ شریک ہو جائین تو سب کے ذمہ کا بار

اتر جاتا ہے - لیکن انسانیت کی بات یہ ہے کہ اوسکے کل دوست احباب
یا عزیز قریب میت کے ساتھہ دفن تک ضرور حاضر اور موجود رہین
اور عام مسلمانون مین سے بھی ہر ایک محلہ اور مقام سے آن کر
دو آدمی جاکر شریک ہون - انسان اپنے آپ کو مرا تصور کرکے اگر یہ
خیال کرے کہ اوس کی نعش کے ساتھہ بے پروائی کی گئی یا بے اعتنائی
برتی گئی ہے تو ضرور اوسکی روح کو صدمہ ہوگا - جن لوگون کے ساتھہ اس
نے زندگی مین سلوک کیا ہوگا اون سے ناراض ہوگا - جو لوگ اوس کی
زندگی مین اوس کے سامنے آکر اظہار محبت یا دوستی کرتے تھے اون کی
حقارت اور خود غرضی اوسکی آنکھون کے سامنے پھر جائے گی، بس اسی
طرح سے دوسرون کا بھی خیال کرکے انسانی اقتضا یہی کہتا ہے کہ مردہ
کے ساتھہ مین بھی ضرور ہمدردی کیجائے اور جہان تک ممکن ہو میت
کے فاتحہ کے جلسون مین بھی شریک ہونا چاہیئے، گو حاجی صاحب موصوف نے
یہ مضمون بغرض اخلاق مسلمانون کے تحریر فرمایا ہے لیکن جب اوس کا
تطابق میت رسول اللہ سے کیا جائے تو مسلمانون کے غور کے قابل ہے کہ
فعل ترک جنازہ رسول اللہ با اخلاق ہے یا بد اخلاقی؟ -

معاملہ سقیفہ مین مصنف کی تیسری غور طلب بحث کی حقیقت

ذی علم مصنف تیسری بحث کی یہہ کیفیت ظاہر کرتے ہین کہ ویسے اوس وقت
جماعت اسلام مین گروہون مین تقسیم کیجا سکتی تھی اول بنو ہاشم جس
مین حضرت علی شامل تھے، دوسرے مہاجرین جن کے رئیس و افسر حضرت
ابوبکر و عمر تھے مگر افسوس ہے کہ اوس وقت مہاجرین کا رئیس و افسر حضرت
ابوبکر و عمر کو قبول کیا جانا غیر ممکن ہے - مہاجرین مین سے علی مرتضے شامل تھے

اور وقت ہجرت پیغمبر کے [illegible] خلافت [illegible] اتفاق پیغمبر کی [illegible]
مہاجر ہوئے کہ جیسے [illegible] محمد [illegible] غیر [illegible] دوست و مددگار قرابتی
کی حضرت ابو طالب [illegible] رہے مرتضی کو بھی پہنچتی تہی بعد وفات اون کے رہے
وارث قوم حضرت محمد [illegible] تہے بعد وفات اون کے اپنے اوصاف ذاتی
کی وجہہ سے سواے علی [illegible] اور [illegible]
افسر مہاجرین کے ہوئے تہے [illegible] ابوبکر [illegible] البتہ [illegible] اوسوقت
پیدا ہوا ہے کہ جیسے اونہو [illegible] کی عزت حاصل کی تہی۔
[illegible] ذی علم مصنف بتاتے ہین وہ انصارین کے شیخ
القبا عبادہ تہے۔

جماعت اسلام کے [illegible] ہونین تقسیم کے نتیجہ کی [illegible]

بعد تقسیم جماعت اسلام کے تین گروہ ہونے ذی علم یہ کہتے ہین کہ ان تینون مین سے ایک گروہ بہی خلافت کے خیال سے خالی نہ تہا لیکن

ذی علم مصنف [illegible] خلافت مساوی حیثیت سے جو تین گروہ ہونے قائم کرکے ظاہر کیا ہے وہ صحیح نہین ہوسکتا۔ بنو ہاشم کے گروہ کو یقین تہا اور اونکا صحیح یقین تہا کہ وہ حق قدیم خلافت مستحکم اور مستقر رکہتے ہین۔

اور دوسرے گروہ نے تازہ خیال خلافت کا پیدا کیا تہا خواہ وہ گروہ انصار ہو یا حضرت ابوبکر و عمر مقابلہ بنی ہاشم کے انصار اور حضرات شیخین نے خیال خلافت تازہ پیدا کرکے منازعہ کہڑا کیا۔

ذی علم مصنف حق دیرینہ اور مستحکم والون کو اور تازہ خیال والون کو مساوی درجہ مین رکہتے ہین تاکہ مستحکم اور دیرینہ حق والون کا حق بہی تازہ نظر آنے لگے۔

لیکن یہ نہین ظاہر کیا کہ یہ روایت متواتر ہے یا احاد سے ہے اور مستند طریقون سے مروی ہوئی ہے یا ایک طریقہ سے۔

اکثر علمار روایات صحیح بخاری کی کچھہ احادیث کو مصنوعی اور ضعیفی قرار دی چکے ہین اور ابہی ذی علم مصنف ہی روایت قرطاس کے غیر مستند اور ناقابل استدلال ہونے کے قابل ہو چکے ہین۔

روایت مستدلہ کی سند صحت نہین دی گئی مین جہان تک دیکھتا ہون یہ روایت احاد سے ہے جسپر وثوق ہو نہین سکتا۔ ذی علم مصنف کو زیبا تہا کہ اس روایت کے مستند اور قابل استدلال ہونے کی اول حجت بیان کرتے مگر اس تصنیف مین جابجا اون کا یہ رویہ معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت اونکی غرض کو پورا کرنے والی ہوتی ہے بغیر جانچ کے لیلیتے ہین۔ اور جو روایت کہ اون کے خلاف ہوتی ہے گو وہ صحیح ہو اوسپر خواہ مخواہ بے موقع نکتہ چینی کرتے ہین۔ تاہم جو نتیجہ اس روایت سے ذی علم مصنف نکالتے ہین وہ صحیح نہین ہے۔

بنی ہاشم کی مجمع کی خانہ سیدہ مین تین روایتون سے سند پہر ذی علم مصنف اوس مشہور واقعہ کے ظاہر کرنے پر متوجہ ہوئے ہین کہ "آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کے گہر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنو ہاشم اور اون کے اتباع شریک تہے" اور اوس کی سند کے لئے تین روایتین نقل کرتے ہین ایک صحیح بخاری سے جسمین حضرت حضرت عمر کا بیان ہے۔

پہلی روایت بخاری "ہماری سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اوٹہا لیا تو انصار نے فاطبۃ ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ

مین جمع ہوئے اور علیؓ و زبیر اور اون کے ساتہیون نے مخالفت کی اور مہاجرین ابو بکر کے پاس جمع ہوئے"

لیکن مہاجرین کا حضرت ابو بکر کے پاس جمع ہونے کا بیان اس روایت مین اجمالی ہے۔ مہاجرین حضرت ابو بکر کے پاس نہ قبل واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے جمع ہوئے تھے اور نہ سقیفہ بنی ساعدہ مین۔ بلکہ آیندہ اونہون نے دوسرے اوقات پر متفرق بیعت کی ہے۔

دوسری روایت امام مالک

ذی علم مصنف دوسری روایت امام مالک سے اس واقعہ کو اور صاف تحریر کرتے ہین "اور علی و زبیر اور جو لوگ اون کے ساتہ تھے وہ حضرت فاطمہ زہرا کے گہر مین علیحدہ ہوکر جمع ہوئے"

تیسری روایت تاریخ طبری

تیسری روایت تاریخ طبری سے ہے "اور حضرت علی و زبیر نے علیحدگی اختیار کی اور زبیر نے تلوار میان سے کہینچ لی اور کہا کہ جب تک علی کے ہاتہ پر بیعت نہ کی جاوے مین تلوار کو میان مین نہ ڈالونگا"

ذی علم مصنف ان روایتون سے یہ نتائج نکالتے ہین۔

روایات بالا سے مہاجر، انصار اور بنو ہاشم کے علیحدہ علیحدہ تین گروہ ہوجانے کا نتیجہ۔

"(۱) آنحضرت کی وفات کے ساتہ ہی خلافت کے باب مین تین گروہ ہوگئے انصار، مہاجرین، بنو ہاشم"

"(۲) مہاجرین حضرت ابو بکر کے اور بنو ہاشم حضرت علی کے ساتہ تہے" لیکن اس نتیجہ کی حقیقت

کہ کل مہاجر حضرت ابو بکر کے ساتہ تھے۔

یہ صحیح نہین ہے۔ کل مہاجرینؓ وغیرہ سے حضرت ابو بکر کے ساتہ نہین تھے اور نہ صرف بنو ہاشم، حضرت علی کے ساتہ تھے بلکہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر

جس وقت سقیفہ بنی ساعدہ مین پہونچے ہین اوس وقت یہ سب تین مہاجر تھے۔ اور اسوقت یہ نہین معلوم ہوتا تہا کہ وہ کون ہے کہ جس کے ساتہہ وہ دیگر مہاجرین؟ اور وہ کون ہین کہ جو کسی کے ساتہہ ہین۔

تاریخ طبری اور دیگر کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ایک دوسرے کی تواضع خلافت کے لیئے کرتے تھے اور ہر ایک قبول خلافت سے انکار کرتا تہا اور ہر ایک دوسرے کے ہاتہہ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور ہر ایک اپنا ہاتہہ دوسرون کی بیعت لینے سے کہینچ لیتا تہا بالاخر حضرت عمر نے کہ قوی تہے بزور حضرت ابوبکر کا ہاتہہ پکڑ کر بیعت کی لے اور اوسی کی تقلید ابوعبیدہ نے کی۔ بعد اوس کے دوسرے اوقات اور ایام آئندہ پر حضرت ابوبکر کی تدبیر سے دیگر مہاجر اور مسلمانون نے حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر آہستہ آہستہ بیعت کی۔

اونکو یہہ نہین سمجہنا چاہیئے کہ وہ پہلے سے حضرت ابوبکر کے ساتہہ تہے۔ چنانچہ کتب تواریخ مین یہہ تصریح ہے کہ "جب سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت ہوچکی اور بنی ہاشم علے مرتضٰے کے پاس جمع ہوئے اور اون کے ساتہہ زبیر بن العوام بہی تہے اور بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس" اور بنی زہرہ سعد" اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس جمع ہوئے۔

یہہ لوگ مسجد مین تہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ آئے اور حضرت عمر نے سب سے کہا کہ تم لوگ کیون بیٹہے ہو اٹہو اور بیعت کرو" اوس وقت حضرت عثمان اور بنی امیہ کہڑے ہوئے اور بیعت کی علی در عباس اور زبیر اور جو لوگ اون کے ساتہہ بنی ہاشم سے تہے اوٹہکر اپنے گہرون کو چلے گئے"۔ اس واقعہ سے صرف یہی ثابت نہین ہوتا کہ دیگر

لوگ مہاجر اور غیر مہاجر دوسرے وقت پر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر کے ساتھ ہوئے ہیں بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان نے بیعت حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ میں نہیں کی بلکہ مسجد نبوی میں بروز آئندہ کی ہے۔

اس نتیجہ کی حقیقت کہ صرف بنی ہاشم حضرت علی کے ساتھ تھے

ایسے ہی علی مرتضے کے ساتھ صرف بنی ہاشم نہیں تھے بلکہ بعض مہاجر اور دیگر مسلمان بھی اون کے ساتھ تھے جیسا کہ روایات مندرجۂ ذی علم مصنف مین بھی حضرت زبیر کہ جو بنی ہاشم سے نہیں تھے اور دیگر ساتھیوں مہاجر علی مرتضےٰ کا مذکور ہے۔ (تاریخ طبری)

چنانچہ خود ذی علم مصنف اس واقعہ کے شروع کرنے کے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت فاطمہ کے گھر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنو ہاشم اور اون کے اتباع شریک تھے اور حضرت علی اون کے پیش رو تھے۔"

پس یہ امر کہ "صرف بنو ہاشم حضرت علی کے ساتھ تھے" صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر علی مرتضےٰ حضرت ابوبکر کے مقابلہ مین قتال کے لئے اوٹھ کھڑے ہوتے تو اوس وقت معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابوبکر کا ساتھ کون کون دیتا ہے اور علی مرتضےٰ کے ساتھ کون کون ہوتا ہے؟

اس امر کا اندازہ اون روایتوں سے ہو سکتا ہے جو کتب تواریخ مین مندرج ہین کہ کون کون لوگ علی مرتضےٰ کا ساتھ دینے کو اور حضرت ابوبکر سے مقابلہ کرنے کو تیار تھے اور علی مرتضےٰ تو قتال کے واسطے آمادہ کرتے تھے یہاں تک کہ ابوسفیان نے علی مرتضےٰ سے یہ کہا تھا کہ "میں تمہاری حمایت کے لئے میدان سواروں سے بھر دونگا" مگر علی مرتضےٰ آمادۂ جنگ نہیں ہوئے

ؐ تاریخ طبری

کہ مذہب اسلام ہنوز تازہ تہا اور باہم مسلمانون کے امر خلافت پر جنگ ہونے سے دین اسلام تباہ ہو جاتا اور محض خلافت کے لئے جنگ کرنے سے طمع خلافت سمجھی جاتی تہی۔ خود علے مرتضےٰ نے حضرت ابو بکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور انکو اون کی حالت پر چہوڑا کہ یہ امور خود علے مرتضےٰ کے اقوال سے ظاہر ہوتے ہین مگر وقت فتال بیٹہک سقیفہ بنی ساعدہ مین جن لوگون نے' اور اون لوگون نے جنہون نے اوس کے بعد اہستہ اہستہ حضرت ابو بکر کے ہاتہہ پر جو بعیت کی تہی وہ حضرت ابو بکر کا ساتہہ دیتے۔

جس وقت کہ علی مرتضےٰ نے انصار سے اپنا استحقاق خلافت ظاہر کیا تہا اوس وقت انصار نے صاف کہدیا تہا کہ اب تو ہم ابو بکر کے ہاتہہ پر بعیت کر چکے ہین ایسی حالت مین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ ایک بڑا گہمسام باہم مسلمانون کے ہوتا اور جس کا نتیجہ بجز تباہی دین اسلام کے اور کچہہ نہین تہا۔

مصنف کا تیسرا نتیجہ کہ علی بہی ہمہم کو چہوڑکر مجمع خانہ فاطمہ مین شریک ہوئے جیسے شیخین سقیفہ مین۔

تیسرا نتیجہ ذی علم مصنف یہ ظاہر کرتے ہین وہ جسطرح حضرت عمر وغیرہ آنحضرت کو چہوڑکر سقیفہ کو چلے گئے تہے حضرت علے بہی آنحضرت کے پاس سے چلے آئے تھے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین بنو ہاشم کا مجمع ہوا تہا۔

سقیفہ مین علے مرتضےٰ کا نہ جانا عدم تایید دعوے کے خیال سی تہا اوسکی حقیقت۔

اس نتیجہ پر ذی علم مصنف یہ رائے ظاہر کرتے ہین وہ سقیفہ مین حضرت علی کا نہ جانا اسوجہہ سے نہ تہا کہ وہ آنحضرت کے غم والم مین مصروف تہے اور اون کو ایسے پُردرد موقع پر خلافت کا خیال نہین آسکا تہا بلکہ اوسکی وجہہ یہ تہی کہ سقیفہ مین مہاجرین وانصار

جمع تھے اور ان دونون گروہ مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا کیونکہ مہاجرین حضرت ابو بکر کو، پیشوا تسلیم کرتے تھے اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تھے ؎

لیکن جو نتیجہ ذی علم مصنف نے نکالا ہے نہ وہ صحیح ہے نہ اوسپر جو رائے قائم کی گئی ہے وہ صحیح ہو سکتی ہے۔

جو روایتین کہ ذی علم مصنف نے لکھی ہین اون سے ہرگز ظاہر نہین ہوتا کہ جس روز پیغمبرؐ نے وفات پائی اور سقیفہ بنی ساعدہ مین قبل دفن پیغمبر انصار جمع ہوئے اور حضرت عمر و ابو بکر اجتماع انصار کی خبر سنکر بے گور و کفن پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے اوسی روز قبل دفن و کفن پیغمبرؐ کے خانۂ فاطمہ مین مجمع ہوا اور حضرت علی بھی قبل کفن و دفن کے پیغمبرؐ کے پاس سے چلے آئے تھے۔ بلکہ تمام روایتون کتب تواریخ و سیر سے اچھی طرح سے واضح ہے کہ مجمع خانۂ فاطمہ مین واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ اور دفن پیغمبرؐ کے بعد بروز ہائے آیندہ ہوا ہے چنانچہ اسی سقیفہ کی اخیر بحث مین خود ذی علم مصنف نے لکھا ہے کہ ؎

انصار کی سقیفہ مین بحث و نزاع | انصار کی بحث و نزاع نے طول پکڑ کر قریب تھا کہ تلوارین میان سے نکل آئین۔ حضرت عمرؓ نے یہ رنگ دیکھکر دفعتاً حضرت ابو بکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے مین بیعت کرتا ہون ساتھ ہی حضرت عثمان و ابو عبیدہ جراح و عبد الرحمن بن عوف نے ہاتھ بڑھائے اور پھر تمام خلقت ٹوٹ پڑی اس کارروائی سے ایک اٹھتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ مطمئن ہوکر کاروبار مین مشغول ہو گئے۔ صرف بنو ہاشم اپنے ادبار پر رک رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورہ کرتے رہتے تھے

اور حضرت عمر نے بزور اون سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے
سوا اور کسی کے آگے سر نہین جھکا سکتے تھے

ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین روایت

روایت احراق خانہ فاطمہ

نقل کی ہے "حضرت عمر نے حضرت فاطمہ
کے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوکر کہا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو
سب سے زیادہ محبوب ہین تاہم اگر آپ کے یہان لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو
مین ان لوگون کی وجہ سے گھر کو آگ لگادونگا"

اس تقریر ذی علم مصنف سے صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے
ہاتھ پر اس درجہ بیعت ہو چکی ہے کہ لوگ مطمئن ہوکر کاروبار مین مشغول ہوگئے تب
حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً لوگ جمع ہوکر مشورہ کرتے رہتے تھے اور حضرت
عمر نے اوس مجمع سے بزور بیعت لینی چاہی ہے اور فاطمہ کے دروازہ پر جاکر
گھر جلا دینے کو کہا ہے۔ ایسی حالت مین یہ امر صریح ہے کہ خانہ فاطمہ مین مجمع
ہونے کا دن اور وقت وہ نہین تھا کہ جس روز پیغمبر نے وفات پائی اور پیغمبر بے
غسل وکفن پڑے ہوئے تھے بلکہ یہ دن اور وقت مجمع کا خانہ فاطمہ مین بعد دفن
پیغمبر کے تھا۔ اور اگر واقعہ مجمع خانہ فاطمہ کا اور حضرت عمر کے گھر جلا دینے فاطمہ کا ظلماً
وارادہ قبل دفن پیغمبر ذی علم مصنف کی رائے کے موافق سمجھا جائے تو یہ حضرت
عمر کی نسبت کیا یہ نہ سمجھا جائے گا کہ ایک ہی روز مین پیغمبر کے مرتے ہی قبل دفن
وکفن پیغمبر کے خلافت بھی خاندان رسالت مین نہ رہنے دی اور دختر فاطمہ
کا گھر ہی جلا دینا چاہتے تھے جس سے بے خانمانی پیغمبر کی کلیتہً ایک ہی دن اور
وقت مین ہوجانا لازم آجاوے۔ لیکن نہین۔ کتب تواریخ مین تفصیل سے ہے
کہ "جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ مین بیعت ہو چکی ہے تب مسجد نبوی

مین بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس، بنی زہرہ سعد اور عبد الرحمن بن عوف کے پاس، اور بنی ہاشم معہ زبیر بن عوام علی کے پاس جمع ہوئے تھے۔

حضرت عمر کی تہدید ہی انشنا لگے۔ اوروں نے تو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس اور زبیر معہ اپنے ساتھیون کے اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے گئے۔

جب حضرت ابوبکر کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ علی مرتضے کے پاس جمع ہین اونہون نے حضرت عمر کو اون کے پاس بہیجا۔ حضرت عمر نے آنکر پکارا۔ اون لوگون نے باہر آنے سے انکار کیا۔ اوسپر حضرت عمر نے کہا کہ مین اس گھر کو جلا دونگا۔ اون کے ساتھیون نے کہا کہ اس گھر مین تو فاطمہ اور حسنین بہی ہین حضرت عمر نے کہا کہ، ہون، اسپر وہ سب لوگ گھر سے باہر آ گئے۔ جس سے کچھ شبہ نہین رہتا کہ اس واقعہ مجمع خانہ فاطمہ اور حضرت عمر کا دروازہ سیدہ پر جانے کا اور گھر جلا دینے کے ارادہ ظاہر کرنے کا دن، دفن پیغمبر سے کئی روز کے بعد کا تہا اور علیمرتضے کی نسبت یہ قرار دینا کہ وہ قبل دفن پیغمبر کے پیغمبر کے پاس سے مجمع خانہ فاطمہ مین چلے آئے تھے کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اور حضرت عمر و ابوبکر کی طرح علی کو پیغمبر کے جنازہ کو چہوڑکر خلافت کے خیال مین مبتلا بتانا وہ مسلمان تو قبول کرسکتے ہین کہ جو بتائید رائے ذی علم مصنف کے حضرات ابوبکر و عمر کے پیغمبر کو بے دفن و کفن چہوڑکر خلافت کے خیال مین سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کو امر مذموم نہین جانتے ہین لیکن وہ مسلمان ہرگز قبول نہین کرسکتے کہ جو ایسے فعل کو مذموم جانتے ہین۔

سقیفہ مین علیمرتضے کا نہ جانا اس وجہ سے نہین تہا کہ سقیفہ مین مہاجرین و انصار کے دونون گروہون مین سے کوئی اون کے دعوے کی تائید نہ کرتا

بلکہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین مین مصروف رہنا اون کا کار منصبی تہا۔ یعنی قائم مقام پیغمبرؐ یا اوس کا خلیفہ برحق جس کی نسبت پیغمبر اپنا منشا ظاہر کر گیا ہو، یا امام کہ جس کے ہاتہ مین بعد پیغمبرؐ کل عملی کارروائی شریعت کی رہتی ہے مجبور ہے اور اوس کا فرض ہے کہ سب کامون سے مقدم پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین سمجھے۔ چنانچہ جس وقت انصار سے علیہ السلام نے اپنا استحقاق خلافت کا ظاہر کیا اور انصار نے یہ جواب دیا کہ ''سقیفہ بنی ساعدہ مین آپ نہین آئے۔'' اوسپر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا مین پیغمبرؐ کو بغیر غسل و کفن کے چہوڑ آتا؟'' اسپر انصار خاموش ہو گئے۔

یہ امر غیر ممکن تہا کہ علیہ السلام قبل کفن و دفن پیغمبرؐ کے کہین جا سکتے۔ لیکن بعد فراغ کفن و دفن پیغمبرؐ کے اوہنون نے اپنے اظہار حق سے مہاجر اور انصار کے سامنے کوتاہی نہین کی۔ البتہ بذریعہ جنگ کے اپنے حق کو طلب نہین کیا کہ جسمین دین اسلام تباہ ہوتا تہا اور جنگ محض بہ طمع خلافت سمجہی جاتی۔

علیہ السلام کی سقیفہ نہ جانے کی وجہہ یہ نہین ہو سکتی ہے کہ سقیفہ مین مہاجر و انصار جمع تہے اور اون دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا بلکہ بنظر اون واقعات کے کہ جو پیغمبرؐ علیہ السلام کے ساتہ فوراً اور فعلاً عمل مین لائے تہے اور وہ تازہ پیش نظر مہاجر اور انصار کے تہے اگر علیہ السلام سقیفہ بنی ساعدہ مین ہوتے تو کسی مہاجر و انصار کو ہرگز یہ جرات نہین ہو سکتی تہی جبکہ اون کے مواجہ مین وہ وجوہ اپنے استحقاق کے بیان کرتے (جیسا کہ اوہنون نے وقت طلب بیعت جو اون سے حضرات ابوبکر و عمر نے چاہی تہی۔ یا دوسرے اوقات پر مہاجر و انصار کے سامنے اظہار اپنے حق کا کیا ہے یا مجلس شوریٰ مین جبکہ حضرت عثمان خلیفہ قبول کئے گئے بیان کئے ہین) تو کوئی

شخص سقیفہ بنی ساعدہ مین سوائے اون کے اور کسیکو خلیفہ قرار نہین دے سکتا تہا اور تنہا حضرت عمر یا بعض اونکے طرفدار مخالفت یا اختلاف کرتے تو کچہہ پیش نہ جاتی۔

عدم موجودگی علی مین انصار علیہ الرضے کے بیعت کے خواہش مند تہے

علیہ رتضے کو بحالت اپنی غیر حاضری کے ہی یہ خطرہ نہین تہا کہ کوئی مہاجر و انصار کسی اور کو خلیفہ قرار دین گے۔ تاریخ طبری مین جسکی روایتین جا بجا مصنف لیتے ہین ونیز تاریخ کامل مین (جسکی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہین اور بتائید علامہ ابن خلکان اوس کو خیار التواریخ قبول کرتے ہین۔) موجود ہے کہ وہ سقیفہ مین بحالت غیر حاضری علیہ رتضے کے ہی بعض انصار نے یہ کہا کہ ہم بجز علی کے اور کسی سے بیعت نہ کرین گے؎۱

ایسی حالت مین یہ رائے ذی علم مصنف کی کہ وہ حضرت علی کا نہ جانا اس وجہہ سے تہا کہ سقیفہ مین مہاجرین (مہاجر صرف دو تین تہے) و انصار جمع تھے اور ان دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا محض قیاس ہے۔ جسکا محل کسی واقعہ تحقیقی پر نہین۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین کسیکا آنا جانا صرف اسی امر پر تہا کہ کوئی اوسکے دعوے کی تائید کرے تو حضرت عمر و ابو بکر بہی یہ گز نہ جاتے کیونکہ سوائے ان دو تین مہاجرون کے مجمع کثیر انصار کا تہا۔ حضرت عمر و ابو بکر کو ہرگز یہ امید نہ تہی کہ انصار حضرت ابو بکر کے ہاتہ پر بیعت کرین گے چنانچہ سعد بن عبادہ رئیس انصار نے مرتے دم تک حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی خلافت کو قبول نہین کیا نہ اون کے ہاتہ پر بیعت کی۔ لیکن حضرت عمر نے انصار کے دعوے کو اس لفظ سے قطع

؎۱ طبری جلد سوم صفحہ ۲۰۸ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۳۰

کیا تہا کہ "الائمہ من قریش" جسکو سنکر علیمرتضٰے نے فرمایا کہ "درخت کی جڑ کو پکڑا اور میوے کو ضائع کیا" جس سے مراد یہہ ہے کہ درخت کی جڑ قریش ہیں اور میوے اوس درخت کے ہم اہلبیت پیغمبر ہین۔ اگر علیمرتضٰے اوس موقع سقیفہ پر موجود ہوتے جہان معاملہ خلافت کا طے ہوتا تہا تو یقین کرنا چاہئے کہ مہاجر و انصار علی مرتضٰے کے قبول کرنے مین کچہہ بہی عذر نہ کرسکتے۔

اگرچہ انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تہے مگر خود وہ علیمرتضٰے کو رئیس و امیر قبول کرلیتے اور اوس وقت مہاجرین حضرت ابوبکر کو پیشوا تسلیم نہین کرتے تھے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین کہ "حضرت ابوبکر کو پیشوا اوس وقت تسلیم کیا ہے جبکہ حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کی گئی ہے" بلکہ خود حضرت ابوبکر حضرت علی کو اپنا پیشوا قبول کرلیتے جیسا کہ بعد قبول خلافت کے اظہار ارادہ اقالہ بیعت کے وقت خطبہ

خود حضرت ابوبکر ہی علی کو خلیفہ قبول کرتے۔

مین فرمایا "جبکہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی موجود ہے" اور حضرت عمر نے اون کو ارادہ سے باز رکہا جیسا کہ تحریری آخری وصیت پیغمبر کے مانع ہوئے۔

جو کچھ ہوا بجا تہا یا بیجا؟ اوسکے نتیجہ کی حقیقت

آخر بحث کی نسبت کہ "جو کچھ ہوا وہ بیجا تہا یا بجا؟" ذی علم مصنف یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "ہر شخص جو ذرا بہی اصول تمدن سے واقفیت رکہتا ہو آسانی سمجہہ سکتا ہے کہ آنحضرت نے جس وقت وفات پائی مدینہ منورہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا تہا جو مدت سے اسبات کے منتظر تہے کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہہ جائے تو اسلام کو پامال کردین اس نازک وقت مین آیا یہہ ضروری تہا کہ لوگ جزع و فزع اور گریہ و زاری مین مصروف رہین یا یہہ کہ فوراً

خلافت کا انتظام کر لیا جاوے اور ایک منتظم حالت قائم ہو جاوے ۔

مصنف کے نتیجہ سے پیغمبر پر چند الزام کا عائد ہونا۔

ذی علم مصنف کی اس تقریر پر یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر ذرا بہی اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تھے یا نہین؟ اور پیغمبر کو یہہ علم تہا یا نہین کہ مدینہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا ہے اور وہ مدت سے اسبات کے منتظر ہین کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہہ جاوے تو اسلام کو پامال کر دین؟ ۔ اور منتظر اوس حالت کے آیا اون کو ضرور تہا کہ وہ اپنی زندگی مین خصوص اخیر حصہ زندگی مین خلافت کا کوئی انتظام کر جاوین اور اوسی کے بموجب منتظم حالت قائم ہو جاوے؟ اور جس کسی کو وہ خلیفہ تجویز کرین اوس سے بہتر کوئی شخص منتخب کر سکتا تہا؟ ۔ یا یہہ کہ اوس نازک وقت مین انتظام خلافت اور تقرر خلیفہ ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین جسمین منافق کثرت سے ہون کہ مدینہ منافقون سے بہرا پڑا ہوا تہا؟ اور آیا پیغمبر یہہ سمجہتے تھے کہ بعد اون کے لوگ جس کسیکو خلیفہ مقرر کرین گے وہ پیغمبر کے مجوزہ سے عمدہ ہوگا ۔؟

اور آیا پیغمبر یہہ جانتے تھے یا نہین کہ امر خلافت مین بعد اون کے نزاع ہوگا اور اسکا کیا اثر دین اسلام اور مسلمانون کی سلطنت پر پڑے گا ۔؟

پیغمبر اسلام کے اعلے اصول تمدن کے جاننے والے ہونیکی تائید پیٹر اعظم شاہنشاہ روس و نپولین بونا پارٹ کے اقوال سے

ہر مسلمان خصوص جنہون نے پیغمبر کو دیکہا تہا اور علماء اسلام قایل چلے آتے ہین کہ پیغمبر اسلام اعلے درجہ پر اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تھے ۔ اور غیر دین اسلام والے بہی مثل پیٹر اعظم شہنشاہ روس

کے بہان تک قائل ہوئے ہین کہ ”محمد رسول اللہ اول درجہ کے حکیم اور فلاسفر تھے۔ آج تک زمانہ مین اون جیسا عقلمند پیدا نہین ہوا۔ اسلامی سلطنت کی ترقی اور قیام کے لئے جو اصول اونہون نے مقرر کئے ہین وہ وہ ایسے برجستہ ہین کہ اون سے بڑھکر ہونا ناممکن ہے“

نپولین بونا پارٹ، کا یہ مقولہ تھا کہ ”کل مقبوضہ ممالک مین ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان رائج کرنے کے لئے سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نظر نہین آتا۔ خلیفہ وقت کے فرائض منصبی مین داخل ہی کہ جہان جہان کلمہ گو ہون خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ مین رہتے ہون اون کے معاملات مین بے تکلف مداخلت کر سکے اور وہ اوسکے خدمات کی بجا آوری مذہبا اپنے اوپر فرض عین سمجھین گے اور یہہ بات اور یہہ اتحاد کسی اور مذہب اور ملت کو دنیا مین حاصل نہین“ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب اسلام ایک اعلے اصول تمدن پر قائم کیا گیا ہے۔

سبب تنزل وانحطاط اسلام از نپولین بونا پارٹ۔۔ جب نپولین بونا پارٹ سے یہہ پوچھا گیا کہ ”موجودہ زمانہ مین اسقدر تنزل اور انحطاط کا کیا باعث ہے“ تو اوس نے جواب دیا کہ ”اوسکی وجہہ سوائے اس کے اور کوئی نہین کہ بعض نفس پرست اور خود غرض آدمیون رخنہ اندازی کی ہے اور اپنی نفسانیت کے لئے مسلمانون کی متفق جماعت مین تفرقہ ڈالا ہے یہی تفرقہ اس تنزل کا سبب ہے“

تنزل اسلام کا بنیادی پتھر سقیفہ مین رکھا گیا مسلمانون کو یاد کرنا چاہئے کہ بنیاد تفرقہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ڈالی گئی ہے کہ جو تنزل کا باعث ہوئی ہے اور اوس بنیاد کا پہلا پتھر واقعۂ قرطاس کے وقت

رکہا گیا تہا۔

پیغمبر سے زیادہ مدینہ مین منافقون کی موجودگی کا حال کون جان سکتا تہا

اس سے بہی کوئی مسلمان عالم انکار نہین کرسکے گا کہ پیغمبر سے زیادہ کوئی نہین جان سکتا تہا کہ [illegible] مدینہ منورہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا ہے جو مدت سے اسبات کے منتظر ہین کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہ جاوے تو اسلام کو پامال [illegible] جن منافقون کی انواع واقسام کی خبر قرآن مین موجود ہے۔

بلحاظ اصول تمدن وسلطنت داری پیغمبر کا فرض

جو کوئی اصول تمدن اور اصول سلطنت داری سے ذرا بہی واقفیت رکہتا ہے وہ ضرور اسبات کو تسلیم کریگا کہ پیغمبر کو ایسے نازک حالتین تمدن اور سلطنت [illegible] کیلئے ضرور تہا کہ اپنی زندگی خصوص اخیر حصہ زندگی مین [illegible] انتظام خلافت مقرر کر جاتین تاکہ منافقون کی طرف سے جو خطرہ تہا اوسکی بنیاد اوکہڑ جاوے اور اس نوعیت سے پیغمبر کا وہ اندیشہ جسکو معلوم ہی ہو۔ مسلمانون کو بنی بنائی سلطنت معہ عمدہ اوصاف منتظمہ بغیر کسی خرخشہ کے ملے۔ اور کوئی خراب شرو فسادات پیغمبر سے سلطنت مسلمانون پر نہ پڑ سکے۔

پیغمبر اپنے عہد مین صحابی کے حالات کا عملی تجربہ کر چکے تہے

اس سے بہی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ پیغمبر کو اپنے عہد مین صحابی اور [illegible] کا تجربہ ہو چکا تہا کہ کون کس کس قسم کی لیاقت رکہتا ہے اور [illegible] کے کیا کیا خیالات ہین۔ پیغمبر بلحاظ اپنے تجربہ کے اور بنظر حالات [illegible] کے جسکو بعد اپنے منتظم اور خلیفہ تجویز کر جاتین اوس سے بہتر مذہب اسلام کو اوس کے صحیح مرکز پر چلانے والا

چلانے والا ہو نہین سکتا تہا۔

الزامی نتائج کی حقیقت

مصنف کے قصہ سقیفہ مین نمبر ۱۲ جو کوئی اسکا قائل ہو اوسکو اسبات کا قائل ہونا پڑیگا کہ پیغمبرؐ نہ اصول تمدن سے آگاہ تھے نہ اصول سلطنت داری سے، اور نہ اون کو اپنے صحابہ اور اپنے عہد کے مسلمانون کے کچہہ خیالات معلوم تہے کہ اون کا رخ امر خلافت کے متعلق کس طرف ہے۔ ایسے قائل ہونے سے پیغمبرؐ پر نا قابلیت اور جہل کا اطلاق ہوگا جو قطعی خلاف واقعہ ہے۔

اگر کوئی اسبات کا قائل ہو کہ پیغمبرؐ نالائق اور جاہل نہین تھے مگر اون کو ضرور نہین تہا کہ وہ اپنی زندگی اور بخصوص اخیر حصہ زندگی مین کسی کے لئے استخلاف کرتے تو اوسکو اسبات کا قائل ہونا پڑے گا کہ خود پیغمبرؐ منافقون کے خطرے کو اور امر خلافت کے نزاع کو عمداً اور دیدہ و دانستہ چہوڑ گئے اور جس کی وجہہ سے دین اسلام نہ تمام دنیا مین پہیل سکا اور نہ اپنے صحیح مرکز پر چل سکا، اور امر خلافت کی باہمی نزاع سے درمیان مسلمانون کے خونریزی ہوکر خاندان رسالت تباہ اور دین اسلام برباد ہوگیا گویا اوس کے خود پیغمبرؐ بادی ہوئے کہ جو بانی اسلام کی شان کے خلاف تہا۔

اس فروگذاشت عظیم کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے کار منصبی کو ناتمام چہوڑا اور تبلیغ رسالت مین قصور کیا۔ وہ رسالت کہ جسکی شریعت قائم کرکے دنیا کو دین سے الگ نہین رکہا ہے اور اوس نے توحید، اور تمدن، سیاست مدن، معاش، معاد کے کامل مسائل بتا دئے ہین اور اوس کے متعلق احکام نافذ کردئے ہین جن کی تعمیل

بغیر ایسے شخص کے جسکو پیغمبرؐ منتظم قرار دے ہو نہین سکتی تھی۔

یہہ امر کسیطرح سمجھہ مین نہین آسکتا کہ جو کام خود پیغمبرؐ کو نا ضروری تھا اوسکو یعنی نزاع امر خلافت کے طے کرنے اور خلیفہ کی قرار دینے کو، بعد اپنے ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین کہ جنمین کثرت سے منافق ہون کہ جن سے مدینہ بہرا پڑا ہوا تھا اور جو مدت سے منتظر تھے کہ پیغمبرؐ کا سایہ اوٹھہ جاوے تو اسلام کو پامال کردین۔

اگر پیغمبرؐ کو اپنی زندگی مین ضرورت تعین خلیفہ کی نہین تھی یا کسی کے لئے استخلاف نہین کیا تھا کہ جو پیغمبرؐ کے دم نکلتے ہی فوراً دین اسلام کے بموجب خلافت کا چلانے والا ہو، تو وقت وفات پیغمبرؐ سے تا تقرر خلیفہ کے جو بعد وفات پیغمبرؐ قرار دیا جاوے جو امور کہ خلاف شرع کے لوگون سے سرزد ہون اون کی سزا دہی کا اختیار کسکو ہو سکتا ہی؟ کیا یہہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ "فترۃ" مین ایسے پیغمبرؐ نے کہ جسکا دین قیامت تک تبدیل ہونے والا نہو لوگون کی مہار چھوڑ دی تھی کہ وہ جیدہر چاہین چلے جائین۔ اور اون کے بے راہ ہو جانے کا تدارک کوئی نہ کر سکے، یا یہہ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اپنے تقرر سے ما قبل زمانہ کی بابت بہی دار و گیر کا اختیار رکہنے والا ہوگا لیکن یہہ دونون امر خلاف عقل اور اصول تمدن اور سیاست مدن کے ہین۔

جب تک یہ امر قبول نہ کیا جائے کہ پیغمبرؐ اپنی زندگی مین خصوص آخر حصۂ زندگی مین دین اسلام کے قائم اور برقرار رکہنے والے اور اوسکی بموجب سلطنت مسلمانون کو چلانے والے کو بتا اور جتا گئے تھے تب تک وہ خدشات اور شبہات جن سے قصور پیغمبرؐ کی ذات پر لازم

مائد ہوتے ہین رفع نہین ہو سکتے۔

سقیفہ مین انصار کے دبا دینے سے اور حضرت ابو بکر کے انتخاب کے جواز کی حقیقت۔

ذی علم مصنف بعد ظاہر کرنے اوس نازک حالت کے جسکی وجہ سے وہ انتظام خلافت تجہیز اور فزع اور گریہ وزاری وفات پیغمبر پر مقدم قرار دیتے ہین یہ کہتے ہین کہ وہ انصار نے اپنی طرف سے خلافت کی بحث چھیڑ کر حالت کو اور نازک کر دیا کیونکہ قریش جو انصار کو اسقدر حقیر سمجھے تھے کہ جنگ بدر مین جب انصار اون کے مقابلہ کو نکلے تو عتبہ نے آنحضرت کو مخاطب کر کے کہا کہ محمدؐ ہم ناجنسون سے نہین لڑ سکتے کسطرح انصار کے آگے سر تسلیم خم نہین کر سکتے تھے۔ قریش پر کیا موقوف ہے تمام عرب کو انصار کی متابعت سے انکار ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے سقیفہ مین جو خطبہ دیا اوس مین صاف اپنے خیال کو ظاہر کیا اور کہا۔ اِن العرب لاتعرف ہذا الامر اِلاّ لہذا الحیّ من قریش۔ اس کے علاوہ انصار مین خود دو گروہ تھے اوس وخزرج اور ان مین باہم اتفاق نہ تہا۔

اسلئے ضرور تہا کہ انصار کے دعوے خلافت کو دبا دیا جاوے اور کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کر لیا جاوے۔ مجمع مین جو لوگ موجود تہے اون مین سب سے با اثر اور بزرگ اور مسن حضرت ابو بکر تھے اور فوراً اون کا انتخاب ہو بہی جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع مین پہنس گئے تہے اور بحث طول پکڑ کر قریب تہا کہ تلوارین میان سے نکل آئین۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتاً حضرت ابو بکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے مین بیعت کرتا ہون ساتھ ہی حضرت عثمانؓ

ابو بیدہ جراح، اور عبد الرحمن بن عوف نے بہی ہاتہہ بڑہائے اور پہر تمام خلقت ٹوٹ پڑی ۔"

مین ذی علم مصنف کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہون کہ ضرور انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہئے تہا ۔ گو اون وجوہ سے نہین، جو ذی علم مصنف نے ظاہر کئے ہین بلکہ اون وجوہ سے کہ جن سے حضرت ابوبکر کا ہی خلیفہ ہونا چاہئے تہا ۔

• قرآن اور مذہب اسلام نے مسلمانون کے لئے خواہ وہ مہاجر ہون یا انصار، جب مسلمان ہوکر خدمت اسلام بجالائے عزت اور شرف کی منزلتین اور اون کے حقوق برابر کر دئے تہے اور بعد اسلام و خدمت اسلام کے کوئی مہاجر کسی انصار کو اور کوئی انصار کسی مہاجر کو حقیر نہین سمجہہ سکتا تہا ۔

درمیان مہاجرین و انصار کے جو بہائی چارہ قرار دے دیا تہا اوسکا کیا مطلب تہا ۔ البتہ مہاجر ہون یا انصار اون مین جو کوئی اعلےٰ درجہ شرف کا رکہہ سکتا تہا وہ اوسکی ہر پہلو کی فضیلت تہی جس پر سقیفہ بنی ساعدہ مین مطلق لحاظ نہین کیا گیا ۔ اور جب کسی حقیقی افضل کو مہاجر و انصار خلیفہ قبول کرلیتے تو سب وجہ حرب کسیکو دفع اختلاف کا باقی نرہتا ۔ اور نہ کسیکی نا اتفاقی پیش رفت ہوسکتی تہی اور امتیاز افضل مین اختلاف بہی ممکن نہ تہا کہ اسباب فضیلت اوس وقت سب کی نگاہ مین تازہ تہے البتہ دل کی سچائی ہر شخص کی درکار تہی ۔ اس بنا پر مین بیشک ضرور سمجہتا ہون کہ ان انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہئے تہا نہ اپنے ... بانٹے ہوئے ... کے یہہ رائے ذی علم مصنف

سقیفہ مین کسی لایق شخص کے فوراً انتخاب کئے جانے کی حقیقت

کی کہ "وہ اور کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کرلیا جاوے" ناقص اور نامتمام تحقیق پر مبنی ہی۔

پہلے لبلسلۂ واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے، واقعات عہد پیغمبرؐ کی بابت جیسا کہ مین اوپر لکھہ چکا ہون ذی علم مصنف کو یہ طے کرنا تہا کہ "وہ پیغمبرؐ اپنی زندگی اور اخیر حصۂ زندگی مین علیمرتضےٰ کے لئے استخلاف کر چکے تہے یا نہین؟" اگر استخلاف کر چکے تہے تو کچہہ ضرورت کسی اور کے انتخاب کے نہین تہی لیکن ذی علم مصنف نے کسی وجہہ سے اپنے آپ کو اس بحث سے بچالیاہے۔ حالانکہ یہہ بحث حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پانے کی صحت وغیر صحت پر تقدم اور بہت کچہہ اہمیت رکہتی تہی۔ اور ایک ایسے محقق مورخ کو جیسے کہ ذی علم مصنف نے اپنی شان ظاہر کی ہے" اوس سے گریز زیبا نہین تہا۔ مگر

ذی علم مصنف نے مذہبًا جو اعتقاد آبائی اون کا چلا آتا تہا اوسیکو اپنے عندیہ مین رکہہ کے بغیر تحقیق امر اہم اور مقدم کے یہہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ "وہ کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کرلیا جاتا" اور لیاقت کو اوس مجمع مین حضرت ابوبکر پر صرف ان الفاظ پر منحصر کیاہے کہ "وہ وہ سب سے بااثر" اور بزرگ اور معمر تہے" لیکن جہان ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے نسب اور سن رشد اور تربیت سے بحث کی ہے یا جہان اور واقعات اون کے دبدبہ اور جلالت کے دکہائے ہین وہان یہ پایا جاتاہے کہ اگر خدا جہونٹہ نہ بلائے تو اون کو پیغمبرؐ سے بہی زیادہ بااثر قرار دیاہے۔ لیکن حیرت ہے کہ کہین تو حضرت عمر کو ذی علم مصنف سب سے زیادہ بااثر قرار دیتے ہین اور کہین یہہ فرماتے ہین کہ "وہ حضرت ابوبکر سب سے زیادہ بااثر تھے" جب سے طریقہ ذی علم مصنف کا یہ ظاہر ہوتا

ہے کہ جس موقع پر جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی اونکی زبان سے نکل جاتا ہے۔

یہ امر بہی تعجب مین ڈالتا ہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت ابو بکر کے اعتبار لیاقت کے لئے مجمع کی قید جہان انتخاب ہوا لگائی ہے۔ کیا اوس مجمع کے لئے خلیفہ منتخب کرنے کی ضرورت تہی؟ اگر نہین۔ حضرت ابو بکر تو کل امت رسول اور کل مسلمانون کی سلطنت اسلام کی خلیفہ قبول کئے گئے ہین، ایسی حالت مین کل امت رسول اور کل مسلمانون حاضر وغیر حاضر سے کسی ایسے شخص کا منتخب کرنا لازم تہا کہ جسمین فضیلت سے وہ اوصاف ہون جو عموماً سلطان ہونے کے لئے ضروری ہین۔ لیکن باثر، اور بزرگ، اور معمر، ہونے کے اوصاف

حضرت ابو بکر کے باثر ہونے کی حقیقت

ہمین اصول انتخاب مین نہین ملتے۔ یہہ بہی سمجھہ مین نہین آتا کہ باثر ہونے کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ مراد ہے کہ وہ جسقدر اوصاف انبیاء اور حکمار نے جسکا اشارہ قرآن مین موجود ہے اخلاق حمیدہ کے قرار دئے ہین وہ کسی شخص مین ایسی نوعیت سے موجود ہون کہ اون کا اثر وہ ہر دوسرے شخص پر ڈال سکے۔

مجہکو یقین نہین آتا کہ کوئی شخص قایل اس صفت کا حضرت ابو بکر مین ہوسکے۔ اگر حضرت ابو بکر مین یہہ صفت تہی تو افسوس ہے کہ زمانہ نے اون کو خلیفہ کی جگہہ پیغمبر کیون نہ بنایا۔ ذی علم مصنف کو چاہئے تہا کہ۔ بجائے صفت باثر کے یہہ کہتے کہ وہ سب سے زیادہ لیاقت خلافت حضرت ابو بکر مین تہی،

حضرت ابو بکر کے بزرگ اور معمر ہونے کی حقیقت

بزرگ اور معمر، کی صفت نہین معلوم ہوتا کہ آیا وہ ایک ہی صفت کا بیان ہے کہ ہم معنی الفاظ فارسی اور عربی مین اوسکو لائے ہین یا بزرگ کا لفظ بمعنی مقدس کے بولا ہے۔

اگر بزرگ اور عمر ہم معنی ہین جس سے مراد کبیر السن ہی ہوتی ہے تو اون سے زیادہ عمر کے لوگ بہی اوسوقت موجود تہے یہان تک کہ خود حضرت ابوبکر کے باپ حضرت ابوقحافہ اوس وقت زندہ تہے زیبا یہ تہا کہ اون کے والد بزرگوار کو خلیفہ مقرر کردیا جاتا بیٹے کو باپ پرسن کی فضیلت دیکر خلیفہ مقرر کرنا اگر قابل مضحکہ امر نہین تو حیرت ناک ضرور ہے کہ ان دونون حالتونمین سننے والون کا منہ کہلتا ہے۔

اگر بزرگ سے مراد مقدس ہے تو اون کا ایسا تقدس جو سب سے زیادہ ہو ذی علم مصنف کو بیان کرنا ضرور تہا۔

حضرت ابوبکر کے فوراً منتخب ہو جانے کی کہانی حضرت عمر کی زبانی

یہہ رائے ذی علم مصنف کی کہ حضرت ابوبکر کا فوراً انتخاب ہو جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع مین پہنس گئے تھے [۱] ایک ایسی رائے ہے کہ جسکی کوئی سند نہین، نہ روایت نہ درایت، اور خلاف قول حضرت عمر کے ہے جو اونہون نے خطبہ اپنے عہد مین جبکہ سرگذشت سقیفہ بنی ساعدہ ظاہر کی ہے فرمایا ہے کہ "سقیفہ بنی ساعدہ مین انتخاب حضرت ابوبکر کا فلتہ" بے سوچے سمجہے ناگہان ہوا اور خدا نے اوسکی شر سے ہمین بچا لیا [۱] جسکی مراد یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے نزاع کی باعث عجلت اور گہبراہٹ مین بے سوچے سمجہے جو انتخاب اون کا ہو گیا اوسمین اندیشہ شر کے پیدا ہو جانے کا تہا جس سے خدا نے بچا لیا اگر کسی دوسرے محل اور وقت پر موقع انتخاب خلیفہ کا ہوتا اور سوچ سمجہکر انتخاب کیا جاتا تو حضرت ابوبکر کا انتخاب نہوتا برخلاف اِس کے ذی علم مصنف ا

[۱] تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ لاہور و صحیحین صفحہ ۵۴ و الفاروق جلد ۲ - ۱۲ منہ

یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ "اگر انصار کا جھگڑہ نہوتا تو فوراً اون کا انتخاب ہوجاتا" مسلمان غور کرین کہ حضرت عمر کی رائے نسبت انتخاب حضرت ابوبکر کے قابل تسلیم ہے یا حضرت شبلی ذی علم مصنف اس عہد کی،

ذی علم مصنف نے یہہ نہین بتایا کہ "حضرت ابوبکر کا وہ فوراً انتخاب اگر انصار کے جھگڑے مین لوگ نہ پہنستے تو کس موقع پر اور کس وقت ہوجاتا؟ اور اوسکی کیا صورت ہوتی؟" آیا بعد وفات پیغمبرؐ جبکہ تدبیر تجہیز و تکفین ہورہی تہی اور خانۂ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر و عمر اور علی و عباس اور اون کے بیٹے اور حسنین اور فاطمہ موجود تہین اور انصار سقیفۂ بنی ساعدہ مین جمع ہوتے تو قبل دفن پیغمبرؐ کے خانۂ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر فوراً منتخب ہوجاتے؟ یا اگر انصار خانۂ پیغمبرؐ مین آتے اوس وقت قبل دفن پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکر کا انتخاب فوراً ہوجاتا؟ یا بعد دفن پیغمبرؐ کے لوگ مسجد نبوی مین جمع ہوتے جسمین علی مرتضے اور بنو ہاشم اور دیگر مہاجر و انصار شامل ہوتے اوسوقت حضرت ابوبکر بلا نزاع اور اختلاف کے فوراً خلیفہ قبول کرلئے جاتے؟ یا جو شخص جہان موجود ہوتا خبر وفات رسولؐ پاکر فوراً حضرت ابوبکر کو خلیفہ مان لیتا؟

سوائے ان موقعون اور وقت و صورت کے اور کوئی موقع اور وقت اور صورت حضرت ابوبکر کے انتخاب اور قبول خلافت کے لئے پیدا نہین ہوسکتی ہے مگر بلحاظ اون واقعات اور حالات زمانہ کے جسنے لوگون کے ارادون اور خواہشون اور دل کی کیفیتون کو دکہا دیا حضرت ابوبکرؓ کا فوراً انتخاب اور قبول خلافت کسیوقت اور موقع اور حالت مین نہین ہو سکتا تہا بجز اوسی صورت کے جو پیش آئی اور جسکا ذکر حضرت عمرؓ نے کیا ہے۔

ذی علم مصنف نے پورے وہ واقعات اور وہ گفتگو نہین کہ

کہ جو باہم حضرات ابوبکروعمر اور ابوعبیدہ مہاجرون کے' اور انصار کے ہوئین درج نہین کی ہین جس سے معلوم ہوجاتا کہ کیا حجتین اور استحقاق کے وجوہ مہاجرین موجودہ اور انصار نے پیش کئے تھے؟

اور وہ حجتین اور دلیلین کیا وقعت رکہتی تہین؟ اور اون سے کسکا استحقاق پیدا ہتا؟ تاہم ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ وہ وقت ایسا گہبراہٹ اور عجلت اور خوف کا تہا کہ انتخاب کے متعلق اوس مجمع مین کسیکی رائے کو یہ نہین کہا جاسکتا کہ صحیح تہی خصوص اس حالت مین کہ ہر کسی نے پیغمبر کی مرضی اور منشار کو یا اون کے کسی قول یا فعل کو جو تجویز خلیفہ کے متعلق ہوسکتا تہا اپنے دل سے فراموش کردیا تہا اور اپنی نظر کو وہان تک نہین پہونچنے دیا تہا۔ جس ایسی حالت انتخاب کو حضرت عمر نے فلتہ' یعنی بے سوچے سمجہے' ناگہان' قبول کیا ہے اور خدا نے جس کے شر سے بچالیا تہا' ایسے انتخاب کو کوئی صحیح قبول کرسکتا ہے؟۔

مہاجرین سقیفہ کی حالت تین چار مہاجر جو اس وقت موجود تھے اون مین سے ہر ایک اپنے اوپر دوسرے کی فضیلت قبول اور اوس کو انتخاب کرکے اوس کے ہاتہہ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور وہ قبول خلافت سے انکار کرتا تہا۔ حضرت عمر نے بزور ہاتہہ حضرت ابوبکر کا دبا کے کہ اون مین دو آدمیون کی قوت تہی بیعت کی ؎

کیا یہہ امر قابل تعجب اور افسوس کے نہین ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو قابل کسی منصب کے قرار نہ دیتا ہو اور قبول خلافت سے انکار کرتا ہو خلاف شریعت کے بالجبر اوسکو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔؟

یہہ انتخاب اوس حیثیت سے نہین تہا کہ تمام مہاجر اور انصار

؎ صفحہ ۲۲۰ ریویو ہذا سطر ۱۲ تاریخ طبری و دیگر کتب تواریخ۔

حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کے بیعت کرنیکی حقیقت

اور اصحاب رسول اور عام خلقت نے کسی مجمع مین اتفاق کرکے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا ہو بلکہ بقول خود ذی علم مصنف کے "سقیفہ بنی ساعدہ مین اتفاق کی بحث ونزاع کے طول سے قریب تہا کہ تلوارین کہچ جائین اول حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتہہ مین ہاتہہ دیدیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابوعبیدہ جراح اور عبدالرحمن بن عوف نے ہاتہہ بڑہائے" لیکن اس وقت حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کا بیعت کرنا تسلیم نہین ہوسکتا کیونکہ دوسری روایت سے عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان کا بیعت کرنا مسجد نبوی مین اوس وقت واضح ہوتا ہے کہ جب بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس ۔ بنی زہرہ سعد اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے اور بنی ہاشم علی کے پاس، اور اون کے ساتہہ زبیر بن العوام بہی تہے ۔

حضرت عمر کے تہدیدی اشتعالک سے حضرت عثمان و بنی امیہ اور عبدالرحمن بن عوف نے معہ قبیلہ بنی زہرہ کے حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس و زبیر معہ اپنے ساتہیون کے اٹہہ کر اپنے گھرون کو چلے گئے جسکا صاف

حضرت ابوبکر کا انتخاب مشورہ اور اتفاق سے نہین ہوا۔

نتیجہ یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کا انتخاب کسی مشورہ اور اتفاق سے قطعی نہین ہوا ۔ بلکہ مہاجرین مین سوائے حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح کے اور کوئی وہان موجود بہی نہ تہا ۔

حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کے ہاتہہ مین ہاتہہ دیدینا اور کسی دوسرے کا ہاتہہ بڑہانا جس حیثیت سے ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین اوس سے صورت انعقاد خلافت کی حضرت ابوبکر پر اور اون کے ہاتہہ پر بیعت کی پیدا نہیز

ہوتی ہے۔۔ بصورت ظاہر ایسا فعل محض بغرض باز رکہنے انصار کے اون کے دعوے سے تہا نہ کہ حقیقی انتخاب حضرت ابوبکر کا اور اون کے ہاتہ پر بیعت صرف ایک چال ہتی کہ چلگئی۔

حضرت ابوبکر سے بیعت کے لئے تمام خلقت کے ٹوٹ پڑنیکی حقیقت

یہہ امر کہ "پہر تمام خلقت لوٹ پڑی" صحیح نہیں ہے۔ سقیفہ مین نہ تمام مخلوق ہتی نہ تمام مخلوق اون پر ٹوٹ پڑی ہے۔ البتہ کتب تواریخ سے یہ ضرور پایا جاتا ہے کہ بعض انصار نے سقیفہ مین بیعت کی لیکن سعد بن عبادہ انصار کے سردار نے تادم مرگ حضرت ابوبکر وعمر کے ہاتہ پر بیعت نہین کی اور جب اون سے حضرت ابوبکر نے کہلا بہیجا کہ "اب تو تمہاری قوم نے بہی بیعت کرلی ہے تم ہی آؤ اور بیعت کرلو" اونہون نے جواب دیا کہ "قسم خدا کی جب تک میرے ترکش مین جتنے تیر ہین ان سب سے تمکو مجروح نکرلون اور تم سے اپنی تلوار اور نیزے کو خضاب نہ کرلون اور جب تک تلوار میرے ہاتہ مین رہیگی خدا کی قسم ہرگز بیعت نکرونگا"

جب اون پر بیعت کے لئے تہدید کی گئی ہے "تو قیس پسر سعد نے ایک دن حضرت عمر سے کہا کہ میری نصیحت قبول کرو، سعد نے قسم کہائی ہے کہ تمہاری بیعت نکریگا اور اوس سے بالجبر بیعت نہ لینی چاہیے اور نہین تو اوسکے قتل کے ساتہ قبیلۂ خزرج قتل ہوجائیگا اور قبیلۂ خزرج کے ساتہ قبیلۂ اوس اور قبیلۂ اوس کے ساتہ اہل یمن، اور یہہ مقدور تمہارا نہین ہوسکیگا اور تمہاری وسعت سے زیادہ ہے"

سعد بن عبادہ کا قتل

"عہد خلافت حضرت عمر مین سعد بن عبادہ ایک روز بازار مدینہ مین ملے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اے سعد بیعت کردیا اس شہر

ست باہر چلے جاؤ۔ سعد نے کہا کہ جس شہر میں تم امیر ہو اوس میں رہنا میرا احرام ہے اور شام کو چلے گئے۔ آخر کار سعد بن عبادہ کو بخاطر حضرت عمر کے شام کے باغ میں خالد بن ولید نے کچھ تیر انداز ساتھ لیجا کر درختوں کی آڑ میں تیر سے قتل کیا اور پیش حضرت عمر جو سعد سے ناخوش تھے خون سعد سے اپنی سرخروئی حاصل کی۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کی بیعت کے بعد دوسرے لوگوں نے تدبیروں اور کوشش کے بعد جس کسی نے بیعت کی ہے آہستہ آہستہ اوقات مختلف پر بیعت کی۔

مالک بن نویرہ کا قتل

قصہ مالک بن نویرہ تمام کتب تواریخ میں درج ہے کہ وہ سردار قوم بنی حنیف عرب بادیہ سے تھا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہونا قبول نہ کرتا تھا اور اوس نے حضرت ابوبکر کے روبرو کچھ گفتگو کی وہ قایل تھا کہ علی مرتضے کو رسول نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے مالک بن نویرہ کو مانعین زکوۃ سے قرار دیا حالانکہ اوس نے صدقات کو اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کردیا اور یہ کہتا تھا کہ پیغمبر نے ہمکو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم تم کو زکوۃ دیں اور نہ تمکو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم سے زکوۃ طلب کرو۔ پھر کسواسطے تم ہم سے زکوۃ مانگتے ہو کہ جس کے طلب کے لئے خدا اور رسول نے تمکو مقرر نہیں کیا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر نے خالد کو معہ ستو سوار کے اوس کے قتل کرنے کے لئے بھیجا اور خالد نے دہوکہ سے اوس کو اور اوس کی قوم کو قتل کرکے قوم کے زن و فرزند کو اسیر کیا جو غلام اور لونڈیاں بنائے گئے اور خالد نے زوجۂ مالک پر شب قتل اوس کے تصرف کیا۔ حضرت عمر خالد کو واجب القتل قایل بنا جانتے تھے

اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر پر خلقت ٹوٹ نہیں پڑی تھی بلکہ اون کے انتخاب کو کچھہ خلقت نا جایز جانتی تھی مگر لیسے لوگوں کا قتل و قمع کیا گیا۔

اگر تمام خلقت حضرت ابوبکر پر ٹوٹ پڑتی تو اوس سے صحت انتخاب

لازم نہین آسکتا تہا۔

تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ عام خلقت کم عقل ہوتی ہے مگر خاص اونکے عقلا رہے ہوتے ہین ۔ ہمارے ہندوستان مین عام خلقت کے لئے "بہیڑ یا جال" مشہور ہے کہ جس طرف کو بے سوچے سمجہے اور گڑھا کہائی بغیر دیکہے ایک بہیڑ منہ اوٹہا دیتی ہے اوسی کے پیچہے بہیڑین چلی جاتی ہین ۔

صحت انعقاد خلافت کے لئے ارباب دانش کا جسکو علمار نے اہل حل و عقد کہا ہے اتفاق اور شریک مشورہ ہونا ضرور ہے ۔ ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ تو ظاہر ہے کہ "ارباب حل وعقد نے حضرت ابوبکر کو مشورہ کرکے بالاتفاق خلیفہ قرار نہین دیا" مگر یہ ظاہر نہین ہوتا ہے کہ کس کس صحابی نے مہاجرین سے اون کا بہ دل خلیفہ ہونا قبول کرکے بیعت کی جس سے حضرت ابوبکر پر بیعت کی کیفیت منکشف ہوکر عام خلقت کا ٹوٹ پڑنا ظاہر ہوجاتا ۔ لیکن

ذی علم مصنف کے خیال مین حضرت ابوبکر پر عام خلقت کے ٹوٹ پڑنے کے بعد صرف بنو ہاشم باقی رہگئے تہے اون کا بیان یون کرتے ہین کہ "اس

بنی ہاشم کے ساتہہ سلوک عدم بیعت ابوبکر پر ۔

کارروائی (حضرت ابوبکر کے ہاتہہ مین ہاتہہ دیے جانے اور عام خلقت کی ٹوٹ پڑنے) سے ایک اوٹہتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ مطمئن ہوکر کاروبار مین مشغول ہوگئے ۔ صرف بنی ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورے کرتے رہتے تہے حضرت عمر نے بزور اون سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہین جہکا سکتے تہے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہ کے گھر کے دروازہ پر کہڑے ہوکر کہا کہ یا بنت رسول اللہ

خدا کی قسم آپ ہکو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپکے ہاں لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے
تو میں ان لوگوں کی وجہہ سے گھر میں آگ لگادونگا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس
روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کرسکتے کیونکہ اس روایت کے رُواۃ کا حال ہکو
نہیں معلوم ہوسکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہہ نہیں
ہے۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھہ بعید نہیں۔ حقیقت یہ ہے

حضرت عمر کی تیز مزاجی اور بے اعتدالیاں بمقابلہ جناب سیدہ

کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتہہ جو جو
کارروائیاں کیں اون میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں۔ لیکن یاد رکھنا
چاہیئے کہ انہیں بے اعتدالیوں نے اوٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا، بنوہاشم کی
سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسیوقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہی
خانہ جنگیاں برپا ہوجاتیں جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ میں
واقع ہوئیں۔

اگرچہ یہ امر صحیح نہیں ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ کے گھر میں لوگ جمع
ہوکر مشورہ کرتے تھے اوس وقت سوا بنوہاشم کے کل مہاجر و انصار نے حضرت
ابوبکر کا خلیفہ ہونا قبول کرلیا تہا یا اون کے ہاتہہ پر کل مہاجر و انصار کی بیعت ختم ہو
گئی تھی اور صرف بنوہاشم اپنے ادعا پر قائم رہ گئے تھے تاہم اس تحریر سے یہ امر
ظاہر ہے کہ بنوہاشم نے، جنکا خاندان سردار قریش اور سردار ملک عرب
کا رہا ہے اور جو سید العرب علیہم تفضلے نے جن کے سوا اور کسی کے اگے بنوہاشم
سر نہیں جھکا سکتے تھے اور یہ ہی خاندان عرب میں خاص الخاص تہا،
حضرت ابوبکر کو خلیفہ قبول نہیں کیا تہا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پانے
کے خلاف مشورہ کرتے تھے۔ اور در حقیقت سوا بنوہاشم کے دیگر صحابہ رسول

جنکا ذکر کتب تواریخ مین درج ہے مثل طلحہ و زبیر اور سعد بن ابی وقاص،
و مقداد بن اسود، و سعد بن عبادہ، اور اسید بن الحصین اور سلمہ بن اسلم و سلمان
فارسی نے تخلف بیعت حضرت ابوبکر سے کیا تھا اور خانہ فاطمہ مین مشورہ کے لئے
جمع ہوتے تھے اور علی مرتضیٰ کی طرف میل اور رجحان رکھتے تھے۔

جب علی مرتضیٰ اور بنو ہاشم اور دیگر صحابہ رسول صلعم جو اہل حل و عقد کا
رتبہ رکھتے تھے اور عام خلقت سے نہین تھے سقیفہ مین موجود نہ تھے تو چاہئے تہا
کہ ان صحابہ اور بنو ہاشم کی رائے کا انتظار کیا جاتا کہ ان کی تعداد اوس تعداد
سے بہت زیادہ تھی کہ جنہون نے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کو خلیفہ قرار
دیا تہا اور اول بیعت کی تھی یعنی حضرت عمر و ابوعبیدہ جراح، مگر نہین اون کو
اون کی حالت پر نہین چھوڑا بخصوص بنی ہاشم، اور اون مین سے خاص الخصوص
علی مرتضیٰ کے ساتھ حضرت ابوبکر کے قبول خلافت کیلئے اون شدائد کا برتاؤ کیا گیا
جس کا ایک شمہ ذی علم مصنف نے ظاہر کر کے قبول کیا ہے اور حضرت عمر کی
تندی اور تیز مزاجی کے حرکات کو اون کی بے اعتدالیون سے تعبیر کیا ہے
کہ جنکو ہمیشہ علماء ہم پہلو ذی علم مصنف کے چھپاتے رہے ہین حالانکہ وہ واقعات
شدائد کافی تفصیل سے کتب تواریخ اسلام مین درج ہین لیکن وہ شدائد
فاطمہ اور علی اور حسین علیہ السلام پر اور تندی اور تیز مزاجی کا وصف اور اون
کی وہ حرکت بے اعتدالیون کی نہ کہین قانون اخلاق کے کسی باب مین ملتی ہین
اور نہ کہین سیاست مدن کی کسی فصل مین۔

جس پہلو اور حیثیت سے ذی علم نے واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ لکھا ہے اہل
نظر تقلید کی عینک اوتار کر دیکھے کہ انتخاب حضرت ابوبکر کا بیجا ہوا یا بجا،
وہ صحیح خلیفہ رسول یا بادشاہ مسلمانون کے قرار پا سکتے ہین یا نہین؟۔

سقیفہ مین حضرات شیخین کو کیا کرنا چاہیئے تہا؟ -

ذی علم مصنف نے بحث سقیفہ کے متعلق جو باتین غور طلب قرار دی تہین اون کو وہ دکہا چکے اور ہمکو بہی جو کچہہ ذی علم مصنف کی تحقیق اور راۓ کی بابت کہنا تہا کہہ چکا - لیکن مجہکو اپنی طرف سے یہ دکہانا باقی ہے کہ حضرت عمر و حضرت ابوبکر اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تہے تو اون کو وہان کرنا کیا چاہیے تہا؟ جسکا تعلق اوسی امر سے ہے جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث مین ذی علم مصنف نے امر اخیر قرار دیا ہے یعنی وہان جو کچہہ کیا وہ بیجا تہا یا بجا؟ -

جب حضرت عمر و ابوبکر جنازہ پیغمبر کو بے گور و کفن چہوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ مین پہونچے تہے راہ مین اون کو ابوعبیدہ جراح ملگئے جیسا کہ کتب تواریخ اسلام مین موجود ہے اور غالبًا وہی مخبر حضرت عمر کے ہونگے جنہون نے دیوار خانہ پیغمبرؐ کے پیچہے سے حضرت عمر کو بلایا تہا اور اوس روایت مین جو ذی علم مصنف نے لکہی حضرت عمر نے اپنے بیان مین نام اون کا کسی مصلحت سے نہین لیا -

اوس وقت چاہیئے تہا کہ انصار سے یہ کہا جاتا کہ قبل تجہیز و دفن پیغمبرؐ کے اس امر کو کہ کس کو بعد رسول خلیفہ [illegible] کیا جاۓ ملتوی رکہو - اور چلو اول پیغمبرؐ کے جنازہ سے فراغت کر لین پہر مسجد نبوی مین یہ امر طے کر لیا جاوے گا - اوس وقت تمام مہاجر و انصار مجتمع ہون گے - اگر انصار اس امر کو نہ مانتے تو انصار کے سامنے جیسا کہ [illegible] مین قریش نے بیان کیا تہا پیغمبرؐ کا علم نقضے کی نسبت استخلاف یا مرضی او [illegible] پیغمبرؐ جو بمنزلہ استخلاف کے تہا جس کو حضرت عمر [illegible] جانتے تہے اپنی سچائی دل سے ظاہر کرتے کہ بہت کچہہ اوس کے متعلق پیغمبرؐ فرما چکے تہے اور عمل کر چکے تہے [illegible] پیغمبرؐ کا ارشاد و عمل ایسا [illegible] نہین ہوگیا تہا کہ یہ حضرات

سے صفحہ [illegible] ولیہ ہدا

اوسے بہول گئے ہون بہت کچھ ان حضرات کی نگاہ مین تازہ تہا۔
درحقیقت بعد وفات رسول اللہ تین امر غور طلب اور تحقیق طلب تھے (۱) آیا قرآن
مین کوئی ہدایت یا حکم تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول اللہ کوئی جانشین ہو؟ (۲) اگر
قرآن مین ایسی کوئی ہدایت یا حکم نہین تہا تو قول رسول اللہ مین ایسا کوئی حکم اور
ہدایت تہی یا نہین؟ ۔ (۳) اگر قول رسول مین بہی ایسا کوئی حکم اور ہدایت نہین تہی
تو رسول اللہ کے طرز عمل سے ایسا کوئی قیاس پایا جاتا تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول
کون شخص خلیفہ قبول کیا جاسکتا ہے؟ سقیفہ بنی ساعدہ مین جہان ابتدائی بحث
تقرر خلیفہ کی ہوئی وہان امور مذکورہ کی بابت کوئی بحث پیش نہین ہوئی اور
نہ اوسپر کوئی مباحثہ ہوکر تقرر خلیفہ کا ہوا پس جب تک کہ اُن امور پر بحث ہوجاتی
تب تک کسیکا خلیفہ رسول مقرر ہونا صحیح قرار نہین پاسکتا اور بغیر بحث امور مذکورہ
کے جو کسیکو خلیفہ قبول کیا گیا وہ مطابق دین اسلام کے خلیفہ رسول نہین سمجہا جاسکتا
ہے اور کل مسلمانون پر اوس کی اطاعت لازم نہین آسکتی ہے کیونکہ ایسا تقرر
اون لوگون کی رائے سے عمل مین آیا تہا جو نہ خود اپنے لئے دعوے دار عصمت اور
محفوظ من الخطا ہونے کے تھے اور نہ اوس کے لئے جسکو مقرر کیا گیا اور نہ وہ
خود اپنے لئے جو مقرر کیا گیا۔ بلکہ ایسا تقرر مثل روئیدگی خس و خاشاک کے
ہے جو اعلیٰ ترین عمارتون پر پیدا ہوجاتی ہے اگر اس روئیدگی کو اور خس و
خاشاک کو سزا لا نہ مذمت مین صاف نہ کیا جائے تو عمارت کی خوبصورتی اور
استحکام کو گزند پہونچتا ہے۔

علی مرتضےٰ کے بعد پیغمبر خلیفہ ہونے کے دلائل

یہ امر بہت قابل تعجب کے ہے کہ حضرت
ابوبکر نے قریب اپنی رحلت کے حضرت عمر کے
لئے استخلاف کیا اور حضرت عمر نے (؟) بلکہ [illegible] کو اپنے زخم شکم سے امید

زیست کی نہین رہی تہی) مجلس شوریٰ کی ممبر مقرر کرکے تعین خلیفہ اون پر منحصر رکہا کہ جو بذریعہ وصیت کے استخلاف ہے ۔ حضرت عثمان کو بہی ایسے قتل کے سبب سے کہ جسمین ذرا بہی مہلت زیست نہین ملی موقع کسی کے استخلاف یا امر خلافت کے انتظام کا بعد اپنے بذریعہ وصیت کے مطلق نہین ملا ۔ ورنہ وہ بہی مثل حضرت ابوبکر وعمر کے جنکی سیرت پر عمل کرنا وقت قبول خلافت قبول کیا تہا کسی کا استخلاف یا کسی کے لیئے وصیت کر جاتے ۔

طریقہ استخلاف شیخین نے کہان سے سیکہا تہا؟

یہ سوال ہے کہ اگر پیغمبرؐ استخلاف نہین کر گئے تہے یا پیغمبرؐ سے وہ امور جو بمنزلہ استخلاف کے ہون صادر نہین ہوے تہے یا پیغمبرؐ کا منشا ورمرضی اس امر کے لیئے ظاہر نہین ہوا تہا تو مسئلہ یا طریقہ استخلاف یا بذریعہ وصیت کے تعین خلیفہ جو بمنزلہ استخلاف کے ہے حضرت ابوبکر وعمر نے کہان سے سیکہا تہا؟ ۔

کیا حضرت ابوبکر اور کیا حضرت عمر نے پیغمبرؐ کی صحبت مین دین اسلام کی اسقدر بہی تعلیم نہین پائی تہی کہ وہ یہ جان سکتے کہ مذہب اسلام پیرو ملت ابراہیم کا ہے ؟ ۔ جو امور ملت ابراہیم کے بعد حضرت اسمعیل کے لوگون نے خراب کر دیے تہے اون کی اصلاح پیغمبر صلعم نے امر ونہی کے ذریعہ سے کی اور جن امور مین کہ تفصیل کی ضرورت تہی اون کو صراحت سے بیان فرما دیا

ملت ابراہیم کے طریقہ جانشینی مین آنحضرت نے کچہہ تغیر نہین کیا

اور جو امور کہ صحیح طور پر برقرار چلے آتے تہے اون کو قبول کرکے صرف اعادہ کرکے دکہا دیا ۔ اون مین نہ کسی امر کی حاجت تہی نہ نہی کی اور نہ کسی تفصیل کی ۔ اور امر جانشینی اسی صورت آخر کو شامل تہی جسکو پیغمبرؐ نے تازہ کرکے دکہا دیا تہا ۔
کیا اونہون نے بہی یہ نہین سمجہا تہا کہ مذہب اسلام مین دین ودنیا دو

چیزین علیحدہ علیحدہ نہین ہین، ... حضرت مجموعہ ... کا نہین ہے بلکہ اوس مین اور شریعت مین جو قرآن سے بوجب پیغمبر کے تہا دینی امور تمدن او سیاست مدن ... گئے ہین۔ اور اصول سیاست مدن مذہب اسلام ... اکثر وہی امور تسلیم کئے گئے ہین جو قدیم حکمار اور فلاسفرون نے اور ... یقین کے مسلم تھے۔؟ اور

علیمرتضٰے کے بعد خلیفہ نہ ہونے کی تائید دستور قدیم ملک عرب سے

کیا ... ملک عرب بہی معلوم نہین تہا کہ جزیرہ عرب مین شیوخ یعنی سرداران قبایل کے ہاتھ مین یہ ایک قبیلہ کی حکومت ہوتی تہی جو شخص بہ سبب دولت یا بوجہہ کسی صفت کے تمام قبیلہ مین سے چنا جاتا تہا وہی اوس قبیلہ پر حکومت کرتا تہا اور مجموع شیوخ تمام قبایل کے جزیرہ عرب پر اسیطرح حکومت کرتے تھے۔ صلح و جنگ انفصال خصومات بالکلیہ انہین شیوخ کے ہاتھ مین تہا۔ اور ہر قبیلہ و قوم مین ایک امیر جو اپنے خاندان مین کسی وجہہ سے افضل ہوتا تہا چلا آتا تہا اور بعد ایک دوسرے کے قوم و قبیلہ ملکر اوسی خاندان والے اوسی کے قریب تر رشتہ دار افضل کو امیر قبول کر لیتے تھے؟۔

کیا یہ بہی نہین جانتے تھے کہ قبیلہ قریش مین نسل حضرت اسمعیل سے حضرت ہاشم کو امارت قوم ور حفاظت خانہ کعبہ پہونچی اور اون سے یکے بعد دیگرے حضرت عبد المطلب جد پیغمبرؐ اور حضرت ابو طالب پدر علیمرتضٰے تک پہونچی تہی اگر حضرت محمدؐ پیغمبر نہ مانے جاتے تو اپنے دیگر اوصاف کی وجہہ سے بعد حضرت ابو طالب کے حضرت محمدؐ امیر قبیلہ قریش کے بموجب دستور قدیم ... قبول کئے جاتے اور بعد اون کے علیمرتضٰے۔ لیکن حضرت ابو طالب ... زمانہ زندگی مین حضرت محمدؐ کی صفت نبوت اور رسالت ظاہر ہونے لگی

اور بعد وفات حضرت ابو طالب کے مذہب اسلام نے جو تعدد امارت قبائل عرب کا تھا اوس کو مٹا کر کل قبائل عرب کو شامل امارت قبیلہ قریش کے کر لیا۔ مگر دستور قدیم امارت اور خلافت کے متعلق جو چلا آتا تھا اوس وسعت قومی و ملکی نے اوس میں کچھ خلل نہیں ڈالا بلکہ آنحضرت صلعم نے کل قبائل نے اپنا امیر اور سلطان قبول کر لیا اور اوسی دستور قدیم کو اس وقت پیغمبر نے قبول کر کے اور اپنے آپکو امیر کل قبائل عرب کا سمجھ کر آہستہ آہستہ اور وقتاً فوقتاً اصلاح امور کل قبائل عرب کی کر کے اوس کام کو اپنے عہد میں پورا کر دیا۔

مثل اپنی ذات کے پیغمبرؐ کا علی سے کار تبلیغ رسالت لینا

پیغمبر صلعم سے جب کوئی کام ہو جاتا تھا خواہ وہ محض امر تبلیغ رسالت متعلق ہو جیسے سورہ برات کا کفار اور مشرکین مکہ پر پہونچانا جس میں علیہ السلام نے ظاہر کیا ہے کہ میں رسول خدا کا رسول ہوں[۱] یا یمن کو ہدایت کے لئے علیہ السلام کا بھیجا جانا جس میں ان کے ہاتھ پر لوگ مسلمان ہوئے[۲] خواہ وہ کام [illegible] سے متعلق ہو۔ خواہ وقت جنگ سے ہو۔ خواہ کسی کام میں [illegible] حضرت پیغمبر کو علی سے منسوب ہوتی تھی ۔ اوس میں خصوصیت نیابت اور قائم مقامی پیغمبر کی نہیں [illegible] ہے۔ یعنی جو کام بہ نفس نفیس خود پیغمبر [illegible] جاتے تھے وہ کام بغیر مثل پیغمبر کی ذات کے علیہ السلام سے لیتے تھے [illegible] اون کو سمجھتے تھے ۔ اور علیہ السلام [illegible] ہی حیثیت [illegible]

---

[۱] خصائص [illegible] نسائی [illegible] [illegible] [illegible]
ومعالم التنزیل [illegible] سعید بن مسعود کازرونی [illegible]
خواص الائمہ [illegible] تفسیر ثعلبی و تفسیر [illegible] [illegible]
[illegible] صحیح بخاری و صحیح [illegible] [illegible]
[۲] کتب صحاح [illegible]

اوس کو انجام دیتے تھے۔

علی کو پیغمبرؐ کا کبھی کسی کا ماتحت کر کے نہ بھیجنا

پیغمبرؐ نے علیہ رضی کو کسی وقت اور کسی موقع پر کسی کا ماتحت کر کے نہیں بھیجا البتہ حضرات شیخین کو علیہ رضی یا کسی دوسرے کا اکثر ماتحت کیا ہے۔

پیغمبرؐ کا عملی کار تبلیغ رسالت کو اپنی زندگی میں بقبضہ علیہ رضی رکھنا اور سلب نہ کرنا

پیغمبرؐ نے علیہ رضی سے جو کام لئے۔ اور علیہ رضی نے جو کارروائی کی اور ہر امر میں فتحمندی حاصل کی جس کا نتیجہ دین اسلام کا قائم ہو جانا اور قومی سلطنت مسلمانوں کی پیدا ہو جانا ہوا پیغمبرؐ نے اوس کارروائی کو اپنی زندگی میں علیہ رضی کے قبضہ میں رکھا اور اپنے آخیر زمانہ تک علیہ رضی کے اوس اختیار عملی کو سلب نہیں کیا۔جس سے مرضی اور منشاء پیغمبرؐ صریح ظاہر ہوتا تھا کہ وہ علی سے کار خلافت اور سلطنت ہمیشہ کو برابر لینا چاہتے ہیں۔

طرق تقرری بادشاہ آیندہ

کیا حضرات شیخین یہی اصول نہ جانتے تھے کہ کسی سلطان کے مرنے کے بعد تین ذریعے اوس کے خلیفہ یعنی جانشین اور بادشاہ آیندہ ہونے کے لئے ہیں۔اول استخلاف۔ دوسرے قرابت تیسرے انتخاب؟۔یعنی کسی سلطنت اور خلافت فی الارض کا موجودہ سلطان اور بادشاہ اپنی زندگی میں جس کسی کے لئے استخلاف کر جاوے اور اوس کو اپنا ولیعہد مقرر کر دے تو وہ استخلاف اور ولیعہدی ذریعۂ حق خلافت اور سلطنت کا اوس کے لئے ہوگا۔اور اگر یہ نہو تو سلطان اور بادشاہ کا قرابت دار جو لائق تر ہو مستحق خلافت ہوگا۔اور قرابت حق خلافت کے لئے ذریعہ ہوگی۔اور اگر یہ بھی نہو تو وہ لوگ جو قابلیت انتخاب کرنے کی رکھتے ہیں جس کسی کو منتخب کریں

منتخب خلیفہ یا بادشاہ میں چند ضروری اوصاف کا ہونا۔ لیکن ضرور ہے کہ انتخاب کے وقت شرافت خاندانی، اور علم، اور شجاعت، اور سخاوت کو پیش نظر رکھیں۔

اگر کسی میں یہ سب اوصاف اعلےٰ درجہ کے موجود ہوں اور سوائے اوس کی دوسرے کا انتخاب کیا جاوے تو وہ انتخاب غلط ہوگا۔

اگر حضرات شیخین ان امور کو نہیں جانتے تھے تو چاہیئے تھا کہ کسی عالم کو بلاتے اور اوس کے آنے تک معاملہ طے کرنے خلافت میں توقف کرتے جیسا کہ اپنے عہد میں بارہا علی مرتضےٰ سے دریافت کرکے امور اہم کے طے کرنے پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اون امور کو جانتے تھے اور استخلاف پیغمبرؐ باشارا اور مرضی پیغمبرؐ جو بمنزلہ استخلاف کے تھی اوس کو نہیں جانتے تھے یا نہیں مانتے تھے تو قرب وقرابت رسول جو علی مرتضےٰ کو پیغمبرؐ کے ساتھ تھا جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا اور وہ ہی اصولا ذریعہ استحقاق خلافت کا تھا اوس کو انصار کے سامنے پیش کرتے اگر شیخین نے اس سے بھی گریز کیا اور جس کی وجہ اون کا دل جانتا ہوگا تو اون کو چاہیئے تھا کہ امر انتخاب کو انصار کے سامنے پیش کرتے اور صحیح طریقہ انتخاب کا عمل میں لاتے اول کل صحابہ اور مسلمانوں کو جمع کرکے یہ دریافت کرنا تھا کہ کون کون دعوے دار خلافت ہیں اور کیا کیا وجوہ اپنے استحقاق کے رکھتے ہیں۔ پھر انتخاب کرنے والے فضیلت شرافت نسبی وخاندانی اور علم اور شجاعت اور سخاوت ہر دعوے دار کو پیش نظر رکھکر انتخاب کرتے۔

یقین کرنا چاہیئے کہ جب اس صحیح طریقہ سے انتخاب کیا جاتا تو بھی سوائے علی مرتضےٰ کے کوئی منتخب نہیں ہوسکتا تھا۔

علی مرتضےٰ کی شرافت نسبی شرافت نسبی اور خاندانی علی مرتضےٰ کی وہی

تھی یہ چچا پیغمبرؐ کے۔ پدر پیغمبرؐ اور پدر علی مرتضیٰؑ فرزندان حضرت عبد المطلب سگے بھائی تھے۔ پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰؑ کی دادی ایک تھیں۔ بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ اور علی ایک نور سے ہیں اور ایک درخت کے دو شاخہ درخت ہیں۔ علی کا گوشت اور خون پیغمبرؐ کا گوشت اور خون ہے۔

خدا نے قرآن میں علی کو نفس پیغمبرؐ فرمایا ہے۔ علی سے بہتر شرافت نسبی اور خاندانی میں بعد پیغمبرؐ کے کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

علی مرتضیٰ کا علم علم علی مرتضیٰؑ کا وہی تھا کہ جو پیغمبرؐ نے علم تعلیم کیا تھا علی مرتضیٰؑ نے مثل فرزند کے اور پیدائش سے لیکر جوانی تک جب تک پیغمبرؐ زندہ رہے زیر سایہ عاطفت پیغمبرؐ کے تعلیم و تربیت پائی اور شروع سے پیغمبرؐ نے اونکی تعلیم پر اون کو چلایا کہ جیسے خود پیغمبرؐ تھے علی مرتضیٰؑ نے برابر اوسی گھر میں تعلیم و تربیت پائی جس گھر میں کہ پیغمبرؐ تھے اور جس گھر میں کہ قرآن نازل ہوا تھا۔ شروع سے جب سے قرآن نازل ہوا گیا ویسے ہی پیغمبرؐ اون کو سکہلاتے تھے وہ تحقیقی معنے اور مراد آیت کی علی مرتضیٰؑ پر ظاہر ہو جاتی تھی[1]۔

جو کچھ پیغمبرؐ پر آتا تھا وہی پیغمبرؐ علی پر القا کرتے گئے اوسی تعلیم خاص میں پیغمبرؐ نے تمام علم اولین و آخرین کی علی مرتضیٰؑ کو تعلیم دی اور تمام راز مذہب اسلام و حقیقت دین کے بتائے[2]۔

علی مرتضیٰؑ کو ہمیشہ پیغمبرؐ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک خاص وقت ایسا ہوتا تھا کہ جیسا ایک خاص وقت پیغمبرؐ کو خدا کے ساتھ ہوتا تھا[3]۔ اسی وجہ سے

---

[1] اخطب خوارزم و تذکرۃ خواص [illegible] فصول المہمہ زرندی و تفسیر درمنثور سیوطی [illegible] الکتاب [illegible] استیعاب

[2] کتاب [illegible] دار قطنی و اخطب خوارزم و مسند ابن [illegible] و محب طبری در کتاب ذخائر العقبیٰ و ریاض [illegible] و مسند امام احمد حنبل و خصائص نسائی۔ و ینابیع المودۃ علامہ [illegible] ١٢ منہ

[3] خصائص نسائی و ارشاد مرشد صفحہ ١١٧-١٢٠ منہ

تاہم خلوق کے اسرار کی سہولتین کرسکتے ہین اور رافضہ کے نزدیک ہو گئے ہین۔

اور یہ فرمانا پیغمبرؐ کا کہ قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ اور حق اوسی طرف کو پھرتا ہے جس طرف کو علی پھرتا ہے^ف ظاہر کرتا ہے کہ علی کو ہر قسم کے علوم دینیہ اور حکمیہ مین سب سے اعلے درجہ کا کمال ہو گیا تھا اور بعد پیغمبرؐ علی سے بہتر کوئی شخص عالم نہین تھا۔

علی مرتضےٰ کی شجاعت

شجاعت علیہ تضےٰ کی زمانہ پر ظاہر ہے کہ جب پیغمبرؐ کار رسالت پر مبعوث ہوئے اور مذہب اسلام کا ظاہر اور جاری کرنا چاہا علیہ تضےٰ نے زیر اطاعت پیغمبرؐ کے بلا خوف بہ کمال جرات اوس کی تعمیل کی اور کسی وقت اوس کی تعمیل مین علیہ تضےٰ سے سستی ظہور مین نہ آئی۔

امر رسالت مین پہلے مسئلہ توحید بذریعہ عمل کے جاری کرنا شرک کا مٹانا تھا اور شرک مٹ نہین سکتا تھا جب تک کہ وہ لوگ جو مزاحم اوس مسئلہ کے تھے اور سوائے ذات کبریائی وحدہ لاشریک کے دوسرون کو خدا اقرار دیتے تھے وہ اور اون کے بت معبود، نابود نہ کئے جائین۔

تمام نامور کفار اور مشرکین جو مسئلہ توحید کے مخالف تھے علیہ تضےٰ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لڑائیون مین جن جن مقامات پر کہ اونھون نے جنگ کی اور شجاعان عرب کو قتل کیا اون کے مقامات حرب مشہور ہین۔ اور اون کی جنگ قیامت تک معروف رہیگی کبھی میدان جنگ سے فرار نہین کیا۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمے رہے اور کبھی کسی لشکر سے خوف نہین کھایا کوئی دشمن مقابلہ مین نہ آیا کہ زندہ بچ رہا ہو اور ایک ضرب نہین لگائی کہ حاجت دوسری کی رہی ہو۔ جو بہادر کہ آپکے ہاتھ سے مقتول ہوا اوسکی قوم مباہات کرتی تھی۔

ف صواعق محرقہ۔

عمرو ابن عبد ود مقتول کی بہن نے اپنے اشعار مین کہا ہے کہ اوس کا قاتل شجاع یگانہ و دلیر بے مثل پسر بادشاہ مکہ ہے اوس کے کشتہ کے لئے عیب و عار نہین اگر کسی اور کے ہاتہہ سے مارا جاتا تو عمر بہر اوس کو روتی۔ [۱]

علیمرتضٰے نے جیسے کفار اور مشرکین کو تہ تیغ اور مطیع کیا ویسے ہی تمام بت مکہ اور طائف کے بلا ہچکچک علیمرتضٰے کے ہاتہہ سے توڑے گئے یہان تک کہ نبیؐ کے دوش مبارک پر قدم رکہکر بالا دست بتون خانہ کعبہ کو علی نے زمین پر گرا دیا۔

علیمرتضٰے کی قوت بازو سے جو پیغمبرؐ کے قوت بازو تہے ہر قسم کی فتحمندیان حاصل ہوئین اور تمام واقعات کا نتیجہ مذہب اسلام کے قائم اور سلطنت کا قرار پاجانا ہے۔

مولوی احسان اللہ صاحب عباسی وکیل گورکہپور اپنی مصنفہ تاریخ اسلام مین لکھتے ہین کہ "ہوش سنبہالنے کے بعد علی سے ایسے ایسے نمایان کام ہوئے اور اشاعت اسلام مین ایسی کچہہ مدد ملی کہ آنحضرتؐ کے نزدیک یہ بہت ہی زیادہ ممتاز اور پیارے تہے جو خونی تعلق آنحضرتؐ کو ان کے ساتہہ تہا اوس سے قطع نظر کرکے دیکہئے جب بہی مسلمانون کی جماعت مین علی سے زیادہ کوئی دوسرا بہم صفت موصوف نہ تہا۔ شجاعت، تہور، راستی، اتقا، دانشمندی، سخاوت، توکل اسلام کے جانثار محمدؐ صلعم پر جان قربان کرنے والے۔ جس پہلو سے دیکہو یہ شخص اپنا ثانی نہین رکہتا تہا۔ ان کو پیغمبری کا درجہ نہین ملا ورنہ ہارون نے موسےٰ کے ساتہہ اتنا نہین کیا جتنا علی نے محمدؐ صلعم کے ساتہہ کیا"۔

علی مرتضٰے کی سخاوت

علیمرتضٰے کی شجاعت جیسے مشہور زمانہ ہتی ویسے ہی اون کی سخاوت۔ حقیقت مین وصف سخاوت وصف شجاعت

---

[۱] تاریخ خمیس و بار بکری۔

کو لازمی ہے جس کسی مین وصف شجاعت ہوگا وہ ضرور ہے کہ اوس مین وصف سخاوت
ہو ۔ قانون قدرت شجاع کو سخی بھی پیدا کرتا ہے ۔

علیہ التحیۃ کی جود و سخا کے اون کی سیرت مین بہت سے واقعات مروی
ہین ۔ وہ نخلستان یہود مین اپنے ہاتھہ سے پانی دیتے تھے یہان تک کہ ہاتھہ زخمی
ہو جاتے تھے اوس کی اجرت کو تصدق کرتے تھے اور خود پتھر شکم پر باندھ لیتے
تھے ۔ کبھی سائل سے "نہین" نہین کیا ۔

اون کے واقعات سخا کا ذکر جابجا قرآن مین ہے ۔ ایک وہ واقعہ ہے
کہ ایک سائل نے مسجد نبوی مین سوال کیا اوس کو کسی نے کچھہ نہ دیا پس
بلند کئے اوس سائل نے ہاتھہ اپنے طرف آسمان کے اور کہا کہ خداوندا تو گواہ رہنا
کہ اس وقت مین نے مسجد رسول مین سوال کیا پس کسی نے مجھکو کچھہ نہ دیا اور
حضرت علی اوس وقت رکوع مین تھے اونہون اشارہ کیا دست راست کی
اونگلی سے طرف سائل کے اور اونگلی مین اون کی ایک انگشتری تھی ۔ پس
سائل نے آگے بڑھکے وہ انگشتری اون کی اونگلی مین سے اوتار لی اس پر
انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یہ آیت نازل ہوئی ۔ کہ "سوائے اس
یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون کے نہین ہے کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور
رسول اوس کا اور وہ لوگ کہ ایمان لائے ہین ۔ ایسے لوگ کہ قائم کرتے ہین نماز
کو اور دیتے ہین زکوۃ درحالیکہ رکوع کرنے والے ہین" [۱]

ایک وہ واقعہ ہے کہ علیہ التحیۃ نے تین روزے رکھے اور شمعون یہودی
سے تین صاع جو قرض لئے اور حضرت فاطمہ نے اوس کو پیسا اور روٹیان پکائین

[۱] مرقاۃ شرح مشکوۃ و کنز العمال و تذکرۃ خواص الامۃ و کفایۃ الطالب و مناقب ابن مغازلی ۔ تفسیر درمنثور تفسیر بیضاوی ۔ تفسیر جلالین تفسیر معالم التنزیل بغوی و تفسیر کشاف محی الدین عربی تفسیر کبیر رازی ۔ تفسیر ثعلبی ۱۲ ۔ منہ والسلطنۃ الابدیہ یعنی مناظرہ کلیہ ۔

ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے لئے استخلاف کرے۔ استخلاف کا حق وہ شخص رکھہ سکتا ہے جو
جائز اور صحیح طور پر بادشاہ قرار پایا ہو۔

جن واقعات اور امور کو مین نے ظاہر کیا ہے اون کو ذی علم مصنف نے
حضرت ابوبکر کی خلافت پر رائے عمداً ترک کرکے اون پر کوئی محققانہ رائے
نہین لکھی ہے اس لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچھہ ہوا اوس کے متعلق کوئی عندیہ
ذی علم مصنف کا کہ وہ بجا ہوا یا نہین جاتا اور جب تقرر حضرت ابوبکر خلافت پر
صحیح نہین ہو سکتا کہ وہ کسی اصول پر مبنی تھا تو پہر حضرت عمر کو ہرگز حق نہین تھا کہ وہ
حضرت ابوبکر کے لئے اون لوگون سے بزور بیعت لینا چاہین جو خانہ فاطمہ مین جمع
ہوئے تھے۔ جنمین فاطمہ علی اور حسنین علیہم السلام بہی داخل تھے اور نہ حضرت عمر کو یہ
جائز ہو سکتا تھا کہ وہ اوس حضرت فاطمہ کے گھر جلانے کے ہو جاوین۔

ایسی تہدید زیر اطاعت لانے کے لئے اوس وقت روا ہو سکتی ہے جب کوئی صاف
یہ کہے کہ حضرت ابوبکر ایسے برحق خلیفہ تھے کہ علی و فاطمہ اور جو لوگ کہ فاطمہ کے گھر مین
جمع ہوتے تھے وہ سب باغی اور واجب القتل تھے۔

ذی علم مصنف یا کوئی اور اوس فرقہ مسلمانون مین جس مین وہ اپنے آپکو
ظاہر کرتے ہین صریح اس بات کا قائل نہین ہے کہ علی و فاطمہ اور جو لوگ کہ خانہ فاطمہ
مین جمع ہوتے تھے وہ باغی اور واجب القتل تھے۔ اس لئے اوس وقت جو کچھہ
تندی اور تیز مزاجی کے حرکات حضرت عمر سے سرزد ہوئے یا نہایت تیزی
اور سرگرمی سے جو کارروائیان کین جنمین بے اعتدالیان پائی گئین وہ سب
ناواجب اور بے محل قرار پائینگی۔

ایک مشکل مسئلہ اہل سنت

یہ ایک عجیب مسئلہ مشکل جس کا
حل محال ہے بقول کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر کئے جانے سے جو لوگ

مخالفت کرنے والے تھے وہ قابل اطاعت حضرت ابوبکر ہی قرار دے جائین اور جو
کوشش اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے کی جاوے اوس کو مکروہ اور ناپسند ہی
کیا جاوے۔

امر صریح یہی ہے کہ یا تو مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت قرار
دیا جاوے اور اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے جو تہدیدی تدبیر عمل مین لائی
گئی وہ روا اور پسندیدہ مانی جائے۔ یا مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت
نہ مانا جائے۔ اور اون کے زیر اطاعت لانے کی کوشش کو ناواجب کہا جائے۔

اگر علیمرتضےٰ معاملہ خلافت حق پر تہے اور خلافت حق اہلبیت پیغمبرؐ کا تہا تو حضرت
ابوبکر کا نصب خلافت پر ناحق تہا اور علیمرتضےٰ اور اہلبیت پیغمبر پر جو سختی برتاؤ اون
کے مطیع کرنے کے لئے کئے گئے وہ ناواجب تہے۔ اور
اگر حضرت ابوبکر کا نصب خلافت پر حق تہا اور علیمرتضےٰ اور اہلبیت پیغمبرؐ واجبی نصب
ابوبکر سے سرکشی کرنے والے تہے تو اون کے ساتھ اون کے مطیع کرنے کے لئے اوس
سے زیادہ سختی عمل کرنا روا ہو سکتا تہا جو کچھہ کر کیا گیا۔

حل مسئلہ مشکلہ سے مصنف کا گریز اور اوس کا نتیجہ لازمی حضرت عمر سے بیزاری۔

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی محققانہ رائے سے اس مشکل مسئلہ کو صاف طے نہ کرکے اور حضرت عمر کی
حرکات تندمزاجی اور بے اعتدالیون کو خلاف مسلک اپنے قدما کے قبول
کر کے اپنے فرقہ کے مسلمانون کو اور زیادہ مشکل مین ڈالا ہے۔ لیکن اون کے
فرقہ کے مسلمانون کو اگر سچی محبت اور مودۃ ذوی القربیٰ پیغمبرؐ کی ہے کہ جو امت
پیغمبر پر بموجب نص قرانی (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) کو واجب
کی گئی ہے تو حضرت عمر کے حرکات تندمزاجی اور بے اعتدالیان جسقدر کہ

ذی علم مصنف نے بمقابلہ علی و فاطمہ اور حسنین کے قبول کی ہیں کہ یہ سب اوسی گھر میں تھے جس کے جلا دینے کا ارادہ حضرت عمر نے ظاہر کیا ہے حضرت عمر سے نفرت پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مسلمان ایسی تحرکات تند مزاجی اور بے اعتدالیوں حضرت عمر کا یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں جبکہ وہ یہ تصور کریں کہ پیغمبر اوس وقت موجود تھے جس وقت حضرت عمر سے یہ حرکات تیز مزاجی کی اور وہ بے اعتدالیاں سرزد ہوئیں اور جس شخص سے وہ سرزد ہوئیں وہ بھی معصوم ہوا اور ایمان سے اپنے دل کی شہادت لیں کہ اوس وقت پیغمبر کی کیا مرضی ہوتی اور پیغمبر حضرت عمر کو مرحبا اور شاباش کہکر اون کی پشت ٹھونکتے یا کلمہ اون کے حق میں موجب [illegible] نکالتے۔ کیونکہ فاطمہ کے حق میں تو وہ یہ فرما گئے تھے کہ فاطمہ پارہ جگر میری ہے جس نے اوسے اذیت دی اوس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اوس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی پس وہ کافر ہے ۔

مصنف کا عذر بیجا کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیوں سے فتنہ کا دبنا۔

ذی علم مصنف نے جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر اپنی تحقیق اپنا عندیہ ظاہر کیا ہے ویسا ہی یہ اون کا عندیہ بھی [illegible] ہیں کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیوں نے اوٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا۔ بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیاں [illegible] ہو جاتیں جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ میں واقعہ ہوئی تھیں۔

ذی علم مصنف کو پہلے یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ فتنہ کیا تھا جس کو حضرت عمر کی بے اعتدالیوں نے دبا دیا؟ اور وہ فتنہ کس نے اوٹھایا تھا؟ اول فتنہ

کو تحقیق کر لیا جاوے تو اوس پر کوئی رائے دی جا سکتی ہے کہ آیا حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوس فتنہ کو دبا دیا۔ یا اوس فتنہ کو ضبط اور مستحکم کیا۔

مقصود فتنہ ابکو حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے دبا دیا۔

ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی علم مصنف حضرت ابوبکر کے منصب خلافت کی مخالفت کو فتنہ جانتے ہین اور علیہ [illegible] وبنی ہاشم اور اون کے ساتھیون کو جو خانہ فاطمہ مین حضرت ابوبکر کی خلافت پر مخالفت کا مشورہ کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ علیہ [illegible] کو خلیفہ قبول کرین اون کو فتنہ پرداز سمجھتے ہین۔ اور یہ اون کے ذہن مین ہے کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوس مخالفت نے جو فتنہ تھا دبا دیا۔ لیکن باعتبار واقعات تاریخیہ جسپر مصنف نے توجہ نہین کی ایسا نہین ہے۔

فتنہ کیا تھا؟ بعد وفات پیغمبر اور قبل دفن پیغمبر معاملہ خلافت کے متعلق جو امر کہ پیش آیا حقیقت مین وہ فتنہ تھا۔ چاہئے یہ تھا کہ بعد دفن پیغمبر معاملہ خلافت کے متعلق جس کسی کو جو کچھ خیال تھا وہ مجمع عام صحابہ اور اکابر مسلمانون کے روبرو پیش ہو کر طے کیا جاتا۔ لیکن ایسا نہین کیا گیا بلکہ ابتداء فتنہ کے برپا ہونے کی یہ ہوئی کہ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہو کر امر خلافت کو اپنے حق مین قائم کرنا چاہا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر نے وہان پہنچکر اوس فتنہ کو [illegible] نہ روکا کہ بعد دفن پیغمبر کے جس وقت کہ تمام صحابہ اور اکابر مسلمان [illegible] معاملہ خلافت کو طے کر لیا جاتا بلکہ نزاع امر خلافت کو [illegible] حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا کر فتنہ برپا کیا۔

اصل معاملہ خلافت مین نزاع برپا کرنا فتنہ ہے۔ حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے [illegible] اور منصب خلافت پر مخالفت کرنا فتنہ نہین ہو سکتا۔

خصوص علیمرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے تائید کرنے والے اور یہ چاہنے والے کہ علیمرتضےٰ کو خلیفہ قبول کریں کہ جن کے یہان امارت قریش مدت سے چلی آتی تہی اور علیمرتضےٰ مین خلیفہ ہونے کی قابلیت ہر طرح تسلیم ہو چکی تہی اطلاق فتنہ پردازی کا ہرگز نہین ہو سکتا ہے۔

اسی لئے مین شروع سے یہ کہتا چلا آتا ہون کہ ذی علم مصنف کو پہلے یہ صاف طے کرنا تہا کہ پیغمبرؐ نے علیمرتضےٰ کے لئے استخلاف نہین کیا یا علیمرتضےٰ کے خلیفہ ہونے کے لئے منشا پیغمبرؐ کا نہین تہا۔ یا علیمرتضےٰ حق خلافت پیغمبرؐ کا نہین رکہتے تہے یا اون مین خلافت کی قابلیت نہین تہی۔ اور حضرت عمر نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح اور برحق تہا۔

جب تک یہ امور صاف طور پر طے نہون تب تک علیمرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے ساتھی جو خانہ جناب فاطمہ مین واسطے مشورہ کے حضرت ابوبکر کی مخالفت پر اور علیمرتضےٰ کے خلیفہ قبول کرنے کے لئے جمع ہوتے تہے نہ وہ فتنہ پرداز قرار پا سکتے ہین نہ اون کے اس امر کو فتنہ کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ

دراصل وہ مشورہ واسطے قائم کرنے امر حق کے قرار پاوے گا جس مین نزاع کرنے والون نے فتنہ اوٹہایا تہا اور اوس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے وہ مشورہ تہا

اس بنا پر حضرت عمر کے لئے بے اعتدالیان واسطے دبانے فتنہ کے نہین سمجہی جا سکین بلکہ واسطے استحکام فتنہ کے قرار پاتی ہین۔

علیمرتضےٰ نے حملہ کیون نہ کیا؟

لیکن اس مین شبہ نہین کہ بنو ہاشم کی سازشین تہین۔ بلکہ مخالفت حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر اگر اس حیثیت سے قائم رہتی کہ حضرت ابوبکر سے مقابلہ اور مقاتلہ کیا جائے تو اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہ خانہ جنگیان مسلمانون مین برپا ہو جاتین جس کا نتیجہ بجز تباہی

اور بربادی اہل اسلام کے کر نازہ تہا اور کچہہ نہین ہو سکتا تہا۔ اسی وجہہ سے علیمرتضےٰ نے
کہ جن کے دیگر بنو ہاشم تابع تھے اور سوائے بنو ہاشم کے دیگر مہاجر صحابہ اور مسلمان
اون کے ساتہہ تھے۔ حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور اون کو اون
کی حالت پر چہوڑا جیسا کہ علیمرتضےٰ نے ایک مقام پر مقابلہ سے ساکت رہنے کی یہی وجہہ
ظاہر فرمائی ہے اور دوسرے مقام پر یہ فرمایا ہے کہ مین مدت تک سوچتا رہا کہ آیا مین
حملہ کرون یا امر خلافت کے متعلق جو اندہا دہند کیا ہے اوس پر صبر کرون" اور بالآخر
رائے صبر کی قرار پائی۔

علیمرتضےٰ کے عدم حملہ کے نتائج

حقیقت مین علیمرتضےٰ نے جو اپنی مخالف
خلافت پر حملہ نہین کیا اور اوس خلافت کی برداشت کی۔ یہ صبر و سکوت اون کا
دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ معصوم تھے اور کوئی خطا اون سے سرزد نہین ہو سکتی تہی۔

اون کے ایسے صبر و سکوت نے مسلمانون پر احسان عظیم کیا اور عموماً دین
اسلام کو تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا۔

یہ امر نہین ہے کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوس مخالفت کو جو بنی
ہاشم کے خلیفہ مقرر ہونے پر تہی دبا دیا۔ نہ حضرت عمر کی تندمزاجی یا کوئی بے
اعتدالی مخالفت بنو ہاشم کو دبا سکتی تہی۔ بلکہ خود علیمرتضےٰ کی رائے۔ مخالف خلافت
پر حملہ کرنے کی نہین ہوئی۔ اور یہی مناسب سمجہا کہ مخالف خلافت کو اوس کی حالت
پر چہوڑا جائے تاکہ دین اسلام اور قومی سلطنت مسلمانونکی محفوظ رہے۔

اگر بنو ہاشم کی مخالفت کو حضرت عمر کی تیز مزاجی کے حرکات اور اون کی
بے اعتدالیان دبانے والی ہوتین تو تاریخ اسلام مین مذکور ہوتا کہ جس وقت حضرت عمر سے تیز
مزاجی کے حرکات اور اون سے بے اعتدالیان سرزد ہوئین اوسی وقت بنو
ہاشم نے اطاعت حضرت ابوبکر کی قبول یا اون کے ہاتہہ پر بیعت کر لی۔

تاریخ اسلام پر جب غور کیا جاتا ہے تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر کی

علیہ تفضلے کے ساتھیون نے اون کا اتباع کیا

تیز مزاجی کے حرکات اور بے اعتدالیون کی بنو ہاشم اور اون کے ساتھیون نے کچھہ پروا نہیں کی - بلکہ جب اوہنون نے خود علیہ تفضلے کی یہ راے دیکھی کہ مخالف سلطنت پر حملہ نہ کیا جائے اور اوس کو اوس کی حالت پر چھوڑا جائے تب اوہنون نے اتباع علی مرتضے کا کیا - اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی مخالفت سے باز آئے -

کچھہ شبہہ نہین کہ علیہ تفضلے نے اپنے صبر و تحمل سے اس وقت مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑ کر اوس جنگ سے کہ جو باہم مسلمانون کے ہوتی دین

جناب امیر کے عہد مین خانہ جنگیون کے اسباب -

اسلام کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا - لیکن جو خانہ جنگیان آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقع ہوئین جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین وہ بے شک صرف درمیان علیہ تفضلے اور حضرت معاویہ کے نہین ، بلکہ علی مرتضے اور بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر کے بہی اسی سبب سے باہم ہوئین کہ علیہ تفضلے نے جیسے مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑا تہا اور اوس پر حملہ نہین کیا تہا ویسا ان حضرات کی خواہش ہاے نفسانی اور طمع خلافت نے ہونے دیا - لبعض نے نکث بیعت کرکے اور لبعض نے خلافت علیہ تفضلے کو قبول نہ کرکے مثل فرزندان و عاملان عثمانی جسکا قبول کرنا ہر طرح سے اون پر لازم تہا مخالفت کرکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے کہ اوس وقت علیہ تفضلے پر رفع کرنا اوس فتنہ کا جو درحقیقت بغاوت تہی واجب تہا چنانچہ اوس فتنہ کے فرو کرنے مین بمقابلہ بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر علیہ تفضلے نے کامیابی حاصل کی اور بمقابلہ حضرت معاویہ کے فتنہ رفع کرنے مین ذرا کسر باقی رہی تہی کہ حضرت عمرو عاص و زبیر حضرت

حضرت معاویہ کی تدبیر سے اوس وقت جنگ ملتوی ہوگئی اور دوبارہ جنگ کے بند و بست مین علیہ السلام مصروف تھے کہ مسجد کوفہ مین اون کے زخم سر سے اولی ریش مقدس مخضب ہوگئی جس کی خبر پیغمبر خدا نے دی تھی ۔

لیکن بمقابلہ خلافت علی مرتضے کے جو فتنہ برپا ہوا اوس کی بنیاد وہی فتنہ ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین بشرکت حضرات عمر و ابوبکر برپا ہو کر قائم ہوا تھا ۔ اور اسی کے سبب سے ہر کسی کو حوصلہ و جرات ادعائے خلافت اور اپنے لیئے امر خلافت کی کوشش کا پیدا ہوگیا تھا ۔

حضرت عمر کی خلافت کے متعلق پالیسی ۔ حضرت عمر کی پالیسی ہی یہی تھی ۔ اونہون نے صرف حضرت ابوبکر کو خلیفہ بناکر اوس کے استحکام کی کوشش نہین کی تھی بلکہ اپنے زمانہ خلافت مین خاندان بنی امیہ کو جو دشمن خاندان نبوت تھا بہت تقویت پہونچائی تھی ۔ اور پھر حضرت معاویہ کو گورنر شام مقرر کیا جو بذاتہ ایک سلطنت تھی ۔ اور پھر اپنی وصیت مین ایسے شورے کا بند و بست کیا کہ بعد اون کے سوا حضرت عثمان کے جو کاتب ہی اون کے استخلاف کی کتابت کیئے تھے اور کوئی خلیفہ ہو سکے ۔

جو فتنہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا برپا ہو کر قائم ہوا تھا اور جس کو تدبیرون سے مستحکم کیا گیا آخر کار اوسی فتنہ نے بنا زنگ [illegible] دکہہ دیا جس مین ابن رسول اللہ و خاندان رسالت حضرت یزید فرزند حضرت معاویہ اور اون کے اعوان و انصار کی شقاوت سے درجہ شہادت پر فائز ہو کر ذلیل و خوار ہو گیا ۔

حضرت عمر کی پولٹکل غلطی سے مسلمانون مین نا اتفاقی ۔ یہ حضرت عمر کی پولٹکل سخت غلطی کیگئی کہ جس خاندان مین دولت ملی آئی تھی وہی خاندان مین رسالت بھی آئی اور اوسی خاندان کی دست امارت قدیم کو وسعت ہوئی اوس خاندان

سے سلطنت نکالی جائے اور اوس خاندان سے جس خاندان بنی امیہ کو دشمنی ہو اون کو موقع اور تقویت دیجائے - بنو ہاشم سے بنی امیہ کو مدت سے اوسی امارت پر رنجش چلی آتی تہی - اگر بنی امیہ کی دعوے داری امارت عہد حضرت پیغمبر میں مٹ چکی تہی لیس چاہیئے یہ تہا کہ خلافت اوسی خاندان مین رکہی جاتی جس خاندان مین چلی آتی تہی اور اوس کے مخالفون کو موقع نہ دیا جاتا کہ اون کے جس سے حوصلے بڑہتے - اس صورت مین ممکن نہین تہا کہ باہم مسلمانون کے کوئی نا اتفاقی ہوتی جس نے مذہب اسلامی کی بنیاد سلطنت کو ہلا ڈالا -

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا فتنہ برپا نہ ہوتا اور علیہ السلام بعد رسول صلعم خلیفہ رسول اوسی وقت قبول کر لئے جاتے یا جس وقت کہ خانہ جناب فاطمہ مین مشورے ہوتے تھے اور علیہ السلام چاہتے تھے کہ باجنگ لوگ اون کو خلیفہ قبول کر لین اور خود حضرت ابوبکر نے اقرار خلافت ظاہر کر کے علیہ السلام کو خلیفہ قبول کرنے کا اقرار ظاہر کیا تہا علیہ السلام نبینہ قبول کر لئے جاتے تو پہر کسی کو حوصلہ ادعا خلافت کا نہ ہوتا اور خلافت برابر نسل رسول مین چلی آتی اور کوئی خانہ جنگی باہم مسلمانون کی پیدا نہ ہوتی اور دین اسلام جو ٹہٹہر کر رہ گیا تمام روے زمین پر شائع و رائج ہو جاتا - اور اب تو جو نا اتفاقی معاملہ خلافت کے متعلق باہم مسلمانون کے شائع ہو گئی ہے وہ اوس وقت تک رفع نہین ہو سکتی جس وقت تک بنی فاطمہ مین سے جس زمانہ مین کوئی قابل اور لایق ظاہر ہو اوس پر کل مسلمان مجتمع اور متفق نہو جاوین جس کی پیشین گوئی حضرت پیغمبر آخر الزمان فرما گئے ہین - ہان وہ نا اتفاقی قبل اس کے کہ کوئی بنی فاطمہ مین سے خلیفہ قبول کیا جائے یون رفع ہو سکتی ہے کہ کل مسلمان اس امر پر متفق ہو جاوین کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچھہ ہوا وہ فلتہ تہا اور جہان تک اوس کی تقلید کی گئی وہ سب باطل تہا اور خیر نسل پیغمبر

مسلمانون سے نا اتفاقی دور ہو سکتی ہے -

سے جو خلفاء ہوئے جسکی ابتدا حضرت ابوبکر سے لیکر آخر خلیفہ عباسیہ تک ہے اون کی خلافت اوسی حیثیت سے ہے کہ جس پر علیہم تقضئے یا دیگر ائمہ اہلبیت نے عملہ نہ کیا یا نہ کرسکے اور اوسمین خلل نہ ڈالا اور نہ ڈال سکے۔ ایسی حالت مین بے شک امید ہوسکتی ہے کہ کل مسلمان متفق ہوکر اپنی بہبودی اور ترقی کا بندوبست کرسکین جو طریقہ کہ ذی علم مصنف نے اختیار کیاہے اوس کو باہم مسلمانون مین اتفاق پیدا کرنے اور اصلاح سے کوئی تعلق نہین ہے بلکہ ذی علم مصنف کے قدما نے جو رنگ جمایا تہا اوس سے زیادہ ذی علم مصنف نااتفاقی کا بیج بوتے ہین۔

حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید۔

ذی علم مصنف مدت خلافت حضرت ابوبکر کا ذکر کے حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید یون شروع کرتے ہین کہ وہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت مین بڑے بڑے کام حضرت عمر کی شرکت سے انجام پائے ہیں مگر اون کے لکھنے سے "الفاروق" مین یہ کہہ کر دستکش ہوتے ہین کہ وہ اون کے لکھنے کا اوس شخص کا حصہ ہے جسکو حضرت ابوبکر کی سوانح عمری لکھنے کا شرف واصل ہوگا

اس مین شک نہین کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے ساختہ [illegible] واقف تھے اور عموماً کار خلافت کا [illegible] بنام حضرت عمر کی رائے اور [illegible] سے ہوتا تہا۔ لیکن ذی علم مصنف کو حضرت عمر [illegible] اون [illegible] اور کوششون کا بھی ذکر کرنا ضرور تہا جیسے کہ عہد [illegible] اور [illegible] گرہون کا [illegible] تاکہ حضرت عمر کی اون بڑے بڑے کامون مین [illegible] کی حالت بھی [illegible]

[illegible] [illegible] لکھتے ہین کہ واقعہ مالک [illegible] اور [illegible] قوم کا جس کو منکر زکوۃ قرار دیا گیا ایسا ہی ہے کہ جہان حضرت ابوبکر نے حضرت عمر [illegible] تو نہیں [illegible]۔

خالد بن ولید کو حضرت ابو بکر نے معروف کئے جو بہم مالک بن نویرہ پر چڑہے اور اوہنون نے اوس کا اور اوس کی قوم کا قتل و قمع کر کے مالک کی زوجہ پر اوسی شب کو تصرف بہی کیا اور اس کی نسبت حضرت عمر کی جس سے طلحہ تقطے ہی متفق تہے یہ رائے ہتی کہ خالد واجب القتل اور قابل سنگسار ہے لیکن حضرت ابو بکر نے یہ پورا کام بے شک بت حضرت عمر کے حرف اپنے حصہ مین رکہا ہے۔

حضرت ابو بکر کا ذاتی تجربہ بابت حضرت عمر

پہر ذی علم مصنف اس قدر تمہید کے بعد یہ بیان کرتے ہین کہ "حضرت ابو بکر کو اگرچہ مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوا اور کسی سے اوٹہ نہین سکتا تاہم وفات کے قریب اوہنون نے عام رائے کے اندازہ کرنے کے لئے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا"

اگرچہ ذی علم مصنف نے حضرت ابو بکر کے مدتون کے تجربہ کو تفصیل سے بیان نہین کیا لیکن ظاہر ہے کہ وہ تجربہ عہد پیغمبر مین یا بعد وفات پیغمبر اپنے دو سالہ زمانہ خلافت مین ہوا ہو گا۔ مگر عہد پیغمبر مین حضرت عمر کے ان کا نمایاں کرنے کا کوئی نشان نہین ملتا جس سے ذی علم مصنف حضرت ابو بکر کے تجربہ کے قائل ہوئے ہین اور جبکہ کسی زمانہ سے ذی علم مصنف کا خیال صحیح مانا نہین جا سکتا۔

پیغمبر کا تجربہ مدت العمر

اسی موقع پر ہمین یہ بات نسبت ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتا کہ ذی علم مصنف نے ایسا یہ تمہید یہ تو ظاہر کیا کہ حضرت ابو بکر کو مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوا [illegible] سے اوٹہ نہین سکتا" لیکن اس تحقیق سے گریز کیا کہ پیغمبر کو بہی کسی کی بنسبت اپنے تجربہ مدت العمر سے ایسا یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران [illegible] کے اور کسی سے نہین اوٹہ سکے گا؟ اور آیا حضرت ابو بکر ہی اوس تجربہ پیغمبر

سکے جب یہ ہوئے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ کرنا چاہتے ہین۔ تو بعضون کو تردد ہوا
چنانچہ طلحہ نے حضرت ابوبکر سے جا کر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگون کے ساتھ
کیا برتاؤ تھا اب وہ خود خلیفہ ہونگے تو خدا جانے کیا کرینگے آپ خدا کے ہان جاتے
ہین یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا مین خدا سے کہونگا
کہ مین نے تیرے بندون پر اس شخص کو افسر مقرر کیا جو تیرے بندون مین سب
سے زیادہ اچھا تھا۔

بنی ہاشم مشورہ کے لئے نہین بلائے گئے

ذی علم مصنف کی تحریر سے ظاہر ہے کہ انکا صحابہ جن سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا دو ہی شخص سمجھے گئے عبد الرحمن بن عوف، و عثمان بن عفان، جو دونون آپس مین خالا زاد بھائی تھے۔ اور حضرت طلحہ کو مشورے کے لئے حضرت ابوبکر نے نہین بلایا تھا، وہ خود حضرت ابوبکر کی تجویز استخلاف پر جو حضرت عمر کے لئے تھی اعتراض اور شکایت کرنے گئے تھے۔ افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر نے علیؑ مرتضٰے یا حضرت عباس یا کسی اور بنی ہاشم کو مشورے کے لئے نہ بلایا۔ اس وقت تو وہ لوگ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین مین مصروف نہین تھے۔ اون کو نہ بلائے جانے پر مسلمانون کو غور کرنا چاہیے کہ انکو ایسے امر عظیم کے مشورے کے لئے کیون نہ بلایا۔؟

اکابر صحابہ کی آراء کا نتیجہ

یہ امر بھی تعجب سے خالی نہین ہے کہ سوائے حضرت عبد الرحمن بن عوف و حضرت عثمان بن عفان کے اور کوئی بھی نہین بلایا گیا حالانکہ اور اکابر صحابہ بھی موجود تھے تاہم جن دو اکابر سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا ان مین سے عبد الرحمن بن عوف نے حضرت عمر کی قابلیت جب سے قبول کی ہے ویسی ہی اون کی سخت مزاجی۔ حضرت ابوبکر نے بھی اون کی سخت مزاجی کو تسلیم کیا اگرچہ یہ امید ظاہر کرکے کہ وہ نرم ہو جاوینگے۔ اور حضرت طلحہ نے جو اعتراض

حضرت ابوبکر کی رائے پر اور شکایت بتاؤ حضرت عمر کی کی جس کا جواب حضرت ابوبکر نے اپنے عندیہ سے دیا ہے وہ بھی خلاف حضرت عمر کے ہے۔

ان راؤن کو جب جمع کیا جاوے تو غلبۂ آرا اسی پر ہوتا ہے کہ سخت مزاجی کی سبب سے حضرت عمر لائق استخلاف کے نہین تھے۔ درحقیقت مین بھی سخت مزاجی کیا وصف ایسا ہے جو قابلیت خلافت کو اگر دوسرے اوصاف ہون بھی مٹانے والا ہے۔

حضرت عثمان کی رائے کی حقیقت۔

بلاشک حضرت عثمان کی تنہا ایسی رائے تھی کہ جس مین کوئی عیب حضرت عمر کا ظاہر نہین کیا گیا مگر جب یہ فرمانا اون کا کہ ہم لوگون مین حضرت عمر کا جواب نہین، بمقابلہ ارشادات پیغمبر کے جو علیمرتضے کی قابلیت کی لنسبت ہوا در ہوئے ہین دیکھا جائے تو لاجواب ہے۔ بہرحال جو کچھہ ہو حضرت عمر کے استخلاف کے لئے مشورے مین صرف ایک رائے تھی اور بیہ درجہ اوس سے بھی کم تھا جو حضرت ابوبکر کے لئے سیقفہ بنی ساعدہ مین تھا

استخلاف حضرت عمر پر اجماع مخالفت صحابہ۔

درحقیقت ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے استخلاف کے متعلق اختلاف اور اعتراض صحابہ کو بہت نرمی سے دکھایا ہے ورنہ کتب تواریخ اسلام مین اس واقعہ کو تاریخ سے لکھا ہے اور اوس سے ظاہر ہے کہ جس درجہ پر کہ حضرت عمر کے مزاج مین شدت تھی اوسی شدت سے مجمع صحابہ نے مخالفت کی ہے۔ لعبض دانہون نے وقت بتجویز حضرت ابوبکر کے اور بعض مین بعد تحریر کے وہ مخالفت جیک [illegible] ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے حضرت عثمان کے کوئی صحابی بھی حضرت عمر کے استخلاف پر راضی اور متفق نہین تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر نے کسی [illegible] کو نہین مانا اور اونہون نے وہی ضد اور برتاؤ حضرت عمر کے استخلاف مین کیا جو حضرت عمر نے اون کے خلیفہ قرار ہوتے وقت سقیفہ مین کیا تھا جو درحقیقت [illegible] بدلا کرنا مقصود تھا۔

حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کو دیا کہ جاکر مجمع عام مین سنائے۔ پہر خود بالاخانہ پر جاکر لوگون سے جو نیچے جمع تہے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مین نے اپنے کسی بہائی بند کو خلیفہ نہین مقرر کیا بلکہ عمر کو مقرر کیا کہ تم لوگ اس پر راضی ہو سب نے سمعنا و اطعنا کہا، پہر حضرت عمر کو بلاکر نہایت موثر اور مفید نصیحتین کین جو حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل ہے جو بجائے کام مین آئین ۔

نوعیت کتابت استخلاف کی مفصل حقیقت

افسوس ہے کہ پیغمبرؐ اپنے مرض موت مین ایسے وقت کہ نہ اونکو غش آتا تہا نہ بیہوش تہے ایسی کتاب لکہنا چاہین جس کی وجہ سے بعد پیغمبرؐ صحابہ اور مسلمان گمراہ نہو جائین تو پیغمبرؐ کے فرمانے کو ہذیان کہکر اور نزاع کا شور و غل برپا کر کے پیغمبرؐ کی تحریر کتابت سے مزاحمت کی جائے۔ اور حضرت ابوبکر اپنے مرض موت مین عہدنامہ خلافت کا لکہوا دین جبکہ اونکو غش پر غش آرہے تہے اور بیہوش ہو ہو جاتے تہے اوسپر کوئی جرح قدح نہ کیا جائے۔ اور اوس عہدنامہ خلافت کا بڑا حصہ خصوص نام حضرت عمر کا جنکے لئے وہ استخلاف ہو حالت غشی اور بیہوشی حضرت ابوبکر مین حضرت عثمان کاتب عہدنامہ اپنے اختیار سے لکہدین وہ صحیح سمجہا جاوے گو یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بعد رفع غشی اور بیہوشی کے حضرت ابوبکر نے اوس تجویز کو قبول کر لیا کہ اون کی مرضی کے موافق ہے اور حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کی معرفت اوس عہدنامہ کو مجمع کو سنوا بہی دیا اور خود بالاخانہ پر سے لوگون کو آگاہ بہی کر دیا کہ حضرت عمر کے لئے استخلاف کیا ہے اور لوگون نے اوسکو قبول بہی کر لیا۔ لیکن اس امر پر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایسے مریض کے ایسے آخری وقت مین جبکہ اوس کو بار بار غش آتا ہو رہا ہے اور فہم بہی صحیح تہا اور ایسے

[illegible]ب موت کا کتبہ جائز ہو سکتا ہے۔ مگر جیسے کہ خود حضرت ابوبکر کا خلیفہ مقرر کیا جانا
[illegible]بیان بے سوچے سمجھے (فلتہ) حضرت عمر کی طرف سے تہا ویسے ہی حضرت ابوبکر
[illegible]کی طرف سے استخلاف حضرت عمر کا حالت بیخبر مطلق میں جبکہ قابلیت فہم کا زوال
[illegible] ہو رہا تہا ظہور مین آیا۔ ایسی حالت غشی اور بیہوشی مرض موت مین ایسے امر عظیم کا
[illegible] پایا جانا اور مسلمانون کی قسمت کا ایسے کتبہ کے تابع ہونا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

[illegible]علام استخلاف کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے اپنے اصول مقررہ کے بموجب حالات متعلقہ واقعہ کچہہ بیان نہین کئے
تا کہ حضرت ابوبکر سے ان امور کا واقع ہونا قبول کیا جاسکے۔

حضرت ابوبکر نے جو عہدنامہ غلام کو مجمع کے سنانیکے واسطے دیا وہ مجمع
[illegible] تہا؟ یا وہ مجمع کہین بازار مین تہا؟ یا حضرت ابوبکر کے دروازہ پر؟ اگر
[illegible] دروازہ پر تہا تو وہ مجمع کیون ہوا تہا؟ اور غلام جب مجمع مین گیا تہا
[illegible] وہ مجمع اور تہا اور حضرت ابوبکر نے جب مجمع کو مخاطب کیا وہ مجمع اور تہا یا دونو
[illegible] ایک ہی تھے؟ اور خود حضرت ابوبکر اپنی حالت مرض مین نیچے والے مکان مین
[illegible] تہا اوپر والے مکان مین؟ اگر نیچے والے مکان مین تہے تو سمجہہ مین نہین آتا
[illegible] ادن کی حالت ایسی تہی کہ اون کو غش پر غش آتا تہا اور بے ہوش ہوجاتی
تہے تو وہ نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین کیون کر گئے؟ اور اون کو کیا
[illegible] تہی کہ نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین جائین اور مجمع کو استخلاف کا
مضمون سنائین اور مکان سے نکلکر مجمع کے سامنے نہ آوین؟ اور

اگر اپنی حالت مرض مین وہ بالاخانہ پر تھے تو غلام کی معرفت عہدنامہ خلافت
[illegible] مجمع کو سنانے کی کیا ضرورت تہی؟ خود آپ سنا دینا یا اونکو آگاہ کر دینا کافی
تہا۔ اور پہر یہہ بیان کہ بالاخانہ پر جاکر مجمع کو مخاطب کیا کیونکر صحیح ہوسکتا ہی

جبکہ وہ حالت مرض مین وہان تشریف ہی رکہتے تہے۔؟!

یہی نہین معلوم ہوتا کہ اوس مجمع مین کون کون لوگ تہے جن کو وہ عہدنامہ سنایا گیا اور جن سے حضرت ابوبکر مخاطب ہوئے اور جنہون نے حضرت ابوبکر کی تحریر و تقریر کو قبول کیا؟ حالانکہ جو ڈپوٹیشن حضرت طلحہ لیکر اون کے پاس گئے تہے اوس وقت حضرت ابوبکر کی ہس تجویز اور تقریر پر سب لوگ معترض اور شکایت کرنے والے تہے۔

کسی بہائی بند کے عدم استخلاف کے بیان کی حقیقت۔

حضرت ابوبکر کا مجمع کے روبرو صحت استخلاف کے لئے یہ فرمانا کہ "مین نے اپنے کسی بہائی بند کو خلیفہ مقرر نہین کیا" اس بات کی خبر دیتا ہے کہ پہلے کسی شخص نے دین اسلام مین اپنے بہائی بند کے لئے استخلاف کرکے اوسکو خلیفہ مقرر کیا تہا یا مقرر کرنا چاہا تہا اور وہ استخلاف اور تقرر خلیفہ کا قبول نہین کیا گیا صرف اسی وجہ سے کہ وہ بہائی بند کے لئے تہا غیر کے لئے نہین تہا اور یہہ امر صریح ہے کہ استخلاف اور خلیفہ مقرر کرنے کا بہائی بند کے لئے جو بیان حضرت ابوبکر سے پیدا ہوتا ہے وہ سوائے پیغمبرؐ کے استخلاف اور خلیفہ مقرر کرنے علیہ نقضہ کے اور کسیکی نسبت سمجہا نہین جاسکتا کہ دین اسلام مین اول پیغمبرؐ نے اپنے بہائی چچازاد کے لئے استخلاف اور اونکو خلیفہ مقرر کیا تہا۔ پس حضرت ابوبکر کے بیان کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے جو استخلاف علیہ نقضہ اپنے چچازاد بہائی کے لئے کیا تہا اور وہ تم نے قبول نہین کیا۔ مین اپنے کسی بہائی بند کے لئے استخلاف اور اوس کو خلیفہ مقرر نہین کرتا ہون۔ اور خلاف پیغمبر غیر شخص یعنی عمر کے لئے استخلاف کرکے اونکو خلیفہ مقرر کرتا ہون۔

حضرت ابوبکر نے جس وجہہ کو صحت استخلاف اور تقرر خلیفہ کے

لئے ظاہر کیا ہے افسوس ہے کہ وہ اصول سلطنت کے بہی خلاف ہے اور ملک
عرب کے رسم و رواج کے بہی جو اصول سلطنت کے موافق تہا خلاف ہے۔
اور پیغمبرؐ نے جو اصول سلطنت اور رسم و رواج ملک عرب کے موافق
استخلاف کر کے خلیفہ مقرر کیا تہا یا کرنا چاہا تہا اوس کے بہی خلاف ہے افسوس
ہے کہ اسقدر رمی الفتون پر بہی حضرت ابوبکر نے جو استخلاف کر کے حضرت عمر کو
خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح سمجہا جاوے۔

حضرت ابوبکر کے نہایت موثر اور مفید نصائح کی حقیقت۔

اون نہایت موثر اور مفید نصیحتون کی بہی کچہ تفصیل نہین کی گئی کہ جو حضرت عمر کو
بلا کر حضرت ابوبکر نے کین جو حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل کے بجائے کام
آئین۔ اگر اون نصائح کو ظاہر کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کی قابلیت مین
کن کن چیزون کی کمی تہی اور اونہون نے کہان تک اون پر عمل کر کے اون
سے فائدہ اوٹہایا اور آج بہی مسلمان اون نصائح سے تا شر اور مستفیض ہوتی ہین۔
درحقیقت یہ فقرہ بمقابلہ اوس پند و نصائح اور وصایا کے ہے جو کتب
تواریخ اسلام اور اخبار مین موجود ہین جو پیغمبرؐ نے اپنے قریب زمانہ وفات
مین علی مرتضےٰ کو کی ہتین۔

افسوس ہے کہ حضرت عمر نے پیغمبرؐ سے کچہ پند و نصائح نہین پائے تہے
اور وہ محتاج حضرت ابوبکر کے پند و نصائح کے تہے۔

اگر ذی علم مصنف یہ بہی کہدیتے کہ وہ نصیحتین جو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر
کو کی ہتین وہ وہی نصیحتین ہتین جو پیغمبر صلعم نے حضرت ابوبکر کو کی ہتین تو وہ
زیادہ باثر اور حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل سمجہی جاتین۔

فارس و شام سے تعلقات عرب

خلافت و فتوحات۔ ذی علم مصنف نے بعد ذکر استخلاف اور

خلیفہ ہو جانے حضرت عمر کے ون کی خلافت اور فتوحات کا ذکر شروع کرنے
سے پہلے یہہ دکہانا ہے کہ عرب کو فارس اور شام سے کیا تعلقات تھے۔

اون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب یمن اور عراق مین اپنی اپنی
حکومتین قائم رکہتے تھے اور ایران نے اون کو بنا با جگزار بنا لیا تہا مگر عرب بغاوت
کرتے رہتے تھے، اخیر مین بعہد پرویز ایک لڑائی مین جو امانتی ہتیارون ایک
عرب کے متعلق ہوئی جس مین رسول اللہ ہی تشریف رکہتے تھے فارسیون نے
شکست کہائی، لیکن ایران کی حکومت جو عرب پر تہی اوٹہ نہین گئی تہی۔
رسول اللہ نے تمام بادشاہون کو دعوت اسلام کے خطوط لکہے تہے خسرو پرویز کو
دعوت اسلام کا لکہا تہا اوس پر اوس نے عامل یمن کو لکہا تہا کہ محمد کو گرفتار
کرکے دربار مین لائے۔ ایسے ہی عرب کے چند قبیلے جو شام مین آباد ہو گئے تہے
اونہون نے شام کے اضلاع پر قبضہ کر لیا تہا اور وہ بادشاہ کہلانے لگے تھے
مگر درحقیقت وہ رومی سلطنت کے صوبیدار تہے۔ ان لوگون نے اسلام
سے بہت پہلے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تہا۔ اسلام کے زمانہ مین وہ بہی
مشرکین عرب کی طرح اسلام کے دشمن نکلے۔ رسول اللہ نے قیصر روم
کو دعوت اسلام کا خط بہیجا تو انہین شامی عربون نے بردہ خط کا مال و اسباب
لوٹ لیا۔ اور جو خط بصرے کے حاکم کے پاس بہیجا تہا بردہ خط کو قتل کر دیا۔
اوس پر رسول اللہ نے لشکر کشی کی اور غزوہ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ پہر
اسامہ بن زید کو سردار لشکر بنا کر بہیجا۔ اسامہ کی روانگی کی نوبت نہین ہوئی
تہی کہ پیغمبر نے انتقال فرمایا۔

فارس اور شام سے تعلقات عرب پر رائے۔

جب تعلقات عرب کو فارس اور شام
سے ساتہہ دیکہا جاتا ہے تو وہ سب

ایک ملکی معاملہ نظر آتا ہے اور ہر ملک والا اپنی سلطنت قائم اور برقرار رکہنا
چاہتا تہا۔ عہد پیغمبر مین جب اسلام قائم اور رائج ہوا تو اوس کا لازمی نتیجہ
یہہ تہا کہ جداگانہ ملکوتین قبائل عرب کی امارت قریش کے ساتہہ جس کے امیر
حضرت محمدؐ صلعم تہے منضم ہوکر ملک عرب کی متحد سلطنت قائم ہوجائے۔

یہہ سلطنت مگر حضرت محمدؐ صلعم اور عمل علیہ تقضے سے جو بعد حضرت محمدؐ
امیر آئندہ قریش کے تہے قائم ہوئی۔

آنحضرت کا ارادہ تہا کہ تمام روئے زمین پر ایک مذہب پہیل کر ایک
سلطنت قرار پا جائے۔ اور آنحضرت نے اپنی زندگی مین ملک شام اور
فارس کی نسبت اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے بند و بست شروع کردیے
تہے لیکن آنحضرت کی موت نے اون کی زندگی مین اون کے اس ارادہ
کو پورا ہونے دیا۔ اور عہد حضرت عمرؓ مین ملک شام اور فارس فتح ہوئے۔

مہمات کے سرانجام پانے کا شرف کس کو ہوسکتا ہے؟

ذی علم مصنف نے عرب کے تعلقات
فارس اور شام کے ساتہہ جو بہ غرض
سے دکہائے ہین کہ عہد پیغمبر مین جن مہمات کی ابتدا ہوئی تہی اور حضرت
ابوبکر نے اوس کا پورا کرنا شروع کیا تہا اور حضرت عمرؓ نے انہین مہمات کا انجام
دیا اور اوس کی تکمیل کے لئے وہی اسباب تہے جو عہد پیغمبرؐ مین پیدا ہوگئے تہے
مطلق قابل نکتہ چینی کے نہین ہین۔ لیکن

اون مہمات کے سرانجام پانے کا فخر اور شرف اوسی شخص کو ہوسکتا ہے
کہ جس کے وقت بازوسے سلطنت ملک عرب کی قائم ہوچکی تہی اور سقیفہ بنی ساعدہ
مین اگرچہ ایسی بنیاد ڈالی گئی کہ اوس وقت مجمعۂ مسلمانون مین تفرقہ اور باہم
مسلمانون کے جنگ ہوکر سلطنت ملک عرب اور اوس کے ساتہہ دین اسلام

تباہ اور برباد ہو جائے۔ لیکن اوس شخص نے کہ جس نے اپنے قوت بازو سے اوس سلطنت کو قائم کیا تہا اپنے صبر وسکوت سے اوس قوت مجتمعہ کو برقرار رکہا اور اوسی شخص کے صلاح اور مشورے کو عمل مین لانے سے شام اور فارس پر فتح مندیان حاصل ہوئین۔

اگر علیمرتضےٰ کے قوت بازو سے سلطنت ملک عرب کی قائم ہوتی یا علیمرتضےٰ سقیفہ بنی ساعدہ کے خلیفہ یا اون کے استخلاف والے کے مقابلہ مین قتال کے لئے کہڑے ہو جاتے تو قوت مجتمعہ مسلمانون کی پراگندہ اور باہم مسلمانون کے جنگ سے خود سلطنت ملک عرب کی تباہ اور برباد ہو جاتی۔ اور عہد حضرت عمر مین فتوحات شام اور فارس کا موقع ہی نہ ملتا۔ اور نہ اون فتوحات کا سامان ہو سکتا کہ اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہی جنگ باہم مسلمانون کے شروع ہو جاتی جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام کے عہد مین واقع ہوئی۔

علیمرتضےٰ نے جیسے عہد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر مین قتال برپا کرکے قوت مجتمعہ مسلمانون کو نابود نہین کیا ویسے ہی حضرت عثمان کے زمانہ مین متفاہ اوس قوت مجتمعہ کو قائم رکہا جس سے افریقہ مین عظیم فتحمندی حاصل ہوئی۔ مگر بعد قتل ہو جانے حضرت عثمان کے جب علیمرتضےٰ خلیفہ ہوئے تو بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر اور حضرت معاویہ نے علیمرتضےٰ سے قتال برپا کیا (جنکی دعویداری سلطنت کے حوصلہ اور جرات کا ماخذ وہی سقیفہ بنی ساعدہ تہا کہ جہان غلط اور خلاف اصول خلیفہ اور سلطان قرار دیا گیا تہا) تب وہ قوت مجتمعہ مسلمانون کی منتشر ہو کر تباہ اور برباد ہو گئی۔ اور سلطنت ملک عرب اپنی زیادہ توسیع اور ترقی نہ کر سکی اور اسی امر نے دین اسلام کا شیوع اور اوس کی سلطنت کو تمام روئے زمین پر قائم نہونے دیا۔

جہان کہین کسی حصہ روئے زمین پر سلطنت مسلمانون کی اور دین اسلام کی مثل چہوٹے ستارے کی چمک رہی ہے اوس کا باعث یہہ ہے کہ دین اسلام ایسے پختہ اور صحیح اصول پر مبنی ہے کہ وہ قیامت تک کلیۃً کبہی ابود نہوگا جس کی پیشین گوئی بانی سلام نے کیا ہے۔ ورنہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ایسی بنا ڈالی گئی تہی کہ جس کے اثر سے کچہہ تعجب نہین تہا کہ دین اسلام اور اوس کی سلطنت کسی حصہ روئے زمین پر نمودار نہی۔

حضرت عمر کے زمانہ مین جو فتوحات ہوئین جنکا سبب قوت مجتمعہ مسلمانون کو برقرار رہنے دینا تہا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی غلطی کے قبوحات کو جس کی وجہہ سے تمام روئے زمین پر دین اسلام کے رواج کو اور اوس کی سلطنت کے قائم ہونے کو ضرر پہونچا۔ رفع نہین کرسکین۔

ذکر فتوحات عراق ذی علم مصنف نے بعد تمہیدی بیان کے فتوحات عراق کا ذکر شروع کیا ہے اور اوس کے بیان مین کہتے ہین کہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا جو صحابی نتھے ایک شخص نے آزادانہ کہا کہ اے عمر صحابہ مین سے کسیکو یہہ منصب دو۔ فوج مین سیکڑون صحابہ ہین اون کا افسر بہی صحابی ہے ہوسکتا ہے حضرت عمر نے صحابہ کی طرف دیکہا اور کہا کہ ہم کو جو شرف تہا وہ ہمت اور استقلال کی وجہہ سے تہا لیکن اس شرف کو تم نے خود کہو دیا۔ یہہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ جو لوگ لڑنے سے جی چرائین وہ افسر مقرر کئے جائین

ابوعبیدہ ثقفی کی سرداری کے متعلق حضرت عمر کی رائے سے اتفاق یہہ تجویز حضرت عمر کی ٹہیک تہی جس مین تتبع پیغمبر کا تہا جس کو عہد پیغمبر مین حضرت عمر اپنی طرح دیکہہ چکے تھے۔ پیغمبر نے بہی بعد امتحان اون لوگون کو جنہون نے ہمت و استقلال چہوڑ دیا تہا اور لڑنے سے دل چُراتے تھے

جس کی خبر قرآن مین بھی ہے کسی مہم پر سردار مقرر نہین کیا اور اکثر علیہ تفضلے کو سردار مقرر کرکے دوسرے صحابہ کو تابع اون کے کیا ہے۔ یہان تک کہ پیغمبر نے اپنے مرض موت مین کہ علی کو اپنے پاس رکھنا منظور تہا ملک شام کی مہم پر اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کیا اور تمام بڑے بڑے صحابہ مثل حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کو اوس کا ماتحت کیا۔ حضرت عمر نے جو غیر صحابی کو صحابہ پر سردار لشکر مقرر کیا یہ رائے اون کی نہایت صحیح تھی جس کا اونہون نے عہد پیغمبر مین تجربہ حاصل کیا تہا۔ مگر اسقدر افسوس ہے کہ وہ اپنی ایسی رائے صرف سردار لشکر کے ہی متعلق رکھنے والے تہے۔ بعد پیغمبر جانشین پیغمبر یعنی امیر امارت قریش بہی اوسی کو قبول کرنا تہا جو ایمان اور ما سے متصف تہا۔ جس نے عہد پیغمبر مین کبھی کسی جنگ مین ہمت واستقلال کو چہوڑا تہا جنگ سے کراہت، یا بہی چرانا، یا گسر بہ کرجانا تو کیا، جو جنگ مین قبل سر ہو جانے مہم کے پشت کی طرف مونہہ پہیر کر بہی نہ دیکہتا تہا اور جو غزوات پیغمبر مین اپنی خدمات کے صلہ مین خدا کی طرف سے "کانہم بنیان مرصوص" اور لافتے ما کے اسناد پائے ہوئے تہا۔ اور ایسا شخص کون تہا؟ حضرت عمر اوس کو خوب جانتے تہے کہ بجز علیہ تفضلے کے کوئی دوسرا نہ تھا۔

پہلی جنگ عراق مین عرب مسلمانون کے فرار پر مصنف کا افسوس

عراق کی جنگ اول مین ایرانیون سے عرب مسلمانون کو شکست ہوئی جس مین عرب مسلمان اس طرح بہاگے کہ پل کا راستہ نہ ملا تو دریا مین کود پڑے" اس پر ذی علم مصنف اظہار ندامت سے یون اشک افشانی کرتے ہین کہ "اسلام کی تاریخ میز میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر وقوع مین آیا ہے اور اگر کبھی آ ایسا اتفاق پیش آگیا ہے تو اوسکا عجیب افسوسناک اثر ہوا ہے۔ اس لڑائی مین جن لوگون کو یہ ذلت نصیب ہوئی تہی وہ مدت تک خانہ بدوش پہرتے رہے اور شرم سے

اپنے گھرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے مونہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مدینہ منورہ مین یہ خبر پہونچی تو ماتم پڑگیا۔ لوگ مسلمانون کی بدقسمتی پر افسوس کرتی تھے اور روتے تھے اور جو لوگ مدینہ پہونچکر گھرون مین رو پڑتے تھے اور شرم سے باہر نہ نکلتے تھے۔ حضرت عمر اون کے پاس جاکر اون کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم "او متحیزا الی فیئۃ" مین داخل ہو لیکن اون کو اس تاویل سے تسلی نہین ہوتی تھی

مصنف کے بیان افسوس اور اشک مالی کی حقیقت

تاریخ اسلام کا زمانہ عہد آنحضرت سے شروع ہوتا ہے جس سے عہد حضرت عمر نہایت قریب تہا۔ افسوس ہے کہ ذی علم مصنف واقعہ فرار کا ایسا بیان کرین جسکی نسبت مسلمانون کے دل قبول نکر سکین۔

اسلام کی تاریخ مین خود عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر نہین بلکہ ہر ایسے موقع پر کہ جہان معرکہ آرائی ہوئی ہے فرار کا واقعہ پیش آیا ہے۔ جیسے احد خیبر۔ حنین۔ کہ عہد پیغمبر مین یہی تین موقعے معرکے کے پیش آئے ہین جس مین فرار کا نشان اکابر صحابہ کے سرون پر لہراتا ہے جس کی خبر قرآن مین موجود ہے اور جس مین سے بعض ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے ہین جو تین دن کے بعد حاضر خدمت نبوی ہوئے ہین۔ اور بعض موقون پر جہان مسلمانون کی حالت محدود یا بمنزلہ محصور کے تھی جیسے خندق اور بدر۔ اون مین حریف اور دشمن اکابر صحابہ کا نام لے لیکر پکارتے تھے لیکن کوئی مقابلہ کے لئے نہین نکلا ہے کہ جو بمنزلہ فرار کے ہے۔ اگر ان موقعون پر راہ فرار ملتی تو کوئی شبہ نہین ہے کہ وہی راستہ اختیار کرتے جیساکہ اون کی عادت سے آئندہ معرکون مین ظاہر ہوگیا۔ ان تمام ہر قسم کی جنگون مین سوائے علیہ تعظیم اور چند جانبازون کے جنگی ذات شریف زمانہ سے فتح مندیان حاصل ہوئین مین کوئی ہی ثابت قدم نہین رہا ہے بااور

نے جنگ سے دل چرایا ہے۔

مگر اس مین شبہہ نہین ہے کہ جو اکابر صحابہ میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے وہ پیغمبر کے پاس کسی نہ کسی وقت آجاتے تھے۔

عہد پیغمبر اور عہد حضرت عمر کے فراریون کی ندامت کا موازنہ

اون مین جو عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور اون مین کے جو عہد حضرت عمر مین جنگ عراق سے بھاگے، البتہ یہہ فرق ضرور پایا جاتا ہے کہ وہ پیغمبر کے پاس خود آجاتے تھے۔ اور یہہ مدت تک خانہ بدوش پھرتے رہے اور شرم سے اپنے گھرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے منہ چھپایا کرتے تھے۔ یا تو اون کو شرم نہین تھی یا ان کو شرم کا بہانہ تھا۔

دوبارہ بحر نو کی عیسائیون مدد سے عراق پر فتحیابی اور دو واقعہ خاص

اس شکست کے بعد حضرت عمر نے نہایت زور شور سے حملہ کی تیاریاں کین جس مین عربون نے ایرانیون کو شکست دی۔ اس جنگ مین دو واقعے ایسے ہین جو خاص قابل تذکرہ ہین۔ ذی علم مصنف نے اون کو لکھا ہے لیکن مسلمانون کو اوس پر توجہہ نہین دلائی۔

پہلا واقعہ قابل توجہہ مسلمانان۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ "جب حضرت عمر حملہ کی تیاریان کر رہے تھے تب نمر اور تغلب کے عیسائی سردارون نے جو مذہبًا عیسائی تھے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ مین ہم بھی قوم کے ساتھ ہین۔ ان دونون سردارون کے ساتھ اون کے قبیلے کے ہزارون آدمی تھے اور عجم کے مقابلے کے جوش مین بھرے تھے"

مسلمانون کو غور کرنا چاہیے کہ عیسائی قوم مین اپنی قوم کے ساتھ کسقدر ہمدردی ہے اور وائے اون مسلمانون پر کہ جو باہم ایک دوسرے کے مناصب اور عزت کے خواہان ہوکر بنیاد تفرقہ کی ڈالین اور بجائے ہمدردی کے ایک دوسرے کے

خون کا پیاسا ہو جن کو مذہب نے سب سے زیادہ ہمدردی سکہائی - یہہ امر بہی
مسلمانون کو مد نظر رکہنا چاہیئے کہ مسلمانون نے اپنے دشمن ایرانیون کو ایسی حالت
مین شکست دی جبکہ عیسائی مسلمانون کے شریک تھے اس زمانہ کے مسلمانون کو
چاہیئے کہ وہ اوس آیتہ قرآنی کو ہمیشہ زیر نگاہ رکہین جسمین خدا نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب
کرکے فرمایا ہے "

" وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامتہ " | اور گردان نے والا ہون مین اون لوگون کو جنہون نے پیروی کی تیری اون لوگون سے جنہون نے کفر کیا قیامت کے دن تک "

دوسرا واقعہ قابل غور مسلمانان - دوسرا واقعہ یہہ ہے کہ - انس بن ہلال جو عیسائی سردار تہا اور بڑی جانبازی سے لڑ رہا تہا زخم کہاکر گرا - مثنیٰ نے خود گھوڑے سے اوترکر اوس کو گود مین لیا اور اپنے بہائی مسعود کے برابر لٹا دیا "

مسلمانون کو غور کرنا چاہیئے کہ ابتدائی زمانہ اسلام مین مسلمانون کا اخلاق اور برتاؤ کس درجہ پر تہا کہ ایک مسلمان ایک عیسائی کو اپنے بہائی کے برابر جانتا تہا -

پہر جنگ اور حضرت عمر کے خود شریک جنگ ہونے پر ووٹ - بعد اس جنگ کے جس مین ایرانیون کو شکست ہوئی تہی ذی علم مصنف نے یہہ بیان کیا ہے کہ " یزدگرد کی تخت نشینی سے سلطنت مین نئے سرے سے جان آگئی اور تمام مفتوحہ مقامات مسلمانون کے ہاتہ سے نکل گئے - اوس پر حضرت عمر نے بڑے سامان سے فوجی تیاریان شروع کین اور حضرت علی کو بلاکر خلافت کے کاروبار سپرد کیئے اور مدینہ سے تین منزل پر خیمہ زن ہوکر لوگون سے رائے طلب کی عوام نے کہا کہ یہہ مہم بغیر آپ کے سر نہوگی - عبد الرحمن ابن عوف نے کہا کہ اگر شکست ہوئی اور آپ کو کچہہ صدمہ پہونچا تو پہر اسلام کا خاتمہ ہے - اوس پر حضرت عمر خود بیٹھ گئے اور

سعد بن ابی وقاص کو بہیجا"

حضرت عمر کا حضرت علی کو کار و بار خلافت سپرد کرنا۔

علیہ تفضلے کو سپردگی کار و بار خلافت کی صرف اسی موقع پر نہین بلکہ جب حضرت عمر بیت المقدس کو واسطے سر انجام صلح کے گئے ہین تب بہی خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "حضرت علی کو نائب مقرر کر کے خلافت کے کار و بار اون کے سپرد کئے"۔ اور عمواس، کی وبار کے بعد ہی ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ " وبار کی وجہہ سے فتوحات کا سیلاب رک گیا حضرت عمر نے شام کا قصد کیا اور حضرت علی کو مدینہ کی حکومت دی"۔

مگر افسوس ہے کہ جسوقت حضرت عمر نے سفر آخرۃ کیا ہے تب اونہون نے علیہ تفضلے کو کار خلافت سپرد نہین کیا اور استخلاف کے لئے ایسا شورے قرار دیا کہ جسمین علیہ تفضلے کے ہاتہ مین کار خلافت نہ آسکا۔

حضرت عمر کو مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی

یہہ امر کہ مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی تاریخ اسلام مین، مین یہہ پاتا ہون کہ مہم ایران پر جب حضرت عمر نے اپنے جانے کا مشورہ کیا ہے تو علیہ تفضلے نے وہ رائے حضرت عمر کو دی ہے جو ذی علم مصنف نے عبد الرحمن ابن عوف کی طرف منسوب کی ہے اور علیہ تفضلے کی اوسی رائے کو بخلاف رائے دوسرے اہل الرائے کے حضرت عمر نے مانا ہے لیکن ذی علم مصنف نے عراق عجم کی مہم پر قبول کیا ہے کہ " سب کی رائے کے خلاف حضرت علی نے یہہ رائے دی کہ شام، اور بصرہ، اور یمن، کو ایک ایک ثلث فوج ہیجدیجاوین اور آپ مدینہ سے نہ ہلین اور اسی رائے کو حضرت عمر نے قبول کیا۔

اسی جنگ مین ذی علم مصنف نے مسلمانون کا عراق کو فتح کر لینا

فتح عراق کے مال غنیمت مین ایوان کسریٰ کا فرش بہار

بیان کیا ہے اور منجملہ غنیمت کے ایوان کسریٰ سے جو فرش بہار ہاتھ آیا۔ جس کے بیچ مین ایک سبزہ کا چمن تہا۔ چارون طرف جدولین تہین۔ ہر قسم کے درخت اور روشون مین شگوفے اور پہول اور پہل تہے۔ طرہ یہہ کہ جو کچھہ تہا زر و جواہرات کا تہا یعنی سونے کی زمین، زمرد کا سبزہ، پکہراج کی جدولین، سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے، جواہرات کے پہل، جو اس غرض سے تیار کیا گیا تہا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تہا تو اوس پر بیٹہکر شراب پیتے تہے۔ اوس کی نسبت ذی علم مصنف یہہ رقمطراز ہین کہ فرش کی نسبت لوگون کی رائے تہی کہ تقسیم نہ کیا جائے خود حضرت عمر کا بہی یہی منشا رہا لیکن حضرت علی کے اصرار سے اس بہار پر بہی خزان آئی اور دولت نوشیروانی کے مرقع کے پرزے اڑگئے۔ یورپ کے موجودہ مذاق کے موافق یہہ ایک وحشیانہ حرکت تہی لیکن ہر زمانہ کا مذاق جدا ہے۔ وہ مقدس زمانہ تہا جس مین زخارف دنیوی کی عزت نہین کیجاتی تہی دنیاوی یادگارون کی کیا پروا کرسکتا تہا۔

فرش بہار کی تقسیم مین علیمرتضیٰ پر حسد کی حقیقت۔

مگر یورپ کے مذاق کا جواب صرف تقدس زمانہ نہین ہے بلکہ زمانہ مین تقدس جن امور سے پیدا ہو جس سے مراد بہبودی سلطنت و قوم ہے وہ یورپ کے مذاق کا جواب ہے۔ یورپ کے مذاق کا مدار صرف اسی خیال پر ہو سکتا ہے کہ ایسی یادگار شاہانہ دولت کسریٰ کا قائم رکہنا چاہیے تہا لیکن ایسے چاندی سونے کے فرش فروش جواہرات ٹکے ہوئے یا اینٹ پتہر کی عمارات ہمیشہ باقی نہین رہ سکتین۔ حوادث زمانہ اون کو خود بخود نیست نابود کر دیتے ہین ایسی چیزون کی یادگار صفحہ روزگار پر اوسی حالت مین باقی رہتی تہی اوس وقت تک

جب تک کہ نسل الثانی اور اوہین علما اور فن تاریخ باقی رہے گا جس حالت مین کہ ایسی چیزون کے بنانے کی وجہہ اور اوس کے باقی نہ رکھنے کی رائے اور اوس پر جو فائدہ مرتب ہو زمانہ اپنے ورق لیل و نہار پر یہی روشن حروف مین لکہتا ہے۔

فرش بہار کی وضع صرف تفرج اور سامان عیش و نشاط بڑہتی جس سے شان و شوکت دولت کسریٰ نمودار ہوتی تہی لیکن ایسے ہی سامان عیش و نشاط سلطنت اور بادشاہ و رعایا کے لئے جبکہ وہ اوس مین مبتلا ہو جاتے ہین باعث خرابی اور زوال کا ہوتے ہین ایسی سلطنت اور اوس کے ارکان کے دل و دماغ قابل سلطنت داری کے نہین رہتے ہین۔

ایسی دولت کے تقسیم کر دینے سے وہ اصول قائم رہتا ہے جس کی رو سے دولت ایک جگہہ جمع نہ رہے کہ جس سے کوئی فائدہ ملک کو نہین پہونچ سکتا جب ایسی دولت اہل ملک پر تقسیم ہو جاتی ہے تو بے انتہا اوس سے فائدے ہوتے ہین اور ملک مین اسباب ترقی قوم کے پیدا ہو جاتے ہین۔ اور ایسے ہی جب کوئی سلطنت یا اوس کی قوم یا بادشاہ عیش و نشاط مصروف ہو جاتے ہین تب دوسری قوم جو عیش و نشاط مین مصروف نہین ہوتی اور جسکو اولی العزم کہا جاتا ہے وہ اوس سلطنت پر متصرف ہو جاتی ہے۔

یہہ فرش بہار اگر خلاف رائے علیم تفضا کے باقی رکہا جاتا تو صرف دروہ دار الخلافتہ مین مسند نشینی کے لئے اور خلیفہ وقت کی تفرج اور عیش و نشاط کے واسطے کام مین لایا جاتا جس سے مسلمانون کی سلطنت اور اون کے بادشاہ مین ابتدائی آثار عیش و نشاط کے پیدا ہو جاتے اور اوسی وقت سے بنیاد خرابی قائم ہوتی تہی۔ علیم تفضے سلطنت مسلمانون اور اوس کے بادشاہ کے عیش و نشاط کے کسیطرح روادار نہین ہو سکتے تہے جو سبب زوال کا ہوتا ہے وہ اپنی

چند روزہ اور غیر مستقل خلافت مین بیت المال مین جب کہین سے مال آکر جمع ہوتا تہا تو اوسکو فوراً تقسیم کر کے اور بیت المال مین جہاڑو دلواکر نماز پڑہا کرتے تھے۔

بعد خلافت حضرت عمر کے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین ابتدا عیش ونشاط کی شروع ہوئی اور عہد بنی امیہ مین اوس کو ترقی ہوتی گئی جب اوس کا کمال عہد بنی عباس مین ہوگیا تب ترکون نے کہ جو ایسے عیش ونشاط مین مصروف نہ تہے اوسی سلطنت مسلمانون کو ایک حملہ مین تباہ وبرباد کردیا۔

علیمر تقضےٰ نے جو فرش بہار تقسیم کرادیا تہا وہ جانتے تہے کہ ایسی روز سیاہ کو مسلمان نہ دیکہین اور اسی غرض سے اپنے سامنے اونہون نے سامان عیش نشاط کو قائم نہین ہونے دیا۔

فردوسی پر تعصبانہ اور غلط الزام۔

ذی علم مصنف قتل رستم کا ذکر کرکے یہہ افسوس کرتے ہین کہ "اس واقعہ کو ہمارے ملک الشعرا نے قومی جوش کے اثر سے بالکل غلط لکہا ہے۔

برآمد خروشے بکردار رعد۔ زیک سوئے رستم زیک سو سعد
چو دیدار رستم بہ خون تیرہ گشت۔ جوانمرد تازی بر و چیرہ گشت

ہمارے شاعر کو یہہ ہی معلوم نہین کہ سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تہے"

الزام کی حقیقت۔

یہہ اشعار ملک الشعرا کے نہین بلکہ غدائے شاعران کے ہین کہ جو فارسی النسل تہا اور مذہباً حضرت عمر کی خلافت کا تائید کرنیوالا نہین تہا۔ اسی لئے ذی علم مصنف نے اوسکے کلام پر نکتہ چینی پسند کی ہے۔ لیکن وہ نکتہ چینی اون کی ایسی ہی ہے جیسی کہ ذی علم مصنف کے اس فقرہ پر نکتہ چینی ہوسکتی ہے کہ "سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تھے" حالانکہ خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "اس مہم پر سعد سپہ سالار فوج

کے مقرر ہوئے تھے اور وہ خاتمۂ جنگ تک سپہ سالاری فوج کی کرتے رہے ہیں اور اپنی تجویز اور رائے سے فوج کو لڑاتے رہے ہیں البتہ بذاتہ کسی دشمن سے قتال نہین کیا"، سعد کے بذاتہ قتال نہ کرنے کے موقع پر ذی علم مصنف کا وہ فقرہ ہے۔ ایسے ہی غدائے شاعران کا اپنے اشعار مین یہ مقصود ہے کہ ایک طرف رستم سپہ سالار تہا اور ایک طرف سعد، وقت جنگ دونون لشکرون مین خروش رعد کی مانند پیدا ہوا یعنی ایک طرف لشکر رستم اور ایک طرف لشکر سعد جب جنگ مین مصروف ہوا اور اوسی حالت جنگ مین جب رستم خونین ایسا غرق ہو گیا کہ اوس کو کوئی پہچان نہ سکے ایک عرب مرد نے اوسکا کام تمام کر دیا، اس مین کسی واقعہ کی لاعلمی کا الزام اوس شاعر پر نہین آسکتا۔ وہ بے شک نہین جانتا تہا اور کوئی بہی نہین جانتا ہے کہ خود ذی علم مصنف اگر سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تھے، اور شاعر نے وہ واقعہ کچہہ بہی غلط نہین لکہا ہے۔ جبکہ وہ شاعر مسلمان اور قوم مسلمانون مین داخل تہا تو اوس کو رستم یا ایرانیون سے حالت غیر اسلام کے زمانہ پر خیال کر کے قومی جوش پیدا نہین ہو سکتا تہا۔ البتہ ذی علم مصنف نے شاعر کے مذہب پر جو مخالف حضرت عمر کے تہا نظر کر کے محض غلط نکتہ چینی کی ہے۔

فتوحات شام جنگ یرموک مین بذاتہ حضرت عمر کے جلد نہ جانے پر رائین۔

ذی علم مصنف اس جنگ کے بعد فتوحات عراق کا خاتمہ کر کے فتوحات شام کا ذکر کرتے ہین۔ اور یرموک کی لڑائی مین جب حضرت عمر کو یہ خبر پہونچی ہے کہ رومی بحر و بر سے اوبلے پڑے ہین اور بڑے جوش سے حملہ کے لئے آتے ہین اوس موقعہ پر ذی علم مصنف لکہتے ہین کہ "حضرت عمر سے عبد الرحمن بن عوف نے کہا، امیر المومنین

تو خود سپہ سالار بن اور ہمکو ساتھ لیکر چل ۔ لیکن اور صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہہ ٹھیری کہ اور امدادی فوجین بھی جائین ۔

علیم تفضے کی رائے پر حضرت عمر نے عمل کیا

حضرت عمر نے جس وقت اس مہم پر خود جانے کا مشورہ صحابہ سے کیا ہے ۔ خود اون کے نہ جانے کی رائے علیم تفضے نے دی تھی اور یہہ فرمایا ہے کہ "جب تم جاؤ گے دشمنون کی طرف ، اور اون سے مقابل ہوگے ، اور تم کو کوئی صدمہ پہونچ جائے گا تو مسلمانون کی ، اخیر کنارہ تک کوئی پناہ ہوگی ، اور کوئی مرجع مسلمانون کے لیئے نہین ہوگا ۔ پس دشمنون کی طرف کسی جنگ آزمودہ کو بھیجدو اور اوس کے ساتھ تجربہ کار اور مخلصین کو کر دو" اسی رائے کو حضرت عمر نے پسند اور اسی رائے پر عمل کیا ہے ۔

ذی علم مصنف نے جو اس موقع پر علیم تفضے کے نام کو چھپایا ہے اوس پر ہر ایک مسلمان کو غور کرنا چاہیئے کہ ذی علم مصنف نے ایسی رائے دینے والے نام کو جس کو حضرت عمر نے پسند اور اوس پر عمل کیا ہے کیون چھپایا ۔؟

خالد کی معزولی اور حضرت عمر پر الزام

فتوحات شام سنہ ۱۳ھ کے واقعات مین حضرت خالد کا معزول ہونا بے شک ایک اہم واقعہ ہے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین ۔ فتوحات شام مین حضرت خالد کی جو دلیرانہ کوششین ہوئین جن سے ملک شام پر کامیابی حاصل ہوئی اون کا معزول کیا جانا مورخین کی نگاہ مین ایسا ناپسندیدہ ہے کہ جس سے حضرت عمر کی طرف جنہون نے ، ان سے تمام خدمات فتوحات لے کر معزول کیا مثل ناؤن اور مخلوق بادشاہ کے دیکھا نہین جاسکتا ۔ ذی علم مصنف نے بہت کوشش کی ہے کہ اس معزولی کا عیب حضرت عمر کے ذمہ عائد ہو اور اپنی کوشش کے اخیر

مین یہہ کہا ہے کہ ان واقعات سے ایک نکتہ بین شخص بآسانی یہہ سمجھ سکتا ہے کہ خالد کی معزولی کے کیا اسباب تھے اور اوسمین کیا مصلحتین تہین؟"

حضرت عمر پر سے دفع الزام کے لئے تاویلین۔ اول خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "عام مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے عنان خلافت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ پہلا جو حکم دیا وہ خالد کی معزولی تہی"

ابن الاثیر پر یہہ اعتراض کرتے ہین کہ اوس نے خود ہی ۱۳ھ کے واقعات مین خالد کا معزول ہونا لکہا ہے اور خود ہی ۱۷ھ کے واقعات مین اونکی معزولی کا الگ عنوان قائم کیا ہے" پہر ذی علم مصنف یہہ حقیقت بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمر خالد کی بعض بے اعتدالیون کیوجہ سے مدت سے ناراض تہے تاہم آغاز خلافت مین اونسے کچہہ تعرض کرنا نہین چاہا"

حقیقت متعلق تاویل اختلاف سنین ظاہر ہے کہ تمام واقعات عہد خلافت حضرت عمر کے اوسی زمانہ مین قلمبند نہین کئے گئے ہین بلکہ کئی سو برس کے بعد اون روایات کے متعلق روایات جمع کی گئی ہین ایسی حالت مین نہ سنہ کے اختلاف سے کسی واقعہ پر شبہہ ہوسکتا ہے نہ زمانہ کے اختلاف سے جبکہ اصل واقعہ جسکی تحقیق منظور ہو دوسرے واقعات سے ثابت ہوجائے۔

جب کل مورخ متفق ہین کہ خالد شام کی جنگون مین معرکہ آرا تہے وہ سو ۱۳ھ یا عنان حکومت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ معزول کیا" کیسے سمجہا جاسکتا ہے؟ مگر حضرت عمر کی ناخوشی خالد کے ساتہہ تاریخون مین زمانہ قبل اسلام اور بعہد حضرت ابوبکر بقصہ مالک بن نویرہ مین اچھی طرح ثابت ہے تو مورخین نے بنیاد ارادہ معزولی کو ابتدائے زمانہ خلافت مین سمجہہ لیا تو اون پر کیا نکتہ چینی ہوسکتی ہے۔

حضرت عمر پر حقیقی الزام اصل الزام یہہ ہے کہ جب حضرت عمر کو عنان انتظام ہاتہہ مین لینے کے وقت خالد سے ناخوشی تہی اور وہ خالد کو کسی فوجی خدمت

پر مامور کرنا پسند نہین کرتے تھے تو اونہون نے شروع ہی سے اون کو افسر فوج کیون مقرر کیا؟ یا

خالد پر مصنف کا الزام

جو الزام ذی علم مصنف خالد کی نسبت لگاتے ہین کہ "خالد کی عادت تہی کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بہیجتے تھے اور جب اون پر تاکید کیگئی تو جواب دیا کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا آتا ہون اور اب اوس کے خلاف نہین کر سکتا۔ حضرت عمر کو اون کی یہہ خود مختاری کیونکر پسند ہو سکتی تہی اور وہ بیت المال کی رقم کو اس طرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتہہ مین دے سکتے تھے چنانچہ خالد کو لکہا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بہیجتے رہو خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا اور اس بنا پر وہ سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا"

خالد پر مصنف کی الزامی تاویل کی حقیقت۔

خالد کی یہہ خود مختاری اور بیت المال بیدریغ اون کے ہاتہہ مین ہونا حضرت عمر کو عہد حضرت ابوبکر مین ضرور معلوم تہا کیونکہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر کو بہی دراصل زمانہ حکومت حضرت عمر کا اہل الرائے نے شمار کیا ہے[۱] پس تعجب ہے کہ حضرت عمر نے حضرت خالد کو فتوحات شام تک کیون ڈہیل دی؟ اور فتوحات شام مین خالد کی خود مختاری اور بیت المال بے دریغ اون کے ہاتہہ مین رکہنا کیون گوارا کیا اور روا رکہا؟ البتہ حضرت عمر کی یہہ پالیسی تہی کہ بضرورت فتوحات شام حضرت خالد سے آشتی رکہی جاوے ہمیشہ کمزور سلطنت جس کے استحقاق کو قوت نہین ہوتی اندرون سلطنت کے اقویار یا سرکشون سے ایسا برتاؤ کرتی ہے کہ وہ اقویار یا سرکش وفاداری کے ساتہہ زیر اطاعت رہین لیکن جب سلطنت قوی ہو جاتی ہے تو وہین اقویار یا سرکشون

---

[۱] مرحوم انریبل سر سید احمد خان و سراج الدین احمد مولف سیرۃ الفاروق ومنہج النبوۃ ۱۴۰

کو کم نظر کیا جاتا ہے۔

یہہ علیم تفضے کی ہی شان تہی کہ جب وہ خلافت کے لئے قبول کئے گئے تو سب سے پہلے حضرت معاویہ گورنر شام کے عزل کا فرمان جاری کیا۔ یہہ اونہین سلطان اول کا طریقہ تہا جو حد سے تجاوز کرنے والے اور جنسے بے اعتدالیان ظہور مین آوین اون کو ایک لمحہ رکن اپنی سلطنت کا نہین بنا سکتے۔

تیسری تاویل دفع الزام کی حقیقت

حضرت عمر نے حضرت خالد کو گو منصب سپہ سالاری سے جدا کیا لیکن جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین "اون کو بالکل معزول نہین کیا بلکہ ابو عبیدہ کے ماتحت کر دیا"

یہہ بہی ایک اور طرہ ہے کہ خود مختاری اور بے دریغ بیت المال کی رقم کو ہاتہہ مین دیتے پر اون کی انگلی کٹی رہے۔

معزولی خالد کی چوتہی تاویل مصنف کی حقیقت

ذی علم مصنف نے اول تو حضرت خالد کی موقوفی اس بنا پر ظاہر کی ہے کہ اوہنون نے فوج کی سرداری ہمیشہ ہیجتے رہنے کو نامنظور کیا" پہر یہہ واقعہ بیان کرتے ہین کہ "حضرت خالد نے ایک شاعر کو دس ہزار روپیہ انعام مین دیا پرچہ نویسون نے اوسی وقت حضرت عمر کو پرچہ لکہا۔ حضرت عمر نے ابو عبیدہ کو خط لکہا کہ خالد نے یہہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی دونون صورتون مین وہ معزولی کے قابل ہین"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت خالد کی وجہہ معزولی مین خود ہی اختلاف کرتے ہین اور ادہر اودہر قدم اٹہا کر وجہہ معزولی کو ٹٹولتے پہرتے ہین۔ اگر وہ حضرت عمر کی رنجش کو وجہہ معزولی قرار دیتے تو اون کو یہان وہان جانے مین حیرانی اور پریشانی نہوتی۔

شان معزولی خالد سننے کے قابل ہے

ذی علم مصنف جس شان سے کہ معزولی حضرت خالد کی ظہور مین آئی اوس پر یون تبصرہ فرماتے ہین "خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے وہ سننے کے قابل ہے۔ (ترجمہ ہم بھی ذی علم مصنف سے اتفاق کرتا ہون کہ خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے ضرور سننے بلکہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔) قاصد نے جو معزولی کا خط لیکر آیا تھا مجمع عام مین پوچھا کہ یہہ انعام تمنے کہان سے دیا؟ خالد اگر اپنی خطا کا اقرار کرلیتے تو حضرت عمر کا حکم تھا کہ اون سے درگذر کیجائے لیکن وہ خطا کے اقرار کرنے پر راضی نہ تھے۔ مجبوراً قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر اون کے سر سے ٹوپی اوتارلی اور اون کی مشکین کی سزا کے لئے اُنہی کے عمامہ سے اون کی گردن باندھی"۔

شان معزولی خالد پر مصنف کی رائے

اس واقعہ کو ذی علم مصنف حیرت انگیز ظاہر کرکے یہہ رائے دیتے ہین کہ "ایک ایسا بڑا سپہ سالار جسکا نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تھا اور جسکی تلوار نے عراق اور شام کا فیصلہ کردیا تھا اسطرح ذلیل کیا جارہا ہے اور مطلق دم نہین مارتا۔ اس واقعہ سے ایک طرف تو خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہے اور دوسری طرف حضرت عمر کی سطوت وجلال کا اندازہ ہوتا ہے"۔

خالد کی تمام اسلام مین بے نظیر سپہ سالار ہونے کی حقیقت

اگرچہ یہہ امر کہ خالد ایسے بڑے سپہ سالار تھے جن کی نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تھا از حد مبالغہ ہے۔ یہہ ایسے بڑے سپہ سالار تھے کہ جو مع اپنے رسالہ کے جس مین قبیلہ بنی سلیم کے لوگ تھے جنین مین سب سے اول بھاگ گئے تھے ہان یہہ کہنا صحیح ہوسکتا تھا کہ جو افسر فوج اوس زمانہ مین مقرر کئے گئے یا جن جن لوگون نے اوس وقت کام افسری فوج کا قبول کیا تھا اون مین حضرت خالد

بڑے سپہ سالار رہتے۔

حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کی حقیقت ۔

اون کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کو اس واقعہ سے جو ذی علم مصنف اخذ کرتے ہین افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی رائے قائم اور ظاہر کرتے وقت واقعات متعلقہ پر جو اس واقعہ سے مسلسل ہین مطلق غور نہین کیا زمانہ قبل اسلام مین باہم دونون کے ناخوشی تہی اور بعد حضرت ابو بکر حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کے قتل کے سلسلہ مین جو نالایق کارروائی کی ہتی اوس پر حضرت عمر ازحد برہم ہوئے تہے اور اون کو واجب القتل قرار دیتے تھے مگر حضرت ابو بکر کی حمایت نے اوس برہمی کو چلنے نہین دیا تہا اور عہد حضرت عمر مین کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بہیجتے تہے اور حضرت عمر کی تاکید پر حضرت خالد نے صاف انکار کردیا جس کو ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "حضرت عمر کو اون کی یہ خودمختاری کیونکر پسند ہوسکتی تہی۔ اور بیت المال کی رقم اسطرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتہ مین دے سکتے تھے"

پہر جب حضرت خالد کو یہ لکہا گیا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بہیجتے رہو۔ خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا، پہر شاعر کو دس ہزار روپئے دیدئے اور خالد نے اپنی خطا کا اقرار نہ کیا"

ان تمام واقعات سے حضرت خالد کی نافرمانی اور سرتابی شدت کے ساتہ بمقابلہ اطاعت حضرت عمر کے ظاہر ہے۔ اگر حضرت عمر کی اطاعت اور اون کے احکام کی تسلیم واجب تہی تو حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی جس حیثیت سے کہ ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کیونکر قبول کیجا سکتی ہے۔ اور نہ حضرت عمر کی

سطوت اور جلالت کا حضرتِ خالد کے مقابل مین کچھہ اندازہ ہوسکتاہے جبکہ حضرت خالد برابر مخالفت اور نافرمانی حضرتِ عمر کی کرتے رہے۔

اسی جگہہ سے یہ امر اچھی طرح ظاہر ہوتاہے کہ حضرت خالد نے جس کیفیت سے اپنی معزولی اور سزایابی کی سزا پر دم نہین مارا یہہ امر کسی اور وجہہ سے تہا۔ اگر حضرت خالد حضرت عمر کی اطاعت کو حق جانتے ہوتے اور اون کے سطوت و جلال کو مانتے ہوتے تو نوبت اپنی معزولی کی نہ آنے دیتے۔ اور سر تسلیم خم کئے رہتے لیکن اونہون نے قبل معزولی جو اپنی گردن حضرت عمر کے سامنے نہین جہکائی۔ اِس سے ظاہر ہوتاہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمسر حضرتِ عمر کا سمجہتے تھے مگر وقت معزولی کے جو دم نہین مارا یہہ وہی امر تہا کہ جس کو علم تقضے نے قرار دیا تہا یعنی خلافت جس نوعیت سے کہ قائم ہوجائے اور جس ڈہب سے جو کوئی خلیفہ ہوا اوس کی خلافت مین مقاتلہ شروع نہ کرنا چاہئے کہ باہم مسلمانون کے جنگ ہونیسے دین اسلام جو تازہ تہا اور مسلمانون کی سلطنت تباہ اور برباد ہوجاویگی۔ اوسی طریقہ نے حضرت خالد کو وقت معزولی اور معزولی کے بعد سر نہین اٹہانے دیا۔ چنانچہ حضرت خالد کی تقریر جو ذی علم مصنف نے نقل کی ہے اوس پر غور کرنے سے اہل نظر نتیجہ نکال سکتے ہین اور جس سے تائید میرے سخن کی ہوسکتی ہے نہ ذی علم مصنف کی رائے کی۔

حضرت عمر کی نسبت خالد کے خیالات

وہ واقعہ تقریر حضرت خالد کا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ جو خالد نے حمص پہونچکر اپنی معزولی کے متعلق ایک تقریر کی جس مین کہا کہ امیر المومنین عمر نے مجکو شام کا افسر مقرر کیا اور جب مین نے تمام شام کو زیر کرلیا تو مجکو معزول کردیا، اِس فقرہ پر ایک سپاہی اوٹہہ کہڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار چپ رہ ان باتون سے فتنہ پیدا ہوسکتاہے، خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا

کیا احتمال ہے“ ؟!!

خالد کے خیالات کی تشریح

اس تقریر مین وہ امور تو کہلے کہلے ہین کہ حضرت خالد کو حضرت عمر کی اطاعت اور حق اپنی اور اون کے سطوت و جلال کا کس نوع کا خیال تہا مگر اخیر فقرہ نہایت پر معنی ڈہکا ہوا ہے ” جبکہ ایک سپاہی نے کہا کہ اے سردار چپ رہ ان باتون سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا احتمال ہے؟! جس کے در پردہ معنی یہہ ہو سکتے ہین کہ خالد حضرت عمر کی اطاعت کو معزولی مین حد درجہ ناپسند کرتے تھے اور حضرت عمر کی طرف سے بدگمانی نہین بلکہ نہایت خراب خیالات تھے اور حضرت خالد یہہ ہی سمجہتے تھے کہ میرے خیالات کے شائع ہونے سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن جہان حضرت عمر ہون وہان فتنہ کا احتمال نہین۔

سیف اللہ خان بہادر کی معزولی کی ایک اور وجہہ

پہر ذی علم مصنف حضرت خالد کی معزولی کی ایک اور وجہہ نکال کر اسطرح بیان کرتے ہین کہ ” خالد نے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ عمر خدا کی قسم تم میرے معاملہ مین ناانصافی کرتے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ تمہارے پاس اتنی دولت کہان سے آئی؟ خالد نے کہا کہ مال غنیمت سے۔ اور یہہ کہہ کر کہا کہ ساٹہہ ہزار سے جسقدر زیادہ رقم نکلے وہ مین آپ کے حوالہ کرتا ہون۔ چنانچہ بیس ہزار روپیہ زیادہ نکلے اور وہ بیت المال مین داخل کر دئے گئے۔ حضرت عمر نے خالد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ خالد واللہ تم مجکو محبوب بہی ہو اور مین تماری عزت بہی کرتا ہون۔

یہہ کہکر تمام عمال ملکی کو لکہہ بہیجا کہ مین نے خالد کو ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا لیکن چونکہ مین یہہ دیکہتا تہا کہ لوگ اون کے مفتون ہوتے جاتے ہین اس لئے مین نے انکا معزول کرنا مناسب سمجہا تاکہ لوگ سمجہہ لین کہ جو کچہہ کرتا ہی خدا کرتا ہے “

یہہ واقعہ اور بہی تعجب انگیز ہے۔ حضرت خالد حضرت عمر پر اپنی معزولی

اس حیرت افروز وجہ معزولی کی مفصل حقیقت۔

معزولی کے معاملہ مین ناانصافی کا الزام لگاتی تہے اور خود اون کے پاس اون کے حق سے زیادہ جو دوسرون کا حق تہا مال غنیمت نکلا۔

حضرت عمر نے وقت معزولی قاصد سے وہ بے عزتی خالد کی کرائی جو سراسر خلاف اخلاق تہی (یہہ غیر ممکن تہا کہ وہ بے عزتی خالد کی خود قاصد نے بغیر ہدایت حضرت عمر کے اپنی طرف سے کی ہو) اور خالد سے فرمایا یہہ کہ واللہ تم مجھکو محبوب بہی ہو اور مین تمہاری عزت بہی کرتا ہون۔ اور

باوصف اس کے کہ بیس ہزار روپیہ خالد کے پاس ایسا نکلا جو بیت المال مین داخل کیا گیا اور پہر حضرت عمر نے عمال کو لکھ بہیجا کہ ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا اور ایک نئی وجہ معزولی کی ظاہر کردی۔

مین بہی اس امر سے اتفاق کرتا ہون کہ بے شک حضرت عمر کے دل مین یہہ خطرہ پیش ہوا ہو گا کہ خالد کے لوگ مفتون ہوتے جاتے ہین ایسا نہو کہ قوت اور جمعیت بہم پہونچا کر خالد حضرت عمر کو خلافت سے معزول نہ کردین مگر یہہ خطرہ حضرت خالد کی معزولی کے لئے حجت نہین ہو سکتا۔

اگر مسلمان حضرت خالد کو اون کی نمایان کارروائیون سے خلافت کے لئے پسند کرلیتے اور حضرت عمر کو معزول کردیتے تو اوسی بنا کی تائید ہوتی جس کو خود حضرت عمر نے قائم کیا تہا یعنی جس کو مسلمان قبول کرلین وہی خلیفہ ہو جاوے اور لوگون کے اس اصول پر مفتون ہوجانے سے حضرت عمر کو خوش ہونا چاہئے تہا کہ اون کی بنا قائم کردہ کی لوگ تقلید کرتے ہین۔ لیکن یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر ایسی تقلید کو اپنے عہد اور اپنے مقابلہ مین گوارہ نہین کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا اصول اون لوگون کے زوال استحقاق کے لئے قرار دیا تہا جو دوسرے اصول سے حق خلافت رکہتے تہے

ایسے واقعات اور اسباب اور مصلحتون پر غور کرنیسے ہر شخص اور ہر نکتہ بین بیشک
بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے امور جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کا بندہ اپنے اختیار سے
کرتا ہے خدا اوس کا اوس کو ایسے اعمال پر مجبور نہین کرتا ہے۔

فتوحات عہد عمر پر ایک اجمالی رائے

ذی علم مصنف نے عہد خلافت حضرت عمر مین جو فتوحات عراق اور شام اور عراق اور ایران و مصر کے دکھائے اونکے دیکھنے سے ضرور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین مسلمانون کی ملک و دولت کو بہت کچھ ترقی ہوئی لیکن جب واقعات فتح سندیون پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اون فتح سندیون مین محض مسلمانون اور اون کے افسرون کے کارنامے ہین جو اون کی شجاعت کی داد دلواتے ہین۔ اور وہ اون کی اوس قوت مجتمعہ کی علامت ہین جو عہد پیغمبر مین قائم ہوئی تھی اور جو بعد وفات پیغمبر برقرار رہی گئی مگر اون فتح مندیون اور کارنامون مین حضرت عمر کے فکر و عمل کا ذاتی حصہ کچھ بھی نہین ہے۔ جیسا کہ عہد پیغمبر مین حصہ فکر و عمل کا پیغمبر اور علی مرتضے پر منحصر تھا۔

حضرت عمر نے نہ کسی مہم کو بذاتہ سر کیا ہے نہ کسی جنگ مین بذاتہ شریک ہوئے ہین اور جیسے حضرت عمر نے عمل مین کچھ حصہ نہین لیا ہے ویسے ہی بذاتہ فکر مین اونہون نے کوئی حصہ نہین لیا ہے۔ جس قدر امور اہم ملک گیری کے پیش آئے ہین اور جسمین یہ فتوحات عظیمہ ہوئے ہین اون مین برابر رائے اور مشورے علی مرتضے کو قبول کیا ہی۔

انتخاب خلیفہ کے سوچ بچار مین حضرت عمر کی غلطی اور پیچیدگی

ذی علم مصنف خاتمہ فتوحات کر کے کیفیت زخمی ہونے حضرت عمر کی جس کی اون کی زندگی منقطع ہونے اور اوس زخم سے اون کی جان بر نہو سکنے پر یقین ہو جانے اور بی بی عائشہ سے اجازت دفن پہلوے پیغمبر مین حاصل کرنے کے بعد ظاہر کرتے ہین کہ اوس وقت اسلام کے حق مین جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ

آپ ٹے کر جائے۔ حضرت عمر نے خلافت کے معاملہ پر مدتون غور کیا تہا اور اکثر اوسکو سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگون نے اون کو اس حالت مین دیکہا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہین اور کچہہ سوچ رہے ہین دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب مین غلطان و پیچان ہین ؎

حضرت عمر کے سوچ بچار کی حقیقت

نیرنگی زمانہ بہت تاسف کرتی ہی جب نظر کیجاتی ہے کہ پیغمبر نے اپنے اخیر حصہ زندگی مین جب یہ فرمایا کہ "دے آؤ میرے پاس دوات اور کاغذ" تاکہ لکہدون مین ایسی کتابت کہ تم بعد میری گمراہ ہنو"، اوس وقت خلیفہ کے نام کا اظہار از روے کتابت امر اہم نہ سمجہا گیا اور بجائے اس کے کہ صحابہ خود درخواست پیغمبر سے کرتے پیغمبر نے اپنی طرف سے اوس کا اظہار چاہا تو پیغمبر کے فرمانے کو "ہذیان" کہا گیا اور اوس وقت باہم صحابہ کے ایسا شور و غل ہوا کہ پیغمبر کو بہ مجبوری یہ حکم دینا پڑا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ۔ کسقدر قابل افسوس ہے کہ حضرت عمر سے تو بار بار صحابہ درخواست کرین کہ وہ یہم طے کر جائے اور پیغمبر کی درخواست کو اوسی اہم کے لئے کوئی نہ سُنے۔

حضرت عمر نے مدتون خلافت کے معاملہ پر غور نہ کیا ہوگا اور متفکر بیٹھے رہتے ہونگے اور اوس بارہ مین غلطان و پیچان ہونگے۔ وہ مدتون کا زمانہ اون کے ایام خلافت کا ہوگا جس کو ذی علم مصنف نے دس برس چہہ مہینے چار دن بیان کیا ہے مگر نہین وہ زمانہ مدتون کا حضرت عمر کے روز اسلام سے ہوگا اوسی وقت سے وہ سوچتے ہونگے کہ بعد پیغمبر خلافت کس کا حق ہے؟ اور کس مین اوس کی قابلیت ہے لیکن جب مدتون اپنے زمانہ صحت مین وہ معاملہ خلافت کو طے نہ کر سکے اور ہمیشہ غلطان اور پیچان رہے تو اخیر وقت جانکاہی پر اوس معاملہ مین جو کچہہ اونہون نے تجویز کی بہت مشکل سے اطمنان ہوسکتا ہے کہ وہ رائے اون کی صحیح تہی۔ مگر پیغمبر نے

شروع سے اس معاملہ کو کہ اون کے بعد کون خلیفہ ہوگا قرار دیدیا تہا اور اپنی تمام زندگی مین تجربہ کرلیا تہا کہ کون اوس کا مستحق ہے اور کون اوسکی لیاقت رکہتا ہے اور چند مرتبہ جو کوئی اوس کی قابلیت اور لیاقت رکہتا تہا اوس کو تبا اور جتا بہی دیا تہا۔ اپنے اخیر حصہ زندگی مین پیغمبر کو بذریعہ تحریر کے اوس کا نام ظاہر کردینا بہی کچھ دشوار نہ تہا۔ اون کو اپنے زمانہ وفات کے قریب نہ سوچنے کی ضرورت تہی اور نہ متفکر ہونے کی حاجت تہی نہ اوس کی تجویز مین غلطان و پیچان ہو سکتے تہے۔ باایہمہ زمانہ نے بذریعہ کتابت کے نام اوس شخص کے ظاہر کرنے کو کہ وہ شخص بعد اون کے خلیفہ ہوگا افسوس ہے کہ روک دیا۔

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ حضرت عمر نے جو تجویز انتخاب خلیفہ کی اپنے بعد ظاہر کی اوس کو ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ۔ مدت کی غور اور فکر پر بہی اون کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تہی بارہا اون کے مونہہ سے آہ نکل گئی کہ افسوس اس بار گران کا کوئی اٹہانیوالا نظر نہین آتا۔ تمام صحابہ مین چند شخص تہے جنپر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تہی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد وقاص، عبدالرحمن بن عوف، لیکن ان سب مین کچہہ نہ کچہہ کمی پاتے تہے اور اس کا اونہون نے مختلف موقعون پر اظہار بہی کردیا تہا جنانچہ طبری وغیرہ مین اون کے ریمارک بہ تفصیل مذکور ہین۔

مذکورہ بالا بزرگون مین وہ حضرت علی کو سب سے بہتر جانتے تہے لیکن بعض اسباب سے اون کی نسبت بہی قطعی فیصلہ نہین کرسکتے تہے۔ غرض وفات کے وقت جب لوگون نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چہہ شخصون مین جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کیا جائے۔"

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ کی حقیقت یہ تو صحیح ہے کہ حضرت عمر کی کسی شخص کے

انتخاب پر نظر نہ جمتی ہوگی اس لئے کر دیا صاحب تدبیر جیسا کہ وہ خود اپنے آپ کو
سمجھتے تھے اون کے عندیہ مین کوئی بھی نہ تھا۔ جس آسانی سے کہ اونھون نے خلافت کو
حاصل کیا ایسی آسانی سے بذاتہ کوئی حاصل نہ کر سکتا تھا البتہ اونہین کی تدبیر سے بہ
آسانی اون کے بعد خلیفہ ہو سکتا تھا جیسا کہ ہوا۔ اون کو ایسے وقت پر اس بات
کا لحاظ کرنا ضرور تھا کہ پیغمبر کی بھی نگاہ کسی پر پڑتی تھی یا نہین کہ اونکے بعد خلیفہ ہو۔
حضرت عمر کی جن چھ شخصون پر نگاہ پڑتی تھی جنمین وہ کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے۔ منجملہ اون
چھ شخصون کے علیہ تضے کی نسبت اونکو یہ سوچنا بھی تھا کہ پیغمبر بھی اون مین کچھ کمی پاتے
تھے کہ نہین؟۔ اور پیغمبر کے جسقدر ارشادات اونکی نسبت ہین اون سے کوئی
کمی اون مین پائی جاتی تھی یا نہین؟ اگر بلحاظ ارشادات پیغمبر اون مین کوئی کمی
نہین پائی جاتی تھی تو پیغمبر کی رائے پر اپنی رائے کو فوق دینا ہے۔

حضرت عمر کو علیہ تضے کی قابلیت کا علم اور اوس کا ثبوت

حضرت عمر پیغمبر کے عہد مین علیہ تضے کی ہر قسم کی لیاقت اور قابلیت اور استحقاق
کو دیکھ چکے تھے اور جان چکے تھے، اور اپنے عہد مین بھی اون کی راؤن اور مشورون
کے بموجب عمل کر چکے تھے اور متعدد بہتر مرتبہ یہہ فرما چکے تھے۔ لولا علی لہلک عمر،
اور چند مرتبہ اپنی غیبت مین سفر کے وقت علیہ تضے کو کاروبار خلافت سپرد
کر چکے تھے یا اون کو نائب مقرر کر گئے تھے تو پھر سمجھہ مین نہین آتا کہ علیہ تضے کی
قابلیت کاروبار خلافت مین کس بات کی کمی تھی۔ باینہمہ جو علیہ تضے کو باوصف
اس کے کہ اون کو سب سے بہتر جانتے تھے پھر اون کے دل مین کیا بات تھی
کہ جس نے علیہ تضے کو پانچ شخصون کے ساتھ مساوی درجہ مین رکھکے اور امر
خلافت کو چھ شخصون کے درمیان دائر کر کے حالت تنازع مین رکھا اور معاملہ
خلافت کے فیصلہ کو دوسرون کی رائے پر چھوڑا۔ اور باوجود علیہ تضے کو سب سے

بہتر جانتے کہ جن بعض اسباب سے حضرت عمر کو قطعی فیصلہ نہین کرنے دیا وہ بعض
اسباب یقینی وہی ہونگے کہ جن اسباب نے اون سے اوس وقت مزاحمت کرائی
جبکہ پیغمبرؐ اپنے قریب زمانہٗ وفات مین بذریعہ کتابت کے اظہار کرنا چاہتے تھے۔

حاشیہ مصنف حضرت عمر سے دفع الزام مزاح۔

ذی علم مصنف نے جہان یہ بیان کیاہے کہ ”حضرت عمر اون چھوٹی
شخصون مین جنپر انتخاب کی نگاہ پڑسکتی تھی کچھہ
نہ کچھہ کمی پاتے تھے“ حاشیہ پر یہہ فرماتے ہین کہ ”
حضرت عمر نے اور بزرگون کی نسبت جو خوردہ گیریان کین اگو اون کو ہم نے ادب
سے نہین لکھا لیکن اون مین چار کلام نہین البتہ حضرت علی کے متعلق جو نکتہ چینی
حضرت عمر کی زبانی تمام تاریخون مین منقول ہے یعنی یہہ کہ اون کے مزاج مین ظرافت
ہے یہہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتاہے۔ حضرت علی ظریف تھے مگر اسیقدر جتنا
ایک لطیف المزاج ہوسکتاہے“

دفع الزام مزاح کی حقیقت۔

حضرت عمر جو حضرت علی کے متعلق خوردہ
گیری مزاح کی فرماتے تھے۔ ذی علم مصنف نے مزاح کی حقیقت اور اوس کے
درجہ ممدوح اور مذموم پر (جو ہمارے دیگر عزیزون مین شائع ہوچکے ہین) نظر کرکے
حضرت عمر کی نکتہ چینی کو حضرت علی کے متعلق قبول نہین کیا۔ لیکن ذی علم مصنف
نے اپنی رائے حضرت عمر کی نکتہ چینی کے قائم کرنے کے وقت جو وہ علیہ تفضلے کی متعلق
کیا کرتے تھے اس پہلو پر نظر نہین کی کہ خود حضرت عمر از حد عبوس تھے اس لئے
حضرت علی کی وہ ظرافت بھی جو ایک لطیف المزاج بزرگ کے لئے ہوسکتی ہے
حضرت عمر کی طبیعت کے خلاف ہوسکتی تھی۔

ترش رو اور ہشاش بشاش طبیعتیں باہم متضاد ہوتی ہین اور ایک
دوسرے کی طبیعت کو پسند نہین کرسکتا۔ گو یہہ امر آخر ہے کہ ان دونون

اوصاف مین سے کونسا وصف ممدوح ہے جس کو حکما نے علم اخلاق مین بیان کیا ہی۔

مکالمہ حضرت عمر با حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر کی راز سربستہ کا افشا۔

ذی علم مصنف حضرت عمر کی نکتہ چینی مزاج سے جو وہ حضرت علی کے متعلق کرتے تھے متفق ہو کر یہ حقیقت بیان کرتے ہین کر وہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسطرح اون کے آگے سر نہین جہکاتے تھے"۔ اور طبری سے وہ مکالمہ جو حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس سے ہوا تہا نقل کرکے یہ کہتے ہین کہ وہ حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا"۔

(پہلا مکالمہ)

حضرت عمر! کیون عبداللہ ابن عباس علی ہماری ساتھ کیون نہین شریک ہوا ہے؟

عبداللہ ابن عباس! مین نہین جانتا۔

حضرت عمر! تمہارے باپ رسول کے چچا۔ اور تم رسول اللہ کے چچیرے بہائی پہر تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیون نہین ہوئی؟۔

عبداللہ! مین نہین جانتا۔

حضرت عمر! لیکن مین جانتا ہون کہ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہین کرتی تہی

عبداللہ! کیون؟۔

حضرت عمر! وہ یہ پسند نہین کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون ہون۔ شاید تم یہ کہوگے کہ حضرت ابوبکر نے ہم کو خلافت سے محروم کردیا! لیکن خدا کی قسم یہ بات نہین۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہین ہوسکتی تہی اگر وہ تم کو خلافت دینا بہی چاہتے تو اون کا ایسا کرنا تمہارے حق مین کچھ

کچھ بھی مفید نہوتا۔

(دوسرا مکالمہ)

حضرت عمر! کیوں عبداللہ بن عباس! تمہاری نسبت مین بعض بعض باتین سنا کرتا تھا لیکن مین نے اس خیال سے اون کی تحقیق نہین کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں مین کم نہو جائے۔

عبداللہ! وہ کیا باتین ہین؟۔

حضرت عمر! مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو لوگون نے ہمارے خاندان سے خلافت حسدًا اور ظلمًا چھین لی۔؟

عبداللہ! ظلمًا کی نسبت تو مین نہین کہہ سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہین لیکن حسدًا تو اسکا تعجب کیا ہے ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہین پھر محسود ہون تو کیا تعجب!!؟

حضرت عمر! افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلون سے پرانے رنج اور کینے نہین جاتے۔

عبداللہ! ایسی بات نہ کہیئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمر! اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبداللہ! بہت مناسب۔

مکالمون سے قوم مین آزادی اور حق گوئی کے رواج کا استدلال

ذی علم مصنف ان مکالمات سے علاوہ اصل واقعہ کے ۔ بات کا بھی اندازہ کرانا چاہتے ہین کہ ۔ حضرت عمر کے مبارک عہد مین لوگ کس دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور یہہ زیادہ تر اسی وجہ سے تھا کہ حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی کو قوم مین پھیلانا چاہتے تھے۔

رازِ سربستہ کی حقیقت کی تمہید یہ تو سچ ہے کہ ان مکالمات سے حضرت عمر
کا رازِ سربستہ فاش ہوجاتا ہے لیکن اصل واقعہ کی حقیقت کے بیان سے ذی علم
مصنف نے پرہیز کیا ہے۔ اور یہ نہیں دکھایا کہ حضرت عمر کے بیان کی کہانتک اور
کہانتک صداقت ہوسکتی ہے اور ان مکالمات کا دیکھنے والا کیونکر مطمئن ہو کہ حضرت عمر
نے جو کچھ فرمایا وہ تمام تسلیم ہے۔

ذی علم مصنف نے مرادی نکتہ چینی کی نسبت جیسا کہ کہا ہے کہ " وہ
حضرت عمر کا ایک خیال ہی خیال تھا، اور اس نکتہ چینی کو قبول نہیں کیا ویسا ہی پہلی
نکتہ چینی کا بیان حضرت عمر کا ہے اس کی نسبت ایسے ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ
حضرت عمر نے جو کچھ کہا ہے وہ خلافت کو خاندان رسالت سے نکالنے کا فقط بہانہ ہی
بہانہ ہے۔!

پہلے مکالمہ میں حضرت عمر کے اعتراض کی حقیقت حضرت عمر نے جو یہ فرمایا ہے کہ علی ہمارے
ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے،، اس
کا منشا یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے شریک اس امر کے نہیں ہوئے کہ خلافت
غیر خاندان رسالت میں چلی جاوے یعنی علی نے ان کی صحت خلافت کو نہیں
تسلیم کیا۔ نہ ان کے شریک ہونے کی تائید کی بلکہ ان کی خلافت کو بے محل
دانستے رہے۔ علی کے شریک حضرت عمر نہ ہونے سے یہ مراد اس جگہ نہیں ہے کہ علی
اپنی صلاح سے اور نیک مشورہ دینے میں حضرت عمر کے شریک نہیں ہوئے
یا عہد حضرت ابوبکر میں مرتدین کے دفع میں جنہوں نے محاصرہ مدینہ کا کیا تھا
علی نے مدد نہیں دی۔ اگرچہ حضرت ابوبکر کے عہد میں جو دفع مرتدین میں، اور
حضرت عمر کے عہد میں جو اہم مہمات میں نیک مشورہ دے کے علی نے مدد دی
وہ حقیقت میں ذاتی مدد حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا ان کی خلافتوں کی نہیں

تھی - بلکہ وہ تائید دین اسلام کی تھی جسکا نتیجہ ترقی خلافت مسلمانوں کی تھی -

: اس امر کا فیصلہ کہ خلافت خاندان رسالت میں قائم رہے یا دوسرے محل پر چلی جاوے اور اوس کی نسبت کس کی رائے صحیح تھی؟ علی کی یا عمر کی، ہر مسلمان کی رائے پر باقی رہتا ہے - جدہر چاہے چلا جائے - لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پیغمبر کی مرضی کا پابند ہو -

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلقات کی پیچیدگی قریش کے ساتھ اور اوسکی حقیقت

گو حضرت علی کے تعلقات کچھہ قریش کے ساتھ ریشہ پیچ در پیچ ہو گئے تھے کہ قریش کو اون کے آگے سر جہکانا گوارہ نہ ہو مگر وہ پیچیدگیاں زیادہ تر پیغمبر کی وجہہ سے واقع ہو گئی تہین جنکی بنیاد پیغمبر کی حمایت اور رفاقت تھی اور خلاف قریش کے دین اسلام کا قائم کرنا تہا جو قوت بازوے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قائم ہوا -

ورنہ حضرت ابوطالب آخری موروثی شہ، اور شہر مکہ کے زمانہ تک قریش اپنی خاندان بنو ہاشم کے آگے سر جہکاتے چلے آتے تھے - بے شک کچھہ لوگ ویسے ہی جن کے سرگروہ حضرت عمر تہے یہ پسند نہین کرتے تہے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین مگر دیکھنا یہ تہا کہ پیغمبر بہی اس بات کو پسند کرتے تھے یا نہین کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین اور اس بارہ مین پیغمبر کا منشا کیا تہا؟ -

بنی ہاشم کی سرداری کل قوم گوارا نہ کرتی اسکی مفصل حقیقت

یہ امر صحیح نہین ہے جیسا کہ تاریخی واقعات دکہا رہے ہین کہ کل قوم قریش بنی ہاشم کا سردار ہونا گوارا نہ کرتے ہون، جیسا کہ اون واقعات سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ لوگ خانہ جناب سیدہ مین حضرت ابوبکر کی خلافت کی درہمی وبرہمی کے لئے جمع ہوتے تھے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سردار ہونا چاہتے تہے اور حضرت ابوسفیان

نے علیمرتضٰی کی تائید کرنے کے واسطے درخواست کی تہی - البتہ بعض لوگ قریش سے جیسے حضرت عمر تھے وہ بنی ہاشم کا سردار ہونا قبول ہنین کرتے تھے -

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرات شیخین اور تیسرے حضرت ابو عبیدہ علیمرتضٰی کے استحقاق اور قابلیت خلافت پر اور پیغمبر کے قول اور فعل پر نظر کرکے خلافت بنی ہاشم مین قبول کر لیتے جیسا کہ بعض انصار متفق ہو گئے تھے تو کسی شخص کو قوم قریش سے سر اوٹہلانے کی مجال نہوتی اور بالاتفاق گروہ انصار اور اصحاب رسول اور دیگر مسلمانان اسیوقت علیمرتضٰی کو سردار تسلیم کر لیتے اور اگر بعض پاک قوم قریش علیمرتضٰی کا سردار ہونا گوارہ نہ کرتی تو اونکا گوارہ نہ کرنا شرط خلافت کے لئے کسی کو ہنین ہو سکتا تہا -

قوم قریش نے حضرت محمد صلعم کا ابتدائً رسول ہونا کب قبول کیا تہا یہانتک کہ سخت نوبت جنگ و جدل کی پہونچی - لیکن آخر کار کل قوم قریش نے ایک ہی خاندان مین رسالت و خلافت کو قبول کرکے حضرت محمد صلعم کو رسول اللہ اور بادشاہ قوم و ملک بلکہ بادشاہ کونین قبول کر لیا - ایسے ہی علیمرتضٰی کو کل قوم قریش اگر ابتدائً ہنین تو آخر کار ضرور سردار قبول کر لیتے -

لیکن سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے بے محل خلیفہ قبول کرنے سے یا حضرت ابوبکر نے جو اقالہ بیعت کا چاہا تہا اور اسکو وہ عمل مین نہ لائے اوس سے ہر ایک شخص کو جرأت اور حوصلہ سردار بن جانیکا پیدا ہو گیا جس سے باہم مسلمانون کے جنگ شروع ہو کر دین اسلام اپنے مرکز پر قائم نرہا اور خاندان رسالت ہی تباہ ہو گیا اور قومی سلطنت مسلمانو کی روی زمین سے ابد تک نہیل سکی

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین علیمرتضٰی سردار قبول کر لئے جاتے یا حضرت ابوبکر اقالہ بیعت پر عمل کر لیتے تو صرف بنی ہاشم کو مفید نہوتا بلکہ تمام مسلمانون

اور اون کی قومی سلطنت کو فائدہ پہونچتا۔

دوسرے مکالمہ مین فریقین کی تقریرون کے نتائج۔

دوسرے مکالمہ مین جو گفتگو باہم حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ کے ہوئی ہی ذی علم مصنف نے اوسکا ابتدائی واقعہ ترک کرکے کہ وہ مکالمہ کیونکر شروع ہوا ہی (جسکو عاقل کانگڑوی نے اپنے مختصر گر عجیب ریویو موسوم الذکر الا فلیح فیما افسد عمرو اصلح مین مفصل لکھدیا ہے) بہت نرم کرکے دکہایا ہے۔

آخر گفتگو مین باہم دونون کے ایسی شدت ہوئی ہے کہ اگر دونون اپنے اپنے موقع پر طرح نہ دیجاتے تو ابن عباس کے ہاتہ سے حضرت عمر کی یا حضرت عمر کے ہاتہ سے ابن عباس کی وہی حالت ہوتی جو حضرت عمر کی حالت ابو لولوہ کی ہاتہ سے ہوئی۔ تاہم یہہ مکالمہ بقدر ذی علم مصنف نے لکہا ہے اوس سے علاوہ اس کے کہ حقیقت سخن کسطرف ہاتی، بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے تو دل مین بہی ابن عباس کی نسبت یہہ خیال تہا کہ جو باتین اونہون نے ابن عباس کی نسبت سنی تہی اوس کی تحقیق اس لئے نہین کی کہ اونکی عزت حضرت عمر کی آنکہون مین کم ہوجائے، لیکن ابن عباس نے حضرت عمر کے مونہہ پر ایسی باتین کین کہ جس سے علانیہ واضح ہوجاتا ہے کہ ابن عباس کی نگاہ مین حضرت عمر کی کس قدر کی وقعت ہاتی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

حضرت عمر کے عہد مین حق گوئی اور آزادی کے رواج کی حقیقت

اس مکالمہ سے یہہ نتیجہ ہرگز پیدا نہین ہوتا کہ "وہ حضرت عمر کے مبارک عہد مین کس دلیری بیباکی سے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے تہے یا حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تہے" بلکہ اس مکالمہ سے یہہ واضح ہوتا ہے کہ باہم ابن عباس اور حضرت عمر کے حق ناحق کی گفتگو ہوئی ہی۔

حضرت عمر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اون کے اور خاندان بنی ہاشم کے دلون مین پرانے رنج اور کینے چلے آتے تھے۔ جس سے تائید اوس بیان کی ہوتی ہے کہ خاندان بنی عدی، اور بنی عبد الشمس سے کہ جو سگے بہائی حضرت ہاشم کے تھے عداوت چلی آتی تہی اور جسکا پہلے ذکر آچکا ہے

بنی عدی پر بنو عبد الشمس ہمیشہ غالب آتے رہتے تھے اوسیکا عوض حضرت عمر نے یہہ لیا کہ خاندان بنی ہاشم سے خلافت کو نکالکر اپنا غلبہ دکہایا۔ استغفر اللہ!

اگر عہد حضرت عمر مین لوگ دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے یا حضرت عمر آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تھے تو سرا سر اس موقع کے دوسرے مواقع ایسے ذی علم مصنف کو دکہلانے ضرور تھے جس سے وہ نتیجہ پیدا ہوتا جو ذی علم مصنف نکالنا چاہتے ہین۔ اصل یہہ ہے کہ بنو ہاشم پر حضرت عمر کی کچہہ ہیبت نہین تہی وہ حضرت عمر کے سامنے ہمیشہ دلیری اور بیباکی سے گفتگو کرتے تھے۔ اور حق گوئی سے کبہی جوکتے نہین تھے۔ شجاعت اور جرأت اون کے خمیر مین تہی۔

لیکن ذی علم مصنف نے ابن عباس کی گفتگو کے لحاظ سے جو اس موقع پر حق گوئی کے پہیلانے کی نسبت حضرت عمر سے دی ہے یہہ مقام از حد استعجاب کا ہے!!

حضرت عمر کے قرضہ کے متعلق مصنف کی رائے

ذی علم مصنف یہہ بہی بیان کرتے ہین کہ "چہیاسی ہزار درہم حضرت عمر پر قرض تہا جس کی نسبت اونہون نے وصیت کی کہ متروکہ سے ادا ہوسکے تو بہتر ورنہ خاندان بنی عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بہی ادا نکرسکین تو کل قریش سے علاوہ قریش کے اورون کو تکلیف نہ دینا" پہر یہہ روایت لکہتے ہین کہ حضرت

حضرت عمر کے غلام کہتے تھے کہ عمر پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا اون کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکہہ پر پہنچا تہا" پھر یہہ حقیقت ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر پر چہیاسی ہزار کا قرضہ ضرور تہا وہ اسطرح ادا کیا گیا کہ اون کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جسکو امیر معاویہ نے خریدا اور اس مناسبت سے کہ اوس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا"

قرضہ کے متعلق رائے کی حقیقت - ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ یہہ رقم کثیر قرضہ کی حضرت عمر نے کہان سے لی تہی اور کس کا قرضہ اونپر تہا - مگر ذی علم مصنف کے اسرار کے چہپانے سے کہ کس کا قرضہ حضرت عمر پر تہا چہپ نہین سکتا -

کتب تواریخ مین مندرج ہے کہ وہ قرضہ بیت المال کا تہا جو در حقیقت اونہون نے بیت المال سے بحیلہ قرض اسقدر رقم اپنے تصرف مین کی تہی - وہ مال بیت المال کا ایسا تہا کہ جس کا حق تمام مسلمانون کو پہونچتا تہا یا کاروبار سلطنت مین صرف ہونے کے قابل تہا - اور تاریخ مین یہہ کہین نہیں پایا جاتا کہ باجازت تمام مسلمانون کے وہ مال اونہون نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے بیت المال سے قرض لیا تہا - اس لئے اوس مال پر تصرف کرنا اون کو کسی طرح جائز نہ تہا - یہہ بھی معلوم ہے کہ وہ مال بیت المال کا اونہون نے ایسے اغراض ذاتی مین صرف کیا کہ جس کے سبب سے ایسا مت وکہ بعد اون کی وفات کے اگر ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکہہ پر پہنچایا ایسا کمانے کا سبب بہم پہنچایا کہ جس سے ایسی رقم کثیر قرضہ کی ادا ہوئی -

اور مکان مسکونہ کی یہہ مناسبت سمجہہ مین نہین آتی ہے کہ جس مکان سے قرض ادا کیا گیا - وہ مکان دار القضا کے نام سے کیون مشہور رہا؟

دار القضا ر کے نام سے کوئی مکان اوس حالتین مشہور ہو سکتا ہی کہ جب اوسمین قاضی اپنے منصب کا کام کرتا ہو۔ وہ مناسبت اوسوقتین ہوسکتی ہی کہ جب وہ مکان دار القرض (بنک) کے نام سے مشہور رہا ہوتا جسمین اشعار اسبات کا ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے اوسی مکانکے بہروسہ پر قرض کیا تہا اور اوسی سے قرضہ ادا ہوا۔

پیغمبرؐ کا متروکہ متعلق اسٹیٹ سمجھا گیا اور حضرت عمرؓ کا متروکہ اونکی ورثار کو ملا

بہرحال جو کچہہ ہو یہ امر ضرور قابل افسوس کے ہے کہ حضرت عمر تو اسقدر متروکہ چہوڑ جائین کہ جنکا ایک حصہ یعنی ایک وارث اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکہہ روپیہ پر فروخت کرے یا اون کے مکان مسکونہ سے ایسا کثیر قرضہ ادا ہو سکے۔ اور پیغمبرؐ کہ جنہوں نے یہہ سلطنت قائم کی تہی وہ اپنے وارثونکے لئے کچہہ بہی نہ چہوڑ جائین۔ اور حضرت عمرؓ نے اس سلطنت سے جو ایسا کثیر المالیت متروکہ بہم پہنچایا تہا وہ متعلق اسٹیٹ کے نہ سمجہا جائے اور پیغمبرؐ نے جو کچہہ کہ چہوڑا اوسکو متعلق سلطنت کے قرار دیکر پیغمبرؐ کے ورثار کو غیر مستحق متروکہ قرار دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کا خاتمہ

آخر کار ذی علم مصنف حضرت عمر کے انتقال اور اون کے دفن کا ذکر کرتے ہین۔

حقیقت یہہ ہے کہ اس دنیا مین جو کوئی پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کسی درجہ اعلیٰ کے تخت سلطنت پر قدم رکہنے والا ہو۔ لیکن آخر کار وہ خاک مین ضرور ملجاتا ہے اور اپنی سوانح عمری کو ایسا چہوڑ جاتا ہے جس سے لوگون کو نصیحت اور عبرت پکڑنی چاہیے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۝

اعلان عام
کتب ذیل مشتہر سے مل سکتی ہیں
۱۔ کتاب ہذا
۲۔ کل رسائل روشنی بجواب رسالہ نصیحۃ الشیعہ
۳۔ رسالہ کر و فر در باب فتح خیبر
۴۔ ریویو سیرۃ النعمان
۵۔ ریویو المامون
۶۔ النظر المشوق فی سیرۃ الفاروق
المشتہر
مرزا عبدالغنی قزلباش جامع مسجد۔ مراد آباد

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم

دفع الوقوع عن القول الصحیح الموثق فی نکاح الفاروق

اوس رسالہ کے جواب مین لکھا گیا ہے جو جناب میر برکات حسن صاحب سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ نے دربارہ عقد حضرت ام کلثوم لکھکر چھپوایا۔ درشت کلامی دروغگوئی اتنی کوٹ کوٹکر بھری تھی کہ جواب لکھتے وقت قلم روکنا صرف میرا ہی کام تھا مین نے اونکی سخت کلامیونکے جواب مین صحیح صحیح واقعہ کو درج کیا ہے خود کبھی بدزبانی کا مرتکب نہین ہوا۔ مین یہان دو بزرگون کا نہایت شکرگذار ہون ایک فخر الحکما محسن الشیعہ جناب مولانا الحکیم سید علی اظہر صاحب قبلہ دامت برکاتہ کا کہ اس رسالہ کی تصحیح و اصلاح مین کمال درجہ کی ہمدردی فرمائی ہے۔ دوسرے منبع محاسن و مفاخر جناب سید محمد باقر صاحب سب جسٹرار زاد مدارجہ کا جنکی بلند ہمتی و دریا دلی نے یہ رسالہ چھپوایا۔ خدا کرے مومنین جلد اسکو خرید فرمائین کہ اسی سرمایہ سے بقیہ مجلدات ہشتگانہ ذو الفقار حیدری طبع ہو والسلام علیکم اجمعین۔

مولف ناچیز

سید غلام حسنین عفا عنہ بلگرامی حال مقیم آرہ

در مطبع احمدی مغلپورہ پٹنہ طبع شد

۱۳۱۵

کہلانے لگتا ہے کاغذ سستا چھپائی سستی کہین تو مفت بلکہ اہل مطبع کچھ پھر تا
دین پھر لکھنے تصنیف کرنے مین کیا روک ہے ۔
بہرحال مامون صاحب کا مین شکریہ ادا کرتا ہون کہ اونکی بزرگی نے مجھے بھی بے زر بخشی
ورنہ مین کجا اور تصنیف و تالیف کجا ۔ مجھہ مین اور ممدوح مین اسقدر فرق ضرور
ہے کہ اونکی تحریر کا مدار اوس کتاب پر ہے جسکی مکرر سہ کرر چھاپ مین ہو چکی چند دفعہ
رد اوسکی کی گئی جو تمام ہندوستان مین شائع ہو چکی ہین دیکھو رمی الجمرات کی تین
جلدین جواب مین آیات بینات کے جو مکرر طبع ہوئی اور دیگر رسائل جنمین آیات بینات
کی رد کی گئی ہے اور میری تحریر کا مواد وہ لاجواب کتابین ہین جنکا سکہ ذوالفقار حیدری
کی طرح تمام عالم پر جما ہوا ہے کہ قیامت تک اوسکا جواب نہین ہو سکتا ۔ اگر مجھے ممدوح
کے طبیعت کا اندازہ معلوم ہوتا تو انشاء اللہ خیر خواہی بصرف کتاب کثیر مکتوم فی حال ام
کلثوم ممدوح کے پاس بھیجدیتا جسسے سب عقدے حل ہو جائین اور کسیکو زحمت اوٹھانیکی
حاجت نہو ۔ بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ مسودہ جلد ہشتم ذوالفقار حیدری بھیجدیتا جسکا
حجم ۸۰ جز ہے اور بغیر یقین ہے کہ تمامی ردو ابطال کا مجموعہ ہے مع جواب خصوصاً آیات
بینات کے اس بحث عقد کا مفصل و لاجواب جواب ہے جسکو چھاپا جاسکے بڑی تسلی
ہو کر مولوی صاحب نے اپنا سفینہ بتایا ہے اور اوسپر نہایت فخر و مباہات فرماتے ہین مگر
مجھے یقین کامل ہے کہ اسپر بھی وہ قائل نہونگے اور در حقیقت اب ہو بھی نہین سکتے
کیونکہ کتاب چھپ گئی اور مشتہر بھی ہو چکی تو اب بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ ہم اونکے
اصلاح کی فکر کرون اور اغیار کے خردہ گیری سے اونکو بچاؤن جیسا کہ عبد اللہ بن ابی سلول
نے اپنے باپ کے بارے مین عرض کیا کہ یا حضرت اگر ایسا قتل ہی منظور ہو جو منافق ہو تو مجھے
حکم ہو یہ خدمت انجام دون مبادا دوسرا کوئی مرتکب ہو اور مجھے خدانخواستہ [illegible]
ہوا ہو تو ایک مسلم کا قاتل بعوض منافق کے ہونگا ۔
دوسرے قوم مین مسلمانونکی جو امتی کہلاتی ہین اونکا لکھنا تو ایسا ناگوار رہتا کیونکہ
وہ اپنے ہمجنس مین ملتی ہین اور اپنی عیب پوشی کے لئے اوسی قسم کی ہمیشہ باتین بناتے ہین

اور اونکے مقابل مین ہر عالی خاندان شریف کو ذلیل بنائے مگر سیدزادہ ہوکر جنہین سید المرسلین کا خون ملا ہو اگر ایسے امر عظیم کا مرتکب ہو کہ اپنے ابا و اجداد کی تفضیح کرے تو سخت جائے حیرت ہے تفضیح بہی کیسی جس سے بڑھکر شاید کوئی دشنام صریح نہو حضرت زید شہید جو راقم اور مخاطب کے جد اعلیٰ ہتے رضوان اللہ علیہ اونکا ایک تاریخی واقعہ یہان یاد آگیا جسکو بیساختہ لکھے دیتا ہون۔

حضرت زید شہید اور سادات حسنی مین محال وقف کے متعلق کچہ تکرار تہی جسکا مقدمہ خالد بن یوسف حاکم مدینہ کے سامنے پیش ہوا دونو بزرگوارون مین کچہ سخت کلامی ہوئی جسپر مقدمہ ملتوی کیا گیا کہ کل پہر مجمع ہو اور فیصل کیا جائے تمام مدینہ مین یہی غلغلہ تہا کہ آج زید اور سید حسنی مین یہ گفتگوئین ہوئین دوسرے روز جب حسنی سیدنے اپنے ثبوت پیش کرنے شروع کئے تو حضرت زیدنے فرمایا مین کل نعراعونسے باز آیا بعدہ حاکم کیطرف مخاطب ہوئے کہ تو فرزندان رسول کو گالی گفتہ کے لئے جمع کرتا ہے حالانکہ ابوبکر و عمر نے بہی کبہی ایسا نہ کیا تہا۔ حاکم کی حمایت مین ایک شخص قبیلۂ انصار سے اوٹہہ کہڑا ہوا اور حضرت علیؑ و امام حسینؑ کو دشنام دیکر زید سے کہا تم حاکم وقت کا ادب نہین کرتے زیدنے کہا ہم ایسونسے بات نہین کرتے اوسپر انصاری نے کہا کیون؟ ہم تمسے بہتر ہین اور میری مان باپ تمہارے مان باپ سے افضل ہین۔ حضرت زیدنے ہنسکر جواب دیا اے گروہ قریش دین اسلام تو برباد ہو چکا اب حسب نسب بہی برباد ہوتا ہے حالانکہ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ اگر دین کسیکا جاتا ہے تو حسب اوسکا باقی رہتا ہے تاریخ اضمحلال اسلام منقول از تاریخ کامل علامہ ابن اثیر ... غرض یہ ہے کہ اولاً اس سیدزادہ کا سنی ہونا ہی موجب صد حیرت ہے کیونکہ شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنے عہود محمدیہ مین فرماتے ہین من النوادر ... سنی ہاشمی ... الشیخان علی جلد ۲ ص ۹۶ یعنی نوادرات سے ہے کہ کوئی سید سنی ہو ... شیخین کو اپنے جد پر ... بالحضرت مخاطب نوادر و عجائب سے ... اسکے سالک ... اور دوسرا کوئی امر ہے تاقیامت اگر کسی سنے

ازراہ اغوائے شیطانی بجائے اپنے ایسے آبا، کرام و اجداد عظام کے جنپر ایمان لانا بہ اتفاق فریقین جزء اعظم اسلام ہے۔ اون لوگونکو تفضیل دی جنکے لئے شارع نے کوئی جزو نہین مقرر کیا یا و لیسا حق مقرر کیا جیسا احاد ناس کو عطا کیا۔ تو اب اسکی کیا ضرورت ہے کہ اونکی خاطر اولاد رسول کی تفضیح و تذلیل و توہین بھی کیجائے۔ کیا حسن عقیدت و ارادت کو یہ بھی لازم ہے کہ اوسکے لئے دین و ایمان بھی مٹا دیا جائے؟ کیا کوئی سنی کہہ سکتا ہے کہ نکاح فاروق با ام کلثوم کا اقرار کرنا اور اعتقاد رکھنا اصول دین مین داخل ہے جسکے بغیر آدمی سنی نہین ہو سکتا؟ ہرگز نہین۔ پھر ایسے لاحاصل مسئلہ مین اپنی اوقات ضائع کرنا کیون؟۔

اگر نسب نامہ خلیفہ دوم پر ہر طرح پردہ ڈالکر صرف اسی مضمون پر خیال کیا جائے کہ جناب سیدہؑ کی خواستگاری انہون نے رسول مقبولؐ سے کی تھی۔ مگر حضرت نے باآنہمہ محبت و شفقت و عنایت جسکو اہلسنت یک جان دو قالب قرار دیتے ہین۔ نامنظور کیا اور ملال ظاہر کیا اور باوصف فقر و فاقہ و افلاس جناب امیرؑ سے بیاہا جنکو بقول اہلسنت کوئی فضیلت بمقابلہ شیخین نہ تھی۔

تو صرف اسی ایک امر پر غور کرنے سے جو بہت بدیہی ہے معمولی عقل والا بھی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص سے جناب علی مرتضی فاطمہؑ زہراؑ کی بیٹی کا بیاہنا کب منظور کرینگے وہ بھی اوسوقت کہ لڑکی چار برس کی ہے اور خواستگار پیشتہ۶۵ برس کا بڈھا نانا کا سسر جسکو اب یہ شرف ضرور ملا ہے کہ خلافت رسول کا کسیطرح سے ہو کسی معنی سے ہو مالک ہے۔ کوئی مسلمان طمع کا تو خیال نہ کریگا الا یہ کہ جبر و تعدد پر خیال دوڑائے جو کل روایات عقد مرویہ اہلسنت مین موجود ہے جیر یعنی الساجبر کہ معمولی رعایا پر بھی خلیفہ الساجبر نہ کرین چنانچہ خلیفہ دوم نے ام ابان بنت ربیعہ سے بھی درخواست عقد کیا اوسنے نامنظور کیا خلیفہ کچھ نہ بولے ام کلثوم بنت ابو بکر سے جو ایکسے بے والی و وارث لڑکی تھی انکار کر دیا خلیفہ کچھ نہ کر سکے مگر جناب امیر کو یہ لوگ ایسا مجبور ٹھہراتے ہین کہ حضرت سے کچھ بن نہ پڑی ناچار

ہوکر قبول کرنا پڑا اور عقد کر دیا حالانکہ سارا خاندان بنی ہاشم از عباس و عقیل و حسنین
اس عقد سے مانع اور مزاحم تھے یہ سب باتین صاف صاف طور پر اہلسنت کی کتابونمین
موجود ہین مگر کسی شیعہ نے اگر انہین روایات کو ظلم و ستم خلیفہ مین پیش کیا تو پھر اہلسنت
کو کہان تاب اٹھنے جھگڑنے دماغ چاٹنے پر تل گئے عدالت فوجداری کی نوبت آئی۔
بہر کیف ہمکو بلکہ ہر مسلمان کو اس واقعہ پر بنظر تحقیق غور کرنا چاہئے کہ اصلیت اسکی
کیا ہے کسی طرح ہو عقد ہوا یا نہین۔ کیونکہ اس مضمون کا ایک پہلو مستلزم کفر صریح قایل
ہے جس سے احتراز ضروری ہے اسلئے کہ اگر درحقیقت عقد نہین ہوا ہے تو قایل عقد
نے تفضیح تہمت کی! عرض رسول پر تو یہ گالی رسول اللہ و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہراء تک
پہونچی اور ان حضرات کو گالی دینے والا بالاتفاق فریقین کافر ہے۔ بخلاف اسکے اگر وقوع
عقد ثابت ہو جائے تو اسکے اظہار یا اعلان یا اقرار کرنیوالے کو کسیطرح کا ثواب
نہ حاصل ہوگا نہ کوئی اسکا حکم ہے پہر ایسا امر جسکا ایک پہلو یقینی کفر ہو دوسرا پہلو امر بے سود بلا
تحقیق زبان پر لانا یا اسپر اصرار کرنا حماقت نہین تو کیا ہے بلفرض کیا لاعلمی و سادہ
لوحی سے کچھ ہو ورنہ سراسر ضلال مبین ہے۔ وہ زمانہ گیا کہ سید صاحب نے رنگلو دن کہا
اور مان لیا کانجی کا دم لگاتے ہین اور نماز کو کہتے ہین ہم خانہ کعبہ مین جاکر ادا کرتے ہین
صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر تو اب کسی سنی کو پورا اعتقاد بہی نہین اور کتابونکی سوانح پر
کیا اعتماد ہوگا۔ اب تو ہر واقعہ کی چہان بین ہوتی ہے جرح تعدیل ہوتی
جاتی ہے کیونکر ہوا کب ہوا کسکے سامنے ہوا کیون ہوا اسیطرح صدہا بال کی کہال نکالی
جاتی ہے ذرہ برابر بہی سلسلہ واقعات کا بگڑا کہ ساری محنت رائگان کر دی جاتی
ہے۔ چہ جائیکہ ایسی مہمل روایتون پر اعتقاد لایا جائے جو ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ
بہی تحقیق کی جنتری مین نہ ٹھہر سکے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا انشاء اللہ
مذہب اہلسنت میں کچھ دم باقی ہے تو صرف اسقدر کہ بزرگونکی تعلیم کے مطابق
یہ مذہب کی کتابین نہین دیکھتے نہ تواریخ دیکھتے ہین نہ حدیث۔ قطعی ممانعت
ہے کہ ان کتابونکو ہاتھ نہ لگانا اگر یہ بندش نہ ہوتی تو آج نصف سنی تو سنی نہ رہتے

جملہ اہل اسلام پر فرض ہے خواہ شیعہ ہو خواہ سنی کہ اوس عالم ربانی محقق لاثانی کا شکریہ ادا کرین جو اول موجد اور بانی تحقیق جدید کا اس مسئلہ مین ہوا جس سے بہت سے بہت غلط فہمیان مخالفون کی دفع ہوئین اور انشاء اللہ آیندہ بہت سے حق پسندونکو مفید ہوگی جس کے بعد ذریۂ رسول کی تذلیل کے درپے کوئی نہوگا

نام نامی اور اسم گرامی جناب قدوۃ المحققین لسان المتکلمین ذوالسیف الشاہر الاشہر مولانا الحکیم سید علی اظہر صاحب قبلہ دام ظلہ العالی مصنف ذوالفقار حیدری سے اکثر لوگ نا واقف ہونگے جنہون نے مخصوص اسبارہ مین ساتوین جلد ذوالفقار حیدری تحریر کی جسکا حجم تخمیناً ۸۰ جز ہوگا اور خلاصہ اوسکا موسومہ بہ کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم ع مطبوع ہو کر مطبوع عالم ہوا جسکی توصیف مین جسقدر اگر کچھ علماء کے اقوال نقل کرین تو طول ہو بلکہ ایک دفتر تیار ہو لیکن اسیقدر کافی ہے کہ جناب عمدۃ العلما صاحب الاجتہاد والافتا زین الفقہا طود النہی مولانا السید مصطفیٰ المعروف میر آغا صاحب قبلہ دامت برکاتہ اپنے عجالہ مفحمہ میں اس رسالہ سے استدلال کرتے ہین جنکے الفاظ شریفہ یہ ہین۔ چنانچہ حال اوسکا بالتفصیل معلوم ہوتا ہے رجوع کرنے سے طرف رسالہ لطیفہ اور مقالہ منیفہ موسوم بہ کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم ع کے مسئلہ پھر دوسرے مقام پر فرماتے ہین کیونکہ اس مقام مین وجوہ واسباب التباس واشتباہ کے بکثرت پائے گئے ہین کہ جنکا بیان کیا ہے مصنف رسالہ کنز مکتوم عنکر البہ شیعہ نے بتفصیل تمام واستدلال مالا کلام صـ۱۲ـ مین جو کچھ یہان لکھتا ہون اون سب باتون ہی دونون کتابون مین جنکے ایک حرف پر بھی آجتک نہ کوئی معترض ہوا نہ قیامت تک کوئی سنی اوسکی رد کر سکیگا

تمہیدہی فقرات کو طول ہو جاتا ہے جسکو حضرت خلق پسند کرتے ہین نہین لہذا اصل امر کیطرف متوجہ ہوتا ہون۔ مگر یہ واضح رہے کہ میری تحقیقات یہان نفس مسئلہ عقد حضرت ام کلثوم ع سے متعلق ہے نہ دیگر خرافات و لغویات سے اسی لئے مین اونہین فقرات کو منتخب کرکے لکھونگا جو متعلق بہ عقد ہین اور اونہین کا جواب دونگا نخلع الجبت بالفاظ

یہان اونکا اشارہ کردونگا معہ حوالہ کتاب جسمین اونکا جواب مرقوم ہے - کیونکہ اصل
شبہہ تو مولوی صاحب کا اسی مسئلۂ عقد کے متعلق ہے جسمین وہ شبہوں کا جواب سمجھتے
ہین باقی اکثر شبہے تو صدہا علما ہزارون مرتبہ فارغ خطی دیچکے ہین دیکھو تشفی ص۶۳
مین یہ کلام شاہ ولی اللہ صاحب ،، جو علم کلام مین مشغول ہین (یعنی متکلمین اہلسنت)
اونکا اعتقاد شبہات نصیر طوسی (محقق طوسی علیہ الرحمہ) کے سبب سے مختل ہو رہا ہے
متکلمین اون شبہات کے رد کرنے پر قادر نہین ہین ،، تخمینا ۱۰ برس ہوتے ہین کہ مینے
سنا تہا کہ درمیان خالی میر برکات حسین صاحب اور برادر عزیزادم میر ابو القاسم
صاحب مرحوم کے کچھ مراسلات اس مسئلہ کے متعلق ہو رہے ہین جسکے بعد پہر کوئی
خبر نہ سنی گئی کہ یکا یک آج کہ ۳ شوال ہے خلیل صاحب کا رسالہ موسوم بہ قول صحیح موثوق
فی عقد سیدتنا ام کلثوم مع سیدنا الفاروق نظر آیا۔
شوال ہی مین نحوست آمیز عقد حضرت عائشہ واقع ہوا تہا جسکا ایک نتیجہ واقعہ جمل ہے جسکو
جسیا اہل اسلام قیامت تک رونینگے - یہ رسالہ بہی اوسی ماہ مین دکہائی دیا ہے خدا خیر
کرے جس شوخ چشمی سے اس رسالہ کا نام **قول صحیح موثوق** رکہا گیا ہے اوسکا دوسرا
ثبوت یہ ہے کہ ایک عالم نے بہی اہلسنت سے ایسی روایات عقد کو نہ صحیح کہا ہے نہ تو
نہ داخل صحاح ستہ کیا پہر ایسی روایات موضوعہ ضعیفہ کی بنیاد پر جو قول ہوگا وہ کیونکر
صحیح و موثوق کہا جاسکتا ہے ، شعر کہا ان تیرے الفت کا نبوع دگر ہر ایک + زخمی کچھ
ایک بندہ وبگاہ ہی نہین + یہ شعر مجھے اسپر یاد پڑا ہے کہ اہلسنت نے کچھ اسی پر قطع
پر اہلبیت رسول کی توہین کرکے خلیفہ کی عزت افزائی نہین کی ہے جنکی فطرت نے
اہلسنت کو پیدا کیا بلکہ تمامی خلفا کے ساتھہ کم و بیش یہی ترکیب انکی رہی ہے
چنانچہ عبد الملک بن مروان سے ظالم خونخوار خلیفہ کو بہی حضرات اہلسنت نے
ہمسری حضرت عمر بہی خلعت عطا کیا ہے علامہ ابن اثیر کتاب کامل مین لکہتے ہین
لکہا گیا ہے کہ عبد الملک کے پاس ایک بیٹی تہی علی ابن ابی طالب کی مگر یہ کسیطرح
ممکن نہین ہے ص پس جب ایسی ایسی تہمتون مین اہلسنت کو باک نہین

جو صریحی دشنام ہے تو بھلا حضرت عمر کو داماد علی بنانے مین کیا دیر لگتی ہے
اصل ہمہ داغ و داغ غدمینہ کجا کجا نہم یہی ایک واقعہ نہین ہے جسمین خلفا کی عزت افزائی
اور اہلبیت طاہرین کی توہین کے لئے یہ افترا پردازی کی گئی دوسرا واقعہ بھی جگر خراش
ہے کہ محض غلامونکی خاطر ایسی تہمتین کی گئین ہین کہ اہل اسلام کو بلا سبب
رنج و صدمہ پہونچے۔

(۱) مولوی عبد الحلیم شرر اپنے پرچہ دلگداز مارچ سنہ ۹۳ مین بعنوان "خاندان رسالت"
لکھتے ہین کہ (معاذ اللہ) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ
حضرت شہربانو کا عقد ایک غلام مسمے زید سے آزاد کر کے کر دیا (۲) اس مضمون
کی تائید مین ایک تحریر رسالہ اتحاد مین بھی شایع ہوئی (۳) پھر شرر صاحب نے
دوسرا مضمون اسکے تائید مین اپنے دلگداز ستمبر سنہ ۹۳ مین شائع کیا۔ اور اوس غلام
کو رقیب خاندان نبوت ٹھہرایا۔ اور اوسکی سند مین محمد بن جریر طبری کی تاریخ مطبوعہ
لندن صفحہ ۲۴ اور کتاب المعارف ابن قتیبہ مطبوعہ لندن صفحہ ۱ اور کتاب اغانی
اور وفیات الاعیان ابن خلکان کو پیش کرتے ہین کہ یہ حضرات اسی واقعہ کا ذکر یون لکھتے
ہین ــــ

اس تحریر دل خراش سے جو صدمہ شیعونکو پہونچا اوسکا اندازہ بہت مشکل ہے کیونکہ جب
اہلسنت نے اس سے تنفر ظاہر کیا تو شیعونکا کیا ذکر۔ چنانچہ سب سے پہلے اس مضمونکا
ابطال مولوی عبد الحق صاحب نے مفصل طور پر اخبار طوطی ہند میرٹھ مین طبع کرایا
بعدہ اوسی بزرگ نے رسالہ اتحاد کے مضمون کا بھی جواب لکھا اور مولوی افہام اللہ صاحب
و مولوی عبد الباقی صاحب جو علمائے فرنگی محل سے ہین بجواب ایک استفتا متعلق اسکے
تحریر فرماتے ہین کہ "یہ واقعہ ثبوت کو نہین پہونچا البسا نہ کہنا چاہئے تھا" اور جناب مولوی
عبد الحق صاحب کی دستخط بجواب استفتاء ہے کہ "حضرت زین العابدین ع کا اپنی والدہ
کا عقد کسی غلام سے کر دینا محض اتہام ہے اسکی بھی کوئی اصل نہین اگر ایسا ہوتا
تو قریش مین بھی بہت لوگ موجود تھے غیر کفو غلام کے ساتھ عقد کیون کرتی جو محض

ایسے مزخرفات لکھتا ہے وہ فاسق ہے۔

اب ان نظائر واقعہ سے آپ حضرات خیال کر سکتے ہین کہ حضرات اہل سنت کن کن ترکیبون سے حضرات اہلبیت اطہار کی توہین کرتے ہین۔

اب ان جوابون پر بھی ایک نظر فرمایے جنکو شرر صاحب نے اپنی صداقت و بے تعصبی کے ثبوت مین پیش کئے ہین جو سب کتب اہلسنت سے ہین نہ کتب شیعہ سے پہلی سند تاریخ طبری کی ہے جسکو اہلسنت معتمد ترین تواریخ سمجھتے ہین۔ مگر یہ واقعہ اوس کتاب مین مذکور ہی نہین۔ بلکہ جو تاریخ طبری چھپی ہے اوسکے آخر مین صاحبان مطبع نے تاریخ ذیل المذیل کا منتخب چھاپا ہے۔ اور اوسی سے شرر صاحب نے یہ حکایت نقل کی ہے۔ اور اوسکو اصل تاریخ طبری سمجھا ہے۔ سے سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست۔ پس یہ پہلی خطا ہے کہ منتخب ذیل المذیل کو اونہون نے تاریخ طبری سمجھا دوسرے اوسکو ایسا مستند سمجھا کہ تاریخی دنیا مین اوسکے علاوہ کوئی مستند نہین حالانکہ اسکا کوئی ثبوت نہین دیا تیسری خطا یہ کہ اس واقعہ کو صحیح سمجھا حالانکہ بلا سلسلہ سند ہے جسپر علمائے اہلسنت کبھی اعتماد نہین کرتے۔ دوسری سند کتاب معارف ابن قتیبہ کی ہے جسکی نسبت امام ذہبی کتاب میزان الاعتدال مین تحریر کرتے ہین قال الحاکم اجمعت الامۃ علی ان القتیبی کذاب الحو دایت فی مرأۃ الزمان ان الدار قطنی قال کان ابن قتیبۃ یمیل الی التشبیہ منحرفا عن العترۃ وکلامہ یدل علیہ ۔

کہا امام حاکم نے کہ اجماع کیا ہے امت نے اسپر کہ قتیبی کذاب ہے۔ اور مرآۃ الزمان مین ہے کہ ابن قتیبہ مائل تھا طرف تشبیہ کے اور عترت رسول سے منحرف تھا جسپر دلالت کرتا ہے کلام اوسکا۔ تیسری سند ابن خلکان کی ہے جو نقل سند نہین کیونکہ وہ اسی معارف سے ناقل ہے جسکی حالت مذکور ہوئی۔ چوتھی سند اغانی کی ہے جو مصداق بر عکس نہند نام زنگی کافور ہے کیونکہ اوس مین اس مضمون کا کہین پتہ نہین چلتا اور اگر ہو بھی تو اوسکی بے اعتباری ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر لسان المیزان مین مصنف اغانی کی

نسبت ابو محمد نوبختی کا یہ قول نقل کرتے ہین ۔ کان ابو الفرج الاصبہانی اکذب
الناس کان یشتری شیئا کثیرا من الصحف ثم تکون روایاتہ کلہا منہا
یعنی ابو الفرج اصفہانی اکذب ناس تہا کہ نوشتونکو لوگون سے خریدتا اور اسکی حکایات
یہان تک کہ خود شرح صاحب بہی اوسکو نا قابل اعتبار ٹہراتے ہین ابن قتیبہ
اور طبری من حیث التاریخ تمام کتابون کا منبع اور مصنفین کا مرجع ہین انکو اغانی
پر ترجیح ہے ۔ غرض چارون سندونکی یہ حالت ہوئی کہ طبری کی نسبت
غلط محض اور ذیل المذیل مستند نہین اور بلا سند اور آغانی مین پتہ نہین ۔
اور ہو بہی تو اسکی یہ حالت کہ اکذب ناس بارٹ ہے ابن خلکان جو خود کوئی چیز نہین
ابن قتیبہ سے ناقل ہین جو اجماع امت کذاب اور دشمن اہلبیت تو پہر ایسی سند پر
حوالہ پر کس عاقل با ایمان کو اعتبار ہو سکتا ہے ۔
اب اس واقعہ کی حقیقت سنئے جو خود علماء اہلسنت نے جب کچہ ہوش آیا تو بیان کیا
اور جب کچہ خدا و رسول سے شرمائے تو ظاہر کیا کہ مولوی صدر الدین احمد حنفی قادری
اپنی کتاب روائح المصطفےٰ مین بعد نقل روایت ابن قتیبہ لکہتے ہین ۔ ور حقائق مخزنیہ
اورده که امام زین العابدین ع را مادر رضاعی بود از جواری پدرش او را بعد واقعہ کربلا بنکاح
زید داده بود انتہی میگوید مولف که دل گواہی نمیدہد براستی این روایت ورنہ شہربانو
عمر او از پنجاه تجاوز نموده قریب شصت رسیده و صاحب اولاد بود ضرورت نکاح و موقع
آن نداشت واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ یہی صاحب یہ اصل واقعہ ہے جسکو ان حضرات اہلسنت نے
کہان سے کہان پہونچایا یہ مضمون بہت طولانی ہے جسکو میرے خالص اور لائق دوست
نے اتصال الشرعین مین نہایت خوبی سے لکہا ہے شائقین اون تحریرونکو ضرور ملاحظہ کرین
ص۲۳ منہج ا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اغیار کو بہلا دوسرے کے گہر کی کیا خبر اگر صاحب
روائح المصطفےٰ کو خبر ہوتی تو اتنی اجتہاد کی ضرورت نہ تہی کیونکہ حضرت شہربانو نے بعد
ولادت جناب امام زین العابدین ع حالت نفاس ہی مین انتقال کیا تو زندہ کہان تہین
جو یہ واقعہ پیش آتا بہر حال مقصود میرا اس واقعہ سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ حضرات اہلسنت کے

جس طرح ایذا کو شامل توہین اہلبیت رسالت پر کمر بستہ ہین کہ کبہی خلفا کی خوشامد مین
الینی نسبت اگر گذر لے ہین اور جب اوس سے بہی خلش باطنی ناصبیت کی تسکین نہین
ہوتی تو علماء وسنے طرف منسوب کر دیتے ہین۔ مگر جس خدا نے واللہ متم نورہ ولو کرہ
المشرکون کا وعدہ کیا ہے اوسکے لطف عمیم سے امید ہے کہ جب ان دو نو واقعہ مین
اوسنے اپنی صداقت اور اہلبیت اطہار کی برارت دکہائی ہے کہ خود اونہین علماء اہلسنت
کی زبانی اصل امر حق کا اقرار بہی کرایا اور ادن لوگون کو جو اسکے خلاف قایل ہین واسق
بہی کہلوایا تو اس واقعہ عقد حضرت ام کلثوم مین بہی وہ اپنی قدرت کاملہ دکہا ئیگا
جسکا نمونہ ابہی ملاحظہ فرمائینگے۔

اب **قول موثوق** کی بہار دلفریب دیکہیے جسکے سرخ رنگ ٹائیٹل پیج کی سر پر
ہلالی خط مین جو معرکہ سلطنت عثمانی ہے یہ عبارت عربی کی لکہی ہے (١) کل سبب
ونسب وصہر ینقطع یوم القیمة الا سببی ونسبی وصہری کیونکہ اہلسنت
کے یہان خلیفہ نے جب اس عقد کی خواستگاری کی ہے تو اسی حدیث کو ذریعہ
بنایا تہا کہ مقصود میرا صرف یہ فخر حاصل کرنا ہے کہ دامادی رسول حاصل ہو نہ دیگر امور
مگر عجیب قدرت خدا ہے کہ خود علماء اہلسنت اس حدیث کل سبب ونسب ینقطع الخ
کو موضوع لکہتے ہین۔ دیکہو لالی مصنوعہ علامہ سیوطے کہ روایت مذکور کو پوری
نقل کر کے ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہین "متفرد ہوا ہے ساتہ اسکے خارجہ جو ثقہ
نہین ہے ص ١٥٩ مطبوعہ مطبع علوی علی بخش خان۔

یہ حدیث موضوع جیسا عنوان رسالہ ہی ویسا ہی عنوان قصہ فرضی عقد بہی ہو تو وہ بہی
وضعی قصہ ٹہرا اور یقینی وضعی ہی جیسا کہ بہت جلد ثابت ہوگا انشاء اللہ۔ بسم اللہ
غلطکی تصدیق اسی واقعہ سے ہوگی آئیندہ کی غلطیان اسی پر خیال کرنا چاہئے اور قول
صحیح موثوق کے غلط و کاذب ہونیکا یقین فرمائے اگر اہلسنت ایک امر مین بہی دل و زبان کو
مطابق رکہتے تو کبہی اس حدیث سے استدلال نہ کرتے کیونکہ حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ
[illegible] اسی بنیاد پر علیحدہ کیا تہا کہ ہمکو حدیث اہلبیت کی ضرورت نہین [illegible]

کافی ہے جس سے چاہیئے تہا کہ اہلسنت کا زیادہ تر عمل اور اعتقاد قرآن پر ہوتا نہ حدیث پر۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ کتاب اللہ سے تمسک اوسوقت صرف محرومی اہلبیت کیلئے کیا گیا تہا کہ ثقلین کو جدا کر دین اور اب صرف اس کام کیلئے رہ گیا ہے کہ لوگ حافظ بنکر تراویح پڑہائین کچہ روپیہ کمائین اور کوئی مصرف نہین دیکہئے اوسی قرآن کے ۱۸ پارہ مین صاف یہ آیت موجود ہے۔ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون ۵ ترجمہ جب صور قیامت پہونکی جائیگی تو رشتہ ناتہ اون مین کچہ نہ رہیگا اس دن اور نہ اون سے سوال ہوگا اس آیت یقینی کے خلاف حضرت عمر کی بزرگی کے لئے حدیث موضوع کل سبب ولنسب و صہر سے استدلال کیا جاتا ہے افسوس صد افسوس ہے بہر حال یہی ایک روایت اس قصہ کی موضوع نہین ہے بلکہ دوسری روایت اسکی یہ ہے کہ چالیس ہزار درہم مہر ہوا موضوع ہے چنانچہ علامہ ذہبی عبداللہ بن زید بن اسلم راوی کو اس روایت کے لکہتے ہین کہ ضعیف ہے اور اوسی ذیل مین اس روایت موضوع کو درج فرماتے ہین جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا تیسری روایت اسکی ایسی موضوع ہے کہ علامہ سبط ابن جوزی بقسم شرعی اوسکو باطل کہتے ہین کہ باجماع امت حرام ہے اور مولوی حیدر علی باوجود چرب زبانی ایسی بولائے کہ اوسکو الحاق شیعہ کہدیا۔ وہ مضمون یہ ہے کہ عمر نے ساق پا کہولی اور بوسہ لیا جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا اب ناظرین باتمکین سمجہ سکتے ہین کہ جیسا علمائے اہلسنت واقعہ عبدالملک اور واقعہ حضرت شہربانو مین اپنی غلطی کا اقرار کر چکے ہین ویسا ہی اس مسئلہ مین بہی موضوعیت و بطلان کے معترف ہین مگر پہر بہی ہٹ دہرمی کئے جاتے ہین اور یہ حضرات وہی لوگ ہین جو جہل مرکب مین گرفتار ہین کہ بہرو بیر مین فرق نہین کرتے ورنہ علما تو اسکے بطلان و موضوعیت کو ظاہر کر چکے۔

دوسرے صفحہ مین ابتدائی قصہ اس تحریر کا خود [illegible] لکہا ہے اور تیسرے صفحہ پر دوسرا خط اپنا ہے نام اونکے سید ابوالقاسم صاحب مرحوم یہ ہے سات بین صفحہ میں خط انکی مرحوم کا نام مولف اور اون ہین جنکے صفحہ سے خط مولوی [illegible]

موضوعیت روایت از قرآن

جو غیر مطبوع ہے میرے پاس موجود نہیں ہے۔ تو اب قلم درکف دشمن است کا مضمون ہے۔ جب اہلسنت مطبوعہ کتابون مین ہزارہا تحریف و تصحیف کر سکتے ہین تو کتب غیر مطبوعہ مین کیا دیر لگتی ہے۔ جلد اول ذوالفقار حیدری ملاحظہ فرمائی کسقدر تحریفات اہلسنت کی نشان دہی گئے ہین پرانے زمانہ کی تحریفات کو اگر قدیمی فسانہ سمجھئے۔ تو شمس العلما مولوی شبلی نعمانی پروفیسر عربی علیگڈہ کالج کے چشم دید واقعہ سے عبرت حاصل کیجئے۔ مولوی صاحب قسطنطنیہ کے سررشتہ المعارف کی افسوسناک حالت یون تحریر کرتے ہین کہ لیکن افسوس ہے کہ آج کل اسکا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ یہ صیغہ تحریف و تبدیل کے روک کی غرض سے قائم ہوا تہا مگر بعض اوقات اسنے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے۔ تحریساتے ایک مطبع مین شرح عقائد النسفی چھپ رہی تہی معارف نے اس کتاب کی وہ تمام عبارت قلم زد کر دی تہی جسمین خلافت کی بحث ہے اور الائمہ من قریش کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے مجبوراً اسی قلم زدہ نسخے کو چھاپا۔ مین نے اصل نسخہ جسمین معارف نے یہ تصرف کیا تہا دیکھا اور مجھکو یاد ہے کہ اسوقت مین رنج اور غصہ کیوجہ سے بے اختیار ہو گیا۔ ان لوگون نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہواخواہی کے جوش مین کیا ہوگا۔ لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اسکو پسند نکرتے سفرنامہ صفحہ ۔ بقول شاعر ۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ یہ ایک واقعہ عبرت افزا ناظرین باوقار کے تسکین و تشفی کے لئے کافی ہے کہ جب وہی جوش خیرخواہی سلطان روم مین وہ حدیث نکالدی گئی جسپر مذہب اہلسنت کا دارومدار ہے اور وہ عبارت قلم زد کر دیگئی جسمین خلفائے ثلثہ کے خلافت کا مذکور ہے کیونکہ اسمین خلیفہ کا قریشی ہونا مذکور ہے اور سلطان موجود قریشی نہین۔ تو آپ خیال کر سکتے ہین قدیم الایام سے کتنی تحریفین وقوع مین آئی ہونگی کتنے واقعات چھپا دئے گئے ہونگے اور کتنے غلط امور مشہور کئے گئے ہونگے۔ یہ واقعہ چشم دید تحریف علمائے اہلسنت کا بحکم سلطنت اسی زمانہ کا ہے کہ ہزارون سلطنتین مخالف اس سلطنت کے

اپنی امانت و دیانت سے ترقی پر ہین اور بجز اس سلطنت کے جسکو مخالف ضعیف
و کمزور کہتے ہین دوسری کوئی سلطنت بہی اس مذہب کی نہین - اور کتابون کی
وہ تشہیر ہوئی ہے کہ ہر کتاب صدہا ہزارہا مرتبہ مختلف زبانون مختلف سلطنتون مین
چہپ کر شائع ہو چکی ہین بخصوص یہ کتاب شرح عقائد النسفی - اسطرح شائع
ہوئی ہے کہ اطفال مکتب تک کے بغلون مین یہ کتاب دبی رہتی ہے - لیکن جب
اس کمزور محدود سلطنت نے ایسی معمولی زیر مشق طلبہ کتابون مین یہ حرفت
کی کہ اپنی ہی مذہب کی اصل مسئلہ کو اوڑا دیا تو جس زمانہ مین اسی سلطنت کا
تمام عالم پر تسلط تہا اسی قوم کا ہر جا زور شور کہ مخالف سبکے نہایت قلت و ذلت
اختفا و استتار مین بسر کرتے اس قوم اور اس سلطنت نے کیا کیا ہوگا کیسے کیسے
عنوان سے سلطان وقت کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے علمائے محدثین تصنیف
کی ہونگے اور کیسے کیسے مسئلے گڑہے ہونگے اور کیسی کیسی حرفتین کی ہونگی جسمین
نہ کسی مخالف کا خوف تہا نہ ڈر - جناب تو ہندوستان مین یہہ ترکیبین علانیہ ہوئے لیکن
صحیح بخاری کے ایک نسخہ سے فدک کا قصہ نکالدیا گیا - اس تقریر مین جملہ
غلامان زادہ خطاب سے آپ نے برارت اپنی یون ثابت کی ہے کہ یہ تہذیبی کے
کلمات شان مین جدہ ماجدہ کل سادات جناب سیدہ صلوات اللہ و سلامہ علیہا کی
اپنے دل سے تو نہین کہے بلکہ مولوی حیدر علی کفش دوز کے رسالہ تموز نیمروز سے
نقل کئے - شاباش این کار از تو آید و مردان چنین کنند - مین ان فقرات کی نسبت
کیا عرض کرون اونکی اصالت کا اثر ہے محبت اہلبیت ہی تو فریقین کے نزدیک
طیب ولادت و عدم طیب ولادت مین فارق ہے - فرمایا رسول اللہ نے دشمن
نہ رکہیگا علی کو مگر ولد الزنا دیکہو مناقب اسالمت ملک العلما دولت آبادی سے رسالہ
تموز نیمروز چہپے مطبوع نہین دیکہا ہے مگر اوسکا جواب آفتاب عالم افروز مطبوعہ
مطبع گلستان محمدی سنہ ۱۳۰۱ھ دو جلدون مین موجود ہے تو اب حاجت جواب نہین
مسودہ کی رد سے بے سود مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ اصل خطبہ جناب سیدہ اہلسنت کی کتابون

مین بہی موجود ہے جسکا ثبوت تشفی صفحہ ۲۲۳ اہلسنت و خوارج مین مرقوم ہے اور
جناب امیر اور جناب سیدہ کا اتماما للحجہ طالب اعانت ہونا انصار سے یا اہلبیت کے گہر جلانے
جانا خود تاریخ کامل علامہ ابن اثیر محدث اہلسنت مین موجود ہے
تو کیا اب ہی آپ اعتراض کرینگے؟ - ہان جو اغلاط نحوی و صرفی اپنے کلمی مین ہین انکا
جواب مجملا یہ ہے کہ جب بقول حضرت عثمان قرآن مین غلطی رہگئی جسکے متعین قرآن
ہین قرآن مین غلطی ہے جسکو عرب لوگ درست کر لینگے اور حضرت عائشہ معیوب
کو مضمون لکہنے کو فرمائین اور امام ابو حنیفہ صاحب اور امام ابا قیس فرمائین جہان
نحوی قاعدہ سے بابی قیس ہونا چاہیے تو پہر مولوی کرار علی صاحب مرحوم
پر ایسی اغلاط کا اعتراض کس اصول پر کیا جاتا ہے - اسکے بعد کچھ سخت کلامی
کی معمولی شکایت اور دہمکی بہی ہے مگر یہ وہ شکایت ہے جسکا علاج نہین کیونکہ
کتنے ہی نرمی و ملائمیت و تہذیب سے گفتگو ہو مگر بزرگونکی یہ تعلیم کہ تبرا سب
صحابہ کرنے مین نہین اوٹہتی - کیا اوس غیر مہذب تقریر سے زیادہ نامہذب
کوئی تقریر ہوگی جسکو اپنی تحفہ نیم روزہ سے نقل کیا اوس شخص کی درشت گوئی
تو ایسی مشہور ہے کہ آپ بہی معترف ہین -

قول موثوق صفحہ ۲۳ سطر ۴ سے آپ اصل مسئلہ عقد کے متعلق تحریر کرتے ہین -
اب اس جگہ سے جواب ایجازا و اختصارا متعلق بہ مبحوث عنہ خدمت پیش امام
صاحب مین عرض کرتا ہون جناب ممدوح فرماتے ہین) کہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ بابن
الخطاب کتب فریقین سے ثابت نہین) الخ اس مقام پر صحیح نظر سقم ترکیب لفظی سے جو باعث اغلاق
معنی مورد ہے کرتا ہون فی الحقیقت جناب ہمارے کو یہی مباحث کلامیہ مین
دسترس نہین ورنہ ایسا دہوکے نہ کہاتے آپ لفظ فریقین کو چہوڑ کر صرف
قول موثوق صفحہ ۲۳ مین جو لکہتے ہین علامہ اسکا رسالہ تحفہ نیم روزہ سے عرض کرتا ہون اگر چہ وہ بہی
کلمات سیفیہ مصنف کی تحریر مین صفحہ ۲۶ سطر ۶ فقرہ مرہ خوبصورتی عبارت غلطی تماشا ہو کہان مبتدا کہان خبر
کہان فعل کہان فاعل معنی مدلولہ نحو اغلاط ہی مطالعہ کی جائے یہی جناب ہماری نگاہ مین ہمارا وقت بطور تفریح مین ہے

فرقہ شیعہ سے گفتگو کیجیے کتنا خوب محاورہ ہے اور کتنی ہی انشاء اللہ تعالیٰ نے صرف
کتب شیعہ سے ثابت کرونگا کہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کا ساتھ حضرت
خلیفہ ثانی سے کے خواہ بخوشی خواہ بجبر واقع ہوا اور جناب امیر علیہ السلام نے معاذ
حضرت خلیفہ ثانی کو رضی اللہ عنہ جہاں بجبر کہاں قبول فرمایا غور کیجیے آپ نے تنا کر
اتنی صعوبت تصفح کتب اہلسنت میں اٹھائی اب اہلسنت کی احادیث یا روایت
کو مطابق مضمون آیت شریف کی پس پشت فرمائی کیا روایات اہلبیت کتاب الثقلین
جو آیت نبان الٰہی اصح الکتب بعد کتاب البخاری کے کیا یہی مطلب ہیں۔ نبذ فریق من الذین
اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون۔
یعنی پھینکدیا ایک فریق نے اون لوگون میں سے جو دیگئی تھی کتاب خدا کی کتاب اپنی
پیٹھوں کے پیچھے گویا کہ وہ کچھ جانتے نہیں اور کتب خاندانی کہ جس پر مدار تشیع کا ہے
اسکو ملاحظہ فرمائیں جلد اول ایات بینات جو ۱۲۸۷ھ مرزاپور میں طبع ہوئی
ہے اس سے مختصر بعینہ عبارت گذارش کرتا ہوں اور اگر زیادہ شوق جناب کو ہو تو
ازالۃ الغین کو ملاحظہ فرمائیں کہ ساتھ شرح و بسط کے لکھا ہے مولف آیات بینات
عنوان بحث میں لکھتے ہیں کہ شیعوں نے اس نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے
جیسا کہ مجتہد صاحب اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں جو انتساب تزوج حضرت عمر
بابن الخطاب بثبوت نرسیدہ ومثل سید مرتضیٰ کہ قریب العہد از زمان ائمہ
معصومین بود و غیر الشان انکار بلیغ از ان نمودہ اند) وہی تقلید جناب سے تو اعلیٰ
بلکہ حاشیہ صفحہ ۳۰ کتاب کا دیکھا گیا اس نکاح کا کیسا محل فرار ہے بلعنت انکار
طرف شیخ مفید علیہ الرحمہ کیا نہ کہا چاہیے شیخ مفید سے فرمایا اول ابطال قول مجتہد
صاحب کا کر کے بعد اوسکے شیخ مفید صاحب کا قول عرض کرونگا ملا محمد صاحب
کشمیری ترجمہ میں لکھا ہے صاحب تحفہ یوں فرماتے ہیں (سید مرتضیٰ علم الہدی
در کتاب تنزیہ الانبیاء [illegible] فقد ذکر ثانی کتاب الشافی
[illegible] علیہ السلام [illegible]

عمر الی نکاح ابنته ام کلثوم الا بعد توعد و تهدد و مراجعة و منازعة و کلام طویل ماثور اشفق معه من سوء الحال و ظهور ما لا یزال یخفیه یعنی نکاح عمر کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہلسنت عمر کی فضیلت مین شمار کرتے ہین جواب ہمنے اپنی کتاب شافی مین بتفصیل دیا ہے وہان ہمنے بیان کیا کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بہ طیب خاطر قبول نہین فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اسکے ہوا ہے کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت و تخویف تہدید کی پہونچی جب حضرت امیر نے دیکھا کار دین و ملت خراب ہوتا ہے اور دامن ــــــــ تقیہ ہاتھہ سے جاتا ہے تب بلا رضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا اس تحریر کو سید مرتضی کی جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملائے اور اس فقرہ کو کہ مثل جناب سید مرتضی کہ قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود انکار بلیغ از ان نمودہ تنزیہ الانبیاء کی عبارت مذکورہ سے مقابل کرکے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دیجئے بعد اسکے نقل عبارت مواعظ حسنیہ ہے کہ جو انکی والد ماجد کے مولفات سے ہے تکذیب قول مجتہد صاحب کی ہوتی ہی ــ (سید مرتضی گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشدہ و احادیث بسیار موید قول خود ذکر کردہ و ہرگاہ باختیار حضرت امیر واقع نشدہ محل اشکال نیست) جناب ہمارے ملاحظہ فرمائین کہ دعوی انکار بلیغ مجتہد صاحب کا خود سید مرتضی صاحب اور انکی والد ماجد کی تحریر سے باطل ہو گیا رضامندی یا عدم رضامندی اور چیز ہے اور انکار بحث اور چیز ــ اس جگہ طائفہ قوم کو لازم ہے کہ پدر والا قدر یعنی مجتہد دلدار علی صاحب کو حلقہ مجلس مین لیکر بقانون تحریر و ختمی سناتے اعنی کالعمی کی مقتضم بزن شعر یا لیت کان امی بناتہ + ولیتنی فی نعشہ احواتہ ــ اور فرزند ذی شان عالی جناب کو مناسب ہے کہ زمین خدمت کی چوم کر اس شعر کو جو کھا تھا ابتک کتب خوانان ایران کی ادا کرتے ہیں سہ مردیان حملنا خلف پسر آید + من بچہ او تا خلف پدرم +

دفع الوثوق مین بہت شکر گذار ہون کہ آپ نے لاطائل خارج از بحث بالتوثیق
دو ہی جز مین فراغت کی زیادہ دماغ سوزی نہ فرمائی۔ کیونکہ کہان تک آپ لکھتے اور
کیا لکھتے۔ اب مین بھی مختصر طور پر محققانہ طریقہ سے اس واقعہ عقد کے متعلق عرض
کرتا ہون انصاف شرط ہے۔ اولاً ثبوت نکاح مذکور سے مولوی صاحب نے نفی کی
ہے کہ کتب فریقین سے یہ نکاح ثابت نہین۔ نہ یہ کہ وجود روایات واقوال ضعیفہ
سخیفہ سے انکار کیا ہو اور ثبوت وہین کہا جاتا ہے جہان فی الواقع کوئی امر ثابت
ومحقق ہو نہ صرف روایت روایات پر جو بغرض رد یا ابطال یا اور کسی غرض
سے نقل ہو جائے بلکہ اگر ان اغراض سے نہو اور سنداً صحیح بھی ہو تو اسکو
بھی ثابت نہین کہ سکتے جب تک ثبوت واقعی نہو چنانچہ مولوی حیدر علی صاحب
فرماتے ہین صرف حدیث صحیح جائز العمل بھی نہین چہ جائیکہ واجب العمل ہو
اور جب حضرات اہلسنت احادیث صحیحہ بلکہ متواترہ کے ثبوت اور صحت سے
انکار کرتے ہین تو روایات غیر صحیحہ بلکہ موضوعہ کے النسبت اگر کہا جائے کہ ثابت
نہین تو آپ کس منہ سے معترض ہو سکتے ہین۔ آپکا خیال ان ضعیفہ
وسخیف اقوال پر ہے جنکی حالت اجمالاً مذکور ہوئی اور آئندہ مذکور ہوگی اور
مولوی صاحب مرحوم کا خیال اصل واقعہ پر ہے جو فی الواقع ایسا ہی ہے جیسا
مولوی صاحب نے کہا کہ ہرگز ثابت نہین۔ ثانیاً یہ مسئلہ عقد ایک تاریخی واقعہ
ہے نہ کوئی ایسا مذہبی مسئلہ جسمین خاص ایک فرقہ کی روایت بکار آمد ہو
اور چونکہ آپ اس واقعہ سے فضیلت خلیفہ پر استدلال کرتے ہین تو آپکی
حیثیت مدعی کی ہوئی اور شیعہ بحیثیت منکر لہذا ضرور ہوا کہ آپ اس واقعہ کو
اپنے اصول سے پورے طور پر ثابت کر لیجیے تب منکر کے اقوال مسلمہ کو اپنی
ثبوت مین پیش کیجیے۔ نہ یہ کہ اپنے دلائل تو بالائے طاق رکھدین اور دوسرے
کے اقوال کو کہا پہر اگر موافق مطلب بنالین بہر حال ہماری تحقیق اصل
واقعہ کی متعلق ہے نہ خاص شیعہ وسنی کی روایت سے اور انشاء اللہ

عنقریب ظاہر ہوگا کہ جن روایات و اقوال شیعہ کو آپ مفید سمجھے ہین وہ بالکل مضر
ہین - ہان یہ اچھی طرح ملحوظ رہے کہ بحث یہان صرف اسیقدر ہے کہ حضرت ام کلثوم
بنت جناب فاطمہ کا عقد خلیفہ دوم عمر بن الخطاب سے ہوا یا نہین - نہ یہ کہ وہ
عقد بفرض وقوع کسیطرح مفید ثبوت ایمان خلیفہ بہی ہے یا نہین -
کاش آپکی نصیحت کہ آپنے ناحق اتنی صعوبت تصحیح کتب اہلسنت مین اوٹہائی جسکو
منظور ہوتی اگر آپ عامل ہوتے - کیونکہ جب آپکو آیات بینات مطبوعہ مرزاپور سے
پیر دست برد کرنا تہا اوسیکو مختصراً بتغیر گزارش کرنا تہا - تو اسکی ضرورت ہی کیا تہی
کہ خون لگاکر آپ شہیدون مین داخل ہوجائین سارے چار جز کی نقل سے آپ
مصنف کہلائین اوسی آیات بینات کو بہیجیہین آپکی خدمت مین رمی الجمرات جلد
ثالث مطبوعہ بستان مرتضوی لکہنو بہیجدیتا نہ آپکو زحمت تحریر ہوتی نہ اوسکو مواخذات
نہ مجہے پرلے مردونکے اوکہاڑنیکی نوبت آتی -
افسوس آپنے مولوی حیدر علی کی وہ ازالۃ العین نہین دیکہی جسپر ہم بہت فخر کرتے
اور بڑا ناز ہے وہ کتاب فارسی مین ہے جسکا ایک حصہ دہلی مین چہپا اور دوسرا لکہنو
مطبع ثمر ہند صدر مجلس مین ہمارے پاس موجود ہے اگر آپ اوسکو دیکہے ہوتے تو ہرگز
یہ نہ فرماتے (اور اگر زیادہ شوق جناب کو ہو تو ازالۃ العین کو ملاحظہ فرمائین کہ
ساتہہ کس شرح وبسط کے لکہا ہے) ہرگز اونہون نے یہ نسبت صاحب آیات بینات
کے نہ تشریح کیا ہے نہ بسط - ہان اپنے یہان کی روایات البتہ لکہی ہے جسکو صاحب
آیات بینات نے قلمزد کردیا - شاید اسی عدم مطالعہ کی باعث اپنے اوسکے
مطبع وغیرہ کا حوالہ نہ دیا - افسوس ہے کہ اپنے مولوی مہدی علی خان کی پالیسی
کو ذرہ بہی نہ سمجہا اور سمجہتے کہان سے وہ دماغ آپکو کہان نصیب جو ان چالون کو
سمجہتے آپکو مولوی حیدر علی کی تقلید سے جتنا دماغ خاندانی پیشہ کے سبب سے
بالکل معطل ہوگیا تہا مولوی مہدی علی خان نے ضرور ان روایات پر ابہی اپنی
نظر ڈالی ہوگی اور خوب سمجہہ لیا ہوگا کہ یہ روائتین اس قابل نہین کہ شیعونکے سامنے

ظاہر کی جائین چہ جائیکہ اون سے استدلال کیا جائے اسی وجہ سے اونہون نے ایسا
پیر پردہ ڈالکر ایسا چھپایا کہ کسی کا خیال بہی نہ جائے مگر آپ نے اپنے سادہ لوحی سے
اون اسرار مخفیہ کو ظاہر کر دیا۔
رابعاً عجب جناب آیات بینات پر فرض کہا ہے بیٹھے ہین تو مولوی کرم علی صاحب
مرحوم پر تقلید کے بارہ مین کیون معترض ہین۔ حاشیہ القاب پر دیکھا ہو یا
کہین نہ دیکھا ہو انکار جناب شیخ مفید طاب ثراہ عقد مذکور سے تو ایسا یقینی ہے
کہ آپکے مولوی حیدر علی و مہدی علی بہی اوس سے منکر نہ ہو سکے وہ رسالہ
جناب شیخ کا بتفصیلہ چھپ گیا ہے اور اونکی عبارت کتاب کنز مکتوم مین دو
مقامون پر منقول ہے ایک صفحہ ۱۶۲ مین دوسرے صفحہ ۱۸۳ مین۔ اگر آپنے تالیف کا
وعدہ کیا کہ اقرار شیخ مفید علیہ الرحمہ ثابت کیا تو مین وہان اونکی عبارت نقل کرونگا
والا فلا۔ علاوہ بران آپکے خود مولوی حیدر علی مقر ہین کہ شیعہ وقوع عقد کے منکر
ہین دیکہئے ازالۃ الغین صفحہ ۹۰ اور سمہودی اور ابن حجر مکی تو عموم روافض اور انکے
ائمہ اہلبیت طاہرین کے انکار کو بہی نقل کرتے ہین دیکہئے کنز مکتوم صفحہ
خامساً جناب سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمہ کے انکار پر لکہو بہت امر انہی
تنزیہ الانبیاء مواعظ حسنیہ سبکا نام نبوت و واجب ہے عوام پر انکی کثرت
اطلاع ظاہر ہو کہ جناب سلطان العلماء طاب ثراہ کی خوب ردی ہے۔ خلاصہ اسمین
نہ آپکی محنت سے نہ ایات بینات والے کی جسکو یہ بہی نہین معلوم کہ سلطان العلماء
نے لکہا ہے یا اور کسی نے کہان لکہا ہے کہ سید مرتضی منکر ہین۔ اسی وجہ
سے یہ گول فقرہ لکہا کہ مجتہد صاحب اپنے ایک رسالہ مین لکہتے ہین۔ جناب من
وہ رسالہ تشئید المبانی مولفہ جناب سید باقر صاحب مرحوم ہے جسکے جواب
مین مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین لکہی۔ تصنیف جناب سلطان العلماء
طاب ثراہ جنکو آپ مجتہد صاحب لکہتے ہین اوسی تشئید المبانی کا وہ فقرہ ہے
مولوی مہدی علی خان نے تو ازالۃ الغین تشئید سے دیکہی تہی جو

کہ کس رسالہ کے جواب مین ہے اسیوجہ سے ایک رسالہ لکھدیا۔ بہر حال ان قصون سے
کیا مطلب جناب سید کی وہ تحریر بہ فرض و تسلیم کی بنا پر ہے کہ ایسی جبر و تقیہ کی
حالت مین اگر کیا تو کیا الزام ہے جیسا کہ تمامی روایات اہلسنت مین مذکور ہے
نہ یہ کہ اصل واقعہ کی تحقیق لکھی ہو اسی وجہ سے اوسکا حوالہ شافی پر دیا اور یہان مختصر
و تسلیمی جواب لکھدیا۔

اور روشن دلیل اس جواب کے جواب تسلیمی ہونے پر اخری فقرہ اوسکا ہے۔
والخلاف فی ذلک مشهور ۔ یعنی خلاف اس مسئلہ کا مشہور ہے اس فقرہ
کو آپکے بزرگون نے ترک کر دیا ہے جسکے لکھنے سے سب قلعی کھل جاتی ہے کہ
ہم یہ جواب فرضی طور پر دیتے ہین نہ تحقیقی طور پر کیونکہ خلاف اس واقعہ
کا مشہور ہے اور ظاہر ہے کہ امر مشہور و متواتر کو سند کی چندان ضرورت نہین
ہوتی۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب سید کے نزدیک جو قریب العہد
تھے زمانہ ائمہ معصومین سے خلاف اس واقعہ کا نہایت درجہ مشہور تھا کہ اوسکی
ذکر کی بہی ضرورت نہ تھی اور متقدمین اسیکے قائل تھے۔ صرف جناب سید نے بغرض
اسکات و مجوجیت مخالف یہ نیا جواب تسلیمی لکھا کہ اور بہی حجت تمام ہو۔ اور
جدت اس جواب جناب سید کی اسی سے ظاہر ہے کہ اوستاد اونکے جناب شیخ مفید
رضوان اللہ علیہ نے بہت اچھی طرح ان روایات عقد کی موضوعیت اور واقعہ
کا غلط ہونا بکمال تحقیق و متانت ذکر کیا ہے اور کسیطرح اس جواب تسلیمی کیطرف
متوجہ نہین ہوئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ جواب تسلیمی دینا اور اس سے مخالفین کو
مغلوب و ملزم کرنا صرف جناب سید کی طباعی تہی اور ذہانت جسکا مخالف
موافق سبکو اقرار ہے۔ اگر اسپر بہی آپکی تسکین نہ ہو تو یہ عبارت دلایل الاحکام ملاحظہ
ہو۔ واما ما وقع من النبی والائمة من تزویجهم ذلک الصنف بعد فرض
تحققه الخ یعنی جو کچہ کہ واقع ہوا نبی اور ائمہ سے نکاح کرنا اونکا ان منافقون سے
بشرطیکہ اوسکے وقوع و تحقق کو ہم فرض کر لیوین الخ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا

کسطرح یہ واقعات دراصل صحیح نہین ہین بلکہ فرضاً و تسلیماً کرکے جواب دیتے ہین
اس عبارت سے صرف یہی نہین معلوم ہوا کہ یہ جواب تسلیمی ہے بلکہ یہ بھی معلوم
ہوا کہ متقدمین و متاخرین سب اصل مین تحقیقاً اس واقعہ کے منکر ہین اور جو قبول
کرتا ہے وہ اسی طور پر کہ بفرض و تسلیم اور جواب تسلیمی کا اصل تحقیق مین غیر مفید
ہونا باتفاق فریقین کنز مکتوم مین ص۱۷ سے لغایت ص۲۴ بخوبی مذکور ہے ملاحظہ
فرمائے۔

سادسًا بہت افسوس ہے کہ آپکے مولانا رشید الدین خان تو جناب غفرانمآب
سید دلدار علی صاحب اور سلطان العلما سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہما
کو مولانا الاجل الاکمل فرماتے ہین اور اونکی تعظیم و توقیر کو کافہ اہل اسلام پر لازم و متحتم
مگر آپ اونکی بھی نہین سنتے اور خلاف سیادت ایسے کلمات فرماتے ہین جس سے
خواہی نخواہی کہنا پڑی توبہ توبہ ؎ ہر کس از دست غیر نالہ کند + سعدی از دست
خویشتن فریاد + مگر یہ کہ آپ یہ کہین کہ تعظیم و توقیر اونکی تو اہل اسلام پر لازم ہے
نہ ہمپر کہ زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے خلیفہ مجہول النسب کیواسطے یہہ
نسبت وہمی دامادی صرف اسی غرض سے ثابت کیا چاہتے ہین کہ اہل اسلام اونکی
اور افعال سے چشم پوشی کرکے تعظیم کرین۔ اور یقینی صحیح النسب اولاد رسول
عالم کامل کے ساتھہ یہ بی ادبی خود فضیحت دیگر را نصیحت کہی ہے۔ سچ کہا ہے
یک حسینے نیست تا گردد شہید + ورنہ بسیار اند در عالم یزید۔

قول شمیم موثوق ص۲۴ س۱۶۔ اب ہم کتب حضرات شیعہ سے نکاح حضرت ام کلثوم
بنت فاطمہ کا ساتھہ حضرت خلیفہ ثانی کے ثابت کرتے ہین اور ساتھ ہی کے قولی ہین جا بجا
پیش امام صاحب کی تحریرات کا جواب دیتے ہین۔ اول قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس
المؤمنین مین ساتھہ ان الفاظ کے فرمایا ہے (اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد)۔
پس اوس حدیث استیعاب کا مضمون کہ خلاصہ علیہ ہر قاضی صاحب کے قول سے ثابت ہوا
دوم ابو القاسم کوفی نے شرح شرائع مین کہا ہے کہ تزوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر

یعنی نکاح کیا علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا ساتھ عمرؓ کے۔ اس روایت سے وہ شبہ پیش امام
صاحب کا کہ جسکو ساتھ اس عبارت کے کہ بعض متکلمین نے اپنے رسائل مین بیان تحریر کیا
کہ ابن ماجہ اور ابن داؤد محدثان اہل سنت لکھتے ہین ان اعلمان المسماۃ بکلثوم اثنتان
احدھما کلثوم بنت راھب و ثانیھما کلثوم بنت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
وقعت نکاح کلثوم بنت علی مع محمد بن جعفر الطیار و وقعت نکاح کلثوم
بنت راھب مع عمر ابن الخطاب۔ تحریر فرماتے ہین جاتا رہا وہ بیٹی راہب کی نہ تھی بلکہ دختر
نیک اختر حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی تھین۔ اور حیرت ہے کہ جس نکاح کیواسطے اتنا اہتمام ہو
اوسمین کوئی صاحب اس نکاح کو ساتھ غضب کے نسبت دیتے ہین۔ کوئی صاحب حضرت
لوط کی بیٹیون کو مثال مین لاتے ہین۔ کوئی فرماتے ہین کہ یہ نکاح بطیب خاطر نہین ہوا کوئی
یہ کہتے ہین کہ حضرت عباسؓ نے اپنی طرف سے کر دیا۔ کوئی بجائے ام کلثوم کے صحیفہ جنیہ کو
واسطے ہمبستری کے لاتا ہے کوئی کلثومؓ بنت راہب۔ کوئی کلثومؓ بنت ابی بکر بتاتا ہے۔ کوئی
حضرت عباسؓ کے فعل کو ساتھ الفاظ وکالت فضولی کی تعبیر کرتا ہے۔ کوئی زفاف سے انکار کو
یہ کیا ماجرا ہے۔ باقی رہے جناب پیش امام صاحب تو اونکے ایک دعوی بے سروپا سے کہ بعض متکلمین نے
اپنے رسائل مین لکھا ہے اپنے دلکو خوش کرتا ہے وہ کون متکلم ہین نام و نسب سے اونکے آگاہ
کیجے بھائی دفع المغالطہ آپ ہی سے سزاوار ہے آپ آفتاب کو ایک مٹھی خاک سے چھپاتے ہین لیکن
مصرعہ۔ ما شمعۃ الشمس بالموجاء تنطفی حضرت امیرؑ کا گھر آیا قلعہ اسلام تھا یا حکیم مہدی
کا امام باڑہ کہ بھول بھلیون مین حضرت ام کلثوم کو چھپا دیا اور بیٹی راہب کی بیاہ دی۔ آخر وہی
گھر تھا جو بقول پیش امام صاحب کے خلیفہ ثانی نے جلا دیا معاذ اللہ وہی گھر تھا کہ جسمین گھسکر
نعوذ باللہ جناب امیرؑ کے گلے مین رسی باندھکر لے آئے۔ وہی گھر تھا کہ جسکا دروازہ گرا دیا گیا
افسوس محبت اہل بیت کا بھی دم بھرا جاتا ہے اور اونکو ذلیل کر اور مغلب بنایا جاتا ہے نعوذ باللہ
من ھذہ الھفوات سہ ستم در پردہ کرتے ہو بظاہر پیار کرتے ہو یہ عداوت کیسے ہول سے
شرط لئے خلیفہ ثانی تو درخواست نکاح حضرت ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کی فرمائین اور جناب امیر
فقط بسبب خواہ حضرت خلیفہ اول کے کہ بیاہ دی [illegible] کا عمر ابن قیس [illegible]

سے دیوار دین کی قائم ہے اور بیخ شجرۂ ثابتہ شریعت مصطفوی کی مضبوط ہے جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

دفع الوثوق - پہلے آپکا یہ فقرہ "اب ہم کتب شیعہ سے نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کا ساتھ حضرت خلیفہ ثانی کے ثابت کرتے ہین" نہایت شکرگذاری کی لایق ہے کہ آپ بہی اوس تقریر کو جناب سید کے مثبت وقوع نکاح نہین جانتے جب ہی تو آپنے یہ کہا "کہ اب ہم ثابت کرتے ہین" بعدہ کلام قاضی صاحب نوراللہ مضجعہ کو دلیل اول یا ثبوت اول قرار دیا جس سے اور بہی یہ سمجہا کہ آپ کلام جناب سید کو مثبت وقوع نکاح نہین سمجہتے خدا ایسی ہی فہم ہر جگہہ عطا فرماوے -

ہم اس سے بہی خوش ہین کہ آپنے آیات بینات کے لغویات و خرافات کو قلم انداز کرکے اپنے کام کی باتونکو منتخب کرلیا ورنہ ناحق تضییع اوقات ہوتی - دوسرا پہلا ثبوت آپکا بلکہ آیات بینات والے کا بلکہ مولوی حیدر علی کا قول قاضی صاحب مرحوم ہے "اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد" وہی شرطیہ فقرہ ہے جسکو منطق مین تعلیق محال بالمحال کہتے ہین یعنی ایک محال کو دوسرے محال پر معلق کیا کہ اگر نبی نے کیا تو علی نے بہی کیا - حالانکہ نہ نبی نے کیا نہ علی نے - اسی ایک فقرہ سے عثمان کے عقد کا دعوی بہی دختر نبی سے باطل ہوا جیسا کہ عمر کا نکاح دختر ولی سے باطل اور لغو ہے کیونکہ تحقیق سے دونو واقعہ غلط ہین - چونکہ اہلسنت نفاق حضرت عثمان کے بہ نسبت خلیفہ دوم زیادہ قائل ہین - (یہان تک کہ باجماع صحابہ وفتوای ام المومنین واجب القتل قرار پاے) اور اونکے عقد پر فرضی دختران رسول سے زیادہ نازان تھے کہ ذوالنورین کا لقب دیا - لہذا قاضی صاحب نے بطور الزام فرمایا کہ جب ایسے منافق سے جسکا تمکو بہی اقرار ہے - رسول نے اپنی بیٹی بقول تمہارے بیاہی تو اگر جناب امیر نے بہی بقول تمہارے کسی منافق سے بیٹی بیاہی تو تم کیونکر معترض ہوسکتے ہو - جب عقد دختران رسول سے عثمان کا نفاق نہین زائل ہوتا تو بفرض محال عقد دختر علی سے نفاق عمر کیونکر زائل ہوگا - افسوس ہے کہ ایسے شرطی تسلیمی والزامی اقوال سے کوئی محقق کیونکر اپنی راے قایم کرسکتا ہے - ایک باریک نکتہ اس مین اور ہے کہ قاضی صاحب کو یا کسی شیعہ بلکہ سنی کو بہی اصل وقوع نکاح عثمان و عمر سے انکار نہین ہے بلکہ اون ازواج کے بنت رسول و بنت علی ہونے سے انکار ہے جو بہت صحیح اور مطابق واقع ہے بس جناب قاضی صاحب مرحوم کا یہ ایک فقرہ ایسا جامع و مانع ہے کہ آپ تو کیا آپکے علما سمجہ بہی نہین سکتے

چہ جائیکہ اعتراض کرین - اور اس فقرہ "ولی دختران بعمر فرستاد" سے یہانتک دختر علی ہونا ثابت ہوتا ہے نہ نکاح کیونکہ دختر عام ہے ہر لڑکی کو دختر کہتے ہین - اگر بالخصوص دختر علی مراد ہوتی تو یون کہتے ولی دختر خود را بعمر فرستاد اور دونو جملہ بھی "دختر بعثمان داد و ولی دختر بعمر فرستاد" مین لفظ دختر یون ہین مذکور ہے بلا اضافت خود وغیرہ جس سے تخصیص دختر سمجھی جاوے اسیطرح لفظ فرستاد بھی عام ہے اور بعد اسکے سمجھا جائیگا کہ بہیجی بہجانے کا مضمون ام کلثوم بنت ابوبکر سے متعلق ہے جسکی عمر نے خواستگاری کی اور جناب امیر نے اوسکی صغر سنی وغیرہ کا عذر کیا - تعجب ہے کہ ابو القاسم قمی کا شرح شرائع مین لکھنا - سه چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا - کا مضمون ہے اگر شرح شرائع ابو القاسم قمی آپ دنیا کے پردہ پر نکالین تو کچھ نذرانہ حاضر کرون یا حضرت آپکے مولانا اولاد حیدر علی بہی ایسے اندھے ہوں کہا گیا ہے تو آیات بینات والے کا کیا قصور جو اونکا ناقل ہے اور آپ اوسکے ناقل - ابو القاسم قمی علیہ الرحمۃ تو مصنف قوانین الاصول ہین جو بہت متاخرین علما مائہ حادی عشر سے اور محقق ابو القاسم حلی علیہ الرحمۃ مصنف شرائع کے ہین نہ شارح شرائع کے - ہزارون نسخے قلمی چھاپہ موجود ہین ایکے نسخے مین بہی آپ یہ عبارت نکالدین تو ڈبل شکریہ ادا ہو - زیادہ توضیح ذوالفقار حیدری جلد ششم مین اب فرماے کہ وہ شبہہ پیش امام صاحب کا "کہ ام کلثوم راہب کی بیٹی کا نکاح عمر سے ہوا" کیونکر زائل ہوا؟ ایسے غلط افتراؤن سے اگر رفع اشتباہ ہو تو آپ مسلمان ہی کیون رہین - یہ لفظ شبہہ آپکے مذاق پر تحریر ہوا نہین تو شبہہ سے اسکو کیا مناسبت ہے کیونکہ مولوی صاحب تو آپکے اسلاف ابن ماجہ وغیرہ سے بنت راہب ہونا ام کلثوم زوجہ عمر کا نقل کرتے ہین اور آپ نے اسکا کوئی جواب نہ دیا کہ یہ نقل صحیح ہے یا غلط بلکلیک گونہ آپنے اس دعوی کی تصدیق کی کہ فرمایا کوئی "ام کلثوم بنت راہب" کہتا ہے - یہی یاد رہے کہ ان دونو ثبوت مین سے کسی ثبوت مین بنت فاطمہ ہونا مذکور نہین - کیونکہ ہر بنت علی بنت فاطمہ نہین اور پہلے ثبوت مین تو بنت علی ہونا بہی مذکور نہین -

جو آپکے اس جملہ کو "کہ جس نکاح کیواسطے اتنا اہتمام ہو" ہم مطلق نہ سمجھے کہ کون سا نکاح آپنے ثابت کیا ہے اور کونسا اہتمام آپکو مقصود ہے - ولی دختر بعمر فرستاد - اور نہ حضرت علی اہتمام

مین تو کوئی اہتمام مذکور نہین - اول فقرہ جملہ شرطیہ ہے جسمین نہ نکاح ہونا مذکور ہے نہ دختر کا
دختر ولی ہونا دوسرے کا وجود ہی نہین چہ جائیکہ کوئی اہتمام ہو اگر ہی اہتمام ہو تو اشتباہ
باقی رہا - غصب کہنا - یا لوط کی بیٹیون کی تمثیل دینا - یا بلا طیب خاطر ہونا - یا ... جابر
ہونا - یا جنیہ کا آنا - یہ سب تقریر تو دوسری جگہ کی ہے جسکو آپ پھر لکھتے اور وہین
اسکا جواب بہی مذکور ہوگا یہان سے کچھ مناسبت نہین - علمائے شیعہ نے بعض روایات
اہلسنت کو دو ایک منٹ کیلئے فرضی طور پر تسلیم کیا ہے وہان کی یہ باتین ہین کہ بفرض تسلیم
اگر ہے تو یون ہی اور بعض تو خاص آپ ہی لوگون کی روایت ہے جسکو شیعہ بمقابلہ آپکے
پیش کرتے ہین جسکے لئے تمثیلاً دو ایک روائتین آپکی بیان کرتا ہون - غصب جسکے
معنی بلا طیب خاطر کے ہین وہ تو کل روایات اہل سنت مین درج ہے جیسا کہ آگے آویگا مگر بنظر
تسکین خاطر تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی کے باب ۱۱ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی
پس علی نے انکار کیا عمر کی تزویج سے - یہ بہت شاق ہوا عمر پر - پس کہا عباس نے نکاح
کردو اوسکا عمر سے کہ ہمکو ایک کلام بد عمر کا پہونچا ہے - اور تمثیل دختران لوط ... بیٹیاں دینا
کہ جب حضرت لوط نے نبی ہو کر باوصف محافظت خدا و ملیکہ بلکہ نزول ہمشا ملیکہ
یہ گوارا کیا کہ میری بیٹیان کفار کے قبضہ مین جائین حالانکہ وہ انکے خواہان نہ تھے - تو حضرت
علی نے جو امام تھے اور نائب نبی نہ نبی اگر اس سے سخت تر مجبوری مین کچھ ایک بادشاہ منافق
سے عقد کیا چاہتا ہے اور سارا زمانہ اوسکا تابع ہے حضرت کا کوئی ساتھی نہین کیا تو کیا مضائقہ
وکالت حضرت عباس کی روایت اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق مین فصل الخطاب سے
منقول ہے کہ انہوں نکاح کر دیا ام کلثوم کا عباس نے برضا انکے باپ کے - باقی رہی روایت جنیہ
پس اسکا ذکر آئندہ بتفصیل ہوگا اور انکار زفاف کی روایت ہدایۃ السعداء مین ہے
جو اہلسنت کی کتاب ہے و کذلک ام کلثوم ماتت فی الصغر عند عمر بن الخطاب
قبل ان یدخل بہا - صفحہ ۲۵۹ حاشیہ تزویج ام کلثوم صفحہ ۱۰ ملاحظہ ہو -
غرض جس جس قسم کی روائتین آپ لوگون نے بنائین اونکا جواب تحقیقی یا تسلیمی ... انکا
... روائتین پیش کی گئین اسمین شیعون کا کیا قصور ہے -

خارج از بحث سطر ۸ صفحہ ۳۵ کی عبارت ۔۔ باقی رہا جناب پیش امام صاحب کے جواب کی نوبت نہین ہے کیونکہ گو مولوی صاحب نے اس متکلم کا نام نہین لکھا ہی مگر ابن ماجہ و ابن داؤد کا تو نام لکھا ہے جنسے وہ عبارت نقل کی ہے ان کتابون کو کیون نہ دیکھ لیا۔ مین نے ان کتابونکو نہین دیکھا ہی جو عرض کرون لیکن آپنے بڑی غلطی فاش کی جو ان کتابونکو دیکھا نہ اس دعوی پر غور کیا صرف طبعزاد ایک فقرہ مہمل لکھدیا۔ یہ آپکا فرمانا صحیح ہی کہ حضرت امیر کا آخر وہی گھر تھا کہ خلیفہ ثانی نے جلا دیا وہی گھر تھا کہ جسمین گھسکر جناب امیر کے گلے مین رسی باندھکر لے آئے وہی گھر تھا کہ جسکا دروازہ گرا دیا گیا تھا کیونکہ یہ سب باتین تو آپ ہی لوگون کی روایات مین موجود ہین پھر شیعون کا کیا قصور ہے۔

پانچوین اسکا تو کوئی بہی قائل نہین ،، کہ خلیفہ ثانی تو درخواست نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ فرمائین اور جناب امیر دختر رابب خواہ حضرت خلیفہ اول کی بیاہ دین ،، برائے خدا ذرا شرمائیے اسقدر افترا نہ فرمائیے کہین سے اسکا ثبوت دیجیے کہ کوئی شیعہ قائل ہے کہ خواستگاری حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ پر آپنے یہ کیا۔ محض تہمت محض افترا ہے۔

یا آپ سمجھے نہین یا سمجھکر گڑہا ہے وہ لوگ تو صاف یہ کہتے ہین کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی نہ خواستگاری ہوئی نہ خلیفہ نے اونسے عقد کرنا چاہا نہ عقد ہوا نہ کوئی اور قصہ ہوا۔ آپکے علمانے زوجیت ام کلثوم بنت رابب کو جو مقبولہ آپکی ہی۔ (نہ میری) اور خواستگاری یا عقد ام کلثوم بنت ابو بکر کل قصہ کو بسبب اشتراک نام کے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کیطرف منسوب کر دیا۔ اسکا کوئی قائل نہین کہ جناب امیر نے اپنی بیٹی کی جگہہ ان لوگون مین سے کسیکی بیٹی بیاہ دی ہو۔ کیونکہ وہ سب تو خود خلیفہ کی زوجہ تہین یا وہ نہین کہ عقد کی خلیفہ نے خواہش کی تہی۔

صحیح ہی کہ ہرگز یہ سب کام ان ادن قدسی صفاتون کا نہین جنکے قول و فعل سے دیوار دین کی قائم ہی اور بیخ شجرہ ثابتہ شریعت مصطفوی کی مضبوط ہی مگر ہمکو تعجب ہے کہ کس دل اور کس زبان سے اپنے ان امور کا اقرار کیا ہے۔ یا صرف شیعون پر الزام تمام کرنیکی غرض سے یہ تقریر ہے؟ جناب من یہ سب کام ادن قدسی صفاتون کا تو نہین ہی۔ جنسے دین کی دیوارین قائم ہوئین۔ مگر ادن دین کے دیوار گرانیوالون کے بارے مین آپکی کیا رائے ہی جو اپنی غرضونکے لئے ادن قدسی صفاتونکا پاس نکرکے

کہ کوئی لفظ بھی اسکو خوشی سے گوارا نہ کرے جو تو اسی وضعی روایات اہلسنت کا بیان ہے

بحث قول موثوق صفحہ ۳۵ سطر ۱۹ ——— سیوم حضرت قاضی صاحب بسند ابو الحسن علی

بن اسمعیل از امام عسکری مجالس المومنین مین فرماتے ہین (و از جملہ امور پرسیدند کہ آنرا جماعت قدریہ ساختہ

حاجت ندارد جواب داد کہ دادن دختر بعمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد باین جہت بود چہا

مستشبہ ایشان بود زبان بہ اقرار فضیلت میکشود و در آن باب غلظت و فظاظت او نیز منظور بود

اس عبارت سے بھی دعوی کمترین کا اور تحریر ناسخ التواریخ کا مضمون ثابت ہو گیا اور تہمت سرقہ کہ جو بہ نسبت

اس کمترین کی فرمائی ہی جاتی رہی افسوس کہ جناب کو اپنی تحریر کے دیکھنے سے کچھ خیال ندامت آنا ہو گا

جو نشانہ بلکہ انشان صفحہ کا ماسبق عرض کیا چہارم وہی قاضی صاحب مجالس المومنین مین فرماتے ہین

(محمد بن جعفر طیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ

ام کلثوم را کہ از روی اکراہ در حبالہ عمر بود مزوج نمود) اس سے فی الجملہ ثبوت عبارت بیہقی وغیرہ کا کہ جسکو حاشیہ پر

کرکے لکھا ہی ہو گیا اور نکاح کا ہونا ساتھ خلیفہ ثانی کے ثابت ہی جسکے ثبوت سے اس کمترین کو غرض ہے

پنجم کتاب تہذیب مین یہ حدیث موجود ہی جسکو ساتھ سند ائمہ کرام علیہم السلام کے اس خدمت مین

بیان کیا ہے قال عن محمد ابن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ

علیہما السلام قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعة

واحدة و لا یدری ایہما هلک قبل فلم یورث احدهما من الآخر وصلی علیہما جمیعا

پس ثبوت عبارت شاہ صاحب کا کہ (۱) (در ینجا خود بالقطع والتواتر ثابت است کہ زید بن عمر از بطن آن سیدہ

بوجود آمدہ) ہو گیا اور خدشہ جناب کا (۲) کہ ام کلثوم معرکہ کربلا مین موجود نہین جاتا رہا اور جب کتاب تہذیب سے

صاحب اولاد ہونا ام کلثوم بنت فاطمہ کا ثابت ہوا تب وہ فقرہ جناب کا) کیونکہ کلثوم بنت فاطمہ کا صاحب

اولاد ہونا کتب سیر سے ثابت نہین لامحالہ زید بن عمر بطن کلثوم بنت راہب سے متولد ہوا ہو گا اور یقینا دیکھو

صدق وہی بنت راہب یا کلثوم بنت ابی بکر از بطن اسما بنت عمیس کما سیاتی ذکرہا منکوحہ

عمر ہو گی نہ کلثوم بنت فاطمہ) باطل ہو گیا اور فقرہ آپکا لفظ لامحالہ سے تا لفظ منکوحہ عمر ہو گی قیاس اور

ظن فاسد بلکہ وہم کاذب پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اتنا بڑا امر کہ جسکے واسطے اسقدر اہتمام ہو اور سنی

اور شیعہ اپنی کتب احادیث مین درج کرین بلکہ فرقہ ثانی مانع اسکا ہو پھر نہ لقط ہوا ہو گا اور نہ ہو گی

جو کہ مفید ظن بلکہ شک ہو ثانی یقین ہو تحریر کیا جاوے اور اپنے دعوی وہم مطوی پر صرف استقرار فرمایا جاوے ع نتیجہ یہ کہو کہ بانداز گفتگو کیا ہے۔ وہ ادلہ عقلی و نقلی کہ جسمیں ظن اور قیاس کو دخل نہو ارشاد کیجیے ہمارے مذہب میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ فلان امر ہوا ہوگا اور فلان چیز بھی ہوگی کہ سکتا ہے اب کثیرین (۵) مطابق روش جناب کے عرض کرتا ہے کہ نکاح دختر حضرت ابوبکر کا ساتھ حضرت عمر کے محال ہوا ہوگا اور نکاح دختر حضرت علی کا بھی یقینا ہوا ہوگا کیا دو عورتیں ایک نام کی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں ایسی ہی تحریر جناب کو دعوی جواب لکھنے کا ہوا مگر آپ مجبور ہیں صاحب الغالب نے ایسا ہی لکھا ہے زیادہ اس سے ثبوت آپ کہاں سے لائے مصرعہ انچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم ۔

کتب تواریخ و سیر میں جس جگہ ذکر ازواج و اولاد حضرت خلیفہ ثانی کا مندرج ہے وہاں دو نام ام کلثوم کے لکھے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ملیکہ بنت جرول بن مالک آپکے زوجیت میں تھی۔ بعض نے نام اوسکا ام کلثوم بنت جرول بن مالک لکھا ہے مسیب و زید اصغر و عبداللہ اوس بطن سے تولد ہوئے اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ سے بھی (۷) ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اوسکا نام زید اور بیٹی کا نام رقیہ تھا۔ ایسی حالت میں قیاسی اور ظنی اور وہمی باتوں سے استدلال کرنا انصاف سے بعید ہے خلاف داب اہل بصیرت و مناظرت ہے۔ باقی رہنا ام کلثوم بنت فاطمہ کا معرکہ کربلا میں اس جگہ وہ نقل (۸) یا د آئی جسکو مولانا حیدر علی صاحب مدظلہ العالی نے رسالہ المکاتیب فی [illegible] الشعوب والغرائب میں لکھا ہے (وصلے بود کہ بعد از شنیدن مناقب فاروق و قرابت مجتمع او در دودمان اہل بیت طاہرین سر خود را میکوفت و میگفت کہ باور م نمی آید و عقل ندیدن این مناقب را تجویز نمی نماید کہ عمر در معرکہ کربلا آب فرات را بر ذریت سرور کائنات قورق کردہ و بر بلیہ ہای جگر رسول مقبول و حضرت بتول انواع ظلم و جفا روا داشتہ یکے از یاران فہم گفت کہ ای زن ناقص العقل آن عمر کہ فوج کشی بر مہمانان کربلا نمودہ و ابواب ظلم بروی ایشان کشودہ عمر بن سعد بود و مورخین مراد عمر بن خطاب است کہ در ملازمت بسالہا پیش لہم کالشمس فی وسط السماء و معتقد اہل صدق و صفا است و قبل از شہادت خیر [illegible] سالہا گذشتہ او در نماز شہید گشتہ زینہار [illegible] کربلا حاضر نبود زن فریاد میکرد و زار زار میگریست کہ ہرگز باور نمی آید زیرا کہ من از علمای شیعہ شنیدہ ام کہ این بیجور و جفا [illegible] خلفاء رسید دریافتہ [illegible] [illegible] بیان

سخت و متبر (امیکشانیند) بعد تھوڑے فاصلے کے لکھتے ہین (اکنون توجیہا تیکہ دراین امور بہ کتب
قدیم و جدید ذکر کردہ عوام را بہ انتساب واقعۂ کربلا سوی خلفا از راہ بردہ اند باید شنید محصلش چند
حرف آنکہ سبب قتل و اسیر اہل بیت در کربلا اجماع سقیفہ و امر شوریٰ است کہ بانی مبانی آن عمر
است و شعرائے ایشان درین باب بہ عربی و فارسی صدہا اشعار نظم کردہ۔ قاضی نوراللہ شوستری
وامثالش در تصانیف خویش آوردہ اند و ایرادش خالی از اطناب نیست مصراعی ازان این است ع
آن کشتۂ سقیفہ و شوار و کربلا۔ اگر یوپر اس مصرع کے جناب کو تسکین نہو وے تو رسالہ رجعیۂ ملا
مجلسی صاحب ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث ہشتم مین یہ فقرات تحریر فرمائے ہین (پس ہر ظلمے و کفری کہ از اول
عالم تا آخر شدہ گناہش برایشان لازم آید و مثل زدن سلمان فارسی و آتش افروختن بہ در خانۂ
امیرالمومنین و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام برائے سوختن ایشان و زہر دادن امام حسن و کشتن
امام حسین و اطفال و پسر عمان و یاران او علیہم السلام و اسیر کردن ذریت رسول و ریختن خون آل
محمد صلعم در ہر زمانے و ہر خونے کہ بناحق ریختہ شدہ و ہر فرجے کہ بحرام جماع شدہ و ہر سود سے خوارے
کہ خوردہ شدہ و ہر گناہ و ظلم و جورے کہ واقع شدہ تا قیام قائم آل محمد صلعم ہمہ را برایشان بشمارد
انتہت بلفظہا) پس ازین قبل جناب نے بھی رہنا ام کلثوم کا معرکہ کربلا مین تصور فرمایا اگرچہ
خطا جناب کیطرف عاید نہین ہو سکتی کیونکہ صاحب الفاب نے ایسا ہی لکھا ہے آپ نے اسکے لکھنے کو
معتبر اور راست تصور فرمایا صرف نقل کر دیا تنقید اور تحقیق نہین فرمائی۔ تحریر الشہادتین کو
جناب نے نہین ملاحظہ فرمایا ورنہ ایسا دہوکا آپکو نہ ہوتا اُن بزرگ نے اُس کتاب مین التزام روایات
صحیحہ کا نہین کیا ہے بہت سے روایات ضعیف اور مختلف انحمیین موجود ہین وہ کتاب مرثیہ کے طرز
پر بیان کی گئی ہے اصل سرالشہادتین مین جناب شاہ صاحب قدس سرہ نے البتہ التزام
صحت کیا ہے اُسمین اس روایت کا اثر بھی نہین ہے۔ علاوہ اسکے خود تحریر الشہادتین مین بعد
لکھنے اُن روایات کے اُن بزرگ نے لکھدیا ہے۔ بالجملہ این روایات و امثال آن بعضے ازان خالی
از ضعف نبودہ باشد۔ پس ایسی حالت مین بقول مصرع مشہور ع وا ماندہ ز اصل کا مشغول
بفرع۔ یہ طریقہ کام محققین اور مدققین کا نہین۔ اگر ایسی روایتون پر آپ تشبث فرمائینگے
بہت سی روایتین مرثیون مین مرزا دبیر صاحب و میر انیس صاحب کے آپکو ملجائینگی جنمین

جواب جناب کا بخوبی درست ہوجائیگا بقول صاحب آیات بینات کے (جو مضمون انکے ذہن مین آیا اسی
وقت ایک روایت اپنی طرف سے جھوٹی سچی بنالی اور اپنی شاعری دکھلائی) جناب نے ناحق تحریر
اور تقریر کا حوالہ دیا شعر مشہور کہ جسکو ہر مہینے مین سئے بار پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہوگا ع شنیدستی
بستند بازو زینب و کلثوم را + الفلک آن ابتدا این انتہائے اہلبیت مذہب تسطیر فرمایا ہوتا۔ ابکی
عبارت عالی کو فما ہو الا افتراء ھدتا ہب الجزاع۔ کیجئے جانب پھیرون جناب کی طرف
تو پھیر ہی نہین سکتا کیونکہ اسمین الفاظ سب اور دشنام کے مندرج ہین اگر ارشاد ہو تو جناب
تہذیب کیطرف پھیر دیجائے کہ ان بزرگ نے جناب کے جواب کو بالکل خراب کر دیا کہ وفات ام کلثوم
اور زید کا قبل معرکہ کربلا کے لکھدیا۔ اب رد و قدح [illegible] روایت استیعاب کے کہ جسکو الفاف سے لکھا
ہی اور روایت مودت کو وہ بھی کتاب مذکور سے کچھ عربی کی اردو اور کچھ عربی کی عربی تحریر کی ہے سوال
و جواب [illegible] کتب مبسوطہ مین دست و گریبان ہو چکے ہین ان کتابون کو ملاحظہ فرما کر تسکین اپنی
فرمائیے مین ایسے [illegible] مضمون کو [illegible] نہین کرتا مقصود اصلی میرا یعنی نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ
[illegible] حضرت عمر [illegible] کتب حضرات شیعہ [illegible] گفتگو [illegible] از بحث ہو بفائدہ جاننا ہوا

دفع الوثوق ---------- یا حضرت قاضی صاحب بسند ابوالحسن علی بن اسمعیل

اثنا عشری کوئی روایت نہین نقل کرتے ہین جسمین سند ہوتی ہے یا قول معصوم سمجھا
جاتا ہے بلکہ خود علامہ ابوالحسن کا حاضر جوابی لکھ رہے ہین کہ سنیون کو اس جواب سے خاموش
کر دیا کہ اگر حضرت امیر نے عمر سے بیٹی بیاہی تو اسوجہ سے کہ وہ زبانی اقرار شہادتین
کرتے تھے جسکا مقصود یہ ہے کہ تم جو کفر عمر و نکاح مذکور کا اجتماع محال سمجھتے ہو غلط ہے
کیونکہ ہم خلیفہ کو منافق کہتے ہین جس سے عقد جائز ہے تم لوگون کے نزدیک پس اگر
نکاح ہوا تو اسی بنا پر کہ وہ زبانی اقرار شہادتین کرتے تھے۔ دیکھئے یہ بھی وہی
جواب تسلیمی ہے جسکو کوئی مفید مدعا نہین سمجھتا یہ جواب بھی اوسی قسم کا ہے جو جناب
سید مرتضی علم الہدی نے تحریر فرمایا تھا جنکی طباعی و ذہانت مسلمہ فریقین ہے اسوجہ
سے جناب قاضی صاحب نے اس جواب کو علامہ ابوالحسن کے لطافت و حاضر جوابی کے
موقع پر ذکر فرمایا تو یہ جواب اور جواب سید مرتضی بطرز اسکات مخالف ہے نہ بر تحقیق واقعی

مین مکرر عرض کر چکا ہون کہ جس عنوان سے اہلسنت استدلال کرتے یا سوال فرماتے اونہیکے مطابق کبہی جواب تحقیقی دیا جاتا کبہی الزامی کبہی تسلیمی۔ اگر ایسے ہی ثبوت کی ضرورت تہی تو بہت اچہی طرح آپکا مقدمہ ثابت ہوگا آپنے ناسخ التواریخ کا جو تذکرہ کیا ہی تو شاید آپنے اوسے دیکہا نہین کسی سے سُن لیا ہوگا۔ آپ اوسکے پہلی جلد کا مقدمہ پڑہیں کہ کیا لکہتے ہین وہ بیچارہ تو خود لکہہ رہا ہی کہ ہم تواریخ اہلسنت سے نقل کرتے ہین اور زیادہ تر تاریخ طبری سے پہر اوسکو تاریخ شیعہ سمجہنا آپ ہی سے عقلا کا کام ہے۔ اگر ایسی ہی لفظون پر مدار تحقیق ہے تو بیشک آپ جیت گئے۔ ہزارون جگہہ قرآن مین صحاح ستہ مین اقوال کفار و منافقین بغرض رد صریحی یا کنایۃً مذکور ہین بلکہ بغیر ان وجوہ کے بہی۔ تو وہ سب جیت گئے ہزارون روائتین کتب اہلسنت کی شیعون کی یہان بغرض مذکور یا دوسرے اغراض سے مذکور ہین وہ سب شیعون کی روایت ہو گئی۔ ع برین عقل و دانش بباید گریست + دوسرے آپکا چارم ہی بیکار ہے۔ کیونکہ مجالس المومنین کتب رجال سے ہی قاضی صاحب نے محمد بن جعفر کا حال کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن حجر عسقلانی سے لکہا ہے جسکی عبارت مطابق استیعاب یہ ہے۔ ھو الذی تزوج ام کلثوم بنت علی بعد موت عمر بن الخطاب۔ یعنی محمد بن جعفر وہی ہین جنہون نے عقد کیا ام کلثوم سے بعد موت عمر بن الخطاب کے جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب نے اون عبارتونکا ترجمہ کیا ہے۔

یا حضرت یہ بہی واضح رہے کہ اصابہ و اسد الغابہ و استیعاب تاریخ کامل وغیرہ کتب رجال و تواریخ اہلسنت مین حضرت محمد بن جعفر کی شہادت جنگ تستر مین بعہد عمر لکہی ہے پہر فرمائی کہ بعد شہادت وہ کیونکر زندہ ہوی جو اونسے دوبارہ نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا۔ یہ جملہ معترضہ یاد رکہیئے آیندہ کام آویگا۔ بیہقی وغیرہ کی عبارت کو الحاق کہنا حضرت خالی ہی کا کام ہے کیونکہ بیہقی کی عبارت سے کوئی مطلب مخالف اہلسنت نہین نکلتا جس سے مامون صاحب نے اوسکو الحاقی قرار دیا بیہقی کی عبارت منقولہ ص ۱۳ رسالہ قول ہو تو نیز ہے ان علیا عزل بناتہ لولد اخیہ جعفر فلقیہ عمر فقال یا ابا الحسن انکحنی بنتک ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ص قال قد حبستهن لولد اخی جعفر

اور یہی مضمون تمامی روایات اہلسنت میں ہے کہ جناب امیر نے خلیفہ سے ایک عذر یہ بھی کیا کہ ہمارے بیٹوں کی نسبت فرزندان جعفر سے مقرر ہے جیسا کہ آیندہ بھی مذکور ہوگا پھر نہ معلوم یہ عبارت کیون الحاقی قرار دیگئی بہر حال چونکہ کوئی کتاب اہلسنت کی ایسی نہیں ہے جسمین وہ یہ نہ کہتے ہون کہ شیعون نے بڑہا دیا تو اب اس جملہ کی شکایت یہان کیونکر کی جائے۔

تہذیب سے ثبوت آپکا کتاب تہذیب ہے جو بیشک مستند کتب احادیث مذہب شیعہ سے ہے مگر مراد میطور سے جیسا کہ کتب اربعہ پر کل شیعون کا عقیدہ ہے کہ اقسام اربعہ صحیح حسن موثق ضعیف روائتین انمین سب ہین۔ نہ یہ کہ آپکی صحاح ستہ کی طرح از راہ گندم نمائی جو فروشی عوام میں تو یہ کہین کہ بعد قرآن یہی کتابین صحیح ہین اور علما ہزارہا حدیثونکو اونکے غلط ضعیف موضوع بتائین۔ بہرکیف کتاب تو معتمد ہے مگر اسوقت حاضر نہین جو اس روایت کی اوس سے توثیق کرین کیونکہ بہت سی روائتین اسکی مخالف ہیں اور قسمت ... ہی کہ مانند ام کلثوم و زید بن عمر اور بروایتے زید بن یحیی النسبہ کہین بنت علی کا لفظ نہین۔ جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ روایت درست نہو۔ مگر ہم ان سب امور سے درگذر کرکے جب سلسلہ روایت کو کتب رجال سے ملاتے ہین تو یہ روایت بالکل ناقابل اعتبار ٹہرتی ہے کیونکہ راوی اول محمد بن احمد بن یحیی کی بابت کتاب منتہی المقال مین لکہا ہے کہ ضعیفون سے روایت کرتے ہین اور اعتماد انکا مرسل پر ہے۔ اور نہین پروا کرتے کہ کس سے لیا روایت کو اور انکی کتاب نوادر الحکمۃ کو علما اہل قم دبہ شبیب سے کہتے تہی۔ دبہ شبیب ایک کپڑا تہا جسکے کئی منہ تہے کہ ہر چیز کو بہی ایک ہی ڈبہ سے دیتا غرض اس سے مشابہت دینا تہا اس کتاب کو اس ڈبہ سے ص ۲۵۹ مطبوعہ ایران۔ پہر فرمائیے ایسی روایت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے انصاف شرط ہے ہٹ دہرمی کا جواب نہین۔ قلح پر بہی زیدیت کا الزام ہے دیکہو رمی الجمرات صفحہ ۴۸ ج ۲۔ عنوان روایت بہی بالکل خبط ہے عن جعفر ابن محمد القمی عن القداح جعفر بن سمیہ ہرگز طریقہ روایت نہین۔ سادہ بہی یہ روایت

بطریق عنعنہ ہی کہ عن فلان عن فلان جو محدثین کے نزدیک قابل وثوق نہین چنانچہ
شاہ عبدالعزیز صاحب روایت شکار بی بی عائشہ کے جواب مین فرماتے ہین و بازہ
دہین روایت عنعنہ است کہ محتمل اتصال و انقطاع باین قسم روایات بی سعون
در مطاعن امہات المومنین بتمسک جستن شان مومنین نسبت تحفہ صـ۱۵۰ کہ کلثوم
یہ روایت شکار خاص اہلسنت کی روایت ہی نہ شیعونکی وکیع بن جراح اسکے راوی ہین

شعر

بہت شور سنتے تھے پہلو مین دلکا	جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

یہی ثبوت ہین حضرت خلیفہ کے بلکہ آیات بینات والے کے بلکہ حیدر علی کے کتب مذہب شیعہ کے
جسپر وہ سب شور وغل تہا جس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہین کہ اہلسنت کیسی کیسی بنائی ہوئی
گہڑی دیتے ہین اور کیسی کیسی لام باندہتے ہین جو ایک وار بہی نہ سنبہال سکے - ان
پانچون ثبوتون کی مجموعی حالت یہ ہی کہ ایک تو اوسمین روایت ہی - یہی جو اخیر مین
مذکور ہوئی اور اوسکی تحریف و بی اعتمادی اپنی دیکہی - باقی دو قول ہین علمائی شیعہ
کے جواب مین اہلسنت کے ایک قول قاضی صاحب دوسرے قول ابوالحسن حسنا
پہلے دو ستونکی جواب مین بطور فرض و تسلیم کہا گیا اور اونکے جا بجا جوابی مین منقول ہوا
تیسرا قول نقل عبارت اصابہ و استیعاب وغیرہ ہی جو کتب اہلسنت سے ہی - چوتہا
قول ابوالقاسم قمی شارح شرائع کا ہی جسکا دنیا مین وجود ہی نہین -
نہ روایت ہو یا قول نہ تحقیق واقعہ کی متعلق ہی نہ مورخانہ حیثیت سے نہ اوس جگہ کی ہین
جہان اسکی بحث ہونی چاہیئے نہ اسمین یہ دیکہا یا ہی کہ یہ عقد کیون ہوا کب ہوا کسکے سامنے
ہوا اور یہ بیٹی جناب سیدہ تہین یا جناب امیر کی کسی دوسری زوجہ سے نہ اور اسکے
متعلقات - اسپر تو فرمایش کی جاتی ہی کہ شیعیان لین خلیفہ دوم کا عقد حضرت ام کلثوم
بنت فاطمہ سے ہوگیا ہر منصف مزاج عاقل محققانہ نظر سے کیونکر قبول کر سکتا ہی -
یہی سبب ہے کہ علمائے شیعہ نے ادہر زیادہ توجہ نہ کی اور موقع وقت کی مطابق جواب

تسلیمی دی ولاکر چھٹی کی اور زیادہ تر باعث تسلیم غالبا یہ ہوا کہ خود او نہین روایات
اہلسنت سے جسکو وہ پیش کرتے ہین کمال ظلم و تشدد خلیفہ دوم جناب امیر و اہلبیت
طاہرین پر ثابت ہوتا ہی جسکو ثبوت کفر و نفاق خلیفہ لازم ہی لہذا بحکم خدا۔
فذرھم فی غمرتھم یعمھون۔ کالائی بدبریش خاوندش ڈالدیا۔ کیونکہ اونکو اپنے فرقہ پر
پورا وثوق تہا کہ وہ ایسی مہملات سے بہکنے والے نہین جو بفرض وقوع بہی کسیطرح ایمان
خلیفہ ثابت نہین کرسکتا۔ اور محققین اہلسنت پہلی ہی سے اسکی لغویت و موضوعیت
سمجھہ چکی تہے اسیوجہہ سے درج صحاح ستہ و دیگر کتب معتمدہ نہ کیا بلکہ ابن جوزی و
سبط ابن جوزی و ذہبی نے موضوعیت ان روایات کی بتصریح ثابت کیا۔ باقی عوام
کالانعام وہ ہماری سننگے کیون؟ اور اونکی علما سننے کیون دینگی؟ وہ تو وہی کہینگے جو اونکے
معلم الملکوت نے سکہایا پھر ناحق دماغ سوزیکا نتیجہ کیا۔ لہذا مقبول خصم کو بتسلیم جمہور
فوری حوالہ بحث ساکت ولاجواب کرکے اصل امور مین مشغول ہون جو اہم بحث تہے۔
یہ بہی واضح رہی کہ ہمنے بہی بہ تقلید او نہین بزرگان دین کی اجمالی جواب پر اکتفا کی تاکہ اصل
تحقیقات واقعہ کیطرف جلد توجہ کرسکین کیونکہ ان اقوال مذکورہ کی پوری تحقیق کا ابہی
وقت نہین انشاء اللہ المستعان جلد ہفتم ذوالفقار حیدری بہت جلد شائع ہوگی جو اس
معرکہ کو سر کریے۔ مخاطب نے جو بعد اس روایت تہذیب کے گفتگو کی ہی وہ اگرچہ اس قابل نہین ہے
کہ اودھر توجہ کیجائی کیونکہ اسکے دو جز ہین ایک ولادت زید ام کلثوم سے اور مرنا اوسکا
ساتہہ بعہد معاویہ دوسرے شرکت حضرت ام کلثوم معرکہ کربلا مین۔ اور یہ دونو جز تقریر مابعد
مین بخوبی بیان ہونگے مگر بپاس خاطر موصوف مجملا یہان کچہ جواب اوسکا گذارش کیا جاتا ہے
اور تفصیل اوسکی آیندہ پر موقوف ہی۔
(۱) دعوی تواتر وفات زید و ام کلثوم بوقت واحد تراشیدہ شاہ عبد العزیز کا ہی جسکی تقلید حیدر علی
نے بہی کی ورنہ صاحب اصابہ تو صرف اس روایت کے صحت کے مدعی ہین بنقل عطا
خراسانی جو خود مقدوح ہے اسپر بہی اس روایت کا ایک جز بہا اختلافی ہی کہ عبد اللہ بن عمر نے
نماز جنازہ پڑہی یا سعید بن عاص نے یا امام حسین علیہ السلام نے تو اب دعوی صحت کہان رہا او دعا

تواتر کیا ہوا یہی مضمون وفات زید وام کلثوم روایات شیعہ مین بہی مذکور ہی بجنسہ جسمین بلکہ تحریر
اہلسنت بالاشتباہ رہتا بعض روایات مین ابنیت بنتیت بہی درج ہوئی بہرحال و زید بن عمر
بطن ام کلثوم خزاعیہ سے تہی دیکہو اصابہ استیعاب اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی
قول موثوق ۔ مخاطب جہان یہ لکہا ہی نام اوسکا ام کلثوم بنت جرول بن مالک لکہا ہی
مصعب زید اصغر و عبداللہ اوسکے بطن سے متولد ہوئے صفحہ ۱۳۰ اور علامہ مسعودی عبداللہ
حفصہ عاصم فاطمہ زید کو ایک مان سے قرار دیتے ہین تو اوسکا نام بہی ام کلثوم تہا کیونکہ عاصم
کی مان کا یقینی ام کلثوم ہی نام تہا تو بالغرض اگر دو زید تہے تو دونون کی مان کا نام ام کلثوم
ثابت ہوا پس منجملہ ام کلثوم و زید بعہد معاویہ انہین دونون مین سے کوئی تہر سکی
نہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ جو نہ زوجہ عمر ہوئین نہ بعہد معاویہ اونہونے انتقال کیا۔
(۲) دعوی وجود ام کلثوم معرکہ کربلا مین کیونکر باطل ہوا جب ثابت کردیا گیا کہ وہ ام کلثوم دوسری
تہی یہ دوسری ہین جنکو نہ زوجیت عمر سے سروکار نہ ولادت زید سے نہ وفات وقت معاً
سے ۔ تعجب ہے کہ آپ شاہ صاحب کی ایک دعوی تواتر سے جسکی حقیقت ظاہر کی گئی۔
اتنے علما کی متواتر بیان کو حتے کہ علامہ ابن اثیر جزری محدث کو بہی لغو ٹہراتے ہین جنکے
کفپا کے برابر بہی شاہ صاحب نہ تہے۔ ان علما کا بیان جنمین محدثین و مورخین و متکلمین
سب شریک ہین بہ اسناد روایت مسلسل ہی۔ اور شاہ صاحب کا بیان صرف دعوی
زبانی جسپر کوئی سند بہی نہین۔ بلکہ خلاف اوسکے قول صاحب اصابہ موجود ہی اور روایت
بلاذری السعد بتصریح اوسکے مخالف۔ مگر آپ اون علما کو لاغی ٹہراکر شاہ صاحب پر ایمان لا بیٹہے
آپ تو معرکہ کربلا ہی کی شرکت کی ابطال چاہتے ہین جو سنہ ۶۱ کا قصہ ہی حالانکہ بقائی حضرت
ام کلثوم سنہ ۸۰ تک اُنکی اونہین روایات سے ثابت ہی جنمین عقد عمر مذکور ہی۔ کیونکہ اکثر
روایات مین وفات حضرت ام کلثوم بعد عبداللہ بن جعفر مرقوم ہی جو سنہ ۸۰ ہجری مین واقع
ہوئی چنانچہ اسماء الرجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین ہی وقیل مات عنہا ولم یصب
منہا ولدا۔ یعنی عبداللہ بن جعفر نے وفات کی قبل ام کلثوم اور کوئی اولاد نہوئی اگر اس
خبر کو غلط کیجئے گا تو وہ اصل مدعا ہی رخصت ہی یکبارم و دو ہوا کہ شو دا یکجزو صحیح و دوسرا غلط نہین ہو سکتا

(٣) قیاس وظن فاسد یا وہم کاذب کو دخل نہین یہان تو محققانہ تحقیق ہو شاہ عبد العزیز سے ہزارون عالم پیدا ہون تو کچھ نہین بنا سکتے بجز اسکے کہ ایمان لائین۔

(٤) آپکا جملہ "کیونکہ اتنا بڑا امر" بہت قابل قدر ہے۔ غور فرمائیے آپکی نصیحت کے مطابق میری تحقیقات ہے یا آپکی؟ اور اہتمام ہوتا تو ایسا فقرہ ہے کہ حل ہی نہین ہوسکتا نکاح تو کہتے ہین مگر نہ صورت نکاح بیان کرتے ہین نہ روز نہ تاریخ نہ مہینہ نہ خطبہ نہ ولیمہ نہ کیفیت جلسہ عقد وغیرہ پھر ایسے اہتمام کا کیا ٹھکانا۔

(٥) آپکو غصہ آگیا۔ حضرت علی سے تو آپکو عداوت ہی ہے اونکی حق مین جو چاہے فرمائیے مگر خلیفہ اول نے کیا جرم کیا کتابین موجود ہین خدا نے عقل دی ہے۔ واقعات پر غور کر لیجئے تب فرمائیے دو عورتین ایک نام کی بلکہ تین تو ثابت کرچکا ہون۔ پھر آپ کیون عقلی زور سے سبکے حالات جدا نہین کرتے جو ایک سیدہ مظلومہ کی طرف سبکو منسوب کیے جاتے ہین۔ قیامت کی روز النسب کا سامنا ہوگا سمجھ بوجھ کے فرمائیے جو فرمائیے شیعون کے ضد مین اپنے گلا کاٹنے کی تدبیر نہ کیجئے۔

(٦) تو کیا اپنی آپکی پوری تحقیق کرلی ہے کہ ساتھ مرنے والی ام کلثوم و زید یہی بنت فاطمہ ہین وہ ام کلثوم بنت جرول مادر زید و مسیب و عبد اللہ نہین یا وہ ام کلثوم بھی نہین جو عاصم و زید کی مان تھی۔ اگر کوئی ذریعہ تحقیقات آپکی پاس ہو تو ارشاد فرمائیے کہ آپکا فقرہ شیطانی ہو تو گھر ہی مین رہنے دیجئے کسی مورخ یا محدث کا محققانہ کوئی قول ہو تو پیش کیجئے؟ دیکھئے یہ قدرت حق تعالے ہے کہ آپنے یہی ام کلثوم بنت جرول کا زوجہ عمر اور مادر زید بن عمر ہونا قبول کرلیا جس سے آپکی بڑی بڑی علما نا واقف رہے ہین۔ اب برائے خدا اسکو کہین سے ثابت کر دیجئے کہ ساتھ مرنے والی ام کلثوم و زید یہ نہین ہین مگر اصابہ کی روایت صحیح خیال کیجئے۔ اگر اسکو نہ ثابت کرسکے تو یہی ثابت کر دیجئے کہ عمر ام کلثوم زوجہ عمر نے کس کس وقت انتقال کیا اور کیونکر انتقال کیا۔

(٧) چونکہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ سے عمر کا عقد ہونا یا اونسے اولاد کا ہونا محال ثابت ہوچکا ہے لہذا دوبارہ جواب کی ضرورت نہین۔

(۸) ایسی ہی ایسی حکایتون سے تو آپ سنّی بنے۔ ہزارون مسلمان آج تک موجود ہین جو طلسم ہوش ربا کی ناول کو صحیح اور واقعی مانتے ہین امیر حمزہ کی داستان پر ایمان لاتے ہین۔ جنرد منٹ کی لئی تو آپ خوش ہو گئے کہ اپنے قبلہ و کعبہ مدظلہ کی حکایت سے اس مختصر رسالہ کو مزین فرمایا اگر اسکا خیال نہ ہوتا کہ ایسی ہی حکایتون سے آپ سنّی بنے ہین اور ایسی ہی دلائل پر آپکی عقیدہ کا دار و مدار ہی۔ تو مین اسکو نقل بہی نہ کرتا۔

(۹) خلافت سقیفہ کا سبب واقعہ کربلا و دیگر مصایب اہل اسلام ہونا ایسا بدیہی ہے کہ حاجت سننے کی بہی نہین خارج از بحث سمجھکر اوسکا جواب نہین دیتا تاریخ اضمحلال اسلام ملاحظہ ہو۔

(۱۰) عدم التزام صحت روایت کا اعتراض تحریر الشہادتین وغیرہ پر نہایت دلچسپ ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا بہی یہی عقیدہ ہی کہ جب تک روایت صحیح نہو یا کتاب ملتزم الصحۃ نہو تو وہ قابل قبول نہین۔ اب لللہ فرمائیے کہ جن علما نے آپکے روایات عقد لکہا ہے اون کتابونکی التزام صحت کا کون قائل ہی؟ اور خاص ان روایات عقد کو کسنے صحیح کہا ہے؟ ایک عالم کا بہی آپ نام لکہئے تو مین سمجہون اصابہ کی عبارت دیکہئے کہ صرف وفات زید و ام کلثوم کو بوقت واحد بسند صحیح لکہا ہی نہ روایات عقد کو نہ مہر والی روایت کو بلکہ تین روایتون کا یقینی موضوع ہونا خود آپکے علما کے زبانی ثابت ہو چکا ہی۔ علاوہ بران اگر ایسا ہی عذر آپکا قابل پذیرائی ہو تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بہی کوئی روایت صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ دو سو دس روائتین اونکی یقینی ضعیف یا موضوع ہین تو اس قاعدہ سے آپ ہر روایت کو غلط قرار دی سکتے ہین۔ کاش آپ اسی کو سمجہے ہوتے کہ روایت ضعیف کہان کہی جاتی ہی۔ اور اوسکے استعمال کا محل کیا ہی۔ حضرت زینبؑ و ام کلثوم دو نو سیدانیان رسول کی نواسیان آپکی امام و مقتدا یزید بن معاویہ کے جور و ستم سے اس حال پریشان مین مبتلا تہین کہ غل و زنجیر مین مقید شتران بے کجاوہ و عماری پر سوار تہین سر کسی کا کسی اونپر نظر کرتا۔ کفار ستم شعار بتلاتے یہ زینب ہین یا ام کلثوم۔ یہان اشتباہ کیسا۔ دہوکہ کیسا۔ ہر ایک خاتون عصمت کی آہ و زاری نالہ و بیقراری

علحدہ علحدہ آپ ہی کی مستند کتابون مین مذکور ہین۔ شیعونکے افترا و تہمت سے کیا علاقہ
حالانکہ رشید المتکلمین آپکو تو اسکا ہی فتویٰ دیتے ہین کہ روایات شیعہ جو خالی از
علامات جعل و افترا ہون قابل قبول ہین۔ کیا نہایۃ اللغۃ کو جو علم حدیث کی کتاب ہے
اوسکو ہی آپ میر انیس و مرزا دبیر مرحومین کے مرثیہ کے برابر قرار دینگے اور سر زمرۂ
متکلمین شاہ سلامت اللہ کشفی کے تحریر الشہادتین کو نا معتبر فرمائینگے۔ کاش یہی معلوم
ہوتا کہ آپکے مذہب مین کونسی کتاب معتمد ہے جسکو کل فرقہ نے معتمد جانا ہے تو مین
اونہین کتابونکے اندر بحث کو محدود کرتا۔ اگر آپ کسی روایت کے بابت کسی عالم کا قول نقل
کرینگے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو بہی صبر آتا۔ کیا غضب ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب تو عموما
سعی مشکور ص۱۹۵ مین فرمائین فضائل اعمال و مناقب رجال مین ضعیف و قوی سب
قابل قبول ہین تشدد نہ کرو۔ اور آپ مصائب اہل بیت مین یہ قید لگاتے ہین کہ روایت
ضعیف نہونا چاہیئے۔ اسپر بہی کسی روایت کا ضعف نہین ثابت کرتے۔
(۱) جب آپکے بزرگان دین علانیہ سب و شتم خدا و رسول و ائمہ ہدیٰ۔ و بروایۃ تحقیرات
کے کرتے تو آپکی سب و شتم صاحب تہذیب کی جو محدث اہل بیت اطہار ہیں کیا نفاست
کی جائے زبان اختیار مین ہے یا نہین پس روز جزا کو خیال فرماکر جو کہئے صبر کرونگا۔
اگر آپکی سیادت کا خیال نہوتا تو مجہے آپکے عقیدہ پر ذرہ تعجب نہوتا کیونکہ شرکت جنسیت
النسبی ہی خیال کو مقتضی ہے کہ لاکہ حجۃ و برہان پیش ہون آپ نہ مانین شیخین کی فضیلت
کے لئے توہین رسول و اہل بیت اطہار فرمائین۔ خیر عمر سعد نے تو بطمع ملک رے
قتل امام پر کمر باندہی تہی اور آپ چند قطعہ زمین کی سجادہ نشینی مارہرہ کے لئے یہ
نیہل عمل رہے ہین۔ خدا آپکی ہدایت کرے۔
قول مولوی صاحب ص۳۹۶ سطر۳ مگر افسوس کی بات ہے کہ آپکو اتنی ہی تحقیق نہین کہ یہ روایت ملتقطا
کی ہے یا اسد الغابہ کی کہ اصل کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے چونکہ آپکے سامنے سوائے
ایقاب کے اور کوئی کتاب نہین پس جو صاحب ایقاب نے لکہا ہے اوسکی نقل آپنے کردی اور
غضب یہ ہے کہ پوری عبارت ہی نقل نہین فرمائی کہ جس سے طعن و تشنیع آپکے بیکار ہو جاتی ہے آپ

غور کریں کہ کسقدر الفاظ جو مضر او رمنافی مطلب آپکے تھے آپنے ساقط کر دیے
یا یہ کہ کچھہ علم اسکا نہ تھا ۔ بہرحال اصل روایت ازالۃ الغین سے لکھتا ہون
و ھی ھذہ بنت علی بن ابی طالب امہا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم ولدت
قبل وفات رسول اللہ صلعم خطبہا عمر بن الخطاب الی ابیہا علیؑ فقال انہا صغیرۃ
فقال عمر زوجنیہا یا ابا الحسن فانی ارصد من کرامتہا ما لا یرصد بہ احد فقال
لہ علی انا ابعثہا الیک فان رضیتہا فقد زوجتکہا فبعثہا الیہ ببرد فقال لہا قولی ھذا
البرد الذی قلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قولی لہ قد رضیت رضی اللہ عنک
و وضع یدہ علیہا فقالت اتفعل ھذا لولا انک امیر المومنین لکسرت انفک
ثم جاءت اباھا فاخبرتہ الخبر و قالت لہ بعثتنی الی شیخ سوء قال یا بنیۃ
فانہ زوجک فجاء عمر فجلس الی المہاجرین فی الروضۃ وکان یجلس فیہا
المہاجرون الاولون فقال زفونی قالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت
ام کلثوم بنت علی سمعت رسول اللہ صلعم یقول کل سبب ونسب وصہر ینقطع
یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وصہری وکان لی بہ السبب والنسب فاردت
ان یجمع الیہ صہر فرفؤہ وتزوجہا علی اربعین الفا فولدت لہ زید ابن عمر الاکبر
و رقیۃ وتوفیت ام کلثوم وابنہا زید فی وقت واحد وکان زید قد اصیب فی حرب
کان بین بنی عدی خرج لیصلح بینہم فضربہ رجل منہم فی الظلمۃ
فشجہ وصدعہ فعاش ایاما ثم مات وامہ وصلی علیہما عبد اللہ
ابن عمر حسین بن علی ولما قتل عمر تزوجہا عون بن جعفر انتہت

ازین عبارت چنانکہ دانی واضح شد کہ چون ام کلثوم بمقتضاے سن و عدم علم بوقوع نکاح
شکایتی از معاملۂ فاروق کردہ ۔ خودرا برام کلثوم نہادہ بود و پیش جناب مرتضوی بر حضرت امیر
بر جہل فاروق ملامتے نفرمود بلکہ بام کلثوم ارشاد نمود کہ ای دختر چنین مگو و شکایت او در زبان
بلب مکن کہ او شوہر تست پس استغاثہ و فریاد ابن زیاد و پسر مرجانہ کہ در آخر قول خود نمودہ
مخالفت جناب مرتضوی و عین عداوت اہل بیت و منشاء آن جہل یا تجاہل خواہد نعوذ باللہ

از زبان و سازیٔ این کوتہ اندیش در بارہ اہلبیت عظام و اصحاب کرام انتہیٰ ہیا نہا
اب غور فرمائے کہ اس روایت مین کسی طرح کی شناعت پائی نہین جاتی آپ نے عبث غیظ
و غضب فرمایا - آخر معاشرت ہند و عرب مین فرق ہے - یہان معیوب وہان مستحسن
خصوص زمانہ رسول صلعم مین معہذا احادیث کلینی سے عدم امتناع رویت مخطوبہ
عند الفریقین ثابت کرتا ہون باقی جواب اُن گالیون کا جو نسبت حضرت غوث الاعظم
و حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے کے ہین اگر لکھون خلاف اوس شرط کے
واقع ہو جسکو اوپر لکھہ چکا ہون - جنابمن - یہ کام فرمایہ لوگونکا ہے کہ جب جواب
دینے سے عاجز ہوتے ہین گالیان دیتے ہین آپکی ذات امام المومنین کہلاتی ہے
تعجب ہے کہ آپ ایسے الفاظ نا ملائم سے وہ زبان کہ جس سے حمد و ثنا خدا و رسول کی فرماتے ہین
آلودہ کرین اور آیہ وافی ہدایہ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا و بطن کے خلاف
عمل کرین اس کمترین کی نیازمندی کو آپ ملاحظہ فرماوین کہ باوجود مواقع کثیرہ اپنی زبان کو
ساتھہ ایسے الفاظ رشت کے ملوث نہین کرتا آپ اسکا آئندہ لحاظ رکھین الاشارۃ عرض کرتا ہون
کہ بفضلہ اہلسنت والجماعت اُن امور سے مبرا ہین علماء قوم شیعہ کے یہان البتہ متوجہت
و متعدد وری جاری و ساری ہے - بسم اللہ خانم اور اُنکی مماثل کا حال سب پر روشن ہے
؎ با وضو صبح خفتن میگزارد + نامرادان را وصلے وادی مراد + کم شدی خالی بود آتش از قلم +
بر مراد ہر کسے میز در قسم ؎ دحلہا مرضعۃ للفاعلین + بابہا مرفوعۃ للداخلین +
و فع الوثوق ؎ یشاء الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست + آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید -
ہم تو اسکے مشتاق ہی تھے کہیں جلدان بیکار باتون سے فرصت ہو کر اصل تحقیقات تک نوبت آوے
بارے آگئی - مگر چونکہ یہ عبارت اسد الغابہ ناقص ہے جسکی بہت کچھہ اصلاح و ترمیم اصابہ فی معرفۃ الصحابہ
مین کی گئی ہے جیسا کہ آپ نے بھی تسلیم کیا ہے اور مولوی حیدر علی نے بھی لکھا ہے لہذا اصابہ
کی عبارت زیادہ قابل سند ہے جسکو ہم بجنسہ ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین ص ۶۹
ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب الہاشمیۃ امہا فاطمۃ بنت النبی صلعم و قال ابن ابی عمر المقدسی
حدثنی سفیان عن عمر عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم فذکر لہ صغرہا

عبارت اصابہ

فقيل له انه ردك فعاوده فقال له على ابعث بها اليك فان رضيت فهى
امرأتك فارسل اليها فكشف عن ساقها فقالت مه لولا انك امير المومنين
للطمت عينك و قال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه عن
جده تزوج عمر ام كلثوم على مهر اربعين الفا و قال الزبير ولدت لعمر ابنه زيد
ورقية وماتت ام كلثوم وولدها فى يوم واحد اصيب زيد فى حرب
كانت بين بنى عدى فخرج ليصلح بينهم فشجه رجل وهو لا يعرفه فى الظلمة
فعاش اياما وكانت امه مريضة فماتا فى يوم واحد۔ وذكر ابو بشر
الدولابى فى الذرية الطاهرة من طريق ابن اسحق عن الحسن بن على قال
لما تايمت ام كلثوم بنت على من عمر دخل عليها حسن وحسين فقالا لها امكنت
عليا لينكحنك لبعض ابنائه ولئن اردت ان تصيبين مالا عظيما لتصيبنه فدخل
على كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اى بنية ان الله قد
جعل امرك بيدك فانا احب ان تجعليه بيدى فقالت يا ابت انى
امرأة ارغب فيما يرغب فيه النساء واحب ان اصيب من الدنيا
فقال هذا من عمل هذين ثم قام يقول والله لا اكلم احدا منهما
او تفعلين فاخذا ثيابهما وسالاها فجعلته فقال انى زوجتك
من عون بن جعفر فما لبث عون ان هلك فرجع اليها على رض فقال
يا بنية اجعلى امرك بيدى ففعلت فزوجها اخاه محمد ثم مات
عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فماتت عنده۔ وذكر
ابن سعد نحوه و قال فى اخره فكانت تقول انى لاستحيى من
اسماء بنت عميس ماتا ولداها عندنا واتخوف على الثالث قال فهلكت
عنده ولم تلد لاحد منهم وذكر ابن سعد عن انس بن عياض عن جعفر عن محمد عن
ابيه ان عمر خطب ام كلثوم الى على فقال انما حبست بناتى على بنى جعفر فقال زوجنيها
فوالله ما على ظهر الارض احد يرصد من كرامتها ما ارصد قال قد

نعلن فجاء عمر الی المهاجرین فقال زفونی فزفوہ فقالوا بمن تزوجت قال
بنت علی سمعت النبی ص یقول کل صہر ونسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الا
صہری ونسبی وسببی وکان لی بہ علیہ السلام النسب والسبب فاحببت
ھذا ایضاً۔ و من طریق عطاء الخراسانی ان عمر امھرھا اربعین الفا
و اخرج بسند صحیح ان ابن عمر صلی علی ام کلثوم وابنہا زید فجعلہ
مما یلیہ وکبر اربعاً۔ و ساق بسند آخر ان سعید بن العاص ھو
الذی امّھم علیھما انتھٰی بلفظہ۔ ترجمہ ام کلثوم بیٹی علی بن ابیطالب
کی جنکی ماں فاطمہ بنت نبی ہین کہا ابن ابی عمر مقدسی نے سفیان سے کہ عمر نے
خطبہ کیا علی سے انکی بیٹی ام کلثوم کا تو علی نے کہا وہ کم سن ہے صغیرہ۔ کسی نے کہا
عمر سے کہ تمکو رد کر دیا علی نے تب دوبارہ عمر نے خطبہ کیا تو علی نے کہا ہم تمہارے
پاس بھیجدیتے ہین اگر تم راضی ہو تو وہ زوجہ تمہاری ہے۔ جب عمر کے پاس
بھیجا تو عمر نے ساق کو اوسکے کھولا۔ ام کلثوم نے کہا بس اگر تو امیر المومنین
نہوتا تو ایک طمانچہ مارتی تیری آنکھ پر۔ ابن وہب عبد الرحمن بن زید بن اسلم
سے راوی ہے کہ عمر نے تزویج کیا ام کلثوم سے چالیس ہزار درہم مہر پر۔ زبیر
ناقل ہے کہ زید بن عمر و رقیہ اوس ام کلثوم سے پیدا ہوئے اور ام کلثوم و زید ماں بیٹے نے
ایکہی روز وفات کی کہ زید کو اپنی ہی خاندان بنی عدی کی لڑائی مین زخم لگا تھا کہ مصالحہ
کرانیکو نکلے تھے رات کو۔ ایک آدمی نے بے پہچانے زخمی کیا جسکے صدمے سے چند روز
بعد مرگئے۔ اونکی ماں پہلے سے بیمار تھین اونہون نے بھی ساتھ ہی اونکے انتقال کیا
ابو نشر دولابی راوی ہین ابن اسحق سے کہ جب ام کلثوم بیوہ ہوئین بعد وفات عمر
تو داخل ہوے حسن و حسین اور کہا اگر تمنے علی کو اختیار دیا تو وہ اپنے کسی لڑکے
سے تمہارا عقد کردینگے۔ اور اگر چاہو تو بہت کچھ مال و دولت تمکو ملسکتا ہے (یعنی
کسی امیر سے شادی ہوسکتی ہے) اسکے بعد علی آئے اور کہا اے بیٹی گو خدا نے اب تجھے اختیار
دیا ہے مگر میری آرزو یہ ہے کہ مجھے اختیار دو۔ ام کلثوم نے کہا مین عورت ہون

مجھے بھی اون باتونکی خواہش ہے جو عورتونکو ہوتی ہے مین چاہتی ہون کہ کچھ مال دنیا سے
فائدہ مند ہون۔ کہا علی نے کہ یہ بات انہین دونو (حسن حسینؑ) کے سبب سے تھی کہ پھر
اوٹھہ کھڑے ہوے اور کہا واللہ کبھی ان دونون سے مین کلام نہ کرونگا جبتک تم میرا کہنا
نہ مانوگی پس پکڑ لیا اون دونون نے دامن ام کلثوم کا اور سوال کیا کہ راضی ہون علی کے
کہنے پر۔ پس اختیار دیا ام کلثوم نے علی کو۔ اوسپر علی نے کہا مین نے تمہارا عقد کیا عون
ابن جعفر سے۔ تھوڑے دن بعد عون نے انتقال کیا تو پھر علی نے کہا اب بھی اختیار دو کہ جس سے چاہین
تمہارا نکاح کردین۔ ام کلثوم راضی ہوئین۔ تو علی نے اونکا نکاح کیا محمد بن جعفر عون کے بھائی
سے۔ جب محمد نے انتقال کیا تو نکاح کیا اون سے عبداللہ بن جعفر نے اور رہا اونہین کے
پاس انتقال کیا ام کلثوم نے۔ ابن سعد نے بھی یہی روایت کی ہے اور آخر مین ہے
کہ کہا ام کلثوم نے کہ مین شرم کرتی ہون اسما بنت عمیس سے جنکے دو لڑکے نے میرے یہان
انتقال کیا۔ اور تیسرے کے مرنے کا بھی خوف ہے۔ پس انتقال کیا ام کلثوم نے اونکے
پاس اور کسی سے اولاد نہ ہوئی۔ اور ابن سعد انس بن عیاض سے ناقل ہین کہ عمر نے خطبہ کیا
ام کلثوم کا تو علی نے کہا مین نے اپنی لڑکیونکو روک رکھا ہے اپنے بھائی جعفر کے اولاد کے
لئے۔ عمر نے کہا مجھسے عقد کردو کہ واللہ روے زمین پر مجھسے زیادہ کوئی امیدوار کرامت
اونکا نہین ہے۔ کہا علی نے کہ کردیا۔ پس آئے عمر طرف مہاجرین کے اور کہا مبارکباد
دو مجکو سب نے مبارکباد دی۔ بعدہ پوچھا کس سے عقد کیا۔ کہا علی کی بیٹی سے سُنا مین نے
رسول اللہ سے کہ فرماتے تھے ہر سبب و نسب و صہر منقطع ہوگا بروز قیامت مگر میرا سبب
و نسب و صہر۔ اور مجکو حضرت کے ساتھہ سبب و نسب پہلے سے حاصل تھا چاہا کہ مصاہرت
بھی ہوجاے۔ عطاء خراسانی راوی ہے کہ عمر نے چالیس ہزار درہم مہر دیا۔
اور بسند صحیح یہ منقول ہے کہ ابن عمر نے نماز پڑھی ام کلثوم پر اور اوسکے
بیٹے زید پر۔ زید کو اپنے سے قریب کیا اور چار تکبیر کہی اور دوسرے سند سے
روایت ہے کہ سعید بن عاص نے امامت کی نماز جنازہ پر انکے انتہی۔ یہ عبارت ہے
اصابہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی جسمین اسد الغابہ جزری کی عبارت بھی داخل ہے اور علاوہ اسکے دیگر روایات

بھی شامل کئے گئے ہین جنپر ابن حجر کو اطلاع ہوئی یا قابل نقل سمجھا اور جزری صاحب اوس سے بیخبر تھے - اس پوری عبارت مین کسی روایت کے بابت یہ دعوی نہین کیا گیا ہے کہ بسند صحیح منقول ہے - بجز اسکے کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور اوسکے بیٹے زید پر نماز جنازہ پڑھی جسمین نہ بنتیت ام کلثوم مذکور ہے کہ کسکی بیٹی تھی نہ ابنیت زید کہ کسکا بیٹا تھا بلکہ ام کلثوم کی طرف نسبت ہے کہ اوسکا بیٹا تھا - اس روایت کے سوا کسی روایت پر دعوی صحت نہین ہے جس سے معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک بھی وہ روایات کسیطرح قابل وثوق و اعتماد نہین معمولی طور کی روایتین ہین جنپر نہ خود مولف کو اعتماد تھا نہ کسی محقق کو اعتماد ہوسکتا ہے - ہان اگر مولف کسی روایت کی صحت کا دعوی کرتا تو کچھ دقت ہوتی - مگر جب کسی قسم کا دعوی صحت یا حسن ہونیکا نہین ہے تو بنظر تحقیق دیکھنا ضرور ہے تاکہ اصل حال واضح ہوجاے -

اول یہ دیکھنا ہے کہ حضرت عمر نے ایسی خواستگاری کیون کی ؟ کیا سبب ہوا ؟ اسد الغابہ مین تو خلیفہ کا یہ بیان ہے کہ ہم انکی کرامتون سے اون باتوں کی امیدوار ہین جسکا کوئی امیدوار نہین اور اسد الغابہ اور اصابہ دونون سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مقصود خلیفہ دامادی رسول کا شرف لینا تھا مطابق حدیث کل سبب ونسب کے کہ اسی حدیث کو ذریعہ خواستگاری قرار دیا - ازالۃ الغین مین ہے - فاروق بجوابش گفت کہ مقصود من خانہ داری نیست غرض بجز فخر توسل خاندان رسالت اور کوئی بات مقصود خلیفہ نہین ظاہر ہوتا -

آب ان بیانات کی غلطی دیکھئے کہ علامہ ابن اثیر اپنی کتاب کامل مین تحریر کرتے ہین (جو تاریخی دنیا مین نہایت مستند ہے) کہ عمر بن خطاب نے عائشہ کو پیغام دیا کہ اپنی چھوٹی بہن ام کلثوم بنت ابوبکر کا ہم سے نکاح کردو - عائشہ نے قبول کرلیا جب ام کلثوم نے سُنا تو کہا مین ایسے شخص سے عقد نہین کرتی جو خشن العیش ہے عورتون پر شدت کرتا ہے بی بی عائشہ گھبرائین اور عمرو عاص کو بلا کے سے سارا قصہ کہہ سنایا اوسنے کہا گھبراؤ نہین ہم بندوبست کرلین گے عمر کو سمجھا دینگے - عمرو عاص نے عمر سے جا کر کہا ہمنے تمہاری ایک ایسی خبر سنی ہے کہ مین تمکو اوس سے خدا کی پناہ مین دیتا ہون - عمر نے کہا وہ کیا ؟ عمرو عاص - مینے سُنا ہے کہ تم ابوبکر

کہ بیٹی ام کلثوم سے عقد کرنا چاہتے ہو۔ عمر۔ پھر اسمین مضائقہ کیا ہے مجھمین عیب ہے یا اسمین؟
عمرو عاص۔ عیب کسی مین نہین مگر بات یہ ہے کہ ام کلثوم دختر ابو بکر بہ کمال رفق ولینت
عائشہ کی صحبت مین پلی ہے اور شدت او رخشونت تمہاری اسدرجہ ہے کہ ہملوگ خوف کھاتے ہین
اور تمہارے کسی خلق بد کو بدل نہین سکتے پس اگر تمنے اوس سے نکاح کیا اور اوس سے کوئی قصور تمہاری
خدمت مین سرزد ہوا تمنے اوسکی کچھ تنبیہ تادیب کی تو اوس سے حق تلفی اور جفاے ناحق بر ابو بکر لازم
آویگی۔ عمر فوراً متنبہ ہو کر باز آئے اور کہا کہ پھر عائشہ سے کیا کہا جاے کہ ہم اونسے وعدہ کر چکے
ہین۔ عمرو عاص۔ ہم اسکا بندوبست کر لین گے۔ اور ہم تمکو اس سے بہتر جگہہ بتلاتے ہین
کہ ام کلثوم بنت علی کی خواستگاری کرو۔ اور تعلق کرو اسمین ساتھہ سبب رسول اللہ کے
او خطبہ کیا ام ابان بنت ربیعہ سے پس کراہت کی اوسنے اور کہا وہ بند کرتا ہے دروازہ کو اور منع
کرتا ہے خیر کو۔ آتا ہے تیوری چڑہائے ہوئے اور نکلتا ہے منہ بنائے ہوئے ص۲۲۷ ج۴ کنز مکتوم
ص۳۴۷۔ اور اسماء الرجال مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین یہ بھی ہے کہ ام کلثوم نے جب سنا تو
عائشہ سے کہا اگر تمنے میرا عقد عمر سے کیا تو قبر رسول پر فریاد کرونگی مین ایسے شخص سے عقد
کرونگی جسکی بدولت دنیا سے متمتع ہون اسکے بعد وہی قصہ ہے عمرو عاص کے بلانیکا
اور سمجھانے کا ص۱۸۵ کنز مکتوم ص۱۲۷ اس روایت سے بھی یقیناً معلوم ہوا کہ صرف توسل
رسول جو غرض نکاح ان روایتو مین مذکور ہے غلط ہے کیونکہ استدعاء عقد ام کلثوم دختر
ابو بکر کے بعد بہ اغواے عمرو عاص یہ استدعا پیش کی گئی اور ظاہر ہے کہ خواہش ام کلثوم
دختر ابو بکر دوسری غرض سے تھی۔ تو یہ حصہ روایت کہ محض بغرض توسل رسول اللہ خطبہ ہوا
غلط ٹھہرا۔
اور پہلے حدیث کل سبب ونسب کا موضوع ہونا باقرار ابن جوزی لآلی مصنوعہ سے مذکور ہوا
تو اب یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ از راہ مکر وحیلہ یہ حدیث پیش ہوئی کیونکہ اسکا واضع خارجہ
مدتون بعد پیدا ہوا ہے۔ تو یہ روایت اسوقت تک تصنیف کہان ہوئی تھی جو خلیفہ بیان
کرتے۔ پس معلوم ہوا کہ اصل قصہ بھی مثل حدیث کل سبب موضوع وغلط ہے
تعجب ہے کہ حضرت عمر وہمی حق تلفی ابو بکر سے باز آکر اوس سے اعلیٰ درجہ کی یقینی حق تلفی

رسول کا خیال نکرین ؟ اور عمرو عاص صحابی ہو کر حق تلفی رسول کو حق تلفی ابوبکر کے
برابر بھی نہ جانین - نہ اس سے نجات کی کوشش کرین - بلکہ برعکس اسکے خلیفہ کو لہرائین کہ : بحیلہ
قرابت رسول مستدعی ہون - دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اسکا اقرار کرنا پڑتا ہے
کہ خلیفہ ایسے احمق تھے کہ اونپر عمرو عاص کا فقرہ چل گیا اور وہ اس مکار کے دام فریب
مین آگئے جو قصد عقد ام کلثوم بنت ابوبکر سے باز آکر ام کلثوم بنتِ علی کے عقد پر آمادہ
ہو گئے اور یہ نہ سمجھے کہ اس نسبت مین کیسی سخت غلطی ہمسے ہو رہی ہے مگر حقیقت یہ ہے
کہ اس قصہ مین خلیفہ کو صرف بیعقل خیرخواہونکی ترکیب نے مورد الزام بنایا ہی کیونکہ اصل
واقعہ تاریخ کامل مین اسیقدر مرقوم ہے کہ عمر نے بجواب عمرو عاص کہا عائشہ سے کیا کیا جائے
کہ ہم کہہ چکے ہین عمرو عاص نے کہا ہم اوسکے لئے کافی ہین اور دلالت کرتے ہین تمکو اوس سے
بہتر کیطرف کہ وہ ام کلثوم بنت علی ہین - تعلق کرو ساتھہ سبب رسول کے اور خطبہ کیا
عمر نے ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ سے پس کراہیت کی اوسنے اور کہا دروازہ اپنا
بند کرتا ہے اور خیر کو روکتا ہے داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے تیوری چڑہائے ہوئے
جس سے معلوم ہوا کہ عمرو عاص نے صرف اسکی راے دی تھی کہ ام کلثوم بنت علی ہی بذریعہ سبب
رسول خطبہ کرو عمر کا خطبہ کرنا یہان مرقوم نہین بلکہ اُسکے بعد ام ابان ہی خطبہ کرنا منقول ہے جسنے
انکار کیا - اور عمر کی تعمیل یا عدم تعمیل حکم عمرو عاص کچھہ نہین مذکور ہے - تو معلوم ہوا کہ عمرو عاص
نے ایک راے دی تھی مگر حضرت عمر نے اوسپر خیال نکیا - اب جو حضرات علماے اہلسنت
اس واقعہ کو بیان کرتے ہین تو معلوم ہوا کہ اغواے عمرو عاص پر عامل ہین کہ اس بہانہ اور
وسیلہ سے عقد خلیفہ کو ثابت کرین کہ فخر سبب رسول اللہ حاصل ہو جاے تو یہ کارروائی
بالکل طبعزاد اہلسنت شعر کے بمصداق - پیران نمی پرند مریدان می پرانند - اور بہ نقل
شاہ عبدالحق صاحب تو یہ راے دینا بھی عمرو عاص کا ثابت نہین کیونکہ وہ اسیقدر ناقل ہین عمرو عاص
نے فہمائش کر کے نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر سے روکدیا بعد اسکے کچھہ نہین -
دوسرا فقرہ ان کل روایات کا یہ ہے کہ جناب امیر نے صغر سنی حضرت ام کلثوم کا عذر کیا
جو اسد الغابہ - استیعاب اور اصابہ تمامی روایات مین بالاتفاق مذکور ہے اور یہ بھی تمامی روایات

مین تصریح مذکور ہو کہ چار پانچ برس کا سن تھا۔ آپ خود ازالۃ العین سے ناقل ہین پنج شش سالہ
بود۔ مخطوبہ خود را کہ پنج شش سالہ بود صـ۲۲ منتہی الکلام مین ہے فدعا ام کلثوم
وہی یومئذ صبیۃ۔ اور یہ بھی تمامی کتب تواریخ اہل سنت مین مذکور ہو کہ یہ عقد عمر ۱۷ھ ہجری مین ہوا۔
آپ یہ دیکھنا چاہیے کہ کسیطرح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ ۱۷ھ مین چار یا پنج سالہ یا شش سالہ
قرار پا سکتی ہین یا نہین؟ اسکا فیصلہ خود آپ ہی کی یہ عبارت کرتی ہے" پس ۲ھ سے اوائل ۱۱ھ
تک ولادت حضرت زینب کبریٰ و حضرت زینب صغرا المکناۃ بام کلثوم و رقیہ و محسن کی ہوئی۔ اور یہ ہمہ
شہادت فدک ۱۱ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ پس ۲ھ سے ۱۱ھ تک کسی سنہ مین ولادت حضرت
ام کلثوم فرض کیجائے باعتبار کسی سنہ کے ان سنین مذکورہ مین سے ام کلثوم قابل شہادت نہین
ہو سکتین۔ بالفرض اگر ۲ھ جو اول سنہ ہو ثابت ہو تو بھی ہفت سالگی ناقص سمجھی جاتی" صـ۴۳
پس جب بقول آپکے ۱۱ھ مین ہفت سالہ ہوئین تو ۱۷ھ مین چاردہ سالہ۔ اور یہ سن کسی ملک کسی ولایت
مین کمسنی کا سن نہین بلکہ پوری جوانی کا سن ہو چہ جائے ملک عرب کے گرم ملک کی عورتین خصوصاً قریش
جنکو بی بی عائشہ کی ہمبستری بتقاضائے والدین ابتدائے نہ سالگی مین واقع ہوئی۔

خدا تعصب کا برا کرے جو آدمی کو اندھا بہرا بنا دیتا ہو ایسی موٹی بات بھی سمجھ مین نہین آتی اور اوسپر اہل سنت ہین کہ اس
بیباکی سے کہے جاتے ہین کہ حضرت امیر نے جناب ام کلثوم کو جنکا یہ سن تھا مذکور ہوا بلا عقد بلا نکاح
عمر کے پاس بھیجدیا اور عمر نے مجمع عام مین گودی مین بٹھایا بوسہ لیا سینہ سے چمٹایا کشف ساق
کیا وغیرہ وغیرہ جس سے عام مسلمانونکے خون مین جوش پیدا ہو چہ جائے میر برکات حسن صاحب
سے سید حسینی واسطی بلگرامی کے کہ وہ اس فخر سے ان واقعات کو بیان کرین بلکہ صغر سنی وغیرہ کی نسبت
بیکہین"۔ باقی رہا شبہ صغر سنی اور تقبیل کا اسکا جواب ازالۃ الغین مین بشرح و بسط لکھا ہو ملاحظہ کر لیا
جائے اسمین گفتگو کرنا میرے نزدیک فضول ہو کہ یہ پرانے ڈھکوسلے اور قدیم جو چلے ہین مین ہرگز
اسطرف متوجہ نہین ہوتا صـ۵ مگر واضح رہے کہ یہ بے توجہی مامونصاحب کی اسوجہ سے ہے کہ آیات
بینات و ازالۃ الغین مین اس امر کا کوئی جواب نہین دیا گیا ہو تو اب جو چلہ ڈھکوسلہ نہین تو کیا ہین
اور ایک روایت سے جو تاریخ عقد ۲۰ھ قرار پاتا ہو تو اوسوقت سن حضرت ام کلثوم کا ہفتدہ سال
قرار پاتا ہو۔ تو آپ فرمائیے وہ حصہ روایت کا کہ چار پانچ برس کی لڑکی تھی کیونکر درست ہو سکتا ہو

کنز مکتوم مین پوری طور پر ثابت کردیا گیا ہے کہ کسیطرح سے حضرت ام کلثوم کا ۱۷ھ مین سن ۹ یا بارہ برس
سے کم ہونا محال ہے صفحہ ۲۲ ملاحظہ ہو جسکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ام کلثوم نے روایت کی ہے
جناب سیدہ سے جسکے لئے لااقل بوقت وفات جناب سیدہ ۱۱ھ مین پانچ برس کا ہونا ضروری ہے
اس سے کم کی روایت قابل قبول نہین تو ۱۷ھ مین ۱۱ برس کا سن ضرور ہوگا اور ۲۰ھ مین ۱۴ برس کا
اب دو ہی صورت ہوسکتی ہے ایک یہ کہ ہم ان سب روایتونکو غلط اور موضوع اور افترائے اہل سنت قرار دین
تب تو کوئی دوسری بحث ہمکو نہین کرنی پڑتی کیونکہ محال بات کبھی ممکن الوقوع نہین۔ دوسری صورت
یہ ہے کہ اگر روایت کو کسیطرح قبول کرین تو اسکے قائل ہون کہ علمائے اہل سنت کو کسیوجہ سے
دھوکھا ہوا کہ ایک شخص کا حال دوسرے کیطرف بوجہ اشتراک نام منسوب کردیا جسکا بدیہی ثبوت یہ ہے
کہ ام کلثوم بنت ابوبکر جس سے استدعا کرنا حضرت عمر کا قبل اس عقد موہوم کے یقینی ہے ۱۷ھ مین
یہی سن تھا جو ان سب روایتون مین بالاتفاق مذکور ہے۔ کیونکہ باتفاق تمامی اہل سنت ولادت
ام کلثوم مذکورہ بعد رحلت ابوبکر ۱۳ھ کے اخیر مین ہے جو ۱۷ھ مین چار برس کی ٹھہری تو اوسکو
مابین الاربع والخمس کہنا بہت صحیح ہے اب ان دونون یقینی باتون سے کہ عمر نے خطبہ ام کلثوم بنت
ابوبکر کیا۔ اور سن ام کلثوم کا اوسوقت چار پانچ برس کا تھا وہ وہی بیان یقینی طور پر غلط ہوگیا
کہ یہ واقعہ ام کلثوم بنت فاطمہ کا ہے جنکا سن شریف اوسوقت چودہ یا بارہ یا کم سے کم نو برس تھا جسکا بہت
بڑا موید یہ واقعہ بھی ہے کہ مغیرہ اسی ۱۷ھ مین بجرم زنا ماخوذ ہوا تھا جسپر گواہی تین صحابہ کی ہوچکی تھی
گذری مگر جو چوتھے گواہ زیاد نے بایمائے خلیفہ دوم کچھ کوتاہی کی جس سے مغیرہ کو رہائی ملی تو جب
ماہ ذیحجہ مین بزمانہ حج وہ عورت ام جمیل نامی جسکے ساتھ مغیرہ نے زنا کیا تھا حاضر دربار ہوئی
تو عمر نے مغیرہ سے پوچھا اس عورت کو (ام جمیل کو) پہچانتی ہو؟ مغیرہ نے کہا ہان یہ ام کلثوم بنت
علی ہے (معاذاللہ خاک بدہانش) کیون صاحب کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ جس سے چار سال ام کلثوم
سے خلیفہ نے اسی سال عقد کیا ہے اور ماہ ذیقعدہ مین ہم بستری بھی ہوچکی اوسکی نسبت مغیرہ ایسا
کہہ سکتا ہے کہ ایک زن زانیہ کو اوسکا مشابہ یا عین اوسکا قرار دے؟
یہ ہوسکتا ہے کہ بسبب عداوت حضرت علی کے ایسا کلمہ کفر اوسکے منہ سے نکلے اور خلیفہ صاحب کو بھی
کچھ جوش نہ آئے۔ مگر زوجہ خلیفہ کی نسبت کیونکر ایسی بے ادبی کا کلمہ کہہ سکتا ہے۔

دوسرے مغیرہ عقلائے روزگار سے تھا وہ کیونکر ۳۰ یا ۴۰ برس کی عورت کو ۴ یا ۵ سالہ لڑکی سے تشبیہ
یا مشابہ کر سکتا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ام کلثومؑ ہرگز چہار یا پنج سالہ اوسوقت نہ تھیں
غرض اس صورت مین اتنے محالات لازم آتے ہین (۱) جو ام کلثوم سنہ ۱۱ھ مین بقول مخاطب ہفت سالہ
تھی سنہ ۱۷ھ مین چہار سالہ یا پنج سالہ کیونکر ہو سکتی ہو (۲) اوسی چار سالہ یا پنج سالہ سے ماہ ذیقعدہ
مین اوسی سن کے ہم بستری کیونکر ہو سکتی ہو (۳) جس عقد کا مہینہ تاریخ نہ معلوم ہوا اوسکے
زفاف و ہم بستری کا حال کیونکر معلوم ہوا (۴) اگر ام کلثوم بنت علی کا عقد عمر سے ہوا ہوتا تو مغیرہ
ایسی شرارت کا کلمہ کیونکر کہتا جو ام جمیل کو کہا یا ام کلثوم بنت علی مین (۵) اگر ام کلثوم بنت فاطمہ بقول
اہل سنت چار سالہ یا پنجسالہ تھین تو مغیرہ نے تیس چالیس برس کی عورت کو کیونکر کہا کہ یہ فلان
عورت ہو جسکا اوسوقت سن چار یا پانچ برس کا تھا۔ یہ سب محالات اوسیوقت لازم آتے ہین کہ حضرت
ام کلثوم کیطرف اس عقد کی نسبت کیجائے۔ ورنہ اگر اصل امر پر لحاظ ہو کہ ام کلثوم بنت ابوبکر سے
متعلق تو کوئی خرابی نہین لازم آتی (۱) سنہ ۱۳ھ مین پیدا ہوئی تو سنہ ۱۷ھ مین چار برس کی تھی
(۲) ہم بستری دو بکری نہ وجہ عمر سے ہوئی جسکا بھی نام ام کلثوم تھا (۳) مغیرہ دشمن علی تھا
اور علی کی دشمنی عمر کو بھی تھی اسوجہ سے ایسا کلمہ بے ادبی زبان پر لایا (۴) حضرت ام کلثوم کا سن
چار یا پنج برس کا نہ تھا جو چار یا پنج برس کی لڑکی کی تشبیہ ۳۰۔۴۰ برس والی عورت سے محال تھی
باقی رہا یہ شبہ کہ ان روایتون مین حضرت علی کا بھیجنا ام کلثوم کو مذکور ہو اگر وہ دختر ابوبکر
تھین تو جناب امیر کے بھیجنے بھیجانے یا بات چیت سے کیا واسطہ ہا پس یہ ایسا شبہ ہو کہ اہلسنت
اسکو زبان پر بھی نہین لا سکتے جو اسکے مدعی ہین کہ باخود ہا مین کمال درجہ کا اتحاد و اتفاق تھا
تو پھر کون سنی کہہ سکتا ہے کہ ایسے وقت مین جب بی بی عائشہ نے عمر عاص سے مددلی جس سے کوئی
واسطہ نہ تھا۔ تو جناب امیر سے کیون نہ مددلی ہوگی جو سوتیلے ہی سہی داماد تو تھے۔ اور ابوبکر کی
زوجہ اسما بنت عمیس حضرت کے عقد مین تھین اور محمد بن ابی بکر حضرت کے ربیب تھے اسی
گھر مین رہتے۔ اور عبدالرحمن بن ابی بکر بقول واقدی حضرت کے شاگرد تھے۔ تو اب
عزیز قریب کی مدد نہ لینا اور غیر کی لینا بالکل خلاف عقل ہو۔ ہان یہ ہو سکتا ہے کہ جب جناب
امیر کی خواہش واقعی ہو کہ ام کلثوم بنت ابوبکر کمسن ہو قابل عقد نہین جسکو امر خلیفہ پر

حضرتؐ نے عمر کے پاس بھیجدیا خلیفہ دوم نے نہ مانا تو عائشہ نے عمرو عاص حیلہ ور کو بلایا جو جو
ایک فقرہ مین اپنا کام کرے کیونکہ مکارونکا جواب ایسے مکارون ہی سے خوب بنتا ہی۔ عاقلانہ محققانہ
تحقیق تو اسکی مقتضی ہے۔ اور جاہلانہ عامیانہ خیال اسکو کہ دنیا بھر کا محال لازم آئے تو آوے
مگر ہم اپنا عقیدہ نہین بدلتے کہ قربان جائیے اہل سنت کی عقل رزین کے جنکے مورخ یہ بھی لکھتے ہیں
کہ ام کلثوم کا سن بوقت عقد موہوم ۸ھ چار برس کا تھا صبیہ تھی جسکو شیر خوارہ کہتے ہین
اسپر یہ بھی کہتے ہین کہ نہین عقد ضرور ہوا اور اسپر ترقی یہ کہ اوسی ۸ھ کی ذیقعدہ مین ہمبستری
ہو گئی۔ کوئی درجہ باقی نہ رہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور اسکے بعد اسی سن کی ذیحجہ مین مغیرہ
نے وہ کلمہ کہا جو زوجہ عمر کی نسبت کسیطرح نہین کہہ سکتا۔

اب مین اصلی راز اسکا ظاہر کردون کہ یہ سب واقعات ام کلثوم بنت ابوبکر سے منتقل ہو کر بنت فاطمہ
کیطرف کیون منسوب کیے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ اہل سنت اس جھونک مین کہ ابوبکر کو خلافت بلا استحقاق
نہین ملی بلکہ بعوض حسن خدمات مستحق ہوئے۔ یہ بیان کر گئے ہین کہ جب حضرت خدیجہ نے انتقال
کیا تو ابوبکر نے اپنی بیٹی عائشہ شش سالہ کو حضرت کی خدمت مین پیش کیا کہ یا حضرت یہ آپکی دلبستگی
کے واسطے حاضر ہے۔ جسکے بعد سے حضرتؐ نے آمد و رفت مکان ابوبکر مین شروع کی۔ اور جب
حضرتؐ آمادہ عقد ہوئے تو بڑی میان غضنفر نے کرنے لگے کہ اسکی نسبت تو مطعم کے بیٹے سے ٹھہر رہی ہے
اور بعد عقد بلکہ بعد ہجرت باہتمام تمام کھلا پلا کر طیار کرنے پر بھی جب حضرت نے کچھ توجہ نہ کی تو ابوبکر
نے تقاضا شروع کیا کہ آپ عائشہ کا زفاف کیون نہین کرتے یہانتک کہ خود ابوبکر نے بخیال
اسکے کہ حضرتؐ کے پاس مہر کا روپیہ نہو مہر کا روپیہ بھی لا کر موجود کیا اسپر بھی انکی خاطر پوری نہوئی
تو ایک روز حضرتؐ انکے یہان ملاقات کو گئے ہوئے تھے لوگون کے اوٹھ جانے پر زوجہ ابوبکر نے عائشہ کا
بناؤ سنگار کر کے اپنی بیٹی حضرت کی گود مین بٹھلا دیا۔

(دیکھو تبصرۃ السائل مین منقولات قرۃ العینین وغیرہ)

غرض یہ سب باتین تو اس جھونک مین پیش کین کہ ان وجہون سے استحقاق خلافت حاصل تھا
اور خلیفہ دوم نے اس اعتقاد سے کہ اپنی حفصہ سے نکاح کرنیکو ابوبکر سے کہا تھا انہون نے نہ مانا
جسپر انکو بہت رنج ہوا تھا۔ یہ چاہا کہ اب ہم بھی در خلافت خلیفہ اول کی بیٹی سے عقد کر لیتے ہین جسکے

سے لئے ظاہری بہانہ یہ بنایا کہ حق ابوبکر ادا ہو۔ بیٹی اونکی چھوٹی نہی جس سے یہ شرف بھی انکو ملتا ہو
کہ رسول اللہ کے ہمزلف بنتے ہیں۔ ام کلثوم کی نارضامندی پر عائشہ کو تردد تھا جناب امیر سے
اعانت چاہی حضرت نے واقعی عذر و نکو بیان کیا جسکو خلیفہ نے نہ مانا۔

اہل سنت کو جب کچھ ہوش آیا اور ان بیغیرتیون سے شرماے تو اونہون نے یہ سوچا موقع
خوب ملا ہے دونون کا نام بھی ایک ہی اگر مواخذہ ہوگا اشتباہ نام کا عذر کر دینگے سر دست
توان واقعات کو ام کلثوم نواسی رسول کیطرف منسوب کر دو جسکے لئے قرینہ یہی موجود ہے کہ
جناب امیر خلیفہ کی فہمائش کرتے ہین اگر کوئی مسلمان ابوبکر والی بیغیرتی کے روایتون پر اعتراض
کریگا۔ توہم ان واقعات کو دختر رسول کے پیش کر کے لاجواب کر دینگے دوسرا یہ خیال بھی محرک
ہوا کہ اگر عوام الناس یہ سنین گے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر نے عقد عمر سے انکار کیا اور کہا اگر عمر سے
میرا عقد کیا تو قبر رسول پر جاکر فریاد کرونگی۔ تو اس سے عوام کو حضرت عمر سے نہایت درجہ شک پیدا
ہوگا۔ لہٰذا یہ سوچا کہ ان واقعات کو ام کلثوم بنت علی کیطرف منسوب کر دین جس سے عوام الناس کو
تردد ہو کیونکہ عداوت حضرت عمر خاندان رسالت سے سبکو معلوم ہے تیسرا خیال یہ بھی باعث ہوا
کہ اس سے عظمت وجبروت خلیفہ عیان ہے جسکی تہ مین اونکی خداترسی اور حق شناسی بھی مخفی
کہنچاتی ہو کہ بخیال عقوبت اخروی یہ وسیلہ جانا اس سے اہل بیت کی رعایت انکے ساتھ
بھی دکھائی گئی ہو جس سے انکی ایمانداری اور فضیلت بھی ظاہر ہو۔ بخلاف اسکے ابوبکر کی بیٹی
ام کلثوم کے خطبہ عقد بلکہ عقد سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ ایک طرح کی حماقت و خرافت و سفاہت
ظاہر ہوتی ہے کہ اس بڑھاپے مین چار یا پانچ برس کی لڑکی سے عقد کرنا محض [illegible] ہوا اسکی
اصلاح کیلئے ہوا خواہون نے یہ فکر کی کہ ام کلثوم بنت فاطمہ کیطرف اس واقعہ کو منسوب کیا تاکہ
ان الزامون سے خلیفہ کی برارت ہو اور اونکے ساتھ تو ہین اہل بیت بھی حاصل ہو جو عین مدعا ہے
اہل سنت ہو اسکی اونکو کہان خبر تھی کہ آئمۂ اطہار کی کرامت و اعجاز سے فخر المحققین صدر
المدققین لسان المتکلمین جناب حکیم مولوی [illegible] علی اظہر صاحب قبلہ دام فیضہم لون اسکی تحقیق
فرمائینگے جس سے بہ ایک واقعہ ایسی [illegible] ہو گا کہ کسی آئمہ سے کو بھی شک نہو۔
تیسرا مضمون تقریری نسبت [illegible] کی وساکہ اولاد جعفر طیار کے کل روایات مذکورہ مین

موجود ہو اور روایات صحیحہ اہل سنت سے بلکہ خاص صحیح بخاری کی روایات سے یہ بھی ثابت ہے
کہ جب نسبت مقرر ہو جاوے تو پھر دوسرے کو نسبت کرانا جائز نہیں۔ پس اس سے بھی لغویت
اس واقعہ کی ثابت ہے کیونکہ خلیفہ خلاف حکم رسول مستدعی ہو سکتے تھے؟ اور جناب امیر قبول
فرما سکتے تھے؟ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر بھی حضرت کا بہ نسبت اوسی ام کلثوم
بنت ابوبکر کے ہے کیونکہ حضرت زینب وام کلثوم کا عقد تو عبداللہ بن جعفر و محمد بن جعفر سے
ہو چکا تھا جسکے بارے میں خود حضرت رسول اللہ نے فرمایا تھا بناتنا لبنینا۔ بیٹے میری بیٹیوں
کے لئے ہیں یہ حضرت زینب وام کلثوم و عبداللہ و محمد فرزند جعفر کی نسبت بعد شہادت حضرت
جعفر فرمایا تھا تو اب کسکی مجال ہے جو اس نسبت کو توڑے اور اہلسنت کے لئے تو وقوع عقد کے
بھی جملہ کافی ہے تو اونکے مذاق پر یہ کہہ سکتے ہیں رسول اللہ خود ان دونوں صاحبزادیوں کا عقد کر چکے
تھے غالباً عون بن جعفر کی نسبت حسب خواہش اسما بنت عمیس جو انکی ماں تھیں اور بعد کو
زوجہ ابوبکر ہوئیں۔ ام کلثوم بنت ابوبکر سے مقرر تھی جسکو دوبارہ اصرار خلیفہ پر جناب امیر نے
پیش کیا کہ تم اوس سے کیونکر عقد کر سکتے ہو نسبت تو لگی ہوئی ہے۔
چوتھا جملہ جو کل روایتوں میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اصرار خلیفہ پر جناب امیر نے ام کلثوم کو عمر کے پاس
بھیجدیا جسپر عمر نے بوسہ لیا اور سینہ سے چمٹایا اور کشف ساق کیا۔ اوسپر ام کلثوم نے کہا اگر تم امیر
المؤمنین نہوتا تو میں طمانچہ مارتی جس سے تیری آنکھیں اندھی ہو جاتیں۔
اس روایت کی نسبت سبط ابن جوزی تقسیم شرعی فرماتے ہیں کہ باجماع امت مس اجنبیہ حرام ہے
لونڈیوں کی نسبت بھی خلیفہ ایسے امر کے مرتکب نہیں ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ خانوادہ رسالت کے ساتھ
جس سے اصل روایت کا موضوع و غلط و افترا ہونا ثابت ہوا باقی رہا فقرہ مہ لولا انک امیر المومنین
للطمت عینک خود ظاہر کر رہا ہے کہ یہ حضرت خلیفہ اول ابوبکر کی بیٹی کا فقرہ ہے جو ایک زمانہ تک خلافت کر کے
راہی ملک عدم ہوئے جنکے ماتحتی اور اطاعت میں حضرت عمر ہمیشہ سرگرم رہے یہ لڑکی ابوبکر کی کہتی ہے
اگر تو بادشاہ نہوتا تو طمانچہ مارتی۔ چنانچہ موید اسکا وہ واقعہ بھی ہے کہ جب ام کلثوم بنت ابوبکر نے
سنا کہ میرا عقد عمر سے ہوتا ہے تو انکار کیا اور کہا اخشن العیش ہے شدید ہے طور تو بیزار اور
عائشہ اپنی بہن کو دھمکی دی تھی کہ اگر میرا عقد عمر سے کیا تو قبر رسول پر فریاد کرونگی۔ میہ تو بھی

شجاعت بکری اور حکومت خلافت سابقہ کے باعث اس جرات و دلیری پر آمادہ کیا ورنہ بنت علی ایسا کلمہ کیونکر کہہ سکتی تھیں جنہوں نے اپنی آنکھوں وہ سب مصائب دیکھے کہ فدک قرق ہوا گھر جلایا گیا پسلی جسکے ماں باپ پر یہ ظلم و ستم ہوا اوس مظلومہ کو یہ جرات کہاں ہو سکتی ہے کہ خلیفہ وقت کی نسبت ایسا کلمہ کہے پانچواں جملہ جو ان روایتوں میں بالکل مذکور نہیں وہ واقعہ عقد ہے کہ ذکر اسکا نہیں ہے کہ عقد کیونکر ہوا۔ کیونکہ پہلی روایت میں تو صرف خطبہ عمر اور بھیجنا ام کلثوم کا مذکور ہے دوسری میں اسقدر ہے کہ تزویج تیسری میں موت زید و ام کلثوم اور آخری روایت میں صرف عمر کا کہنا کہ نکاح کردو اور جناب امیر کا کہنا کہ کردیا اور عمر کا مہاجرین سے طالب مبارکباد ہونا۔

نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جس نکاح میں اسقدر رد وکد انکار و اصرار واقع ہو اور ایسے اسرار مخفیہ بیان کئے جائیں جنپر اخص خواص بھی مطلع نہوں اوسکا اصلی نتیجہ اس عنوان سے بیان ہو کہ مطلق کسیطرح اوس سے تشفی نہو۔ تشفی کیسی کسیطرح وقوع نکاح کی بو بھی نہ آئے۔

کیونکہ اصل واقعہ تو ایک ہے جسکو ایک راوی یہ بیان کرتا ہے کہ علی نے ام کلثوم کو بھیجا بعد اوسکے کچھ نہیں دوسرا راوی اسی واقعہ کو بلفظ تزویج ادا کرتا ہے اور تیسرا راوی کہتا ہے کہ عمر کی خواستگاری پر علی نے کہا کردیا۔ ایک بیان دوسرے بیان کا ایسا مخالف ہے کہ کسیطرح اونمین ربط نہیں ہو سکتا یہ بیان کہ عمر مہاجرین و انصار سے طالب مبارکباد ہوئے اور یہی اسکی قلعی کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ نکاح ایسی چیز نہیں ہے جو مخفی طور پر ہو جائے کہ کسیکو خبر بھی نہو حتی کہ مہاجرین کو بھی خبر نہو چنانچہ شرائط نکاح سے یہ بھی ہے کہ اوسکا اعلان کیا جائے اہل شہر کا مجمع ہو اسیوجہ سے خلیفہ دوم اوس نکاح کو باطل جانتے تھے جسپر صرف ایک مرد و ایک عورت شاہد ہو۔

غرض اس مجمل بیان سے جسمیں نہ صورت عقد مذکور ہے نہ خطبہ نکاح نہ تاریخ نہ مہینہ نہ حضار جلسہ کے اسامی گرامی نہ ولیمہ وغیرہ جو لوازم نکاح کا ہے اور بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ عقد کی اصلیت کچھ نہیں ہے صرف واقعہ اسیقدر ہے کہ عمر نے جب بیان جناب امیر کو دربارۂ صغر سنی ام کلثوم بنت ابوبکر قابل پذیرائی نہ سمجھا تو حضرت سے کہا کہ آپ اوسکو میرے پاس بھیجدیں جسپر حضرت نے بھیجدیا اسی مضمون کو راویوں نے بہ الفاظ مختلفہ بیان کیا کسی نے کہا کہ بھیجدیا کسی نے کہا تزویج کردیا کسی نے کہا کہ جناب امیر نے فرمایا ہمنے تمہارا کہنا قبول کیا

جہان بوجہ اشتراک نام یہ واقعہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کیطرف منسوب ہوجایا کیا گیا اسکے
ساتھ تشریح بھی وہی طور پہ بیان کردی گئی جسکے لئے اور انعی بعمر کا نام ام کلثوم ہونا بھی مؤید ہوا
زیادہ توضیح کنز مکتوم مین ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۱

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر چار سالہ سے تو اجازت لیجائے کہ تیرا عقد عمر سے ہوتا ہے
اور وہ انکار کرے۔ اور ام کلثوم بنت جناب امیر سے مطلقاً اذن نہ لیا جاسے جو یقیناً اوسوقت بالغہ
تھین۔ اذن لینا کیا انکار پر وہ ایسی مجبور کیجائین کہ نہین ضرور تمہارا عقد اوسی بڈھے سے ہوگا
جس سے تم نفرت کرتی ہو اور انکار کرتی ہو۔ معلوم نہین کس شریعت مین یہ جائز ہے کہ عورت بالغہ
عاقلہ رشیدہ کا نکاح بالجبر کردیا جاسے گو وہ انکار کرتی ہے۔ چوتھا جملہ جو ان کل روایتون مین مذکور ہے چالیس ہزار
درہم مہر کا مقرر ہوا جسکی غلطی یون ظاہر ہو کہ شاہ ولی اللہ صاحب مذہب فاروقی مین لکھتے ہین انکا مذہب یہ تہا کہ مہر مین
زیادتی نہو پانچ سو درہم شرعی سے زیادہ نہو جو دختران رسول کا مہر تھا۔ اور نیز حضرت کی ازواج
کا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بزور دلیلون سے اس مذہب عمری کے حقیت ثابت کی ہے
اور شاہ ولی اللہ نے بڑے تفحص سے اتنا نکالا ہے کہ دو ہزار درہم کی بہزار مشکل خلیفہ نے اجازت
دی تھی۔ اور صدہا روایتین موجود ہین جنسے خلیفہ کا انکار زیادتی مہر سے ظاہر ہے۔ تو اب کون
کہہ سکتا ہے کہ خلیفہ نے خلاف اپنے مذہب کے ۴۰ ہزار درہم اپنے عقد مین مہر مقرر کیا۔
اور جناب امیر نے خلاف رواج خاندانی اور خلاف روایات رسول ربانی اتنا مہر لینا قبول فرمایا۔
تو اب بجز اسکے کوئی صورت نہین کہ یا ان سب روایتونکو غلط کردین یا یہ کہین کہ علما کو یہان بھی اشتباہ
ہوا۔ یہ دوسری یا تیسری ام کلثوم زوجہ عمر کا مہر ہے جس سے ایام جاہلیت مین عقد کیا تھا کہ اوس
زمانہ مین مہر کثیر مروج تھا ۔یا صلح حدیبیہ والی ام کلثوم زوجہ عمر کا مہر ہے جسوقت تک اونکا حکم
اس مسئلہ مین نہوا تھا کہ دو ہزار سے زیادہ مہر نہ دینا چاہئے دیکھو کنز مکتوم صفحہ ۱۴۴
اگر اسپر بھی تسکین خاطر نہو تو میزان الاعتدال جلد دوم کی یہ عبارت ملاحظہ ہو کہ جرجانی نے
تینون ضعیف ہین حدیث مین بغیر یہ وہ مگراہی کی قتیبہ بن سعید عبدالرحمن زید سے وہ اپنے باپ
سے وہ اپنے باپ اسلم سے ناقل ہے کہ عمر نے ۴۰ ہزار درہم مہر مین دیا ام کلثوم بنت علی کو
صاحب ابتر تصریح جرجانی یہ روایت موضوع او تینون راوی اوسکے ضعیف قرار پاسکے

پھر ایسی روایتوں پر آپ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ یہ موضوعیت کہ ایسی حاوی ہو کہ نکاح اور مہر دونون کو شامل ہو جس سے آپ یہ نہین ثابت کر سکتے کہ صرف ۴۰ ہزار درہم مہر ہی ہو کیونکہ یک بام و دو ہوا غیر ممکن ہے۔

چھٹا۔ مضمون اسکا یہ ہو کہ بعد وفات عمر عقد حضرت ام کلثوم کا پھر جناب امیر و مخالفت حسنین حضرت عون بن جعفر کے ساتھ ہوا۔

اسکی غلطی یون ظاہر ہو کہ کل علمائے اہل سنت جنہون نے عقد ام کلثوم کو لکھا ہے یہ بھی لکھتے ہین کہ عون بن جعفر جنگ تستر مین بعہد عمر شہید ہو گئے دیکھو اصابہ و استیعاب وغیرہ مسئلہ تو اب بیان بھی وہی دو صورت ہو کہ یا روایات مذکورہ کو غلط کرین یا اشتباہ کے قائل ہون کیونکہ بعد موت زندہ ہونا۔ شادی ہونا یقیناً محال ہو۔ اس عقد عون بن جعفر کے ساتھ یہ جملہ کہ بعد عمر ہوا ایسا معلوم ہوتا ہو جو عدالتی گواہونکو دو ایک بات سکھا دیجاتی ہو کہ اتنا ضرور کہنا وکیل مختار ہزار گھما دے پھر آکر یہ بو لنا مگر اسکو نہ بھولنا یہی حال ہو اہل سنت کی ان روایتون کا کہ عقد عمر یاد کر لیا گیا ہے وہ کسیطرح نہین چھوٹتا دنیا بھر کی بات کہہ جاؤ مگر مرغی کی ایک ٹانگ اگرچہ اس جملہ کو بحث عقد عمر سے زیادہ تعلق نہین ہے مگر علماء اہل سنت کی تحقیقات کا حال اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی نافہمی سے کیسے کیسے پیش پا افتادہ غلطیون مین مبتلا ہوتے ہین۔

ساتوان جملہ یہ ہو کہ ان سب روایتون مین یہ بھی مذکور ہو کہ بعد عون عقد ام کلثوم کا محمد بن جعفر سے ہوا اور بعض روایتون مین مقدم ہین عون پر۔ حالانکہ وہی مورخین و محدثین اسکے بھی قائل ہین کہ محمد بن جعفر نے بھی جنگ تستر مین وفات پائی پھر فرمائیے جب عہد عمر مین ہی شہید ہو چکے تھے تو پھر بعد کو زندہ کیونکر ہوئے جنہون نے بعد عون یا قبل عون عقد کیا ان سب خرابیون کا سبب وہی اشتراک نام ہو اور تحقیق نہ کرنا یا عمداً دھوکا دینا ہے علمائے اہل سنت کا کہ چند آدمیونکی مختلف واقعات بسبب اتحاد اسم ایک آدمی کیطرف منسوب ہوئے۔

اصلیت یون ظاہر ہوتی ہو کہ چند زوجہ عمر کا نام ام کلثوم ہی تھا اور ایک ام کلثوم بنت ابوبکر ہے انہون نے خواستگاری کی جسپر ادھر سے انکار ادھر سے اصرار ہوا بوجہ زوجیت ام کلثوم سابق سامعین کو اشتباہ ہوا کہ عمر نے جسکی خواستگاری کی اور انکار ہوا اوسی سے یہ عقد بھی ہوا حالانکہ زوجہ خلیفہ سے ام کلثوم بنت ابوبکر کی نسبت عون بن جعفر سے مقرر تھی یا بچپن ہی مین انکی شادی ہو گئی تھی

جسکے بعد عون جنگ تستر مین شہید ہوگئے تو اس واقعہ کی تاریخ بدلکر یہ بیان کر دیا کہ بعد عمر انکا عقد ہوا۔

اور ام کلثوم بنت جناب امیر کا عقد حضرت زینب کے شمول مین محمد بن جعفر سے ہو چکا تھا جنکا زندہ رہنا جنگ صفین تک یقینی طور پر ثابت ہے جنکی اولاد بھی ہوئی کہ انکے بیٹے قاسم بن محمد کا عقد ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر سے ہوا۔ بوجہ اسکے کہ محمد بن جعفر بھی جنگ تستر مین شریک ہوئے ہونگے اور انکے بھائی عون وہان شہید ہوئے علمای اہل سنت نے مغالطہ مین اکر انکی شہادت کے بھی وہین قائل ہوگئے حالانکہ موجودگی محمد بن جعفر جنگ صفین مین یقینًا ثابت ہے۔ غرض واقعات کل صحیح ہین مگر یہ ہے تو نسبت واقعہ مین کہ کون کسکا واقعہ ہے کون کسکا۔ بے عقلی کے سبب سے تمیز نہ کرسکے سب واقعہ کو گڈمڈ کرکے بیان کر دیا مگر اصلی مقصد عقد عمر کو نہ بھولے۔ دیوانہ بکار خویش ہشیار

آٹھوان جملان سب روایتوں کا یہ ہے کہ ان تین عقدونکے بعد عقد حضرت ام کلثوم کا عبد اللہ بن جعفر سے ہوا بلکہ خود جناب امیر نے یہ عقد کر دیا جیسا کہ ازالۃ الغین مین ہے صفحہ ۹۲۹

اس واقعہ مین یہ خرابی ہے کہ حضرت عبد اللہ شوہر حضرت زینب ہین تو ابانسے عقد کیونکر ممکن ہے جمع بین الاختین لازم آتا ہے؟۔ اور حضرت زینب کی موجودگی مین تا بہ معرکہ کربلا بلکہ بعد اوسکے کسی قسم کا کسی غرض سے کسیکو عذر نہین۔ تو اب اگر یہ عقد کسیطرح ممکن ہے تو بعد رحلت حضرت زینب جو یقینًا بعد ۶۲ھ ہجری ہے جس سے وہ دعوے کہ ام کلثوم اور زید ماں بیٹے ساتھ وفات کی غلط ہوتا ہے حالانکہ بقول عبد العزیز و حیدر علی یہ متواتر ہے۔

خدا عقل دے اہل سنت کو جو کچھ بھی تحقیق کر دیتے ہون اور واقعات مین غور کرنے کے عادی ہوتے اب پھر وہی دو صورتین ہین یا سب روایت غلط۔ یا یہ کہ اشتباہ رجات کے قائل ہون جسکی بھی چند صورتین ہین یا کسی ام کلثوم زوجہ عمر سے حضرت عبد اللہ نے عقد کیا۔ یا ام کلثوم دختر ابو بکر سے عقد کیا بعد عون بن جعفر کے۔ یا بعد طلحہ کے جو جنگ جمل کیوقت شوہر ام کلثوم بنت ابو بکر تھے۔ یہ سب صورتین اوسوقت کی ہین کہ بقول ازالۃ الغین نکاح پڑھنے والے جناب امیر تھے۔ اور اگر اس خیال کو دفع کرکے دیکھیں کہ یہ غلط فہمی مکرر یا حمق حیدر علی کا قصور ہے جنہون نے تزویجها بخود کا یہ ترجمہ کیا کہ حضرت نے اونکا عقد عبد اللہ بن جعفر سے کیا صرف عقد ام کلثوم کا خیال کرین تو یہ ممکن ہے کہ بعد رحلت حضرت زینب حضرت عبد اللہ کا عقد ام کلثوم بنت فاطمہ سے ہوا ہو مگر واقعہ کربلا ایسا نہین ہوا تھا جسکے بعد کسی بنی ہاشم کو ایسے خیالات پیدا ہون۔ تو اب اصلیت اسکی اسقدر

ریگئی ہو کیونکہ زمانہ موت حضرت عبداللہ اور موت حضرت ام کلثوم قریب قریب واقع ہے۔ اسی سے کوئی موت ام کلثوم کا قبل وفات عبداللہ قائل ہو کوئی بعد کا۔ اس قرب زمانہ موت سے یہ جوڑ بھی لگا دیا گیا کہ ان دونون مین عقد بھی ہوا حالانکہ اصل منشا بیان کرنیوالونکا تعین زمانہ موت تھا نہ بیان عقد یہ امر نہایت درجہ قابل غور ہو کہ حسب روایات اہل سنت ہر بیوہ گری کے بعد عقد اوس سیدہ مظلومہ کا اپنی ہی خاندان مین ہوا خواہ برضا انکی یا بجبر جناب امیرؑ۔ تو اب کس عقل سے کوئی قائل ہوسکتا ہو کہ پہلا عقد خلاف خاندان ایک ایسے شخص سے کیا گیا جسکی نسب کا ابھی تک ٹھکانا نہیں لگا آخر وہ کونسی مصیبت تھی کہ جناب امیر نے اپنی چار سالہ لڑکی ایسے بدمزاج خبیث سے بیاہ دیا؟ یہ تقریر بھی ہماری اوسی بنیاد فرض اور تسلیم پر ہو کہ ہر امر سے ہم قطع نظر کر کے اسکے قائل ہیں ورنہ اتنی محال باتونکے لازم آنے پر کوئی عاقل ایک منٹ کیلئے بھی کیونکر عقد عمر کو قبول کرسکتا ہے۔

نوان مضمون اسکا دفات کرنا ہے ام کلثوم کا زید بن عمر بن خطاب کے ساتھ بعہد معاویہ اسکی تحقیقات بھی تین جزو ہین (۱) کوئی ام کلثوم زوجہ عمر تھی یا نہین (۲) زید کسکے تھے اور کسکے بطن سے (۳) مان بیٹے ام کلثوم زید بعہد معاویہ ساتھ مرنیوالے کون ہین۔

کنز مکتوم مین ثابت کیا گیا ہو کہ عمر کی تین زوجہ کا نام ام کلثوم تھا ایک ۱ جو زمانہ جاہلیت سے انکی عقد مین تھی ام کلثوم بنت جرول خزاعی مادر زید بن عمر و عبیداللہ بن عمر اصابہ و تاریخ کامل ص۲۳ ج ۳ اور امام نووی بعد وفات رسول اس عقد کے ناقل ہین کما یظہر من کلامہ۔

دوسری ۲ ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت انصاری مادر عاصم تاریخ خمیس ص۲۵۱

تیسری ۳ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے بعد صلح حدیبیہ عقد کیا تفسیر کبیر ص۱۹۲ ج ۹ دیکھو کنز مکتوم ص۳۳

(۲) زید کا بطن ام کلثوم خزاعیہ سے ہونا بھی ثابت ہوچکا ہو۔ چنانچہ دارقطنی و شاہ عبدالحق نے بھی تصریح کی ہو کہ عبیداللہ بن عمر (جو جنگ صفین مین جناب امیر سے لڑنے نکلا تھا اور مارا گیا) اور زید بن عمر بطن ام کلثوم خزاعیہ سے تھے۔ اور خود مخاطب بھی فرماتی "بعض نے نام اونکا ام کلثوم بنت جرول بن مالک لکھا ہو۔ ... وزید اصغر و عبداللہ اوسکے بطن سے تولد ہوے ص۲۷ اور مروج الذہب علامہ مسعودی مین ہو کہ اولاد عمر سے عبداللہ و حفصہ زوجہ نبیؐ اور عاصم اور فاطمہ اور زید ایک

مان سے تھے اور فاطمہ اور دوسری لڑکیان اور عبد الرحمن اصغر جسپر حد شراب جاری ہوئی اور ابو شحمہ
کے نام سے مشہور تھا ایک مان سے ہیں صفحہ ۱۳۲ ج ۵ کامل دیکھو قشفی صفحہ ۲۲۱ ۔
جس سے یہ بخوبی ظاہر ہوا کہ حضرت عمر کے صاحبزادے زید نامے ایک ہی تھے جو لبطن ام کلثوم بنت جرول سے
پیدا ہوئے چنانچہ کنز مکتوم مین بصراحت مذکور ہے کہ زید بن عمر ایک ہی تھے اور اگر اہلسنت کے غلط بیانیون پر
خیال کرکے دو زید کا خیال ہو کیونکہ بعض حضرات ایک کو زید اصغر کہتے ہین دوسرے کو زید اکبر تو بفضلہ تعالے
اوس زید کی مان کا نام بہی ام کلثوم ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ علامہ مسعودی زید کو اور عاصم کو ایک مان سے
بتلاتے ہین جسکا نام ام کلثوم بنت عاصم تھا تو بالفرض اگر دو زید تھے تو ایک زید ام کلثوم بنت جرول کا بیٹا
ٹھہرا جسکا مخاطب کو بہی اقرار ہے دوسرا ام کلثوم بنت عاصم کا بیٹا ٹھہرا نہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کا جنسے
عقد ہونا عمر کا یقینا محال ہے تو اب تیسرا مرحلہ بہی طے ہے کہ یہی ام کلثوم خزاعیہ و زید بن عمر مان بیٹے بعہد
معاویہ ساتھ مرے جنپر ایک ہی ساتھ نماز ہوئی بقول شاہ عبد العزیز صاحب جناب امام حسین نے
نماز پڑہی اور کوئی کسیکا وارث نہوا اور بروایت صحیح عطاء خراسانی ام کلثوم اور اوسکے بیٹے زید پر نماز جنازہ
عبد اللہ بن عمر نے پڑہی یہی وجہ ہے کہ صاحب اصابہ نے اپنی اس روایت صحیح مین نہ ام کلثوم کو بنت
علی لکہا ہے نہ زید کو بن عمر کیونکہ صحت ان اشخاص کی معلوم نہ تہی صرف صحت واقعہ کو اونہون نے بیان کیا
نہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا جو با تفاق روایات فریقین معرکہ کربلا مین موجود تہین جیسا کہ
مقتل ابو مخنف و مشہد ابو اسحق اسفراینی و روضۃ الشہدا و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و حبیب السیر و
بحر الشہادتین و ینابیع مودۃ ذوی القربی و دیگر کتب تواریخ مین مذکور ہے جیسے کہ علامہ ابن اثیر محدث
نہایۃ اللغہ مین بذیل لغت فرث خطبہ حضرت ام کلثوم کا بمقام کوفہ نقل فرماتے ہین فی حدیث ام کلثوم
بنت علی ع قالت لاہل الکوفہ اتدرون ای کبد فرثتم رسول اللہ ص الفرث التفتت بالغم والاذی فیہ صفحہ ۲۶۸ اور
مجمع بحار الانوار مین علامہ محمد طاہر گجراتی فرماتے ہین فی ح ام کلثوم بنت علی قالت لاہل الکوفہ اتدرون ای
کبد فرثتم رسول اللہ ص الفرث الفتت الکبد بالغم والاذی صفحہ ۶۴ ج ۳ مطبوعہ نولکشور —
اور اگر اس بیان شافی پر بہی تسکین نہو تو سنہ عقد وغیرہ جوڑ کر ملا لیجے جس سے ولادت زید محال
قرار پاتی ہے کیونکہ جو لڑکی سنہ ۱۷ مین بوقت عقد خلیفہ چار برس کی تھی
وہ سنہ ۲۳ ایکسال قبل رحلت خلیفہ مین نہ ۹ سالہ ہوتی ہے جو ابتدائے زمانہ بلوغ

شرعی ہے اب ایک سال کے چند مہینے کل حیات خلیفہ سے باقی ہیں۔
کیونکہ وفات انکی ۲۳ھ مین ہے اس عرصہ مین دو لڑکے زید اور رقیہ کیونکر پیدا ہو سکتے
مین یقیناً محال ہے اوسپر طرہ یہ ہے کہ ان دونو لڑکون مین سے کوئی لڑکا آخر اولاد خلیفہ
نہین ہے بلکہ زینب آخر اولاد ہے جو بطن ام تکیہ سے پیدا ہوئی دیکھو کنز مکتوم صفحہ ۱۱۲
یار دوستو سنی ہو یا شیعہ مگر عقل کی بات کرو سمجھ بوجھ حال کرو۔ نہ معجزہ کہتے ہو۔ نہ کرامت بتاتے ہو
نہ سحر۔ نہ جادو۔ پھر کس عقل سے نہ سالہ لڑکی کو ۶۳ برس کے بڈھے سے ایک سال مین دو لڑکا
ہونا قبول کر سکتے ہو۔
ان دلیلون کے بعد ہمکو گمان بھی نہین ہوتا کہ کوئی متنفس بجز اقرار ضعیف روایت یا اشتباہ
علما و روات کی دوسرا پہلو اختیار کریگا۔ اور صرف ایذا دہی خدا و رسول کے لئے۔
جملہ روایات و تاریخی واقعات کو جھٹلا کر اسکا قائل رہیگا۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت جناب امیر
کا عقد عمر سے ہوا جس سے زید و رقیہ پیدا ہوئی اور ساتھ بعد معاویہ مری جنپر ایک ساتھ نماز
جنازہ ہوئی۔ اگر انسے بھی تسکین نہ ہو تو اب صریحی روایت سے ولادت زید کو باطل کرتا ہون کیونکہ جو حضرات
اہلسنت عقد عمر کے قائل ہین وہی حضرات یہ روایت بھی لکھتے ہین چنانچہ ہدایۃ السعدا ملک العلما دولت
آبادی مین ہے فی خزانۃ الجلالیہ والنکات کانت لفاطمہ الحسن والحسین والاحسن ولم کلثوم واحسن مات
فی الصغر لاعقب لہ وکذلک ام کلثوم ماتت فی الصغر عند عمر بن الخطاب لاعقب لہما صفحہ ۱۰۹ نسخہ قلمی۔
یعنی وفات کیا ام کلثوم نے نزدیک عمر کے اور کوئی اولاد اسکے نہوئی۔ اب فرمائیے کہ جب بتصریح
علما ثابت ہو کہ کوئی اولاد اون سے نہوئی کمسنی مین انتقال کیا تو پھر کس منہ سے آپ اسکے قائل ہین
کہ زید بن عمر حضرت ام کلثوم کے بطن سے ہوئے اب فرمائیے کہ بجز اقرار بہ اشتباہ علما و رواۃ کیا چارہ ہے
جہان اونکو انتساب تزوج ام کلثوم مین اشتباہ ہوا یا عمداً مرتکب کذب ہوئے وہان یہ جوڑ بھی لگا دیا کہ زید اونسے
پیدا ہوئے اور دونو نے ساتھ انتقال کیا وفی ذلک کفایۃ لاہل الہدایۃ۔ یہ بات ہماری کیا انبیا کی قبضہ سے
بھی باہر ہے کہ سچ بات پر کسیکو اعتقاد بھی دلوا دین۔ اور اقرار کرا دین کہ وہ کفریات کو چھوڑ کر امر حق کا اقرار بھی کرے
ہدایت اسیکا نام ہے کہ سچی بہر جہی بات کو انکو ظاہر کر دے آیندہ اختیار ہے۔ وہ ہمنے کر دیا۔
قول موقوف۔ مث سد۔ اب غور فرمائیے کہ اس روایت مین کسطرح کی شناعت پائی جاتی

آپ نے عبث غیظ و غضب فرمایا آخر معاشرت جنگ عرب مین کچھ فرق ہے یہان معیوب وہان مستحسن خصوصاً زمانہ
رسول صلعم مین علی ہذا حدیث کلینی سے عدم امتناع رویت مخطوبہ عند الفریقین ثابت کرتا ہون باقی جوابات گالیونکا
جو نسبت حضرت غوث الاعظم و حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی ہین اگر لکہون خلاف اوس شرط کی واقع ہو جسکو ذکر کر چکا
ہون جناب من یہ کام فرومایہ لوگونکا ہے کہ جب جواب دینے سے عاجز ہوتے ہین گالیان دیتے ہین آپکی ذات امام المومنین کہلاتی ہے
تعجب ہے کہ آپ ایسے الفاظ نا ملائم سے وہ زبان کہ جس سے حمد و ثنا خدا و رسول کی فرماتے ہین آلودہ کرین اور آیہ و [illegible] قل انما
حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و بطن کی خلاف عمل کرین اس کمترین کی نیازمندی کو آپ ملاحظہ فرمائین کہ
باوجود مواقع کثیرہ اپنی زبان کو ساتھ ایسے الفاظ درشت کے ملوث نہین کرتا آپ اسکا آیندہ لحاظ رکھیں الا اشاعۃً عرض کرتا ہون
کہ بفضلہ اہل سنت و الجماعت ان امور سے مبرا ہین علمای قوم شیعہ کے یہان البتہ متعہ بحث اور متعدد سی جاری ساری ہے
بسم اللہ خانم اور انکی مسائل کا حال سب پر روشن ہو ص بادضوی صبح خفتن میگزارد + نامرادان را معنی داد مراد
کم شدی خالی دوانش از قلم + ہر مراد ہر کسے میزد رقم [illegible] فیہا للفاعلین + بابہا مفتوحۃ للداخلین [illegible] خانم

دفع الوثوق خوب غور کیا خدا آپکو فہم دے کفش دوز کی عامیانہ تقریر پر ایمان لانا آپ
ہی کا کام ہے یہان رویت مخطوبہ کی بحث نہین جسکے جواز کی آپکو فکر ہے بوسہ لینا کشف ساق وغیرہ
سے بحث ہے جسکے جواز کی دلیل نہ حیدر علی نے دی نہ آپنے جو اونکے پیرو ہین۔ بات سمجھ لیا کیجئے تب
گفتگو کیجئے کفش دوز نے اپنی اصالت دکھائی جو سادات عظام کی نسبت ابن مرجانہ کا لفظ استعمال
کیا حالانکہ ابن مرجانہ برادر زادہ معاویہ ہے جسکی غلامی کا فخر تمام اہل سنت کو ہے۔
رواج کا فرق جو آپنے نکالا ہے یہ بیشک ایک طبعزاد مضمون ہے تو کیا اس رواج سے حرام حلال ہو جائیگا
کیا عرب کا یہی رواج تھا کہ عقد کرنے پر مجبور کرے اور نابالغہ رشیدہ لڑکی کو مجمع عام مین پکڑ کر بوسہ لے
کشف ساق کرے۔ آپنے علامہ سبط ابن جوزی کا قول اس بارے مین یاد فرمائیے جو سابقاً مرقوم ہوا
کہ رقیہ کے ساتھ بھی یہ جائز نہین ہے کیونکہ مس اجنبیہ باتفاق اہل اسلام حرام ہے جیسے مانا کہ یہی
یہ روایت صحیح ہے کہ ابوبکر صاحب بی بی عایشہ کو رسول کی خدمت مین لائے تھے کہ اس سے دل
بہلائے جسکے بعد فوراً واپس چلی گئی تو کیا رسول اللہ صلعم نے اوس وقت لیا کشف ساق کیا سینہ
سے چمٹایا جو یہ اتہام اوسکے ان امور کی نسبت واسطی رسول کیطرف کرتے ہین
ہمکو بھی نہین معلوم ہے تا کہ مولوی حیدر علی مرحوم نے کونسی گالی دی آپکے غوث الاعظم کو یا شاہ
عبد العزیز کو مولوی صاحب نے ایسے قصد لکھا تھا جسکے آپ ہی قائل ہین"

بنظر انصاف ان روایات و اقوال سنیہ مین تامل کرنا چاہیے کہ کسقدر کفر و الحاد اس فرقہ کا اور عداوت و نفاق بانفس رسول اس سے مترشح ہے اور کیسے کیسے کلمات نازیبا مشعر ہتک حرمت و اسارت ادب طرف اہل بیت اطہار اور ذریت رسول مختار منسوب کرتے ہین کہ اگر کوئی نسبت پیر و مرشد و عالم سنیونکے مثل پیر دستگیر و شاہ عبد العزیز کے بلکہ احاد ناس کے ایسا کلمہ لکھے کہ مثلاً غوث الاعظم یا عبد العزیز کی بیٹی کا کسی نے کمر بند کھولا اور برہنہ کیا یا چھاتی سے چمٹایا یا بوسہ لیا اور مساس کیا تو کسقدر سنی لوگ برا مانین گے اور حتے المقدور لڑنے کو آمادہ ہونگے صـ۱۶ قول موثوق کیا اسکو آپ گالی سمجھے ہین یہ تو جملہ شرطیہ ہے کہ اگر ایسا کوئی کہے تو سنی لڑنے پر آمادہ ہوجاینگے اسمین گالی کونسی نکلی جو آپ اسقدر برہم ہوگئے۔ شرطیہ طور پہ کہنے سے تو واقعیت اوسکی ثابت نہین ہوتی پھر کیون آپکو برا لگا معاشرت ہند و عرب کا فرق کیون نہین نکالتے کیونکہ غوث الاعظم تو سید ہین اور شاہ عبد العزیز بھے عربی کی نسل سے ہونگے کیونکہ فاروقی ہین

دیکھئے آپکے ایمان کی حقیقت یہین ظاہر ہوگئی کہ صرف خیالی طور پر ایسے امور کی نسبت سے خیالی دختران غوث و شاہ صاحب کیطرف آپکو یہ حرارت آئی۔ اور بضعہ رسول کیطرف وہی امور واہیہ آپکے علما منسوب کرتے ہین مگر حرارت کیسی آپ کسیطرح کی شناعت کے بھی نہین قائل ہوتے بلکہ بہایت زوروں سے اسکے اثبات کرنیکی فکر مین ہین افسوس مولوی کرامت علی صاحب مرحوم سے اسقدر آپ ناراض ہوئے حالانکہ اوس مرحوم نے کیسی پیشینگوئی کی تھی کہ فوراً اوسکا اثر ظاہر ہوا۔ آپکو تو اونکے اولیاء اللہ ہونے پر ایمان لانا چاہیے جنکی ایسی کرامت نمایاں ہوئی۔

اب اوس روایت کے ذکر کی یہان کیا ضرورت ہے جو صاحب کنز مکتوم نے قول صاحب صواعق محرقہ نقل کیا دربارہ اسکے کہ وہی طور پر بھی ذکر دختر خلیفہ سے فقیہ ساقط العدالہ اور واجب التعذیر قرار پایا اور ابن خلدون نے عباسہ خواہر ہارون رشید کی نسبت خلاف اجماع مورخین غل مچایا کنز مکتوم صـ۸ ملاحظہ ہو۔

علمائے خاندان رسالت سے خلافت ہی نہین چھینی بلکہ کسیطرح کی عظمت و وقعت بھی آپلوگون کے دلمین باقی نہ رہی خوب کہا ہے ؎ خوک باشی خرس باشی یا سگ مردار باش * ہرچہ باشی باش لیکن عرفی اندیشہ کے زردار باش۔ اگر آپکے یہان متعہ بحث یا متعہ دوری نہین ہوا ہی ہو تو اسکی بھی وہی علۃ للشائع سمجھئے جسمین ابوجہل اور ابولہب کی بجائے عمر ابن الخطاب یا مستامن بھی ہو گئے

وابن خلکان وتمامی خلفا وعلما اہل سنت مبتلا ہیں وہ متعہ کیونکر جاری رکھتے رسول اللہ
اگر سوا عقد کرکے جسمین آپکے خلفا کی بیٹیاں بہنیں بھی داخل تھیں نکاح کو ضروری نہ بتا گئے
ہوتے تو خلفا اوسکو بھی موقوف کرتے اور عمل قوم لوط کے عامل رہتے۔

قول موثوق ماتی رہا غسبہ فرسی التقبیل کا اسکا جواب ازالۃ الغین مین بشرح وبسط لکھا ہے ملاحظہ کرلیا جائے
اسمین گفتگو کرنا میرے نزدیک فضول ہے کہ یہ پرانے ڈھکوسلے اور قدیم چپچلے ہین مین ہرگز اسطرف
متوجہ نہین ہوتا مگر واسطے تسکین طبع آپکے مختصراً عرض کرتا ہون کہ آپنے تقلید توم اختیار کی ہے کیونکہ
مرزا محمد کشمیری صاحبنے بھی کئی سال بیشتر یہ راگ گایا ہے اور صاحب ایقاب تو آپکے مقتدا ہین مرزا صاحب
کشمیری اپنے نزھۃ جہارم مین اس تشنیع سے زبان آلودہ کرچکے ہین اور مولانا حیدر علی صاحب نے
بجواب اسکے جو کچھ فرمایا ہے وہ ایسا ہے کہ زنگ شبہات اہل نفاق قطعی قلوب مظلمہ انکے سے صاف وپاک ہوجاتا
ہے اور گرد کدورت کفر والحاد بالکل ڈھلجاتا ہے مگر چونکہ قلوب اہل شقاق مختوم منجانب اللہ اور ظلمت قساوت
فطری سے سیاہ وتباہ ہین لہذا اثر اسکا مفقود اور وہی کثافت وتیرگی مشہود ہے بقول قائل ؎

حق عیان چون مہر رخشان آمدہ ۔ لیک اندر شہر کوران آمدہ – دیدہ حق بین اور قلب سالم الیقین پیدا کیجئے
اور دیکھئے کہ مولانا صاحب ماتی ہین – قبل ازین بمجلا انگوشت رسانیدم کہ این تقریر زنہار صلاحیت
معارضہ ندارد وشرح ابہام وبسط این مرام آنکہ از روایات معتمدہ واقوال معتبرہ علماء فریقین بوضوح پیوستہ
کہ ہر کس کہ ارادۂ عقد نکاح بازنی داشتہ باشد وآن زن اگرچہ بعد بلوغ رسدہ دیدنش بحالت قعود وہم درحالت
قیام وسکون ومشی ہمہ درست است بلکہ مجاس ومعاصم اورا نیز توان دید کیف مخلو – بحدی صغیر باشد
کہ پنج وشش سالہ بود چنانکہ خواہی دانست انشاء اللہ تعالیٰ۔

(دفع الوثوق)

اگر آپکو دعویٰ خیر فہمی نہوتی تو مین ہرگز یہ دردسری نکرتا بلکہ سنئے بعد ازاں یہ تو فرمائیے اس عبارت کے کون سے
جملے سے کشف ساق وضم صدر وتقبیل وبوسہ بازی کی اجازت نکلتی ہے کیا منظور یہ کر منہ یا ہاتھ یا محاسن
دیکھنے کھڑا بیٹھا پھرتے چلتے دیکھنے سکے یہی مطلب ہین کہ اوسکو سینہ سے چپٹانے ساق یا کھولے بوسہ لے۔
یہ تو ہم خوب جانتے ہین کہ ہمارے سمجھانے کا اثر آپ پر مطلقاً نہوگا نہ آپ کسیطرح سمجھینگے شاید کسی
سنی عالم کے سمجھانے سے آپ سمجھین یا اسکی برائی پر متنبہ ہو لہذا ایک سنی عالم حنفی المذہب کا قول نقل
کرتے ہین خدا کرے اوسیکے کہنے کا اثر ہو اور آپ برے بھلے کی تمیز کرسکیں دیکھیئے آپکے عالم سبط ابن
جوزی تذکرہ خواص الامۃ مین اپنے جد امجد کی کتاب منتظم سے ایسی ہی روایات کو بالاجمال نقل

کرکے بتقسیم شرعی فرماتے ہین" واللہ یہ امر نہایت ہی قبیح ہے کیونکہ لونڈی کی نسبت بھی خلیفہ دوم ایسا نہ کرتے چہ جائیکہ خانوادہ رسالت کے ساتھ اسلئے کہ عورت اجنبیہ کا بدن چھونا یا جماع تمامی مسلمانان حرام ہے پس کیونکر ایسے امر کی نسبت کیجا سکتی ہے خلیفہ دوم کیطرف دیکھئے کنز مکتوم صفحہ ۴۱ کے ہئے صاحب اب بھی کچھ سمجھے یا نہ سمجھے اگر نہ سمجھے تو یون سمجھئے کہ ایسا امر قبیح ہے کہ مولوی حیدر علی سے اسکے جواب مین کچھ نہ بن پڑا اس مضمون کو الحاقات شیعہ سے اقرار دیا فرماتے ہین کہ کشف را ضمیمہ روایت فرمودند تا بزعم خود محمدت را بہ منقصت بدل کنند انا لاالقین صفحہ ۹۴ کہئے جو امر ایسا قبیح ہو کہ سبط ابن جوزی لونڈیونکی نسبت بھی جائز نہ رکھین اور مولوی حیدر علی اوسکے رفع قباحت مین غل غپاڑا مچا کر یہ جواب دین کہ شیعونکا الحاق ہے کہ مدح کو امر مذموم سے بدل کرین اسپر بھی آپکو اسکی برائی نہ معلوم ہو تو بس خدا ہی آپکی اصلاح کرے اور کیا کہون کنز مکتوم ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲

آپ ہی سے خوش فہم اسکے بھی ناقل ہین"، کہ خلیفہ نے صحابہ سے یہ فرمائش کی کہ جماع کرادو جسپر سیرۃ حلبیہ الا ملکھا ہے شاید اس بارہ مین کوئی حکم ممانعت صحابہ کو نہ معلوم تھا جو اس قول پر عمر کے انکار کرتے جیسا کہ خود عمر کو نہ معلوم تھا کنز مکتوم صفحہ ۴۳

سچ فرمائے کہ بنی نوع انسان یا حیوان سے بھی ایسا امر سرزد ہوا ہے تو بہ توبہ کسی کی محبت مین ایسا حواس باختہ بھی کوئی ہوتا ہے کہ نہ آگ سوجھے نہ پانی ـــــ ارے بھائی اہلبیت سے عداوت تھی خلافت لی تھی قتل کیا تھا قیدی بنایا تھا تو اب اسکی کیا ضرورت تھی کہ ایسی ایسی باتین بھی ادھر منسوب کردیں جس سے خود خلیفہ آپکے بہائم بھی نہ رہین۔

خارج از بحث روایت اسقاط محسن کا صرف اسقدر جواب دیا ہے۔ کہ رشید الدین و حیدر علی نے خوب جواب دیا ہے مگر اصل جواب نہ لکھا۔ اسپر بھی اعتراض ہے کہ مولوی کرامت علی صاحب نے توضیح الانوار و میزان ذہبی کا نام لکھدیا مگر عبارت نہ لکھی۔ بعدہٗ شہادت حضرت ام کلثوم کے بارے مین دربارہ فدک گفتگو کی ہے کہ اوسوقت یعنی سنہ ۱۱ ہجری مین سن حضرت کا ہفت سالہ تھا۔ ایسے سن کی گواہی ناقص سمجھی جاتی ہے"، بعدہ یہ کہا کہ طعن الرماح سے بھی ثابت ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی نہ ام کلثوم منشا اس تقریر کا بھی وہی خوش فہمی ہے۔ کیونکہ شیعونکی بحث صرف اسقدر ہے کہ گو اہلسنت روایات

اداوشہادت حضرت ام کلثوم کو دربارہ فدک تسلیم نہین کرتے جیسا کہ شہادت جناب امیر بھی قبول نہوئی
نہ دعوای جناب سیدہ منظور ہوا مگر اسکا کوئی قائل نہین کہ حضرت ام کلثوم اوسوقت ایسی کمسن تھین
کہ گواہی نہ دیسکتی ہون۔ جسکا منشایہ ہو کہ اوسوقت اونکا اتنا سن تھا کہ گواہی دیسکتی تھین دیکھو
تفصیل اسکی کنز مکتوم ص۹۹ تا ص۱۰۳

اسی ذیل مین یہ بھی فرماتے ہین "اور یہ یاد رہے کہ جو روایت خلاف عقل و نقل ہو وہ روایت
قابل استدلال نہین ہوتی بلکہ ترک اوسکا واجب ہوتا ہے ص۴۲

تو اب بحق ارواح ثلثہ فرمائین کہ روایات مذکورہ متعلق عقد عقل و نقل کے خلاف ہین یا نہین ؟
اور ترک اوسکا واجب ہی یا نہین ؟ غور فرمایئے کتنے محالات کتنے محرمات لازم آتے ہین جسکو بڑا سے
بڑا فلاسفر بھی نہین سلجھا سکتا۔ بیچارے علماے اہل سنت جو آجتک ہزارون مغالطے مین پڑے ہین۔ اور
روز بروز پڑتے جاتے ہین جسکی چند نظیرین بھی اسی اشتباہ رواۃ و علماکے متعلق کنز مکتوم
مین مذکور ہین جسکی مختصر فہرست یہ ہی

(۱) ابوحنیفہ کے نام کے بیس آدمی تھے اسوجہ سے اونکے حالات و اقوال مین علماء اہل سنت و رواۃ کو شتباہ ہوا۔
(۲) ام کلثوم بنت ابوبکر کو لوگون نے بوجہ روایت بلاسند صحابیہ کہا اشتباہ ہے
(۳) ام کلثوم بنت عباس اور بنت فضل بن عباس مین اشتباہ ہوا
(۴) عمر ابن ابی سلمہ اور عمر بن خطاب مین اشتباہ ہوا
(۵) ابوبکر خلیفہ اور ابوبکر ابن اشعوب مین اشتباہ ہوا
(۶) خلیفہ دوم کے تین بیٹے مسمے بہ عبدالرحمن مین اشتباہ ہو کہ ابوشحمہ محدود کون تھا۔
(۷) ابن خلکان لکھتے ہین کہ عماد الدین نے ایک قصیدہ کو ابوبکر محمد بن حداد فقیہ مصری کیطرف منسوب کیا
حالانکہ وہ قصیدہ ہی ظافر بن قاسم مشہور بہ حداد شاعر کا بسبب اشتراک لفظ حداد سے اونکو اس شبہ
مین ڈالا وفیات الاعیان ص۳۰۳
(۸) سعد بن معاذ کے بارے مین بلا اشتراک نام اشتباہ ہوا جو درج صحیحین ہوگیا۔
(۹) روایت مسروق صحیح بخاری مین اشتباہ ہوا۔
(۱۰) واقعہ مکہ و مدینہ مین ایسا اختلاط ہوا کہ دونو ملا دئے گئے یہ بھی بخاری مین ہی۔

(۱۱) قصہ حجۃ الوداع مین ۳۰ جگہ علمائے اہلسنت کو اشتباہ ہوا

(۱۲) شوذ عالم حنفی ناقل ہین کہ امام مالک قائل بجواز متعہ تھے اون سب کی نسبت رشید الدین خانصاحب فرماتے ہین اصل مین صاحب ہدایہ سے خطا ہوئی کہ ایسی غلط نسبت امام مالک کیطرف کردی اور سب علمانے اوسی کی پیروی مین بلا تحقیق ایسی نسبت کی کنز مکتوم ملاحظہ ہو از صفحہ ۱۴۰ لغایت ۱۶۳

یہ تقریر یون ہی نہایت دلچسپ ہے کہ اکثر ناقلان جواز متعہ از امام مالک صاحب ہدایہ پر قدم مین

تیسری نظیر جو سند حال کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ کل تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے والے شیعونکو معلوم ہے کہ اسما بڑی بیٹی ابوبکر کی زبیر کے نکاح یا متعہ مین تھی اور ام کلثوم بنت ابوبکر جسپر خلیفۂ دوم کی یہ سب چڑھائی ہوئی۔ بوقت جنگ صفین طلحہ کی زوجیت مین داخل تھی مگر مولوی احتشام الدین جونے مناظر شیعونکو پیدا ہوئے ہین اور ماہواری رسالہ مرادآباد سے شائع کرتے ہین جسکے جواب مین شیعونکی طرف سے بھی انتصار الشریعہ اور روشنی کا ماہوار رسالہ نکلتا ہے اپنی نصیحۃ الشیعہ کی تیسری جلد مین فرماتے ہین" چنانچہ حضرت عائشہ کی ایک بہن ام کلثوم زبیر کی بی بی تھین دوسری بہن اسمار طلحہ کی بی بی تھین اور عبد اللہ بن زبیر وغیرہ ان دونون کے لڑکے فرزند جو حضرت عائشہ کے حقیقی بھانجے تھے اس گروہ مین موجود تھے صفحہ ۲۳ ج ۳

آپ اسی ایک نظر سے سمجھ سکتے ہین کہ علماء اہل سنت کی تحقیقات کس درجہ کی ہے اور کیسی کیسی دھوکے انکو پیش پا افتادہ باتو نمین پڑتے ہین۔ جب اپنے خلفا کی بیٹیون کی تحقیقات مین یہ حال ہے کہ اسمار کو زوجہ طلحہ اور ام کلثوم کو زوجہ زبیر بناتے ہین۔ اور پھر عبد اللہ بن زبیر کو دونو کی بطن اور دونون کے نطفہ سے قرار دیتے ہین۔ تو دوسرے واقعات کی تحقیقات کا کیا کہنا ہے خصوصاً واقعات اہل بیت اطہار مین جنکی عداوت انکے خمیر مین داخل ہے۔

واقعاً بیچاری ام کلثوم بنت ابوبکر صرف اسوجہ سے کہ زمانہ حیات خلیفہ مین نہ پیدا ہوئی۔ بلکہ ایسے وقت پیدا ہوئی کہ خلافت اس گھر سے نکل چکی تھی۔ کیسی کیسی مصیبتون مین مبتلا ہوئی کہ چار ہی برس کے سن مین خلیفۂ دوم کی نظر و نپر چڑھی بقول شاہصاحب انکے ساتھ چند روز گذرے تھے کہ اس چودہوین صدی مین مولوی احتشام الدین صاحب کو یہ نسبت پسند نہ آئی زبیر سے اسما کو نکالکر طلحہ کے حوالہ کیا اور طلحہ سے ام کلثوم بنت ابوبکر کو لیکر زبیر کی بغل مین دیا دیکھئے ابھی اور کتنے حملے ہوتے ہین۔

"اگرچہ اس بیان غلطی کے بعد تحقیقات اہل سنت کے ظاہر کرنیکی ضرورت نہ تھی جو دربارۂ اہل بیت اطہار"

اونھون نے بیان کئے ہین۔ مگر بنظر مزید تشفی اہل سنت دو واقعہ یہان بیان کرتا ہون۔

پہلا واقعہ حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا ہے جنکے بارے مین اہل سنت کو اتنے اختلاف ہین کہ گنئے۔

(۱) سکینہ بنت الحسین ہین یا اخت الحسین یعنی خواہر امام حسین ہین یا بیٹی شعرانی وغیرہ ناقل ہین کہ خواہر حسینؑ ہین۔ اور صحیح یہ ہے کہ دختر امام حسینؑ ہین

(۲) ابن صبان اسعاف الراغبین اور شیخ حسن حمزاوی مشارق الانوار مین ابن صباغ سے ناقل ہین کہ حضرت سکینہ بوجہ استغراق معرفت الٰہی قابل شادی نہ تھین چنانچہ فصول المہمہ مین ہے کہ حسن بن امام حسنؑ نے خطبہ کیا جناب امام حسین سے کہا کہ ایک دونون صاحبزادیون فاطمہ و سکینہ سے میرا عقد قبول فرمائیے تو حضرت نے کہا مین فاطمہ کا عقد تمسے کرتا ہون کیونکہ سکینہ پر استغراق مع اللہ ایسا غالب ہے کہ قابل عقد نہین دوسری روایت یہ ہے کہ اونکا عقد عبد اللہ بن حسن سے ہوا مگر ان سب واقعہ کو منکر اہل سنت اسکے مدعی ہین کہ حضرت سکینہ کا عقد مصعب بن زبیر سے ہوا جسکی غلطی روایات صدر سے ظاہر ہے۔

(۳) یہ کہ طبقات کبریٰ شعرانی اور طبقات مناوی اور سیر شامی اور سیر حلبی وغیرہ مین مرقوم ہے کہ قبر حضرت سکینہ مصر مین ہے بمقام قرافہ یا مراغہ جسکے مزار کی ترمیم و تعمیر بھی ۱۱۷۳ھ مین ہوئی اور نووی ناقل ہین کہ بعض لوگ کہتے ہین دمشق مین مدفون ہین۔ مگر صحیح یہ ہے جو قول اکثر ہین ہے کہ وفات اونکی مدینہ مین ہوئی

(۴) اختلافات اونکا فیصلہ یون کیا گیا ہے کہ سکینہ بنت الحسین بھی تھین سکینہ خواہر حسین بھی اور ممکن ہے کہ دونون ایک ہی جگہ مصر مین مدفون ہوئین جہان مقبرہ ہے اسیطرح زینب کو بھی دو زینب قرار دیا ایک خواہر حسینؑ دوسری دختر امام حسینؑ مگر خود ابن صبان اسکو یون باطل کرتے ہین کہ اس جمع بین الروایتین کو قول نووی باطل کرتا ہے جو بطور صحیح ناقل ہین کہ سکینہ بنت الحسین تھین جو مدینہ مین مدفون ہوئین ص۱۱۷ اسعاف الراغبین اس واقعہ مین بھی آخری عذر اہل سنت یہی ہوگا کہ چونکہ یہ سیدہ عورت پردہ نشین تھین اسوجہ سے مفصل حالات نہ معلوم ہو سکے مگر دوسرے واقعہ مین کیا جواب دیجئے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے مین ناقل ہین کہ اہل کشف و شہود کی تحقیق یہ ہے کہ جناب امام زین العابدین مصر مین مدفون ہین قطب شعرانی ناقل ہین کہ وفات امام زین العابدین ۹۴ھ مین ہے جسوقت حضرت کا سن ۵۸ برس کا تقاضا مبارک اون حضرت کا مصر مین مدفون ہے اور علامہ مناوی ناقل ہین کہ یہ مشہد جو مصر مین قریب قلعہ ہے وہان سر حضرت زید شہید بن امام زین العابدین مدفون ہے اور قطب شعرانی منن مین ناقل ہین

کہ اوس مشہد مین سر حضرت زید بن حسن کا اور امام زین العابدینؑ بھی مدفون ہین اور علامہ صبان
ان اختلافون کو یون جمع کرتے ہین کہ زید بن علی اور زید بن حسن اور جناب امام زین العابدینؑ
تینون بزرگ کا مدفون ہونا یہان ممکن ہے چنانچہ فرماتے ہین کہ جو مشہد قریب مجری قلعہ ہے وہ مشہور ہے
ساتھ مشہد امام زین العابدین علیہ السّلام کے اور اسی کیطرف شعرانی بھی گئے ہین اور یہ امر اسکے منافی
نہین ہے جو حضرت کا دفن ہونا بقیع مین مشہور ہے کیونکہ برزخ کا حال مثل تیا۔ کے ہے مشارق الانوار صفحہ
اسی کے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ اسعاف الراغبین مین ہے کہ عبد الوہاب شعرانی علی خواص سے ناقل
ہین کہ ابراہیم ابن امام زید کا سر بھی اوسی مصر مین قریب خانقاہ خارج مسجد مدفون ہے انہین ابراہیم کی معیت مین
امام مالک نے جہاد کیا تھا جسکے سبب سے مدتون مخفی رہے بعض علما کہتے ہین کہ یہ قول مخالف ہے اقوال نسابین کیونکہ
نہ اولاد حضرت زید بن امام زین العابدین مین کوئی ابراہیم تھا اور نہ زید بن حسن کی اولاد مین کوئی شخص مسمے
بہ ابراہیم تھا ہان مورخین نے یہ لکھا ہے کہ امام مالک نے جو جہاد کیا یا فتوے جہاد کا دیا تھا وہ بمعیت محمد
ملقب بہ مہدی بن عبد اللہ محض بن حسن مثنے بن امام حسنؑ جنسے منصور خلیفہ عباسی سے جنگ ہوئی تھی
اونکے بھائی کا نام البتہ ابراہیم تھا صفحہ ۱۶۵
پس ان واقعات سے علما اہل سنت کی تحقیقات کا پورا حال ظاہر ہے کہ اولاد رسول کے حالات مین اونکو
کیسے کیسے اغلاط پیش آئے ہین۔ اور حق بجانب بھی ہے کہ جس خاندان کے قتل و قمع تذلیل و تحقیر پر فرقہ کا
فرقہ آمادہ ہو اوسکو اون حضرات کے حالات کیونکر معلوم ہونگے کہ ایک دوسرے سے تبرا کرتا ہے۔ یہ حالات
تو اون واقعات کے ہین جسکی تحریف و تغیر سے اونکو چندان غرض نہین بخلاف اوس واقعہ کے کہ جس سے
اونکے مذہب کی بنیاد مستحکم ہوتی کہ وہان تو ہزارون لاکھون دروغ و افترا سے بھی اونکو پرہیز نہوگا۔
بہر حال اگر خالی المعظم یا دیگر حضرات اہل سنت کو میری اس بیان مختصر پر اکتفا نہو جو از راہ مصالحہ
اشتباہ رواۃ اہل سنت کا رزولیوشن پیش کیا تھا جس سے سب کی عزت رہتی ہے اور بات بھی بنتی
ہے تو انشاء اللہ تعالے موضوعیت ان روایات عقد کی اسطرح ثابت کردونگا جسکے بعد بعضے
متکلمین اہل سنت کو بھی بجز امنا و صدقنا کہنے کے چارہ نہ ہے۔ دیکھئے مین کنز مکتوم کی دوسرے
مقالہ کا خلاصہ عرض کرتا ہون جو خاص اسی باب مین مرقوم ہوا۔
اوّل دلیل یہ ہے کہ قاضی محمد ابراہیم کتاب منہل الروی مین فرماتے ہین کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ جو حد یثین

ہین اونکی صحت نہین مانی جاسکتی جبتک کسی امام معتمد کا اوسپر نص نہو کہ یہ حدیث صحیح ہو نہ یہ کہ صرف
سنن مین روایت کے پائے جانے سے اوسکی صحت ثابت ہو جائے جس سے معلوم ہوا کہ خارج از صحیحین
کی روایتین قابل وثوق نہین اور مخاطب نے بھی دربارہ شرکت حضرت ام کلثوم معرکۂ کربلا مین جو تحریر
الشہادتین شاہ سلامت اللہ صاحب سے ثابت ہو یہی عذر کیا ہو کہ یہ کتاب ملتزم الصحۃ نہین ہے پس یہ
روایات عقد جو یقیناً صحیح بخاری و صحیح مسلم بلکہ کسی صحیح مین نہین ہین صحیح ٹھہرین چنانچہ اہلسنت سے مسلم کی روایت
دربارہ متعہ غلط کیجاتی ہو کہ چونکہ صحیح بخاری مین نہین ہو تو صحیح نہین جیساکہ قول ابن القیم ہو۔ اور حدیث
لا یحبہ الا مومن مین بھی ابن تیمیہ نے یہی عذر کیا ہو کہ بخاری مین نہین حالانکہ مسلم مین موجود ہو۔ اور حدیث
غدیر کے بارے مین بھی جسکے ہزارون عالم راوی ہین صدہا صحابہ سے یہی عذر کیا گیا ہو۔ فخر رازی عضد الدین
تفتازانی شریف جرجانی قوشجی مرزا مخدوم اسحٰق ہروی حسام الدین ابن تیمیہ ابن حزم محسن
کشمیری شیخ عبد الحق دہلوی۔ ان سب کا یہی مقولہ ہو کہ حدیث صحیح نہین کیونکہ بخاری و مسلم مین نہین
حدیث ما اقلت الغبرا اور مستغرق التقی اور کرار غیر فرار مین بھی عذر ہو مولوی حیدر علی منتہی الکلام مین
لکھتے ہین لا نسلم کہ لفظ احداث از جناب ام المومنین صحیح باشد و سند منع روایت بخاری ہست کہ از لفظ مذکور
عاری ہست صفحہ ۱۲۶ مولوی بشیر سہسوانی حدیث زیارت کے بارے مین یہی عذر کرتے ہین کہ صحاح ستہ مین
نہین جس سے معلوم ہوا کہ باخود ہامین بھی اس دلیل سے استدلال کرتے ہین نہ صرف بمقابلہ شیعہ پس
یہی عذر مسلم اہل سنت میرے طرف سے بھی ان احادیث عقد کی غیر صحت مین مقبول ہو۔ کیونکہ حدیث غدیر
کا نقل نہونا بخاری و مسلم مین تو بہت قرین قیاس ہو کہ ایسی حدیث کو جو تمامتر مضر مذہب اہلسنت ہو کیونکر
نقل کرتے۔ باقی روایات عقد مین کیا کہا جائیگا بجز اسکے کہ یہ واقعہ محض غلط ہو اور بالکل وضعی روایتین ہین
جو قابلیت درج صحاح ستہ نہین رکھتین حالانکہ صدہا روایتین بخاری و مسلم کی ایسی ضعیف و موضوع ہین کہ کسی
طرح اس قابل نہین کہ اونکو صحاح کہہ سکین چنانچہ دارقطنی نے ایک کتاب ہی اس مادہ مین لکھی اور مولوی حیدر علی نے
بھی دو سو دس روایتونکو ضعیف و موضوع بتایا ہو جس سے اور بھی یقین ہوتا ہو کہ یہ روایتین ایسی ضعیف
و غلط ہین کہ اون موضوعات و ضعاف کے برابر بھی انکا وزن نہین جو درج صحیحین ہوگئے۔ یہ اور بھی حیرت بخش ہو
کہ نہ صحیح بخاری مین ہین نہ صحیح مسلم مین نہ موطا مین نہ ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ مین جس سے یقیناً معلوم ہوا کہ انکی
کچھ اصلیت نہین نہ اوس زمانہ مین یہ روایتین تصنیف ہوئی تھین بلکہ اونکے بعد کی یہ کاروائیان ہین جنسے

وہی کتابین بھری گئین جو صرف ہول و بیانکو معرض مین آسکتی ہین کنز مکتوم ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹

دوسری دلیل یہ ہو کہ مسند احمد بن حنبل مین کوئی روایات نہین جسکو، لاکھ حدیثون سے منتخب کرکے امام صاحب نے اسی غرض سے جمع کیا ہو کہ جب کسی امر مین اختلاف ہو تو اسکی طرف رجوع کرین اگر اسمین نہ پاوین تو وہ کوئی چیز نہین چنانچہ طبقات سبکی مین ہو قال لنا حنبل بن اسحٰق جمعنا عمی یعنی الامام احمد لی ولصالح ولعبداللّٰہ وقرا علینا المسند وما سمعته منه یعنی تاما وقال لنا ان هذا الکتاب قد جمعته وانتقیته من اکثر من سبعمائة وخمسین الفا فما اختلف فیه المسلمون من حدیث رسول اللّٰه صلعم فارجعوا الیه فان کان والا فلیس بحجة ترجمہ امام احمد صفحہ ۲

تیسری دلیل یہ ہو کہ صاحب اصابہ نے کل روایات عقد کو یکجا جمع کیا جنکی عبارت مذکور ہوچکی مگر کسی روایت کی نسبت نہ صحیح کہا نہ حسن بجز روایت وفات ام کلثوم و زید کہ بوقت واحد جس سے معلوم ہوا کہ ابن حجر صاحب کے نزدیک بھی کوئی روایت صحیح نہین ہو نہ حسن بلکہ سب موضوع ہین یا ضعیف

چوتھی دلیل صحاح ستہ و مسند احمد کے بعد جن کتابون مین یہ روایتین ہین - اونپر عام حکم شاہ صاحب کا یہ ہو اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین ہست مع الحکم بالصحۃ و حدیث بے سند نزد ایشان شتر بے مہار است کہ اصلا گوش بآنہا نمیدہند - پس جب خود سنیونکے یہان یہ روایتین شتر بے مہار ہین تو شیعونکے نزدیک گوز شتر سے بھی بدتر ٹھہرین -

پانچوین دلیل یہ ہو کہ کل روایات عقد جو با سند ہین وہ معنعن ہین عن فلان عن فلان جسکے بارہ مین قول شاہ عبدالعزیز کا مذکور ہوا کہ عنعنہ محتمل انقطاع و ارسال ہو ایسی روایات بے سروپا سے استدلال درست نہین کنز مکتوم صفحہ ۲۲۹ ملاحظہ ہو -

چھٹی دلیل جو روایتین اس عقد کی بابت کتب تواریخ مین ہین اونکی نسبت یہ قطعی حکم مولوی حیدر علی صاحب نے حال عدم اعتبار تواریخ از کتب فریقین مثل تالیفات و تفسیر صافی ملا محسن و منہاج شیخ ابو العباس آنقدر عیان ست کہ محتاج بیان نیست ازالۃ الغین صفحہ ۸۹ کنز مکتوم صفحہ ۱۸۱

آپ فرمائے کہ ایسی روایتون سے کیونکر استدلال کرسکتے ہین جنکا بطلان بدیہی ہو - کیا غضب ہے کہ روایات و احادیث فضائل و نصوص خلافت جناب امیر و اہل بیت طاہرین کیلئے بلکہ روایات مصائب کربلا کیلئے تو یہ سب قواعد مقرر ہون کہ نہ صحاح ستہ کی روایت مانی جائے نہ مسند کی نہ دیگر سنن کی نہ تواریخ کی - اور مدح خلفا و توہین اہل بیت

رسالت کیلئے یہ سب قواعد بالائے طاق رکھدیئے جائیں نہ دیکھی حدیث دیکھی جائے نہ اصول دیکھے جائیں بلکہ صرف ناصبیت و خارجیت کا خیال ہو جھوٹی جھوٹی روایتیں بنائی جائیں اور بمقابلہ شیعہ اونسے استدلال کیا جائے ایسی ناانصافی کا بد انتقادی کیا ٹھکانا ہے ساتھ انکے دلیل اختلاف و اضطراب روایات ہے چنانچہ صاحب کنز مکتوم فرماتے ہین کہ کل روایتیں اس عقد کی بے سند ہون یا باسند کتب احادیث مین ہون یا کتب تواریخ مین وہ سب اسقدر مختلف اور روات اونکے ایسے مضطرب ہین کہ کسیطرح توافق اونمین ممکن نہین چنانچہ جناب شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان اسیطرف اشارہ فرماتے ہین کہ بعد عبارت منقولہ سابق درباب زبیر بن بکار فرماتے ہین اور حدیث بھی فی نفسہ مختلف ہے کہ کبھی یہ روایت کرتا ہے جناب امیر خود متولی عقد ہوئے اور نکاح کر دیا کبھی یہ روایت کرتا ہے کہ عباسؓ عم رسول نے عقد کر دیا کبھی یہ روایت کرتا ہے یہ عقد بعد وعید و تخویف و تہدید بنی ہاشم واقع ہوا کبھی یہ روایت کرتا ہے کہ رضا و خوشنودی سے عقد ہوا علاوہ بریں بعض رواۃ کا بیان ہے کہ عمر سے لڑکا ہوا اور اوسکا نام زید رکھا بعض کا یہ بیان ہے کہ قبل از ہم بستری عمر قتل ہوئے بعض کا یہ بھی بیان ہے کہ زید بن عمر کی بھی اولاد ہوئی اور بعضون کا قول ہے کہ زید قتل کیئے گئے اور اونکی کوئی عقب باقی نہین اور بعضون کا قول ہے کہ زید مر گئے اور بعضون کا قول ہے کہ قتل ہوئے بعض کا یہ بیان ہے کہ مان بیٹے دونون ساتھ قتل ہوئے بعض کا یہ بیان ہے — کہ بعد زید ام کلثوم زندہ رہین بعض رواۃ کا یہ بیان ہے کہ عمر نے چالیس ہزار درہم مہر مقرر کیا بعض کا بیان ہے کہ ہزار درہم مہر مین دیا بعض کا بیان ہے کہ پانچ سو درہم مہر مین دیا پس اس کثرت اختلاف رواۃ سے معلوم ہوا کہ یہ روایت باطل ہے اور کسیطرح درست نہین انتہے۔

کلام الشریف و تقریر اللطیف - اب ان اختلافون کے ساتھ چند اختلاف و اضطراب اور گذارش کرتا ہون کہ بعض رواۃ نے بیان کیا کہ خود عمر نے استدعا کی حضرت نے نسبت فرزند جعفر کا عذر کیا اوسپر عمر نے کہا بخدا جو کچھ مجھے اس حسن قرابت سے امید ہے کسیکو ایسی امید نہوگی پس اور ابعقد من بیار آورد علی جواب داد کہ بدرستیکہ من او را در نکاح تو دادم بعد اوسکے خلیفہ صاحب بمقام روضہ تشریف لاکر حضار سے طالب مبارکباد ہوئے الخ ازالۃ الغین صفحہ ۱۴۱ بعض نے بیان کیا کہ عمر پیام عقد ام کلثوم نزد امیر المومنین علی فرستاد بجواب فرمودند کہ ہنوز ام کلثوم صغیرست فاروق بجوابش گفت کہ مقصود من خانہ داری نیست ازالۃ الغین صفحہ ۱۴۲ (اس روایت مین وقوع عقد کا مطلقاً ذکر نہین ہے بعض کا بیان ہے کہ عمر نے مکرر آمد و رفت اس مادہ مین کی تب حضرت نے عذر صغر سنی کیا اوسپر عمر نے

اختلاف اہلسنت بوقت عقد

حدیث رسول بیان کیا حضرت نے زینت کرکے عمر کے پاس بھیجا عمر نے کہلا بھیجا مین بہت خوش ہوں اور
راضی ہوں ہیں حضرت امیرؑ اورا عقد بست و بخانہ عمر فرستاد ازالۃ الغین صہ ۹۴۲ بعض کا بیان ہے
کہ حضرت نے فرمایا کہ اس بارے مین میرے ساتھ دو امیر ہیں پس دولت سرا مین تشریف لا کر حسنینؑ سے فرمایا
کہ بہنے نکروہ سمجھا کہ بغیر تمہارے اذن کے نکاح کرون صہ فضائل العقبیٰ بعض کا یہ بیان ہے کہ حضرت نے
فرمایا بعد از مشورہ جواب دینگے حسنین سے مشورہ کیا ہمہ کس گفتند کہ در تزویج دریغ مکن اوسکے
بعد حضرت نے عمر پاس بھیجدیا عمر نے گلے سے لگایا بوسہ لیا پھر لوگون سے کہا کہ بنتِ علی سے درخواست
کی اونہون نے تزویج کر دیا حضار نے کہا ایسی صغیرہ سے عقد کرنیکا کیا نتیجہ عمر نے حدیث رسول
بیان کی صہ ۹۴۲ ازالۃ الغین بعض کا یہ بیان ہے کہ حضرت نے حسنینؑ سے فرمایا عمر سے نکاح کردو اوسپر
امام حسینؑ نے فرمایا وہ عورت ہیں مثل سائر زنان اپنے امور مین مختار ہین اسپر جناب امیرؑ غضبناک
ہوکر چلے امام حسنؑ نے دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ جو فرمایئے بجا لائین تب عقد واقع ہوا بعض کا یہ
بیان ہے کہ حسنین سے حضرت نے مشورہ لیا امام حسین ساکت رہے امام حسن نے تعریف عمر بیان کی
اوسپر حضرت نے عمر کے پاس بھیجدیا اور کہلا بھیجا کہ مطلب تمہارا بر لائے عمر نے گلے سے لگایا اور
حضار کو خبردار کیا کہ انسے ہم عقد کیا چاہتے ہین ترجمہ صواعق محرقہ صہ ۱۵۹ بعض کا بیان ہے کہ حضرت
نے عباس اور عقیل سے مشورہ کیا عقیل منع نمود اوسپر حضرت نے عباس سے فرمایا کہ یہ کلام
عقیل خیرخواہی نہین ہے بعد اوسکے عقیل سے کہا مقصود عمر فقط عمل بر حدیث رسول ہے کہ ہر سبب
ونسب منقطع ہوگا ازالۃ الغین صہ ۹۴۲ بعض کا بیان ہے حضرت نے عباس اور عقیل اور امام حسنؑ
سے مشورہ لیا حضرت عقیل غضبناک ہوئے اور کہا جسقدر روزمانہ کو امتداد ہوتا ہے اور ایام شہور گذرتے
ہین (معاذ اللہ) تمہاری بیعقلی بڑھتی جاتی ہے واللہ اگر تمنے ایسا کیا تو ہر آئینہ ہوگا اور ہوگا یعنی فساد
عظیم قائم ہوگا الخ بعض کا بیان ہے کہ حضرت عباس نے جناب امیر کو سمجھا بجھا کر خود عقد کر دیا
بعض کا بیان ہے عمر نے ساق پا کھولا بعض کہتے ہین بوسہ لیا بعض کہتے ہین گلے سے لگایا
بعض کہتے ہین چادر کھینچی اور بعض کہتے ہین کہ عمر نے نظر سیجر کے گھورا بعض کہتے ہین زید
اور رقیہ دو لڑکے پیدا ہوئے بعض کا بیان ہے کہ بعد عمر حضرت نے عون بن جعفر سے عقد کرنا
چاہا تو حسنین نے پہلے سمجھا کر کہا کہ اگر آسودگی دنیا چاہو تو ممکن ہے اگر حضرت کو اپنا مختار کیا تو فرزند

جعفر سے عقد کر دینگے جب جناب امیر نے اختیار حاصل کرنا چاہا تو ام کلثوم نے آسودگی دنیا کی خواہش
بیان کی اوس پر حضرت نے کہا کہ بجز حسنین تمنے ایسا کہا حضرت رنجیدہ ہو کر چلے تب امام حسن ع نے دامن
تھاما اور آرزو منت کی کہ حضرت راضی ہوئے بعد اوسکے عون سے عقد ہوا (حالانکہ یہ عون خود
ایام خلافت عمر مین شہید ہو چکے تھے) اسیطرح بہت سے اختلافات ہین کہ کسی نے کہا بعد عمر محمد سے
عقد ہوا تب عون سے تب عبداللہ سے کسی نے کہا صرف عون بن جعفر سے بعد انکے عبداللہ سے نکاح ہوا
جسکا یہ مطلب ہوا کہ محمد بن جعفر سے عقد نہین ہوا کسی نے کہا پہلے محمد سے بعد اونکے ام کلثوم کسی نے کہا پہلے
ام کلثوم مرین تب محمد بن جعفر کسی نے کہا بعہد معاویہ زینب کے ساتھ انتقال کیا بعضون نے یہ بیان کیا کہ معرکہ کربلا
مین شریک تھین بعض نے کہا پہلے ام کلثوم مرین تب عبداللہ بعض نے کہا نہین پہلے عبداللہ
مرے تب ام کلثوم حالانکہ وفات عبداللہ ۸۰ھ مین ہے جس سے بعہد معاویہ مرنا باطل ہوتا ہے اسیطرح
بہت سے اختلاف ہین جنکو اصل مین بہ تفصیل مع سنہ تمام لکھا ہے اور قبل اسکے بھی کچھ مذکور ہوا ہے کیونکہ اختلاف روایات وضبط
رواۃ اس مادہ مین یقینی ہے اور اضطراب بھی ایسا کہ کسیطرح جمع و توفیق ممکن نہین پس بوجہ اس اختلاف و اضطراب کے بھی یہ روایات
باطل و غلط ٹھہری کیونکہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہین اضطراب مانع عمل است بالبدیہۃ العقلیہ زیرا کہ عمل بر طرفین متخالفین ممکن
نیست پس اسیطرح حصول علم و یقین بھی متخالفین سے بالبدیہۃ القطعیہ ناممکن ہے دوسرے مقام پر فرماتے ہین
ہرگز عاقل درین قسم تخالف و تعارض و اضطراب بہ احد الطرفین عمل نمیتواند کرد اور دوسرے مقام پر فرماتے ہین
و تعدد رواۃ چون باین رنگ باشد کہ ہر یکے در قصہ واحد خبرے روایت کند کہ مخالف دیگر باشد قادح
صحت خبر میشود نہ مفید شہرت اور خود مولوی حیدر علی نے کہا اذا تعارضا تساقطا یعنی جب
دو روایتین باہم خلاف ہونگی تو دونون ساقط کر دیجائینگی اور چونکہ از روے آئین شہادت بھی اختلاف
بیان دلیل کذب و افترا ہے پس یہ روایات ساقط الاعتبار محض بیکار قرار پائین کیونکہ ان روایات
مین جسقدر اضطراب و تخالف ہے غالباً دوسری روایات مین نہو پس اس روسے بھی یہ روایات غلط و
بے بنیاد قرار پائے فقولوا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا افسوس
کہ اصل کتاب ذو الفقار حیدری مین ہر ہر روایتونکے سبب وضع کو کہ کس خیال سے یہ حدیثین مختلف
بنائی گئین بخوبی لکھا ہے بوجہ اختصار یہان بیان اختلافات پر اکتفا ہوا تمام ہوئی عبارت کنز مکتوم
آٹھوین دلیل یہ ہے کہ ہر روایت علحدہ علحدہ طور پر دیکھنے سے بھی غلط و موضوع ٹھہرتی ہین چنانچہ

صاحب کنز مکتوم نے گیارہ روایتیں نقل کی ہین اور راویونکی تضعیف خود کتب اہل سنت سے ثابت
کی ہے جسکا لکھنا خالی از طوالت نہیں مختصر فہرست دیئے دیتا ہون آصابہ کی ایک روایت کے راوی سفیان
ہین سفیان ثوری تدلیس کرتے تھے جو بدتر از کذب ہے اور سفیان بن عیینہ مختلط ہوگیا اور بیس برس سے
زیادہ روایت مین غلطی کرتا صفحہ ۱۸۹ ملاحظہ ہو۔ اور یہ دشمن اہل بیت بھی تھا کہ جناب امام جعفر
صادق علیہ السلام نے اپنے گھر سے نکالدیا صفحہ ۱۹۱ یہ وہی روایت کشف ساق وغیرہ ہے جسپر سبط
ابن جوزی کو جوش آیا اور مولوی حیدر علی نے بھی الحاق شیعہ قرار دیا۔
دوسرے راوی عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہین جو بتصریح یحیی بن معین و عثمان دارمی و ابن منکدر
وغیرہ ضعیف ہے اور زید بن اسلم غلام خلیفہ دوم تھا جسکو مولوی حیدر علی باوصف موافقت صحیحین ضعیف کہتے ہین
صفحہ ۱۹۲ لغایت صفحہ ۱۹۳ اکثر کلثوم اوما سکی خاص روایت مہر ۴۰ ہزار درہم کو جوزجانی نے موضوع کہا جیسا کہ پہلے مذکور ہو
تیسری روایت زبیر بن بکار کی ہے جسکو سلیمانی واضع کذاب جانتے ہین اور عداوت اوسکی جناب امیر سے
مشہور ہے صفحہ ۱۹۴ لغایت صفحہ ۱۹۶ ملاحظہ ہو یہ اولاد سے ہے حضرت زبیر کے جو اہل سنت کے عشرہ مبشرہ سے
ہین اور جنگ جمل مین جناب امیر سے لڑنے نکلے تھے آخر بھاگے اور مارے گئے
چوتھی روایت ابن اسحق کی ہے جو بنص امام مالک دجال تھا بلکہ خر دجال صفحہ ۱۹۶ لغایت صفحہ ۹
پانچوین روایت عطاء خراسانی ہے جسکی روایت سے استدلال کرنا بنص سمعانی باطل ہے صفحہ ۱۹۸
چھٹی روایت نور الدین کی دارقطنی سے ہے۔ نور الدین بنص رشید الدین خان مجہول ہے جسکی روایت سے
استدلال کرنا حماقت ہے اور دارقطنی بنص بشیر جامع غرائب ہین۔ اور شاہ عبد العزیز و فاضل رشید بھی
اوسکو غیر معتبر کہتے ہین صفحہ ۱۹۹ لغایت صفحہ ۲۰۱ ملاحظہ ہو کنز مکتوم
ایک راوی اسکے ابو حنیفہ بھی ہین جسکو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے اور علامہ عبد الرؤف مصری نے صرف اسوجہ سے
کہ ابو حنیفہ راوی ہین روایت کو باطل کیا کنز مکتوم ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۲ سے لغایت صفحہ ۲۲۳
ساتوین روایت ابو صالح کاتب لیث کی ہے جو بنص ذہبی کذاب تھا صفحہ ۲۲۳
آٹھوین روایت لیث بن سعد کی ہے جسکو امام نووی نے مجہول کہا ہے صفحہ ۲۲۴
نوین روایت عاصم کی ہے جو بنص عبد الحی ضعیف تھا۔ صفحہ ۲۲۴
دسوین روایت شریک کی ہے جو ہمیشہ سے مختلط رہا اور دقاتلان امام حسین سے ہے صفحہ ۲۲۴

گیارھوین روایت زہری کی ہے تاریخ خمیس مین جو ہمراہیان بنی امیہ سے تھا اور دشمن جناب امیر ملاحظہ ہو ص۲۲۵ انہی روایتونکی موضوعیت تو کنز مکتوم مین شائع ہو چکی باقی دوچار ٹوٹی پھوٹی باسند روایتین جو اور ہونگی اونکی موضوعیت خاص طور پر جلد ہفتم مین ذوالفقار حیدر یہ کے مذکور ہے جو ابھی طبع نہین ہوئی مسودہ اوسکا موجود ہے مگر فرصت نہین جو اوسے جا نکاہی کرون صرف عام احکام اہل سنت دربارہ روایت مسند و خارج از صحیحین یاد فرمالین۔ محقق لاثانی صاحب ذوالفقار حیدر نے یہی نہین کیا ہے کہ صرف راویون کی وضاعیت وغیرہ ثابت کی ہو یا عقل و نقل سے اوسکی غلطی ثابت کی ہو۔ بلکہ یہ تجربہ بھی اپنا دکھایا ہے کہ جن علمانے اون روایات عقد کو درج کتاب کیا برکت آئمہ اطہار سے وہ علما اور وہ کتابین بھی اہل سنت کے نزدیک غلط اور ناقابل اعتبار ٹھہرین خدا کرے کہ وہ کتاب مستطاب جلد چھپے جو اعدای اہل بیت کیلئے فی الواقع ذوالفقار صاعقہ کردار ہے۔

اور اگر کثرت روایت سے آپکو گمان تواتر پیدا ہو تو اسکی بحث بھی کنز مکتوم مین موجود ہے جسمین یہ قول امام فخر رازی درج ہے کہ بیس ہزار آدمی کے اتفاق سے بھی تواتر ثابت نہین ہوتا ملاحظہ ہو ص۲۳۱ لغایت ۲۳۴ اور ابن خلکان ابوالفرج اصبہانی سے ناقل ہین کہ لیلی و مجنون کا قصہ جو تمام عالم مین مشہور ہے محض غلط ہے لیلی و مجنون کا کوئی وجود نہین چنانچہ فرماتے ہین وذکر ابو الفرج الاصبہانی فی کتاب الاغانی فی ترجمۃ لیلی ومجنون بعد ان استوفی اخبارہ فقال وقد قیل ان ثلثۃ اشخاص شاعت اخبارھم واشتھرت اسماءھم ولاحقیقۃ لھم ولا وجود فی الدنیا وھم مجنون لیلی وابن القربہ وابن ابی العقیب الذی ینسب الیہ الملاحم واسمہ یحیی بن عبد اللہ بن ابی العقب ص۱۰۱ مطبوعہ مصر

پس اسی سے آپ خیال کر سکتے ہین کہ جب کہ علما ایسے لاوجود اشخاص کو باین شہرت و تواتر غلط طور پر بیان کرتے ہین جس سے کوئی مذہبی فائدہ بھی نہین۔ تو مذہبی اغراض کیلئے کسقدر کذب و افترا کی اونھون نے ترویج کی ہوگی اور شہرت دی ہوگی۔ مگر صاحبان عقل و ادراک کب ایسے لغویات کے پابند ہو سکتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ اکثر محدثین نے ان موضوعات کو اون موضوعات کے برابر بھی نہ سمجھا جنھے صحاح ستہ کو مزین کیا ہے۔ لاکن ایسی روایات کی اونکو کسقدر ضرورت تھی ابن خلدون نے بھی روایت نکاح عباسیہ

خواہر ہارون رشید کو جو اتفاقی اور اجماعی مورخین ہے محض استبعاد عقلی سے باطل کیا ہو کر ایسا کیونکر ہوسکتا ہو بس جہان ایسے ایسے امور واہیہ مین آپ حضرات نے یہ تحقیقات کی ہو اور اتفاقی بلکہ اجماعی و مشہور واقعات کو غلط ثابت کیا تھا براہ خدا اس مسئلہ مین بھی ذرہ غور و فکر سے کام لیکر مطابق واقع اس شہرت غلط سے انکار فرمائیے

ماموں صاحب ہم نہایت خیر خواہی سے عرض کرتے ہین کہ آپ اپنے عقیدہ کی اصلاح فرمایئن ایسا نہو خال المومنین کے ساتھ آپکو بھی بنا پڑے یا فرزند خال المومنین کا درجہ ملے اگر حق خلافت وغیرہ کو نہین قبول کرتے تو ایسے امور کی نسبت تو نہ کہیے جس سے اوس خاندان کی توہین ہو جس سے آپکی نسبت ہے۔ دین و ایمان اور چیز ہے شرافت خاندانی اور چیز مذہب کے واسطے شرافت تو نہ کھوئی۔ اگر یہ سنت قدیم نہین تو آپکو خاندان کی پابندی کیون ہو۔ وہ خلاف شرع ہو تو چھوٹئے کوئی مثال ایسی قائم کیجیے جس سے لوگ سمجھیں سچ مچ آپ اس عقد کے وقوع کو مانتے ہین بغیر اسکے تو مخالف و موالف سب یہی کہین گے صرف شیعون کی عداوت بلکہ اہل بیت رسول کی جوش عداوت مین اپنے ایسا لکھا دیکھے نہین مانتے ۔ ورنہ ضرور وہی برتاؤ کرتے جو لا ہے دھنئے کی قید نہ رکھتے زیادہ عرض نہین کر سکتا العاقل تکفیہ الاشارۃ۔

قول نجم ثوق۔ الاجناب نے حدیث اول فرج غصبنا کو غیر ثابت کتب شیعہ سے لکھا ہو اور مفتریات سنیان شمار کیا ہو بڑے غضب کی بات ہے کہ باوجود مرتبہ مجتہد امامی کے آپ اس کوچہ سے ایسے نابلد و ناواقف ہین یہ لکھیے روایت شیخ مفید صاحب کی جلد اول الانوار المنصبیۃ مین کہ جو بہار الدین علی بن عبد الحمید حسینی نجفی سے ہو ایک حدیث طویل مشعر قصہ نکاح حضرت عمر و ارسال جنیہ بصورت حضرت ام کلثوم کہ جسکے فقرہ مین نتیجہ راوی یہ ہو اقول وعلی ھذا الحدیث اول فرج غصبنا ہ محمول علی التقیۃ او الاتقاء من عوام الشیعۃ کما لا یخفی انتہی بلفظہ

دفع الوثوق بہت زور غصب جسپر آپکو گونہ بہت زور شور ہو کتاب فروع کافی کلینی مین یہ ہے باب فی تزویج ام کلثوم علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ھشام بن سالم و حماد عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ یہان پہلی بحث سند روایت کی ہو جس سے روایت کا صحیح و ضعیف

وموضوع ہونا معلوم ہوتا ہو راوی اصل علی بن ابراہیم ہین راوی دوم اونکے باپ ابراہیم بن ہاشم قمی ہین
جسکے بارے مین کشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین فیہ نظر کسی نے انکی توثیق پر نص نہ کیا۔ اور علامہ حلی فرماتے ہین
یہ شاگرد ہین شیخ یونس کے جو غیر مقبول القول تھے اور کثیر الطعن و ذم پس جب اوستاد کا
یہ حال تھا تو اونکے شاگرد ابراہیم کا قول کیونکر مقبول ہوگا مشہ۲ منتہی المقال اختلاف علما انکے بارے مین
قدیم الایام سے چلا آتا ہو چنانچہ حجۃ الاسلام سید محمد باقر اصفہانی اعلی اللہ مقامہ نے ایک رسالہ
خاص اس بارے مین لکھا ہو۔ علامہ سید محمد رحمہ اللہ صاحب مدارک نے بھی چند مقامونپر روایت
ابراہیم بن ہاشم قمی کو رد کیا ہو اور قدح کیا ہو وغیر ذلک من العلماء الکرام قد صرحوا بذلک فی اسفارہم
تیسرے راوی ابن ابی عمیر ہین جنکا نام محمد اور باپ کا نام زیاد بن عیسے ہو ۲۱۷ھ مین انکی وفات ہو۔
ہارون رشید نے انکو قید کیا تھا جسکے دو سبب بیان کئے جاتے ہین۔ ایک یہ کہ انکو قاضی بنانا
چاہا انہون نے نامنظور کیا۔ دوسرے شیعون کی سراغ رسانی انسے چاہتا تھا انہون نے نہ بتایا
غرض چار برس کے قید مین انکی کتابین ضائع ہوگئین جنکو انکی بہن نے بغرض حفاظت زمین مین دفن
کر دیا تھا اب انکی روایت صرف یاد کے اوپر تھی یاد ون روایتونپر جنکو یہ پہلے بیان کرچکے تھے اسی وجہ
سے اصحاب حدیث انکو مراسیل کے بارے مین سکوت کرتے ہین اور اوسکو حجت نہین مانتے۔ اور انکی شیوخ یہ لوگ
ہین کہ وہ یہ یحییٰ بن عمران۔ ہمازم۔ وہب بن عبد ربہ۔ مسمع حماد بن عثمان حسین بن عثمان۔ ابو مسعود ولی
وربیع بن محمد جارہی مشہ۲ جس سے معلوم ہوا کہ ہشام بن سالم انکی شیوخ مین نہین ہین تو یہ روایت
کافی جسمین سلسلہ انکا ہشام بن سالم سے ہو کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہو۔ پانچوین راوی اسکے حماد ہین
جو چند آدمیونکا نام ہو۔ ایک حماد بن زید ہو جو مخالفین سے ہو اوسکا قول شرح ابن ابی الحدید مین ہے
کہ اصحاب علی کو جتنا علی سے محبت ہو لوتنا گوسالہ پرستونکو بھی اپنے گوسالے سے نہ تھی منتہی المقال ۱۱۶
دوسرے حماد بن عیسی رواۃ معتمدین شیعہ سے ہین جنکی وفات ۲۰۹ھ مین ہوئی۔ ۲۰ حدیثین جناب امام جعفر صادق
سے روایت کین۔ ابنسے اس روایت کے منقول ہونیکا یہ قرینہ موجود ہو کہ نہ اونکی شیوخ مین
زرارہ کا نام لیا جاتا ہو نہ اونکے تلامذہ مین ہشام بن سالم کا نہ محمد بن زیاد معروف بہ ابن ابی عمیر کا ۱۱۹
تو اب صاف طور پر معلوم ہوا کہ حماد ثقہ شیعی المذہب سے یہ روایت نہین جو صحابی امام جعفر صادق علیہ
السلام تھے۔ دوسرا قرینہ یہ ہو کہ جب خود صحابی امام جعفر صادق ہین تو بالواسطہ روایت کیسی تھی جبکہ

یہ کہ وفات زرارہ رضؔ سنہ۱۵۰ھ مین ہو اور انکی وفات سنہ۲۰۹ھ مین جو زمانہ جناب امام علی نقی علیہ السلام تھا
یعنی حضرات آئمہ سے نہ روایت کرنا باوجود ادراک زمانہ۔ اور بالواسطہ زرارہ سے ناقل ہونا کمال
درجہ تعجب خیز ہو۔ کیونکہ قرب سند کو ہر محدث وراوی زیادہ پسند کرتا ہو بہ نسبت اسکے کہ وسائط
زیادہ ہون بہر حال ملتے اتصال کے بعد ہم نہین سمجھتے کہ کوئی منصف کیونکر اس روایت سے استدلال
کرسکتا ہو اور چونکہ تعلق اسکا اہل بیت اطہار سے ہو اور ایسے امر سے جسمین ذرہ کوتاہی کرنے سے آدمی
مستحق نار ہوتا ہو کیونکہ اتہام عظیم وافترا جسیم کا مرتکب قرار پاتا ہو لہذا ضرور ہو کہ پوری جانچ پڑتال کیجائے کلام لکھا جا
افسوس ہو کہ اس مقام کا مسودہ جلد ہفتم ذوالفقار حیدری کا ایسا محکوک ومشکوک تھا کہ زیادہ
اس سے مین نقل نہ کرسکا اکثر مقام پر مصنف علام نے کچھ نشان دیکر چھوڑدیا ہو۔ جس سے معلوم
ہوتا ہو کہ وہین کی عبارت نقل کرنا باقی رہ گئی ہو لہذا مین بھی اسیقدر پر اختصار کرتا ہون زیادہ کا
مجاز نہین ہے یہ بھی ظاہر رہے کہ یہ تحقیقات کتاب کافی کی حدیثون کی بابت کچھ خاص اسی بحث مین نہین ہے
جس سے میری طرفداری سمجھی جاوے بلکہ متقدمین سے تنقید روایات کا سلسلہ چلا آتا ہو چنانچہ ملا مرزا
محمد تنکابنی تحریر فرماتے ہین ۱۶۱۹۹ احادیث کافی سے ۵۰۹ صحیح اور ۱۴۴ حسن اور ۱۱۱۶ موثق
اور ۳۰۲ قوی اور ۹۴۸۵ ضعیف ہین تو اب بغیر تنقید کسی روایت کے کیونکر عام طور پر کل
حدیثین اسکی قبول کر لیجا سکتی ہین حالانکہ ابھی بڑا مرحلہ اسکا باقی ہو کہ درحقیقت یہ روایت کافی کی کچھ
یا سنیون کی تحریف وتصنیف جسکی تحقیقات واقعی جلد ہفتم ذوالفقار حیدری مین مشرح طور
پر مرقوم ہو۔ دوسری بحث اسکے معنی مین ہو جسکو غلط فہمی سے اہل سنت نے اپنے لئے مفید
سمجھا ہو ہم یہان عبارت تشفی کی نقل کرتے ہین جس سے اہل سنت کو پوری تشفی ہو جاوے

وھذہ عبارتہ ہم سنا کرتے تھے کسکا کون جسکے بدن مین مٹی لگی دیکھی گھاٹ پر چلا جاوے
مگر اسکی تصدیق اہل سنت کے حالات سے ہوئی مرزا مخدوم شریفی المتوفی فی حدود سنہ ۹۹۵
نے اول اول اس روایت محرفہ اور غلط کی ایجاد کی اور نواقض الروافض مین لکھا بعدہ وہی
اوٹھائی ہوئی ہانک مخدوم کی شاہ صاحب نے صواقع کابلی سے چرا کر تحفہ مین درج کی پھر
مولوی حیدر علی نے اوس نقل اول کی تیسری نقل کی اور آیات بینات والے نے چوتھی
نقل بنائی پھر تو نقلون کی کوئی حد نہین رہی یہانتک کہ سائل نے بھی وہی سوانگ نکالا۔

تنقیح احادیث کافی

تحقیق روایت کافی

اگر کوئی صاحب بادیانت ہوتے تو اپنے ان علماے محرفین کی نقل پر اعتماد نہ کرتے اور حقیقت امر کو دریافت کر لیتے لیکن سائل کے ایسے شخص سے یہ امید بیجا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ روایت جو کافی کیطرف منسوب کیجاتی ہے ان الفاظ سے تو کہین نہین ہے اور بالکل اہل سنت کی وضعی ترکیب ہے یہی ترکیب ہے یہی سبب ہے کہ متقدمین اہل سنت نے بھی کبھی اس روایت کو شیعونکے روزمرہ مناظرہ مین پیش نہ کیا نہ جامعین صحاح ستہ نے اصل قصہ عقد وغیرہ کو درج صحاح کیا ہان ذالك یاذالك فرج غصبناہ البتہ اس زمانہ کے کافی کے نسخون مین پایا جاتا ہے جسکو نہ کسی شیعہ نے حدیث صحیح کہا ہے نہ کسی سنی نے اوسکے قواعد مقررہ شیعہ پر تصحیح کی نہ کسی سے یہ ہو سکے گا مگر ہم اس سے بحث نہین کرتے الفاظ حدیث اور جس باب مین اسکا بیان ہے اوسکی طرف توجہ دلاتے ہین کہ نہ باب مین ام کلثوم بنت علی کا نام ہے نہ بنت فاطمہ کا بلکہ صرف نام ام کلثوم وارد ہے جو بہتیونکا نام تھا کنز مکتوم مین ثابت کر دیا گیا ہے کہ خلیفہ دوم کے تین بی بیونکا نام ام کلثوم تھا اور پہلی ام کلثوم سے زید بن عمر بن خطاب پیدا ہوا تھا جسکی نسبت شرکت نام کیوجہ سے حضرت ام کلثوم بنت جناب فاطمہ کیطرف کیگئی ہے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ خلیفہ دوم نے مسماۃ ام کلثوم دختر ابوبکر سے نکاح کرنا چاہا عائشہ کو پیغام دیا اوسی ام کلثوم مذکورہ نے کہا اگر میرا نکاح عمر سے کیا تو روضہ رسول اللہ پر تیری فریاد کرونگی انہین چارون ام کلثوم کے مختلف واقعات ملا جلا کر بوجہ اشتراک نام حضرت ام کلثوم کیطرف منسوب ہوئے غرض سائل یا اوسکے ہم مشربون کے پاس کوئی ثبوت اسکا نہین ہے کہ یہ روایت حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنین سے متعلق ہے بلکہ اوسی ام کلثوم بنت ابوبکر کی مغصوبیت کو آپ بیان کرتے ہین جسکی خواہش اہل بیت رسالت نے کی ہوگی چونکہ اسما بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار بعد شہادت حضرت جعفر عقد ابوبکر مین آئین اونکے مرنے پر حضرت امیر نے اون سے عقد کیا اور محمد بن ابی بکر آپکے ربیب ہوئے اوسی بنیاد پر آپنے ام کلثوم مذکورہ کا اپنے خاندان مین کسی سے عقد کرنا چاہا ہوگا جو خلیفہ دوم کے جبر و تشدد سے ملتوی رہا اوسیکی نسبت آپ فرماتے ہین کہ ام کلثوم بنت ابوبکر پر حق ہمارا تھا جو غصب ہوا حسب خواہش اہل بیت اطہار خاندان رسالت مین نہوا اور خلیفہ دوم کے بیجا دخل سے معطل رہا کہ اوسکو حضرت نے فرمایا حق ہم لوگونکا تھا مگر غصب ہو گیا۔ سائل کو شاید ہمارے اس بیان سے وحشت آمیز حیرت ہو مگر علما اوسکو

اقرار کرینگی کہ بیشک ہزارون روایتین ایسی ہین کہ جسکو اونکی رواۃ نی حسب فہم اپنی بیان کیا ہی اور ابتدائی جملہ کو غائب کر دیا ہی سیاق کلام سے اوسکا پتہ لگا علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری مین حدیث من کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی مرءۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ کی شرح مین لکھتے ہین کہا خطابی نے یہ حدیث یون کٹی ہوئی وارد ہوئی ایک حصہ اوسکا غائب ہوگیا نہین معلوم کس سے ایسی غفلت ہوئی ابن حجر لکھتے ہین کہ جملہ محذوفہ مشعر ہے ساتھ قربت محضہ کے اور جملہ موجودہ تردد کو اور مذہب بخاری یہ ہے کہ اختصار کرنا حدیث کا اور اوسکو بالمعنی نقل کرنا جائز ہی مثل فتح الباری اس قسم کا بیان صدہا احادیث صحاح ستہ کی متعلق موجود ہی پس منصف سی بعید ہی کہ ایک جگہ قبول کرے اور ایک جگہ اس کلیہ کو رد کرے بہرحال آپکی اس تحریر سی معلوم ہوا کہ نہ اصل کتاب کا ملاحظہ کیا ہی نہ کلام علما سے اسکی مطابقت کی ایسا لکھدیا کیجئے خاص کر اہل بیت اطہار کی بارہ مین تیسرے یہ کہ جس روایت کو آپ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کیطرف منسوب کرتے ہین اور اوسکا حوالہ انوار مضیہ پر دیتے ہین جسکی عبارت مجمع البحرین مین بصفحہ ۱۴۸ منقول ہی پس اسکی حالت یہ ہی کہ انوار المضیہ تو میرے پاس موجود نہین جو اوسمین دیکھون نہ اس کتاب کا نہ اسکے مصنف کی توثیق کتب رجال مین ملتی ہی جو کچھ عرض کرون۔ بااینہمہ وہ روایت جسنیہ منقولہ انوار المضیہ ارشاد جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سی نقل کیگئی ہی ارشاد میرے پاس حاضر ہے کہین اس روایت کا اوسمین وجود نہین آپکی تحریر کی جانچ مین مینے تمام ارشاد کو من اولہ الی آخرہ دیکھ گیا کہین اسکا پتہ نہ ملا چنانچہ عبارت ارشاد بجنسہ نقل کیجاتی ہی جس سے آپکی تشفی ہو جاب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام وعددہم واسمائہم ومختصر من اخبارہم اولاد امیر المومنین سبعۃ وعشرون ولدا ذکرا وانثی الحسن والحسین وزینب الکبرے وزینب الصغری المکناۃ بام کلثوم امہم فاطمۃ البتول سیدۃ نساء العالمین بنت سید المرسلین وخاتم النبیین محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ومحمد المکنی بابی القاسم امہ خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ الخ اسکے بعد بقیہ اولاد اسامی گرامی ہین مگر کہین اس روایت کا وجود نہین تو ابفرمائے آپکے منقولہ روایت یا انوار مضیہ کی نقل پر یا مجمع البحرین کے نقل پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہی باقی رہی روایت اصل فرع غضبناہ پس اوسکی حالت عرض کرچکا زیادہ سمع خراشی کی حاجت نہین کہ بنیاد فاسد علی الفاسد ہی کہین اس روایت کا ان الفاظ سے وجود نہین جو جواب دیا جاے۔

آپنے چونکہ اسکے پہلے وعدہ کیا تہا کہ مین اقرار شیخ مفید علیہ الرحمہ کو ثابت کرونگا اور سوا اس عبارت کے

نہین اپنے کو ثبوت نہین دیا جس سے معلوم ہوا کہ اسی مضمون کو آپ اقرار شیخ مفید علیہ الرحمہ سمجھتے ہین لہذا
مین انکار صریحی شیخ علیہ الرحمہ کو بتصریح یہان عرض کرتا ہون۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنے رسالہ مین جو بجواب چند سوال کے ہے تحریر فرماتے ہین جو روایت دربارہ
عقد حضرت ام کلثوم نقل کرتے ہین کسیطرح ثابت نہین کیونکہ راوی اوسکا زبیر بن بکار ہو اور وہ نقل مین
موثوق نہین تھا اور متہم تھا اوس باب مین جسکو ذکر کرتا ہو بسبب دشمنی امیر المومنین علیہ السلام کے
اور وہ غیر مامون ہو یہانتک کہ فرماتے ہین اصل اسمین یہ ہو کہ ابی محمد حسن بن یحییٰ صاحب علم النسب نے
اپنی کتاب مین اس روایت کو نقل کیا چونکہ وہ شخص سادات علوی مین سے تھا لوگون نے یہ گمان کیا کہ یہ امر
حق او رواقعی ہو ورنہ یہ علوی کیون نقل کرتا حالانکہ اونہون نے اسپر نہین غور کیا کہ اس علوی نے
زبیر بن بکار سے روایت کی ہو اور حدیث بھی فی نفسہ مختلف ہو الخ کنز مکتوم صـــ ۱۶۲ اس تقریر کا بقیہ حصہ
سابق مرقوم ہوا ہو لہذا اعادہ کی ضرورت نہین اس عبارت سے انکار شیخ مفید علیہ الرحمہ تحقیقاً اس
نکاح سے بخوبی ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اوس زمانہ تک کہ ۴۱۳ہجری تھا اہل سنت کے یہان بجز
روایت زبیر بن بکار دوسری روایت نہ تھی اور شیعون کے یہان بھی کوئی روایت نہ تھی بجز اسکے کہ ابی
محمد حسن بن یحییٰ نے اہل سنت سے یہ روایت اپنے یہان نقل کی جس سے لوگونکو یہ خیال ہوا کہ اگر واقعہ صحیح
نہ تھا تو اس علوی نے کیون لکھا اب فرمایئے کہ مولوی صاحب مرحوم کا دعوی کہ شیخ مفید اس نکاح کے منکر ہین ثابت ہوا یا نہین
حضرت آپکو تو صرف انکار شیخ مفید پر تعجب ہو رہا ہو حالانکہ سمہودی و ابن حجر مکی و مولوی حیدر علی
عموم اہل بیت طاہرین اور شیعیان امیر المومنین کے انکار کو اس نکاح سے نقل کرتے ہین ترجمہ صواعق مین
ہے۔ زیادہ شد تعجب من از اہل بیت نمان ما کہ انکار تزویج عمر با ام کلثوم میکنند۔

قول موثوق صـــ ۴۳ قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین بعد قصہ حضرت عباس کے فرماتے ہین
دفع الوثوق قاضی صاحب کی عبارت جو اپنی ازالۃ الغین سے نقل کی ہو پس وہ کسیطرح قابل وثوق
نہین کہ ناصبیت و خیانت و خباثت اسکی زبیر بن بکار سے کسیطرح کم نہین ہے باینہمہ وہ آپکے کسیطرح مفید
مطلب نہین جب خود قاضی صاحب مرحوم فرماتے ہین کہ محدثین اس روایت کو قبول نہین کرتے تو آپ
کیونکر اوس سے استدلال کر سکتے ہین کیونکہ انکار محدثین ان روایات سے یا من حیث السند ہے کہ
صحیح نہین ضعیف ہو یا موضوع یا من حیث الدرایہ ہو بہر طور جس فرقہ کی روایت ہو اوس سے جب انکار کیا

یا موضوع ٹھہرایا تو کس اصول پر اوس روایت سے استناد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اسکی اجازت دین تو ہزارون
موضوعات آپکے بیان کرون جس سے تو میدرسالت سے آپکو انکار لازم آوے باقی رہا باوصف انکار
روایت اقرار بوقوع عقد پس ایسا فقرہ ہے کہ کسیطرح سمجھ مین نہین آسکتا انکار روایت کے بعد اقرار
کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ باینہمہ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ اونہین روایات
کثیرہ موضوعہ اہل سنت کی شہرت وکثرت نے اس اقرار پر مجبور کیا یہی سبب ہے کہ قاضی صاحب اوسی روایت
غلط کو تسلیم کر رہے ہین جو اہل سنت کی زبان پر جاری ہے اور اصل کتاب کیطرف نہین رجوع کرتے جس سے
معلوم ہوتا کہ یہ روایت ان الفاظ سے کسی کتاب شیعہ مین نہین ہے۔ باینہمہ ان عبارات مین کہیں ام کلثوم
کو نہ بنت علی لکہا ہے نہ بنت فاطمہ آور جب روایت عصمت کی قدح ثابت ہو گئی تو جو اوسکے مماثل
ہو نگی وہ بدرجہ اولی نا قابل اعتماد ہونگی یا جو تعمیر اوسکی بنیاد پر ہوگی بیکار ٹھہریگی۔ کیونکہ خزینین
مین ہزارون واقعات غلط طور پر مشہور ہو گئے ہین جنکی حقیقت بعد تحقیقات ظاہر ہوئی ہے مکرر
عرض کیا ہے کہ اس واقعہ کا ایک جز یعنی صغر سنی ایسا جز ہے کہ کسیطرح اہل سنت اس واقعہ کو حضرت ام کلثوم
کیطرف منسوب نہین کر سکتے بجز ام کلثوم بنت ابوبکر کے جو یقیناً اسوقت ویسی ہی کم سن
تھی جیسا کہ روایات اہل سنت مین ہے اور خواستگاری کرنا بھی ام کلثوم بنت ابوبکر کا ویسا ہی یقینی ہے
جس سے معلوم ہوا کہ یہ سارا قصہ اسی ام کلثوم کا ہے۔ ہان یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب بنت ابوبکر تھی تو حضرت کو اسقدر تردد کیا ہے جسکا جواب یہ بقا
مذکور ہوا۔ کہ گو عایاز حضرت سے قطع تعلق کیا تھا لیکن حضرت اسوجہ سے کہ صحیح خلیفہ رسول تھے کیونکر
اپنے تعلقات قطع کرتے یہ بھی نہ سہی آخر انسانی ہمدردی کو کیا کرتے جب ایسی ایسی کمسن لڑکی کی امداد
متعلق کی گئی تو اب نگرانی وخبر گیری ضروری ہوئی۔ یہی وجہ ہے حضرت کے اسقدر تردد و پریشانی کی کہ اسی
مشارکت نے نا واقفونکو مشتبہ کیا۔ اور اسکو تو مین مکرر بیان کر چکا ہون کہ اس قصہ نے وہ تلاطم ڈالا تھا
کہ بی بی عایشہ سی مستقل مزاج کوہ وقار کے ہاتھ پاؤن پھول گئے ایک طرف حضرت عمر کہتے ہین اپنی بہن
ام کلثوم کا مجھسے عقد کر دو ام کلثوم کہتی ہے تو نے میرا عقد عمر سے کیا تو مین قبر رسول پر جاکر فریاد کرونگی
پھر فرمائے جناب امیر کا تردد کیا بیجا تھا جنکو خوابی نخوابی خلیفہ نے سمجھ لیا تھا ہمارے مقصود کے حصول
مین حائل ہوتے ہین اور جب خلیفہ دوم بلا سبب بیعت ابوبکر کرنے پر آمادہ قتل جناب امیر ہوئے بلکہ گھر کو
آگ لگانے پر تو اس واقعہ مین کیا مشکل تھا باقی امور ایسے ظاہر ہین کہ محتاج بیان نہین۔

بقیہ صفحہ ۸۳

قول موثوق تیسرے صاحب نزہہ جواب مین اس لفظ کے تحریر کرتے ہین۔ مراد ازین کلام آنست کہ این نکاح اول نکاحی ہست کہ از خاندان عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا بر مصلحت وقت واقع شدہ و بسبب وقوع آن با جبار و اکراہ تعبیر از ان بغصب فرمودہ اند و درین معنی ہیچگونہ شناعتے نیست و مع وضوح المرام لاعبرۃ بالالفاظ عقد نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست
پس ایسے واضحات کو کہ علماء معتبر آپ کے کھلم کھلا بغیر و مباہات پکار رہے ہین کہ جو کچھ ہو غصب ہے یا معاذ اللہ زنا ہو (درین معنی ہیچگونہ شناعتے نیست) آپ اس واقعہ کو کلمات شناعت و تفضیح آلودہ کرتے ہین۔

دفع الوثوق صاحب نزہہ کا کلام بھی اوسی بنیاد تسلیم و فرض پر ہے جیسکے پہلے صاف کہدیا، "بشرط صحت روایت و محفوظ بودن آن"، جس سے معلوم ہوا کہ اونکو بھی اسکی صحت اور دست برد تحریف مخالفین سے محفوظ ہونے مین اس حدیث کے کلام ہے۔ اور جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ یہ روایت ان لفظون سے غلط ہے کافی مین نہین اور جو ہے وہ صحیح نہین رواۃ اوسکی مقدوح۔ تو اب صاحب نزہہ کے کلام سے تعرض بیکار ٹھہرا کیونکہ وہ تو صاف فرما رہے ہین ہمنے کتاب سے مقابلہ نہین کیا ہے اسکی جانچ نہین کی ہے بفرض تسلیم صحت روایت یہ جواب ہے۔ جب عدم صحت اوسکی معلوم ہوئی تو اب وہ جواب ہی باقی نرہا اذا فات الشرط فات المشروط صاحب نزہہ نے تو اور بھی آپلوگون کی کمر توڑ دی کہ صحت ہی مین نہین کلام کیا ہے بلکہ اوسکو غیر محفوظ بھی کہا کہ الحاق و تحریف مخالفین کا احتمال ہے جو بہت اچھی طرح ثابت کیا گیا قبل مرزا مخدوم شریفی جو شیعہ بنا پھر سنی ہوا۔ کسی نے اس روایت سے تعرض نکیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب تحریف و تضحیف اوسی بزرگ کی ہے چونکہ حضرات اہل سنت کو اہل بیت اطہار سے قاطبۃً عداوت ہے اور ہر وقت اسکا موقع ڈھونڈھتے رہتے ہین کہ کسی پہلو سے کسی عنوان سے ذریتہ رسول کی شان مین کچھ دلکا بخار نکالین اسلئے یہ الفاظ گہڑا کرتے ہین کہ زنا لازم آتا ہے جسکا قائل بجز زنا زادہ دوسرا کوئی نہین ہو سکتا کیونکہ جس باب مین یہ روایت مذکور ہے یہی لکھا ہے باب فی تزویج ام کلثوم تو اسکو زنا کہنا بجز دشمنان اہلبیت کسکو زیبا ہے جو بغض رسول دل مین رکھتا ہے۔
براہ خدا آپ اپنی ہی روایتونکو غور سے دیکھئے غور ہی نہین سرسری طور پر دیکھئے تو معلوم ہو کہ ایک روایت بھی ایسی نہین جس سے بطیب خاطر منظور ہونا ظاہر ہو۔ یہ تقریر میری بھی اوسی فرض و تسلیم کی بنیاد پر ہے جسکی مجھے ضرورت نہین کیونکہ قطعی دلیلون سے اصلیت اسکی ظاہر کر چکا ہون

قول موثوق صفحہ ۱۹۷ مقام عبرت ہے کہ خاندان رسول کی کسطرح بیحرمتی کیجاتی ہے آپ انصاف کی نظر
سے دیکھیں اسیکو محبت اہل بیت کہتے ہیں اسکی جرح وقدح مین اگر کچہ لکھون تو علما رجناب کی شان مین
کلمات سخیف تحریر ہون اسواسطے اُس سے اعراض کرتا ہون اور جناب کے انصاف پر محول کرتا ہون
مصرعہ بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا۔ بنظر نیازمندی عرض کرتا ہون کہ آپ بے دیکھے سمجھے
ایسی بات منہ سے نکالدیا کیجیے کہ حدیث غصب کے مفتریات سُننے سے ہے۔ قاضی صاحب وکشمیری صاحب
دونون جیسے اپنے مذہب مین سخت ہین آپ پر روشن ہے ایسے ناواقف محض ستھے کہ اتنی بڑی تہمت
کو کہ جس سے جناب اپنے کو بچاتے ہین اور سنیون کے سر تھوپتے ہین وہ دونون صاحب ایسی تہمت
کی کچہ بھی حقیقت نہین سمجھتے اور فقرہ (ہیچگونہ شناعتے نیست) کہکر کیسا غیرت دار کیو کام فرماتے ہین
جناب کو صاحب القاب نے دھوکہ مین ڈالدیا ورنہ کبھی آپ ایسا دعوے بلند نہ فرماتے خیر مجبوری ہے
آیندہ لحاظ رکھیے گا۔

دفع الوثوق مقام عبرت ہے اہل سنت کیلئے جنکے بیجا شور وغل نے ایسا مشتبہ کردیا کہ کوئی اصل کتاب
کی طرف رجوع نہین کرتا غلط مشہور ونکو قبول کرکے جواب دیتا ہے جسکی حقیقت اب کھل گئی کہ محض
آپ لوگون کا افترا ہے دیکھئے علامہ ذہبی وابن جوزی وسبط ابن جوزی نے جن جن روایتونکو موضوع
وغلط وجعلی وافترا قرار دیا تھا انہین روایات کو آپلوگ کس خوشی سے مشہور کئے جاتے ہین انکے علاوہ
جتنی روایتین ہین اونکی بھی موضوعیت بتا دی گئی مگر آپ کسیطرح ایمان نہین لاتے۔ خدا کرے
آپ بیحرمتی وبیغیرتی سے معمولی الفاظ کے بھی معنی سمجھین اور اوس سے بچانے کی فکر اہل سنت کیلئے
کریں جس سے فلاح اخروی حاصل ہو۔ دنیاوی آؤ بھگت کس کام کی کیا کشف ساق وضم صدر وتقبیل
وفرمایش زرفتونی سے زیادہ اس جملہ مین بیغیرتی ہے جسپر آپکو وہ زور شور ہے؟
بہرکیف ہمنے چونکہ قطعی دلیلون سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی نہ عمر نے خواستگاری
کی نہ کوئی قصہ پیش آیا۔ یہ واقعات ام کلثوم بنت ابوبکر سے متعلق ہین اور عمر کی دونو زوجہ ام کلثوم سے
خواہ کتب شیعہ مین ہون خواہ کتب اہل سنت مین تو اب ہمکو زیادہ گفتگو کی ضرورت نہین فریقین کی ایک
روایت بھی۔ اس مادہ مین صحیح نہین جسپر کوئی اعتماد کرے۔ بلکہ کل موضوع ہین جیسا کہ مذکور ہوا۔
حالانکہ بشرط صحت روایت بھی مخالفت عقل کیوجہ سے روایت ساقط کردیجاتی ہے جیسا کہ آپ خود

فرماتے ہین اور یہ یاد رہے کہ جو روایت خلاف عقل و نقل ہو وہ روایت قابل استدلال نہین ہوتی
بلکہ ترک اوسکا واجب ہے صد ۱۲ اگر روایت ضعیفہ یا موضوعہ سے استدلال درست ہو تو آپ
روایت ملک العزا نیق العلی منہن الشفاعۃ ترتجی کے جواب کی فکر کیجیے جس سے اصل اسلام ہی
مٹتا ہے زیادہ تفصیل جلد ہفتم ذوالفقار حیدریہ پر محول ہی جو حق و باطل مین فیصل کرنیوالی ہے
لفظ فرج و غصب کے متعلق جو آپنی سیادت کا اثر دکھایا ہی اوسکے متعلق کچھ نہین کہہ سکتا فاصبر
کما صبر اولوا العزم پر عامل ہون - افسوس ہی کہ حضرات شیخین کی شان مین یہ الفاظ
کاذب غادر خائن اثم صحیح مسلم سے صحیح بخاری سے نکال ڈالے جائین - اور خلیفۂ دوم کی اوس حالت
پر جو دربند کرکے پڑہے تھے - یہ پردہ ڈالا جائے کہ ایسی حالتین ہی کا اوسکے اظہار کو مکروہ جانتے ہین
اور مخنث کا لفظ چھپا یا جائے - اور قاموس کے لغت مین افلح کا نام تک نہ لیا جاے بلکہ علی وزن احمد
کہدیا جاے - اور مکاتبات محمد بن ابی بکر و معاویہ کو علامہ ابن اثیر اسوجہ سے ترک کردین کہ عوام کو
اونکو سننے کا تحمل نہین - ان لوگونکی بار یہین تو اسطرح پردہ دہی کیجائے اور خاندان رسالت کیساتھ
یون بے ادبی ہو جنپر ایمان لانا ہر مسلمانپر فرض ہی -

اسکے بعد جو آپنے خارج از بحث تقریر کی ہی اوسکے جواب کی حاجت نہین تشفی مین جنین و خائنان کا
جواب ملاحظہ کرلیجئے اور نیز رمی الجمرات مین تب کچہ زبان درازی فرمائیے -

قول موثوق صد ۱۳ باقی تعریض عدم طیب ولادت پر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے جو آپنے
تحریر فرمائے اُسکے جواب مین صاحب تفسیر مظہر العجائب نے جو کچہ لکہا ہی ملاحظہ کرلیا جاے افسوس
صد ہزار افسوس کہ آپ ایسی بیچ اور طیر باتین لکہکر خواہ مخواہ مذہب شیعہ کی مٹی خراب کرتے ہین
آپ اوپر ولادت حضرت صاحب الامر والزمان کے کہ جنکے قدمین تمامی آئمہ سابقین بلکہ رسول رب العالمین
تک تشریف لاوینگے اور سب سے پہلے آنحضرت صلعم بیعت کرینگے بلکہ اونکی پیش دست بنینگے نظر نہین
ڈالتے کہ جس سے تمامی مذہب شیعہ درہم اور برہم ہوجاتا ہی - اُن جناب مستطاب کی ولادت نعوذ باللہ
اگر اصول شرع سے دیکھی جاے جیساکہ حضرات شیعہ لکہتے ہین جانتا ہون کہ کوئی ناصبی اور خارجی بلکہ
غیر مسلم بھی ایسی ولادت کو گوارا نہ کریگا ملا مجلسی نے جو حق الیقین اور رسالہ رجعتیہ مین لکہا ہی خلاصہ
اوسکا ... بہ ... سے عرض کرتا ہون اگرچہ اوسمین کلمات کسیقدر سخیف تحریر ہین الا بسبب

عدم جواز تصرف و تحریف فی النقل اصل عبارت کے تغیر سے مجبور ہون بلفظہ لکھتا ہون (اور حضرات
شیعہ کہتے ہین باپ انکے حسن ثانی اور مان نرگس نصرانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خواب مین
نکاح باندھنے کو آئے دھوکھا پڑ گیا یہ بھی خیال نہ آیا پوچھین کہ نرگس قیصری کا دین کیا ہے وہ بیچاری
تو مشرکہ تھین اور حضرت عیسیٰ اور مریم کے پوچھنے والے حضرت نے خواب نرگس میں خواب مین نہ ذات
سے سوال کیا نہ صفات سے حساب لیا اور انکی جانب داری کو شاید غنیمت ہو گیا کہ یہ پیوند تو خوب لگا لیکن
سبحان اللہ جناب فاطمہ زہرا کی ہوشیاری پر قربان جائیے کہ یہ بھید اونپر آشکارا ہوا کیونکہ وہ بعد
حضرت کے مہبط مصحف ہوئین اُنپر اتر گئی جو گئی قرآن مجید سے بعد حضرت کے کتاب اُتری وہ کیونکر مشرکہ نہ فرمائین صاف صاف دوسرے خواب نرگسی مین بولین ارے نرگس پرے ہٹ تجھ مین خوشبو کہان ابھی
تو بوے شرک آتی ہے میرا بیٹا عسکری نت کھنے کو تیرے کیونکر آوے مگر جب تیرا شرک و کفر جاوے
وہ تو اُن ماہ لقا کی شیدا تھین ناچار کلمہ اسلام پڑھا مثل مشہور مرتا کیا نہ کرتا۔ یہان محبوبہ خیال
نکرنا کہ حضرت رسول خدا کو صرف یہی دھوکا پڑا اور جناب فاطمہ زہرا نے تدارک فرمایا گرو گھنٹال صاحب
جو مجلسی ہین اور امام معصوم کو نکاح مین بھی ایسا ہی حال حضرت کے دھوکے اور اُسکے مشاہدے کا حضرت
فاطمہ زہرا سے نقل فرماتے ہین کچھ نئی بات نہین ہے۔ العرض اُسی نکاح پر جو شرک کی حالت مین واقع
ہوا تھا شکر خواب مین زفاف ہوا اور امام نرگسی پیدا ہوئی) انتہی کیون جناب ایسے ہی شخص تو عبا آل
عبا کہتے ہین اسی کو شیعہ علی کہتے ہین اسیکو راکب سفینہ اہل بیت کہتے ہین اب وہ عبارت افتراق سراپا
مغلظت و نفاق کی۔ کجا گوہر صدف عصمت و طہارت و کجا خزف کوئی کفر و ضلالت الہٰا کہ تک بندی ہے
بالکل بیکار گئی اور دس سطر کے قریب ناحق صفحہ سادہ سیاہ ہوا ان حضرات کے ہاتھ سے جو نہو وہ
تھوڑا ہے ع بدنام کنندۂ نکو نامے چند۔

دفع الوثوق۔ یا اللہ کیا قیامت آہی پہونچی جو اس سید زادہ کو نسب خلیفہ دوم مین شک ہو رہا ہے
جسپر صحابہ ہمیشہ طعنہ زن رہتے ہین۔ ماموں صاحب شیعونکی کتابونکو چھوڑ کے اپنے مذہب کی کتابین
دیکھائیے جسکی فہرست صاحب کنز مکتوم نے یہ گنائی ہے تفصیل اس بیجا شرافت نسبی کی تین پشت
تک کتاب روض الانف سہیلی کتاب المعارف تاریخ ابن کثیر شامی ؟ ورثالہ کلبی ابن مسکویہ ہے جسکے
نتائج بلکلاون تصریحات صریحہ کو نہ نہایت ہی شرمناک تھی ہین مین ؟ ۱۹۲ کنز مکتوم

جناب ماموں میر برکات حسین صاحب! کیا یہ عربی مثل آپنے نہین سنی ہو لا یرمی من الحجارۃ من بیتہ
من الزجاجۃ کہ جسکا گھر شیشہ سے ہوتا ہو وہ کسی پر پتھر نہین مارتا۔ آپکو اپنے پیشواؤن کے حالات
نہین معلوم تھے جو ولادت جناب صاحب الامر علیہ السلام پر شاعرانہ خیالی تضحیک شروع کی جسکو ایک
منٹ کیلئے کبھی کوئی نظر وقعت سے نہین دیکھے گا۔ اب مین آپکو اصلی اور صحیح واقعات لطف انگیز
و حیرت خیز آپکے خلفا کی ولادت کے سناتا ہون اور جن وقائع کا اجمالا اشارہ کنز مکتوم مین کیا گیا ہے
اونکی تفصیل کچھ جلد ہفتم ذوالفقار حیدری سے خلاصہ کرکے گذارش کرتا ہون بگوش دل سماعت
فرمائیے۔ جدہ ماجدہ خلیفہ دوم ضحاکہ کے نسبت کتاب مثالب کلبی مین مرقوم ہو جو اعلم علماء نسابہ
اہل سنت سے ہے،، کہ ضہاکہ حبشن لونڈی تھی ہاشم بن عبد مناف کی جسپر واقع ہوئی نفضلہ بیٹے
ہاشم کے بعد اوسکے عبد العزی بن رباح ... سے پیدا ہوے نفیل جد عمر بن خطاب اور علامہ ابن
ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغۃ مین ... تے ہین کتاب مفاخرات قریش ابو عثمن سے کہ عمر بن
خطاب نے سنا کہ ناقلان اشعار و راویان اخبار بعض لوگونکے نسب مین قدح کرتے ہین اوسپر بالائے
منبر جاکر کہا کہ بزرگونکے عیوب اور حالات کے تذکرہ سے باز آؤ کہ اگر زیادہ اسمین فکر کیجائیگی تو
شاذ و نادر ہی لوگ بچینگے اسپر ایک شخص نے قریش سے کھڑے ہوکر کہا جسکا نام لینا مین مکروہ جانتا ہون
کہ جب ہم اور تم اے امیر المومنین عمر ہونگے تو اس دروازہ سے نکلجائینگے اسپر عمر نے کہا ہرگز نہین
تجھکو لوگ قین ابن قین کہتے تھے ابن ابی الحدید کہتے ہین کہ جس شخص نے عمر کو ٹوکا تھا وہ
مہاجر بن خالد بن ولید تھا جسکے باپ سے عمر کو عداوت تھی۔ یہ مہاجر علوی الرائے تھا کہ حضرت علی
کے ساتھ تھا جنگ جمل مین اور او... عبد الرحمن بن خالد ہمراہیان معاویہ سے تھا جنگ صفین
مین۔ اسی مہاجر نے نسب خلیفہ دوم مین کچھ کلام کیا تھا جسپر عمر نے وہ خطبہ کہا۔ اور مہاجر سے ردوبدل
ہوئی۔ ولید خالد کا باپ جو ریحانہ قریش کہلاتا تھا اصل مین حداد تھا (لوہار) ابو الحسن مدائنی نے
کتاب امہات الخلفا مین لکھا ہی کہ ... روایۃ ... تذکرہ جب جعفر بن محمد علیہما السلام (امام جعفر صادق ع)
کے سامنے ہوا تو فرمایا ای برادر زادہ ... مت نکر کہ عمر کو خوف تھا کہین تفصیل ... عبد العزی اور ضہاکہ
لونڈی زبیر بن عبد المطلب کے قصہ کو لوگ نہ بیان کرین اسیوجہ سے وہ خطبہ کہا ... ماموں صاحب
آپکے خلیفہ کی پردہ داری۔ ضحاکہ حبشیہ آپکی جدہ ماجدہ حضرت ہاشم کی (بشرطیکہ یہ نسبت اپکو قبول ہو) ...

نسب نامہ خلیفہ دوم

میرے جدامجد حضرت ہاشم کی) یہ ذات لونڈی تھی جسنے نضلہ ہاشمی کے حلہ ہاشمیہ کے بعد دوسرا حملہ کرا کر حمل رکھایا اور نفیل جدامجد کو آپکے کے پیدا کرایا - پے در پے دو حملون نے یہ جلوہ دکھایا یہی کمائی بزرگونکی تھی جس سے ایسا جلیل القدر خلیفہ پیدا ہوا جسنے پہلا وار اوسی خاندان پر کیا جسکے خانہ زاد تھے بحلال ہون خواہ بحرام - اب ذرا نیچے اوترے اپنے خلیفہ کے دوسرے طبقہ کا حال سنئے کہ اسنے تو وہ کام کیا کہ باپ بیٹے کو ایک ہی گھاٹ اوتارا افسوس پوتے کو نہ دیکھا ورنہ اوسے بھی نہ چھوڑتے کتاب مشالب کلبی مین ہے کہ زید بن عمر بن نفیل کی مان جیدا بنت خالد فہمیہ ہے جو زوجہ تھی اوسکے دادا نفیل کی جس سے خطاب پیدا ہوئے - پس زید خطاب کا بھائی ہے مان کیطرف سے اور بھتیجا ہے باپ کیطرف سے اور کتاب المعارف ابن قتیبہ مین ہے کہ خطاب بن نفیل کی مان قبیلہ فہم سے ہے جو نفیل کی زوجہ تھی بعد فوت نفیل اوسکے بیٹے عمرو نے اپنی مان پر تصرف کیا جس سے زید پیدا ہوئے تو زید کی مان اور خطاب کی مان ایک ہی ہے اور تاریخ ابن کثیر شامی مین ہے کہ خطاب عمر کے باپ - زید کے چچا بھی ہین اور بھائی بھی کیونکہ عمرو بن نفیل برادر خطاب نے بعد مرنے اپنے باپ نفیل کے اوسکی زوجہ سے عقد کیا جس سے زید پیدا ہوے -

کیون ماننا ! اب تو آپکی تسکین ہوئی کہ ایسے عالی نسب خلیفہ کی امت بنے ہین اور تیسرا طبقہ خلیفہ کا یعنی مادر گرامی قدر اونکی وہ ہین کہ خالد بن ولید سا جوانمرد خلیفہ کی جب نسبت کرتا تو اونکی مان ہی کیطرف نہ باپ کیطرف بلکہ یون فرماتے کہ اعیسر بن حنتمہ یعنی لنگڑا ایا لوطا حنتمہ کا پوت معلوم نہیں خالد کو اسپر کیا اصرار تھا کہ ابن خطاب نہین کہتے بلکہ ابن حنتمہ فرماتے تھے خالد چونکہ صحابی تھا غالباً اوسکو حدیث رسول اللہ معلوم ہو کہ قیامت کے روز بجز شیعہ کوئی اپنے باپ کیطرف منسوب نہوگا بلکہ ماں کیطرف کیونکہ اورونکی حلال زادگی نکلنے نہین - لہذا خالد مان کیطرف نسبت کرنا حرکوئی سبب ہوگا مگر چچا عباس عم اشرف الناس نے کچھ ایسا پھڑکتا ہوا فقرہ کہا ہے کہ مریدان خلیفہ کو قیامت تک اوسکا مزہ نہ بھولیگا - وہ فقرہ حضرت عباس کا خلیفہ دوم سے یہ ہے اعضك الله بنظر امك جیسا کہ کنز العمال مین ہے - اعض کے معنی کٹوانے اور بظر اندام نہانی کے بڑہے ہوے گوشت کو کہتے ہین اور ام کے معنی مان کے ہین اب جوڑ دیکر معنی سمجھ لیجئے مین کیون کہون یہ نسب کا حال مختصر طور پر جلد ہشتم ذوالفقار حیدر سے خلاصہ کرکے عرض کیا خدا کرے کہ وہ کتاب جلد طبع ہو کہ دیگر حالات بھی ظاہر ہون -

مگر یہ واضح رہے کہ بلند نسبی خلیفہ پر اعتراض کرنا کچہ اونہین لوگونکو ساتہ نہین مخصوص تھا جو قریشی
تھے مثل خالد بن ولید یا مہاجر بن خالد یا عمرو عاص وغیرہ کے بلکہ ابوہریرہ ساجد ید الاسلام جو نہ قریشی
تھا نہ مہاجر وہ بھی معترض ہوتا چنانچہ ایکدفعہ ابوہریرہ نے عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث رسول
بیان کی ولدالزنا شر الثلثہ یعنی حرامزادہ اپنے مان باپ زانی سے بدتر ہو اوسپر خلیفہ کے فرزند عبداللہ
کو ایسا غصہ آیا کہ حدیث رسول مین فرمایا ہو خیر الثلاثہ کہ ولدالزنا تینون مین بہتر ہے۔ انہین
روایتون سے عاجز آکر خلیفہ دوم نے یہ حکم دیا کہ اگر احادیث رسول کا بیان کرنا تو نہ ترک کریگا تو تجہکو
دوس پہاڑ کیطرف نکلوا دونگا خلیفہ نے اسی دھمکی پر اکتفا نہ کی بلکہ تغلب مال بحرین کا حیلہ لگا کر اتنے
کوڑے ابوہریرہ کو مارے کہ پیٹھ اوسکی زخمی ہوگئی دیکہو تفصیل ان حالات کی جلد سوم ذوالفقار
حیدری مین از صہ ۳۴۴ لغایت صہ ۳۵۳

خلیفہ دوم کے فرزند عبداللہ کا غصہ ہونا ولدالزنا شر الثلثہ پر سخن فہمون کیلئے کافی ہو کہ ابوہریرہ نے
کیا طنز کیا تھا جسکا جواب عبداللہ بن عمر نے یہ دیا۔ ہو خیر الثلثہ۔ اسی قول صحابی جلیل القدر بلکہ سلسلہ
خاندانی خلیفہ سے اہل سنت نے یہ قاعدہ کلیہ ترتیب دیا ہو ولدالزنا انجب کہ ولدالزنا زیادہ نجیب ہوتا ہی
جسکی تشریح علامہ شیرازی نے نزہۃ القلوب مین یہ کی ہو کہ زنا جب ہوگا تو برغبت تام اور شوق تمام
پس اس سے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ کامل العقل ہوگا بخلاف زوجہ حلال کے کہ مرد کا تعلق اوس سے جب ہوگا
تو بہ تصنع و تکلف ولذا کان عمرو بن العاص و معویۃ بن ابی سفیان من دہاۃ الناس اسی وجہ سے عمرو عاص و معویہ داہاۃ ناس و تعلق
روزگار ہی تھے۔ اور یہی لقب دہاۃ ناس کا حضرت عمر کیلئے اہلسنت نقل کرتے ہین جیسا کہ اصابہ مین ہے صہ ۵۱۸ ج ۲۔ خوشا بحال علمای اہلسنت
کہ اپنے خلفا کے انجبیت کو کیسے کیسے معقول وجہون سے ثابت کرتے ہین یہ تو ایک زنا کی لطافت ستھی اور
اوسکا کیا کہنا کہ عورت حبشن ہو اور دو دو مرد عرب کو ایکدفعہ پار اوتار کر بارور ہو اور باپ بیٹے
دونون سے لطف صحبت حاصل کرے اور اوسکا خلاصہ تمامی اہل اسلام پر حاکم بنے

اب ان واقعات تاریخی کے بعد اس حدیث رسول کی کیا ضرورت ہو کہ دشمن علی نہوگا مگر ولدالزنا اور
بدخلق نہوگا مگر ولدالزنا یا ولدالحیض جیسا کہ منتخب کنز العمال مین ہے۔ اور خلیفہ دوم کی بدخلقی صحیح
بخاری سے ثابت ہو کہ ازواج رسول نے عمر کو افظ و اغلظ کہا اور خود روایت کامل سے گذرچکا کہ عمرو
عاص نے اسی قصہ عقد ام کلثوم بنت ابوبکر مین کہا جب ہملوگ تمہارے خلق کو نہین بدل سکتے تو وہ

لڑکی جو عایشہ کی صحبت مین پلی ہو کسقدر تمسے خوف کھائیگی۔

ہم سمجھتے ہین کہ اگر ماموںصاحب کے ہوش وحواس کچہ بجا ہونگے تو ان واقعات عبرت افزا سے ضرور متاثر ہوکر ایسے پیشواؤن سے ضرور دست بردار ہونگے کیونکہ کوئی شریف ایسونکی متابعت کبھی نہین کرسکتا جبکہ سلسلہ نسب نامہ کا ماموںصاحب نے چھیڑ دیا ہو تو اب مناسب نہین کہ ایک ہی بزرگ کا حال مذکور ہوا اور دوسرے بزرگان دین اہل سنت اس سلسلہ سے خارج رہین لہذا خلیفہ ثالث اور دیگر ارکان بنی امیہ کی والانسبی بھی اونہین کتابون سے اہل سنت کی بیان کرتا ہون جو ان خلفا کی فضائل ومناقب مین تصنیف ہوئین

علامہ سہیلی روض الانف مین فرماتے ہین کہ دغفل وہی ہے جسنے روبروے رسول اللہ حضرت ابوبکر کو قریش کا چرولاہا بنایا دیکھو تبصرۃ السائل صفحہ دغفل سے معویہ نے پوچھا تمنے حضرت عبد المطلب کو دیکھا تھا کہا ہان شیخ قسیم وسیم جسیم تھے کہ دس بیٹے مثل ستارونکے اونکو گھیرے تھے پھر معاویہ نے کہا کہ عبد الشمس امیہ کو بھی دیکھا تہا کہا ہان چندہا کرنجا ندشکل تھا جسکو اوسکا غلام ذکوان لیئے پھرتا تھا۔ معاویہ نے کہا وہ (ذکوان) اوسکا بیٹا ابوعمرو تھا۔ دغفل نے کہا تملوگ ایسا کہتے ہو (کہ ذکوان بیٹا تھا مگر درحقیقت وہ غلام تھا) کہا فقیہ ابو القاسم نے کہ یہ طعن مخصوص ہے نسب عقبہ بن امیہ سے جس شاخ سے معویہ تھا۔ اور نسب امیہ مین دوسرا طعن بھی ہے جو تمامی بنی امیہ کو شامل ہے چنانچہ سفینہ مولوی حضرت ام سلمہ سے منقول ہے کہ کسی نے اونسے کہا کہ بنی امیہ گمان کرتے ہین کہ خلافت مخصوص ہے بنی امیہ سے اوسپر سفینہ نے کہا کذبت استاہ بنی الزرقا بل ھم ملوک ومن شر الملوک یہ زرقا ماں ہے بنی امیہ کی جسکا نام ارنب تھا کہا اصبہانی نے کتاب الامثال مین اور یہی زرقا زمانہ جاہلیت مین صاحب رایات سے (عرب جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ فاحشہ عورتین اپنے مکان پر نشان کھڑی کردیتی تھین جسکو عربی مین رایہ کہتے ہین کہ لوگ سمجھین یہ عورت اس پیشہ کی ہے اور بے تامل چلے آئین) کہا حافظ ابو القاسم نے طعن کرنا نسب مین مناسب نہین اگر بنی امیہ کے خیال سے ذکف لسان کرین تو بلحاظ عثمان بن عفان ضروری ہے کیونکہ یہ صاحب تیسرے خلیفہ تھے جو نسبًا خلیفہ ثانی سے کم نہین مگر تعجب ہے کہ وہ نجابت انسے نہ ظاہر ہوئی جو خلیفہ انجب نے کر دکھایا الا یہ کہ آپ کہین یہان ایک طبقہ مین ہے وہان دو دو طبقہ۔ اور یہ قصہ دغفل والا خود اصابہ ابن حجر عسقلانی مین بھی بذیل ذکر نوشب مذکور ہے کہ ذکوان کو اوسنے غلام کہا اور معاویہ نے

کہا نہین وہ بیٹا تھا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۱ حالانکہ ابن حجر جیسے سخت متعصب ادہا می بنی امیہ ہین معلوم ہے
حضرت معویہ کا نسب نامہ گو ضمناً اس نسب نامہ مین مذکور ہوا ہے مگر اس خلیفہ نے کچہ اور بھی ترقی کی ہے
اور خلیفہ دوم پر بھی فوق لیگئے ہین چنانچہ سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامتہ مین ہشام بن کلبی سے روایت
کرتے ہین کہ معاویہ کی پیدایش چار آدمیونکی طرف منسوب ہے عمارہ بن ولید۔ مسافر بن ابی عمر۔ عباس بن
عبد المطلب۔ ابوسفیان۔ کیونکہ وہ تینو آدمی ابوسفیان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تہے اور ہندہ زوجہ
ابوسفیان سے سبکو تعلق تھا زیادہ تر لوگونکا بیان یہ ہے کہ معویہ کا نطفہ مسافر بن ابی عمر سے منعقد ہوا
اسی خوف سے کہ اب فضیحت ہوگی مسافر مذکور ملک چہوڑ کر حیرہ کو چلا گیا وہان ہندہ کی فراق مین بیمار
ہوکر مرگیا۔ یہ ہندہ مادر معاویہ حبشیو نپر جان دیتی تھی اور جب سیاہ بچہ جنتی تو اوسکو ہلاک کردیتی۔
شاید یہی باعث ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو بھی اپنے نسب سے ملحق کرلیا کہ جب دونون بھائی یکسان ہین
تو علیحدہ کیون رہین فرق اسقدر ہے کہ معاویہ ہندہ کے بطن سے یقیناً تھا جو زوجہ ابوسفیان تھی۔
گو صلب اور ہو اور زیاد برخلاف اسکے نطفہ سے ابوسفیان کی تہا گو اوسکی مان سمیہ ذوات الاعلام سے
تھی۔ معویہ کے بعد یزید اہل سنت کا خلیفہ ہوا جسکا نسب بھی محتاج شرح نہین۔ کیونکہ مان اوسکی میسون
دختر بحدل کلبی ہے جسنے اپنے باپ کے غلام سے یزید کا حمل رکھایا اور معویہ کو اوسکا محمول بنایا اسی
کیطرف نسابہ کلبی اشارہ کرتے ہین ؎ فان یکن الزمان اتی علینا ٭ بقتل الترک
والموت الوحی ٭ فقد قتل الدعی وعبد کلب ٭ بارض الطف اولاد النبی
اب ان خلفا کے بعد اون افراد عشرہ مبشرہ کا نمبر ہے جو خلفائے ثلثہ کیطرح مستحق خلافت تھے اونکی
شان مین علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ مین بذیل شرح فقرہ لم یسہم فیہ عاہر لکھتے
ہین اس کلام مین تعریض ہے طرف اون صحابہ کے جنکے نسب مین طعن کیا گیا ہے مثل سعد بن ابی وقاص
کے جو بنی زہرہ سے مشہور ہین حالانکہ وہ تھے بنی عذرہ بن قحطان سے اسیطرح زبیر بن عوام بنی اسد
بن عبد العزی سے مشہور ہین حالانکہ وہ نسل قبطیان مصر سے تھے (جنمین فرعون تھا) شاید اسی مناسبت
سے عمر نے انکو فرعون ہذہ الامہ کا خطاب دیا یہانتک تو مینے بعض واقعات کو ذوالفقار حیدر
جلد ہفتم سے خلاصہ کرکے عرض کیا جسکا مسودہ موجود ہے طبع باقی ہے خدا کرے کہ جلد چھپے۔ کہ قدرت
خدا کا لوگ تماشا دیکھین۔ اسی ذیل مین عمرو عاص حاکم مصر وہمراہی معویہ کا بھی نام لیتا ہون

نسب نامہ معاویہ

یزید

نسب عشرہ مبشرہ

جو بتصریح صاحب انسان العیون چار آدمیون کے نطفہ سے پیدا ہوا عمرو عاص ابو لہب امیہ بن خلف ابو سفیان
چارون نے اسکا دعوی کیا مگر نابغہ مادر عمرو عاص نے عاص کے حوالہ کیا جو سب سے زیادہ اسکو خرچ برچ
دیتا اسکا تفصیلی حال جلد ثالث ذوالفقار حیدریہ مین ملاحظہ ہو جو طبع ہو چکی از صفحہ ۲۹۲ لغایت صفحہ ۳۰۰
جس عنوان سے صحابہ کے تفصیلی حالات اس کتاب مین مرقوم ہوئے ہین دوسری کسی کتاب مین ابتک
نہین دیکھے گئے مگر نہایت تعجب ہے کہ عمرو عاص سا بلند نسب حاکم و ملازم خلیفہ دوم خود خلیفہ دوم کے حسب و نسب
پر طنز کرے اور اونکی ملازمت پر لعنت کرے جسکی تفصیل اوسی جلد ثالث ذوالفقار حیدریہ مین قابل دید ہے۔
اب اس سے زیادہ خاطر داری مامون صاحب کی نہین کر سکتا جس سے اونکو اختلال حواس پیدا ہو
غالباً ان واقعات تاریخی کے بعد صحت حدیث رسول مین کہ دشمن علی نہو گا مگر ولد الزنا۔ کوئی کلام
نرہے کیونکہ حضرت نے یہ حدیث بطور کلیہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ حدیث ہے کہ دشمن علی نہوگا مگر منافق۔
بزرگان کے کارنامہ عداوت جناب امیر علیہ السلام کے متعلق ملاحظہ فرما کر بہ زبان و قلب ان احادیث کی تصدیق
کر لین کہ کیسے پوست کندہ حالات ان حضرات کے خود اونہین علما نے لکھے ہین جو مامون صاحب سے زیادہ
فریفتہ اور عاشق وزاران خلفا کبار کے تھے۔
بہرحال اب کہ عدم طیب ولادت خلیفہ ثانی بتصریح اجمالاً بیان کر دیگئی۔ تعریض کا کوئی موقع نرہا آپکو
اگر حوصلہ ہو تو اس قسم کے وقائع بزرگان شیعہ کے حالات مین شیعونکے علما سے نقل کیجئے مین موجیون
اور ہجا مونکی تقریر ونکو نہین سنتا مظہر العجائب کی عبارت اگر نقل کرتے تو جواب دیتا اوسکا جواب
اب لہیب النیران و کشتاب وغیرہ مین ملاحظہ فرما لیجئے ثانیاً عقل کی خوبی ہے جو نسب خلیفہ دوم کے
مماثلت مین قصہ ولادت باسعادت حضرت صاحب العصر والزمان مہدی موعود علیہ السلام کو لاتے ہین
عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است۔ آپکے اسلاف نے تو خود نسب جناب رسالتمآب کو مماثل نسب خلیفہ
بنایا ہے اور سفاح کے قائل ہوئے ہین (جسکی نقل بھی ہم جائز نہین جانتے) تو اس سے کیا ہوا بجز اسکے
کہ خود جہنم کے کندے بنے۔ اور تمام مسلمانونکی نفرین کے مستحق بنے۔
طرہ یہ ہے کہ قال المومنین۔ تمو زنیمرو زکے کلمات کو سخیف بھی فرماتے ہین اور نقل بھی اوتارے جاتے ہین۔
ارے حضرت آپ تو خوارج نہروان سے بھی زیادہ محتاط معلوم ہوتے ہین کہ کفش دوز کی عبارت سخیف
مین تو آپ تغیر و تحریف نہین جائز رکھتے مگر اونسے جو اصل حق الیقین مین تحریف کیا ہے وہ جائز ہے

حق الیقین و رسالہ رجعیہ تو آپنے دیکھے منقول آپکے سامنے موجود ہے پھر اونہین کی عبارت کیون نہین نقل کرتے جو کفش دوز
نقال کی نقل اوتارتے ہین

واقعہ تو صرف اسیقدر ہے کہ حضرت نرجس خاتون نے جو شاہزادی شاہ روم تھین خواب دیکھا کہ بحضور
جناب رسالتمآب و عیسے روح اللہ و دیگر حضرات میرا عقد امام حسن عسکری ؑ سے ہوا دوسرا
خواب یہ دیکھا کہ ہمنے حضرت فاطمہ زہرا ؑ سے اسکی شکایت کی کہ امام حسن عسکری سے ملاقات نہین ہوتی
جسپر جناب سیدہ نے فرمایا چونکہ تمنے ابھی اسلام نہین قبول کیا ہے اسوجہ سے ملاقات نہین ہوتی اس
جواب کے بعد حضرت نرجس نے اسلام قبول کیا پھر ہمیشہ خواب مین امام کی زیارت ہوتی۔ کچھ دنون بعد لشکر
اسلام نے انکے باپ پر صف کشی کی یہ قید ہو کر بغداد آئین جناب امام علی نقی ؑ نے انکو خرید کر کے اپنے فرزند
امام حسن عسکری ؑ کو ہبہ کیا بعد مدت بلکہ وفات امام علی نقی کے بعد حضرت مہدی موعود عجل اللہ ظہورہ
کا حمل قرار پایا ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو ولادت ہوئی یہی خلاصہ ہے مضمون حق الیقین و رسالہ رجعیہ وغیرہ کا
جسکو بوجہ طوالت مینے نہ نقل کیا۔ اب خدا کیواسطے فرمائیے اس عقد مین کونسی بات ہے جسپر آپ اعتراض
کر سکتے ہین کیا ایسا خواب دیکھنا محال ہے یا ایسی شاہزادی روم کا مقید ہونا یا امام ؑ کا خریدنا
یا اپنے فرزند کو ہبہ کرنا یا شرعًا یہ امور جائز نہین آخر وہ بات ہی کیا ہے جسپر کوئی اعتراض ہو سکے
زبان ہر شخص کے اختیار مین ہے جسطرح چاہے بات بنائے اور قہقہہ اوڑائے اگر اہل سنت
کی ایمانداری اور محبت وولاے اہل بیت طاہرین دکھانا منظور ہوتا تو اس عبارت کو جو خارج از
مبحث ہے مین نقل بھی نکرتا اصل واقعہ وہی ہے جسکو مینے عرض کیا اور ناظرین خود عبارت حیدر علے
سے بھی سمجھ سکتے ہین کہ اصلیت وہی ہے زفاف ہونا عالم خواب مین اور اوس سے پیدا ہونا امام
علیہ السلام کا جو اس کفش دوز نے لکھا ہے محض اتہام اور افترا ہے مامون صاحب نے شاید اسی حیلہ سے
مناسبت اس واقعہ کی واقعہ ولادت خلیفہ دوم سے نکالی ہے جو اونکی فہم کی خوبی ہے واقعات ولادت
خلیفہ دوم بھی بے کم و کاست بغیر کسی مضمون شاعری کے لکھدے گئے ہین خود مامون ہی منصفانہ
نظر سے اوسپر غور فرمائین۔

آرے جناب تمو زیمرو زوالا ذات کا کفش دوز ہے اسی قافیہ پر اوسنے یہ نام رکھا جسکا جواب آفتاب عالم افروز
موجود ہے آپ باوصف ادعاے سیادت کیون ایسے الفاظ زبان سے نکالتے ہین۔ فریقین مین بعد حشر

صحیح ہے کہ دشمن اہل بیت نہوگا مگر ولدالزنا۔ آپ حضرات عادی ہین اوس روزمرہ کے جو آپکے مذہب مین مروج ہے گالی گلوچ بکا کرتے۔ اور ہملوگ اخلاق آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تابع و پیرو ہین یہانپر اگر کچھ اشعار شیر مرحوم لکھدے جاتے تو آپ خوش ہوجاتے مگر ہمکو تو آپکی ہدایت منظور ہے کہ کسیطرح راہ راست پر آجایئے ہم آپکے ساتھ وہ برتاو نہین پسند کرتے جو خلیفہ دوم نے اپنے ماموں ابوجہل کے ساتھ کیا جس سے اوسکے کفر وعناد نے اور ترقی کی بلکہ ہم اوس سنت سنیہ کے عامل ہین جو رسول اللہ نے اپنے رضاعی ماموں اسود بن وہب کے ساتھ کیا کہ ردا اپنی اوس کا فر کیلئے بچھا دی ماموں صاحب! جس حجۃ خدا نور ارض وسما باعث بقاے دنیا کے وجود ذیجود سے آپکو انحراف ہے یا اوسکی ولادت باسعادت مین شک ہے۔ وہ ایسا مقتدای عالم نہین ہے کہ صرف شیعہ اوسپر ایمان لاے ہین۔ اہل سنت کے بڑے بڑے گرو گھنٹال کو بھی بجز اقرار کے چارہ نہین چنانچہ علامہ شیخ حسین عدوی حمزاوی مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص۱۱۲ مین فرماتے ہین کہا شیخ قطب غوثی سیدی محی الدین ابن عربی نے فتوحات مین کہ ضرور ہے خروج مہدی سے مگر نہ خروج کرینگے جبتک بھر نہ جاے زمین ظلم وجور سے کہ وہ قسط وعدل سے مملو کرینگے۔ وہ اولاد رسول ص سے ہین اولاد فاطمہ سے کہ جد اونکے حسین ع ابن علی ابن ابیطالب ہین اور والد اونکے امام حسن عسکری علیہ السّلام ابن امام علی نقی ابن امام محمد تقی ابن امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین علی ابن امام حسین ابن امام علی ابن ابیطالب علیہم السّلام کہ نام اونکا ہمنام رسول اللہ ہے بیعت کرینگے اونسے مسلمین درمیان رکن ومقام کے یہی مضمون فتوحات کا کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر مین شیخ عبدالوہاب شعرانی نے بھی نقل کیا ہے ص۲۸۸ مطبوعہ مصر اور اوسکے پہلے یہ عبارت لکھی ہے۔ فہناک یترقب خروج المہدی ع وہو من اولاد الامام حسن العسکری ومولدہ علیہ السّلام لیلۃ النصف من شعبان سنۃ ۲۵۵ خمس وخمسین ومائتین وہو باق الیٰ ان یجتمع بعیسے بن مریم ع فیکون عمرہ الیٰ وقتنا ہذا وہو سنۃ ۹۵۸ ثمان وخمسین وتسعمأتہ سبعماۃ سنۃ وست وستین ہکذا اخبرنی الشیخ حسن العراقی المدفون فوق کرم الریش المطل علیٰ برکۃ الرطلی بمصر المحروسہ عن الامام المہدی حین اجتمع بہ ووافقہ علیٰ ذالک شیخنا سیدی علی الخواص رحمہما اللہ تعالےٰ ص۲۸۸ پس اوسوقت مترقب ہے خروج مہدی کا اور وہ اولاد سے ہین امام حسن عسکری کے ولادت باسعادت انکی پانزدہم

شعبان ۲۵۵ھ مین ہے اور وہ باقی ہین یہانتک کہ مجتمع ہون ساتھ عیسے بن مریم کے پس عمر اونکی اس وقت سن ۹۵۸ھ تک سات سو چھ برس کی ہے ایسا ہی خبر دیا ہے مجھے شیخ حسن عراقی نے خود امام مہدی ع سے جسوقت ملاقات کی تھی اونکی اور اس خبر سے موافقت کی ہے سیدی علی خواص نے۔

حسین ماموں! جب امام مہدی موعود عجل اللہ ظہورہ کی ولادت اور بقا کی خبر آپکے آئمہ دین دے رہے ہین اونہین کی شان والا مین وہ کلمات سخیف اپنے کفش دوز کے نقل کئے اب بجز اسکے کہ آپ توبہ کرین اور کیا عرض کرون اور روائح المصطفےٰ مین صدرالدین احمد حنفی قادری شواہد النبوۃ ملا جامی سے نقل کرتے ہین مادر وی ام ولد بودہ است صیقل نام وقیل سوسن وقیل نرجس وقیل غیر ذلک و ولادت وی در سر من رای بودہ است حکیمہ عمہ ابو محمد زکی رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ روزی پیش ابو محمد زکی رض در آمدم فرمود ای عمہ امشب در خانہ ما باش کہ خدا تعالی مارا خلفی خواہد داد من گفتم اے فرزند از کہ خواہد بود کہ در نرجس ہیچ اثر حمل نمی بینم فرمود کہ ای عمہ مثل نرجس مثل ام موسیٰ است علیہ السلام کہ حمل وی جز وقت ولادت ظاہر نخواہد شد الی آخرہ ص ۲۱۲ مطبوعہ کانپور۔

چونکہ یہ مقام ضمنی تھا اسلئے اسقدر عرض کیا عنقریب جلد ہشتم ذوالفقار حیدر طبع ہوتی ہے جسمین ہزارہا دلیلین اس مسئلہ کی مصنف علام نے جمع فرمائی ہین۔ اب ان عبارات و تصریحات صریحہ کے بعد ماموں صاحب کے نقل بیہودہ کی جواب کی ضرورت نہین مگر روائح المصطفےٰ کا دیباچہ نقل کرنا مناسب ہے شاید خداوند عالم ان حضرات کی ہدایت فرمائے اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ ربہ القوی السید صدرالدین احمد بن سید کریم الدین احمد العلوی الموسوی الحنفی القادری اللوہاری البردوانی عفا اللہ عنہ کہ چون درین زمان افساد تو امان بعضے از اہل این زمان را دیدم کہ از طریق مستقیم اہل سنت و جماعت عدول نمودہ میل بمذہب باطلہ نواصب پیدا ساختہ اعتراضات رکیکہ و ہذیانات لغو بیہودہ در حق حضرت مرتضےٰ و سید الشہدا کربلا میکنند و خود را بظاہر اہل سنت میگویانند و در حقیقت سنی نیستند در مذہب اہل سنت کجا جایز است کہ حضرت مرتضیٰ را نا قابل خلافت و حضرت حسین را باغی پندارند معاذ اللہ من ذلک و سینۂ ایشان از محبت بنی امیہ اینقدر مملو است کہ انکار فسق یزید پلید و علم و فضل آئمہ اہل بیت می نمایند و میگویند از آئمہ اہل بیت بغیر حضرت مرتضیٰ و حسن مجتبیٰ دیگر کسے امام نبودہ دیگران را امام گفتن ناجائز است چرا کہ خلافت بایشان

دیباچہ روائح المصطفےٰ

نرسیدہ و ایشان اہل علم نبودند کہ امام علمی ہم گفتہ شود ایشان مجرد صاحبزادگان بودند طرفہ ترانیست
کہ نواصب نیز ایشانرا اہل علم می دانستہ اند چہ جاہلسنت کہ مقتدایان اہل سنت از ایشان اخذ علم نمودہ اند
چنانچہ بالتفصیل در مقام خود مذکور خواہد شد بعضی را سبب اینچنین ہذیان سرائی حب جاہ ہست
تا در نظر جہال بزرگ نمایند و مردم ایشانرا حق گو پندارند و عجب ہست کہ اینقدر نمی فہمند کہ نزد علماباعث
مضحکہ میشوند چہ امر حق را خلاف آن بیان نمودن اظہار جہالت و حماقت خود ہست و در دنیا موجب
رسوائی و فضیحت و باعث خسران عاقبت ہست پس نتیجہ این عقیدۂ منحوس و تقریر شوم خسران الدنیا
والاخرہ است خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ہو الخسران المبین نصیب ایشانست کسانیکہ از احوال
خیر آل اہل بیت واقف نیستند اگر بر قول باطلہ این نواصب سی نما اعتماد نمایند و چیزے بگویند
فے الجملہ معذور اند طرفہ ترانیست کہ بعض کسان اینچنین نیز ہستند کہ باحوال اہل بیت دانا تر اند و محبت
نیز پیدا رند مگر از راہ تعصب یا حب جاہ بر خلاف عقیدۂ خود تقریر می کنند مہ
کیون جناب اب تو آپکو معلوم ہوا کہ شیعو نکے عقاید کیسے صحیح و درست ہین کہ آپکے علما کو بھی اونکا اقرار
کرنا پڑا۔ آپکے خلفا کی بلند نسبی بھی ظاہر ہوئی اور امام عصر علیہ السلام عجل اللہ ظہورہ کا فرزند امام حسن
عسکری ہونا بطن حضرت نرجس سے اور ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہونا اور آجتک موجود و باقی رہنا بھی
ثابت ہوا۔ اسپر بھی آپ ایمان نہ لائین تو میرا کیا قصور ہے کہیئے ہملوگونکا شیعہ علی ہونا اور راکب سفینہ
نبی ہونا اور آپ حضرات کا خارجی و ناصبی ہونا ابھی ظاہر ہوا کہ نہین وکل ذلک باقرار
علمائکم السنیہ اب بھی اگر گوہر صدف عصمت و طہارت و خذف کوی کفر و ضلالت
نور آسمان و زمین و تیرہ درون بے یقین مین نہ فرق کیجئے تو آپکا قصور ہے ؎ گر نہ بیند بروز
شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔
مد۱۲ مین ماموں صاحبنے سیف صارم اور اوسکے جواب کی آیات بینات سے نقل اوتاری ہے بصفحہ
۴۷ سطر ۲ لغایت صفحہ ۸۴ سطر ۱۰ اسکا جواب مشرحا حرف بحرف ترکی بہ ترکی جلد ثالث رمی الجمرات
مین بصفحہ ۱۵ مرقوم ہے ملاحظہ ہو اور اگر کچھ حوصلہ ہو تو اوسکی رد کیجئے کہ جواب اوسکا عرض ہو۔ کیونکہ ایک
ہی بات کو ہر دفعہ پہنچانا اور بقرونکی طرح اپنی کہنا دوسرونکی نہ سننا دیوانونکا کام ہے اگر کچھ بھی آپنے
اوسمین اصلاح دی ہوتی تو مین ضرور اوسکی مرمت کرتا۔

تاہم مولوی صاحب کو اسپر بھی تعجب ہوتا ہی کہ شیعہ شیخین کو کافر و منافق بھی کہتے ہین اور پھر بظاہر مظہر اسلام و مقر احکام بھی مانتے ہین۔ مگر افسوس ہی اونکو یہہ نہین معلوم کہ اسمین شیعہ سنی قصور ہین۔ کیونکہ خدا اور رسول نے منافقون کو بھی اہل اسلام سے قبول کیا ہی ولکن قولوا اسلمنا اسوجہ سے مظہر اسلام کہتے ہین۔ باقی رہا مقر احکام پس بطوع و رغبت نہ تھے بلکہ بخوف و رہبت تھے۔

کیا آپ نہین جانتے کہ آپکے علما منافقین و مولفۃ القلوب کو بلکہ عبد اللہ بن ابی سلول منافق اور عقبہ والے بارہ منافق کو جو عازم قتل رسول تھے صحابی و مسلمان کہتے ہین قاتلان عثمان بھی صحابی و مسلم کہے جاتے ہین قاتل امیر تو آپکے یہان صرف مسلم ہی نہین ہے بلکہ مجتہد علی الاطلاق تھے منکرین زکوۃ بھی مسلم کہلاتے ہین جنکو مرتد کا خطاب دیا گیا تھا حتی کہ مسیلمہ کذاب بھی اہل اسلام سے تھا اور اب تک اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے چنانچہ اصابہ مین ہے قتل بردالمذکور مسیلمہ بالیمامۃ و قتل ابنہ شبیبا مسلمین صفحہ ۳۴۸ یعنی قتل کیا بردہ مذکور نے مسیلمہ کو یمامہ مین اور اوسکے بیٹے شبیب کو کہ دونو مسلمان تھے۔ پس اگر شیعہ شیخین کو بھی انہین لوگونکی طرح مسلمان کہتے ہین تو کیا بیجا کرتے ہین کیا وحشی قاتل حضرت حمزہ کی برابر بھی شیخین کو آپ مسلمان نہین سمجھتے؟ بہر کیف اب مطلع صاف ہوگیا ہے نکاح کا نہ واقع ہونا یقیناً ثابت ہوچکا ہے مجھے بھی اگر آپ انکو کافر کہین تو کوئی عذر نہین۔

اب مین آپکو آیۃ اللہ العلامہ صاحب استفتا کی عبارت کا مطلب سمجھا دون جو گو سلیس ہے مگر فارسی ہے کہ مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین اپنے مجذوبانہ بڑ مین اسکا دعوی کیا تھا کہ شیعہ شیخین کو کافر حقیقی جانتے ہین مثل مشرکین یہود و نصاری کے جو بمقابلہ اسلام بولا جاتا ہے نہ بمعنی کفر نفاقی۔ اس دعوی بے بنیاد کے ثبوت مین جب کچھ نہ بنی۔ کوئی قول کسی عالم کا بصراحۃ اس مادہ مین نملا تو یہہ ترکیب نکالی کہ خوارج و نواصب کا حسب روایات شیعہ کافر ہونا بیان کیا اور ناصبی وہ ہی جو عداوت اہل بیت طاہرین کا اعلان کرے پس ناصبیت شیخین جنہون نے خانہ زہرا جلایا فدک چھینا وغیرہ جو کل امور بہ اعلان ہی ثابت ہوے تو کفر بھی انکا ثابت ہوا۔ اور کافر سے عقد مومنہ جائز نہین تو نکاح اسما بنت عمیس ابوبکر سے ناجائز ٹھہرا جب نکاح ناجائز ہوا تو ولادت محمد بن ابی بکر بزنا ہوگی نہ بنکاح۔ یہہ خلاصہ ہی کفش دوز کی تقریر کا باین غرض کہ روایت نصیحت محمد بن ابوبکر کو جو سر العالمین امام غزالی مین بھی موجود ہی باطل کرین اور انکا ولد الزنا ہونا ثابت کرین۔

اسی تقریر کے جواب مین وہ عبارت صاحب استقصا ہے جو مخاطب نے نقل کی جسمین اوس علامہ اعلی العلما مقامات کل تقریر مولوی حیدر علی کو تسلیم کر کے حسب فہم اونکے جواب دیا کہ جب تم ناصبیت مین اوکو حسب روایات شیعہ قبول کرتے ہو۔ اور اعلان بعداوت اہل بیت بذریعہ احراق خانہ و غصب خلافت فدک وغیرہ مانتے ہو تو یہ امور بعد رحلت رسول بعد ہوئے اور نکاح اسما کا قبل اسکے ہوا جبھی تو اما پر کا ظہور یا اعلان نہوا تھا تو پھر صحت نکاح مین کیا عذر کر سکتے ہو اور محمد بن ابی بکر کا ولد الزنا ہونا کیونکر ثابت کر سکتے ہو از افادات الشرفات المشروط دیکھو یہ قدرت حق تھی کہ اوس علامہ نے کیسی مختصر تقریر سے شیخ اول کی ناصبیت و کفر کو بھی قبول کیا جسکے آپ مدعی ستھے اور پھر محمد بن ابی بکر کا حلال زادہ ہونا بھی اوسی تقریر سے ثابت کر دیا والحق یعلو ولا یعلی علیہ ۹ ۵ النساء ۱۰۰ لا یستلزم التحقیق

یا مولفصاحب اشیعون نے بیشک یہ تصور کیا ہے کہ حسب دعوی مولوی حیدر علی شیخین کا کفر ملی جو بمقابل اسلام ہے نہین قبول کرتے کسی غرض سے ہو۔ مگر آپ تو فرمائیے کہ ولید بن عبد الملک نے آپ پر کونسا احسان کیا ہے جس سے وہ مسلمان کہلایا حالانکہ اوسنے خود اپنی بیٹی سے زنا کیا قرآن کو تیر باران کیا چاک کیا شراب کے حوض مین ڈو بار رہتا خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پینے کی تیاری کی اپنی لونڈی سے حالت نشہ مین زنا کر کے اوسکو آپلوگون کا امام بنایا کہ سب نے اوسکے پیچھے صبح کی نماز پڑھی نہیں جس اصول سے آپلوگ اسکو مسلمان کہتے ہین اور خلیفہ مانتے مین لو انہین اصول سے شیعہ بھی شیخین کو ظاہر الاسلام کہتے ہین تحول موثوق صـ۴۶ باقی جواب زبیر ابن بکار کا جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین۔ اصول کافی مین بھی منقول بہ تحریر روایت زبیر بکار مع تضعیف روایت منقول ہے الی آخر ما قلتم چنانچہ اسی تضعیف کا اشارہ جناب میرزا محمد صاحب نے نشائد نزھہ اثنا عشریہ مین کیا ہو جسکو مخاطب کہتا ہے مین نے تو نزھہ وقت تحریر موجود نہ تھا جو دیکھا جاتا۔ یہ تحریر جناب کی دلیل اوپر عدم تصنیف کتب کے ہے اول یہ حدیث کافی کلینی مین جسکو حضرات شیعہ اصح الکتب لکھتے ہین اونہین الفاظ سے حضرت امام صادق سے مروی ہے اور دلیل صحت کلینی پر تحریر مجتہد دلدار علی صاحب کہ جسکو صوارم یا حسام مین لکھا ہے عرض کرتا ہوں در کتاب کلینی کہ در مذہب امامیہ بہتر و معتمد از ان کتابے نیست و اکثر مذہب اثنا عشری حق است آن کتاب حق ست انتہی بلفظہ اور مواعظ حسنیہ مین ساتھ ان الفاظ کے فرماتے ہین کتاب کافی کہ مذہب شیعہ کتابے معتمد تر از ان نیست سو ایسی کتاب کی روایت کو کون شیعہ نہ مانیگا۔

دفع الوثوق اگر آپنے عبارت اقتباس مولوی کرار علیصاحب مرحوم مین بتا سی اپنے مقتدایان دین کا ذمین
وقادرین و خائینن و اثمین خیانت نہین کی ہو تو مین خوشی سو کہتا ہون مولویصاحب مرحوم کو اسجگہ اشتباہ
ہوا غلطی سے اونہون نی زبیر بن بکار کو راوی حدیث کافی سمجھا ہے جس سے کافی کو کوئی تعلق نہین۔
اصلیت اسکی کلام جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ مین مذکور ہوئی کہ وہ ناصبی رواۃ اہل سنت سو ہے اوسی نے
اس روایت عقد کو اولاً وضع کیا ابو محمد یحیی العلوی اوس سے اس روایت کو نقل کیا یہی وجہ اشتباہ ہوا یعنی

حقیقت روایت زبیر بن بکار و انکار جناب ابن شہر آشوب

بھی خود اصحابہ سے روایت اس نابکار کی نقل کی ہے اور اوسکا وضاع و کذاب ہونا ظاہر کیا جناب علامہ
محمد بن شہر آسوب علیہ الرحمہ نے بھی اوسیکی طرف اسکی نسبت دی ہے چنانچہ مناقب مین فرماتے ہین و ام کلثوم
الکبری تزوجها عمر علی روایة الزبیر بن بکار وهو خبر ضعیف وکانه
اشتبه علی الرواة اسم ام کلثوم لان عمر کان قد خطب ام کلثوم بنت
حرب البطیحاء یعنی بروایت زبیر بن بکار عقد حضرت ام کلثوم کا عمر سے ہوا حالانکہ یہ روایت
محض ضعیف ہے وجہ اسکی وہی اشتباہ رواۃ ہے کہ ام کلثوم کا نام مشتبہ ہوا راویون پر کیونکہ عمر نے خطبہ کیا تہا
ام کلثوم بنت حرب بطیحا سے انتہے افسوس کہ یہ عبارت نسخہ مطبوعہ سے بتحریف اہل سنت ساقط
کر دیگئی ہے بہر حال معلوم ہوا کہ اصل راوی اس روایت کا زبیر بن بکار ہے اور سنیون ہی کے یہان یہ روایتین
ہین نہ شیعون کی یہان۔ اس عبارت سے یہی تحقیقات جناب فخر المتکلمین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ
دامت برکاتہ کی قدر معلوم ہوئی کہ جو تحقیقات اس علامہ نے کی ہے وہ مطابق ہے تحقیقات علمائے متقدمین
شیعہ کی کہ قدیم الایام سے علمائے شیعہ کو اس واقعہ سے تحقیقاً انکار ہے گو جواب تسلیمی کے لئے بطور فرض محال
قبول کر لیا ہو۔ شاید ام کلثوم بنت حرب مین بھی کچھ تصحیف ہوئی ہو کیونکہ ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ سے
عقد عمر باتفاق روایات اہل سنت ثابت ہے کما مر۔

فضائل محمد بن شہر آسوب علیہ الرحمہ زبانی علمائے اہلسنت

اب اسکے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ علامہ محمد بن شہر آسوب علیہ الرحمہ کس درجہ اور کس پایہ کے عالم ہین
علمائے شیعہ سے کہ آپکے عالم علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی وافی بالوفیات مین فرماتے
ہین محمد بن علی بن شهر اسوب الثانی بسین مهملة ابو جعفر السروی
المازندرانی رشید الدین الشیعی احد شیوخ الشیعة حفظ اکثر القران وله ثمان
سنین وبلغ النهایة فی اصول الشیعة کان یرحل الیه من البلاد ثم تقدم فی

علم القرآن والغريب والنحو ووعظ على المنبر ايام المقتفي ببغداد فاعجبه وخلع عليه وكان بهي المنظر حسن الوجه والشيبة صدوق اللهجة مليح المحاورة واسع العلم كثير الخشوع والعبادة والتهجد لا يكون الا على وضوء اثنى عليه ابن ابي طي في تاريخه ثناء كثيرا في سنة ثمان وثمانين وخمسمائة

ترجمہ محمد بن علی بن شہرآشوب جنکی کنیت ابوجعفر سروری مازندرانی اور لقب رشید الدین ہے شیعہ تھے اور شیوخ شیعہ سی تھے حفظ کیا اکثر قرآن کو حالانکہ اوسوقت سن اونکا آٹھ برس تھا اصول شیعہ مین درجہ کمال کو پہونچے تھے اور دراز ملک سے لوگ اونکے پاس آتے بعدہ علم قرآن اور غریب نحو مین سب پر مقدم ہو مقتفی باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ مین انہون نے منبر پر وعظ کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا اور خلعت دیا خوش منظر اور خوبصورت تھے صدوق اللہجہ تھے ملیح المحاورۃ واسع العلم تھے نہایت درجہ خاضع وخاشع عابد تھے ہمہ وقت باوضو رہتے ابن ابی طی ذہبی تاریخ مین انکی بہت توصیف کی ہے وفات انکی ۵۸۸ھ مین ہو مجد الدین فیروزآبادی نے کتاب البلغہ مین اور سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ مین اور شمس الدین داودی مالکی نے طبقات المفسرین مین بھی اسی مضمون صداقت مشحون کو بکمال شرح وبسط لکھا ہو اور اپنی کتابونکو اس اسم مبارک سے مزین کیا ہو جو سب علما اہل سنت سے تھے دیکھو عبقات الانوار مجلد حدیث تشبیہ ص۳ اب تو آپکو معلوم ہوا کہ درحقیقت زبیر بن بکار ہی اس روایت عقد کا راوی ہو اور اوسی کے افترا نے یہ سب آفت برپا کی ہو۔ یہ بھی آپکو اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ دراصل شیعونکے یہان کوئی روایت اس مادہ مین نہین ہو ورنہ اگر کوئی روایت شیعونکی یہان ہوتی تو جناب علامہ صاحب مناقب ضرور اوس روایت کو لکھتے اور اہل سنت کی روایت کی اونکو ضرورت نہوتی اسیطرح جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ بھی اون روایتون سے بیخبر نہ رہتے جو انکار فرماتے ہین۔ کیونکہ کوئی عاقل ایسا نہوگا جو فریق مخالف کی اون روایتونکی قدح کرے جو خود اوسکی روایات مقبولہ کے موافق ہو۔ یا امر واقعی سے بنا بر دوسرونکی روایتون سے انکار کیا جاے اور اپنی روایتونکے بارہ مین کوئی کلام نکرے۔ تو معلوم ہوا کہ درحقیقت فرقہ شیعہ کے یہان کوئی روایت اس مادہ مین نہین ہو خواہ صحیح ہو خواہ ضعیف جو کچھ ہو وہ اہل سنت کے یہان جنکی حالت مذکور ہوئی باقی رہا اس روایت کا کافی مین موجود ہونا پس اسکو مین پہلے لکھ چکا ہون کہ ان الفاظ سے نہ کافی مین ہو نہ دیگر کتب حدیث مین جو

اصول مین مثل تہذیب و من لایحضرہ و استبصار وغیرہ کے اور جس عبارت سے یہ خیال ہو وہ الحاقی ہو یا غیر الکافی سنداً صحیح نہیں برواۃ اور اسکی مقدوح ہین اسیوجہ سے صاحب نزہہ اعلی اللہ مقامہ نے اس جملہ سے بشرط صحت روایت و محفوظ بودن آن ،، اسکی تضعیف کی اور مینے کچھ مفصلاً گذارش کیا اور بعض بھی وہ نہیں جو آپ سمجھے ہین جیسا کہ مذکور ہوا الصواقب نزہہ اور مصائب النواصب اور مواعظ حسنیہ کی عبارتون کی نقل کرکے ازالۃ الغین سے تحریر دکھانیکی آپ کو ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ سب تسلیمی جواب ہے بنابر تسلیم و قبول روایت منقولہ اہل سنت جسکی اب ہمکو ضرورت نہ رہی کہ تحقیقاً لغویت اس واقعہ کی ثابت کر دی بعد اغراض کی اہل سنت بلہین عبارت اور جبکہ ہمنے تقسیم احادیث کافی بلکہ تعداد ہر قسم کی لکھدی تو مخاطب کا بہ تتبع کفش خود دعوی صحت کل احادیث کرنا حماقت نہین ہے تو کیا ہے۔

قولہ موثق صث دوسرے قاضی صاحب نے مصائب النواصب مین اس حدیث کو چند جگہ جہان بحث فاروق اور ام کلثوم کی ہے لکھا ہے ترجمہ اسکا ازالۃ الغین سے عرض کرتا ہون۔ اما خامساً بواسطہ آنکہ قول امام صادق علیہ السلام کہ این اول فرجی است کہ غصب کردہ شد از ما مستلزم وقوع زنا نیست اور پھر اسی بحث مین صاحب قول استغاثہ کو نقل کرکے اسطرح فرماتے ہین۔ خبر دادہ اند ما را جماعتی از مشائخ ثقات ما از ایشان جعفر ابن محمد ابن مالک کوفی است از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ ابن سنان گفت سوال کردم جعفر ابن محمد صادق را علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم پس گفت این اول فرجے است کہ غصب کردہ شد از ما۔ اور جہان جناب امیر علیہ السلام کے صبر اور تحمل کا ذکر ہے اس جگہ فرماتے ہین چون عمر خواستگاری ام کلثوم نمود الی آخرہ کما مر ذکرہ تیسرے خود مجتہد صاحب مواعظ حسنیہ مین فرماتے ہین۔ درباب عقد حضرت ام کلثوم اختلاف شدہ صاحب اعلام الوری گفتہ کہ ام کلثوم پس او را خلیفہ ثانی در عقد خود آورد و اصحاب ما ذکر کردہ اند کہ این نکاح واقع شدہ است مگر بہ مدافعت بسیار و امتناع تا این کہ حضرت امیر ملجا شدند و امر حضرت کلثوم را تفویض کردند بعم خود حضرت عباس ام کلثوم را بہ خلیفہ ثانی تزویج نمودند انتہی بلفظہ چوتھے مولانا حیدر علی صاحب معارضہ مین صاحب نزہہ کے ازالۃ الغین مین لکھتے ہین تضعیف این روایت از عجائب ترہات است زیرا کہ این حدیث از حضرت امام صادق مصدق رضی اللہ عنہ خود در کتاب کافی کلینی کہ اصح الکتب شان است مروی است و ہم در اسفار معتبرہ دیگر از تصانیف مجلسی و سید ایشان و مانند ایشان بطرق متکثرہ محکی و علمائے امامیہ مضمون آنرا در رسائل الی حضرت ہیات شاہی کہ بہ جناب

امیر اتقا فرمودہ بودند در مقام اعتذار از جناب شان آوردہ گفتہ اند کہ از ہمین جہت امیر المومنین از غصب
فلان سکوت ورزیدند و گرد ممانعت خلیفہ ثانی در قتل و قتال او نگردیدند و ہتک ناموس قبول نمودند پس
چنین احادیث محمول بر جہل یا تجاہل خواہد بود تا عوام بدانند کہ این الفاظ در طرق امامیہ بدرجہ صحت و
ثبوت رسیدہ و اہل سنت در انتساب آن بعصمت تہمت و افترا میشوند نعوذ باللہ من ذلک
دفع الوثوق من ویلکن قول قاضی صاحب تو جواب طلب نہین کیونکہ وہ اوسی روایت منقولہ اہل سنت کو
بعینہ قبول و تسلیم کرتے ہین اور اصل کافی سے نہین ملاتے جس سے بطلان بیان اہل سنت لعدم
صحت روایت ظاہر ہو اب چونکہ مقابلہ اسکا اصل کافی سے کر لیا گیا ہے اور ہر طرح سے غلطی اوسکی ثابت
ہوگئی تو اوسکے جواب کی ضرورت نہی باقی رہی دوسری روایت جسکو جناب قاضی صاحب نے استغاثہ سے نقل
کیا ہے اور مولوی حیدر علی نے قاضی صاحب سے تو البتہ اسکی جانچ ضروری ہے کیونکہ یہ روایت صاحب استغاثہ
مسلسل بسند ہے اور کافی سے نہین منقول ہے تو اب جدید روایت ٹھہری مگر افسوس کہ استغاثہ اس وقت
پیش نظر نہین ہے کہ اصل عبارت کا مقابلہ کیا جائے با اینہمہ اس روایت کے سلسلہ مین چار راوی ہین اول
جعفر بن محمد بن مالک کوفی دوم احمد بن فضل سوم محمد بن ابی عمیر چہارم عبداللہ بن سنان اب ہر راوی
کی حالت کتب رجال مین ملاحظہ ہو جسپر باتفاق فریقین مدار ہے تنقیح صحت روایت کا سو راوی
اول کی نسبت منتہی المقال مین ہے جعفر بن محمد بن مالک بن عیسی بن سابور مولی اسماء
بن خارجہ بن حصین الفزاری کوفی ابو عبداللہ کان ضعیفا فی الحدیث قال احمد بن الحسین
کان یضع الحدیث وضعا و یروی عن المجاہیل و سمعت من قال کان ایضا فاسد المذہب
والروایۃ ولا ادری کیف روی عنہ شیخنا النبیل الثقۃ ابو علی بن ہمام و شیخنا الجلیل الثقۃ ابو غالب الزراری رحمہما اللہ
الا ابن حصین وزاد بعد کوفی قال جش و بعد فی الحدیث ثم قال ہ ثم زاد و قال غض انہ
کان کذابا متروک الحدیث جملۃ وکان فی مذہبہ ارتفاع و یروی عن الضعفاء و
المجاہیل و کل عیوب الضعفاء مجتمعۃ فیہ و قال الشیخ جعفر بن محمد بن مالک کوفی ثقۃ
ویضعفہ قوم روی فی مولد القائم اعاجیب و الظاہر انہ ہو ہذا المشار الیہ
فعندی فی حدیثہ توقف ولا اعمل بروایتہ و فی لم ما نقلہ و فی سرہ کتاب النوادر اخبرنا

به جماعة عن التلعکبری عن ابی علی بن همام عنه وفی تعق حکم الشیخ بوثاقته
ونقله التضعیف عن قوم دلیل علی تامله فیه وعدم قبوله وهو النظر اقول
فی کتاب الاستغاثة فی بدع الثلثة حدثنا جماعة عن مشایخنا الثقات منهم
جعفر بن محمد بن مالك الکوفی فتدبر وفی مشتکا ابن محمد بن مالك عنه محمد بن همام

ترجمہ جعفر بن محمد بن مالک غلام آزاد کردہ اسما بن خارجہ کوفہ کے رہنے والے ضعیف ہین حدیث مین
احمد بن حسین کا قول ہو کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا اور بطور پر اور روایت کرتا ہو مجاہیل سے یہ بھی مجھے
سنا ہو کہ وہ فاسد المذہب والروایۃ تھا۔ نہین معلوم کیونکر روایت کیا اوس سے شیخ جلیل ابو علی بن ہمام
اور ابو غالب رازی ؒ کہا غضایری نے کہ وہ کذاب اور متروک الحدیث کلیۃً اور اوسکے مذہب مین ارتفاع
ہے اور روایت کرتا ہو ضعفا و مجاہیل سے کل عیوب ضعفا کا اوسمین مجتمع ہین کہا شیخ ؒ کہ جعفر بن
محمد ثقہ ہو اور قوم ؒ اوسکی تضعیف کی ہو روایت کیا ہو مولد قائم ؑ مین عجیب روایتونکو تخریک اوسکے
حدیث مین توقف ہو اور نہین عمل کرتا ہون اوسکی روایت پر حکم کرنا شیخ کا بوثاقت اور نقل کرنا تضعیف کا
قوم سے دلیل ہو اسکی کہ شیخ کو اوسکی روایت مین تامل ہو مصنف کہتا ہو کہ کتاب استغاثہ فی بدع الثلثہ
مین ہو جعفر بن محمد بن مالک کوفی سے روایت ہو صفحہ

پس اس عبارت سے نہ صرف کذابیت و وضاعیت و متروکیت و فاسد المذہب و الروایۃ ہونا اس راوی
کا معلوم ہوا بلکہ خود اس روایت کا جو استغاثہ مین منقول ہو موضوع و غلط ہونا ثابت ہوا اور واقعی تعجب
ہے کہ کیونکر ایسے فاسد المذہب فاسد الروایہ سے ایسی روایت قبول کیگئی راوی دوم احمد بن فضل
واقفی ہو جسکی روایت عموماً قابل وثوق نہین کما فی منتہی المقال صفحہ
راوی سوم محمد بن ابی عمیر کیحالت سابقاً مرقوم ہوئی اور اونکے رواۃ مین بھی احمد بن فضل نہین ہین اسکے
علاوہ واسطہ درمیان جعفر بن محمد و صاحب استغاثہ منقطع ہو تو کیونکر ایسی روایت پر اعتماد ہو سکتا ہو
خصوصاً در صورتیکہ وضاعیت و کذابیت اس راوی کی بخوبی ظاہر ہوئی۔
واقعاً یہ قصہ عقد سیدہ مظلومہ کچھ ایسا عجیب و غریب قصہ ہو کہ جہانتک اسکی چھان بین کیجاے تحقیقات
واقعی سے کام لیاجاے تو سراسر اس واقعہ کی بے اصلیت و لغویت ظاہر ہوتی سنی شیعہ کسیکی
روایت بھی صحیح نہ ملی جسپر عاقل متدین کو وثوق و اعتماد ہوسکے یا اوسپر اعتبار کرسکے۔ سنیون کی

شیعونکی یہ روایتین تو سابقاً مرقوم ہو چکین اور روایۃً و درایۃً اونکا موضوع و باطل ہونا بھی ثابت ہو چکا۔ شیعونکی روایتین جو اہل سنت ذی پیش کیں خواہ وہ الحاقی ہون یا کسی طور کی اونکی حالتین بھی ظاہر ہوئین کہ کل روایتونکی دیوار ایسی ریتیلی زمین پر قائم ہے جو ہوا کے جھونکے کو بھی سنبھال نہ سکے چہ جائیکہ تحقیقات کی سیل کو اوسکے ان سنبھتے غل غپاڑے ناحق کے شور ہنگامے نے شیعونکو ایسا مجبور کیا کہ ان روایات واہیہ کو انہون نے قبول کیا اور روایت کی حالانکہ خود علماء رجال لکھتے ہین نہین معلوم کیونکر روایت کیا ایسے متروکین وکذابین سے اسکے بعد پھر مامون صاحب نے مواعظ حسنیہ سے وہ روایت نقل کی جسمین حضرت عباس کی وکالت سے عقد کا ہونا مذکور ہے جسکی حالت پہلے مذکور ہوئی کہ یہ روایت اہل سنت ہے اور بلاسند ہے جسپر فریقین سے کسیکو اعتبار نہین۔ مولوی حیدر علی کی عبارت بھی بجواب ترجمہ نقل کی ہے کہ تضعیف این روایت از عجائب توہمات است یہ عبارت بھی متعلق ہے اوسی حدیث غصبیت سے جسکی حقیقت ظاہر ہو چکی با فسوس ہے کہ یہی مولوی حیدر علی صحیح بخاری صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی متفقہ روایت کو بمقابلہ ما ثبت بالسنۃ شیخ عبدالحق باطل کرین کیونکہ صحیحین بخلاف امیر کا نہ بیعت کرنا چھ مہینہ تک مذکور ہے اور شیخ عبدالحق اول روز خلافت بکری پر بیعت علوی کے ناقل ہین اسیطرح فدک و حدیث قرطاس کو بوجود تعدد طرق سے صحیحین مین تین یا سات جگہ پر مرقوم ہے باطل اور موضوع ٹھہرائین حالانکہ صحت صحیحین اونکے یہان باجماع و تواتر ثابت ہے اور صحت کتاب اللہ پر بمعنی مقدم ہے۔ مگر یہان برعکس اوسکے شیعونپر یہ ظلم کیا جاتا ہے کہ کافی کو اونکے یہان اصح الکتب بتلاتے ہین جسکا ایک عالم بھی قائل نہین کیونکہ خود اون علمانے جو تقسیم ان احادیث کافی کی مع تعداد تک ہر قسم کی بیان کر دیگئی۔ اور اس روایت کا اصل کافی مین ہونا اور جن الفاظ سے ہے وہ صحیح نہین۔ اسپر بھی یہ زبردستی کہ نہین اسکو صحیح مانو صرف زبردستی ہے اگر مرد میدان ہوتے تو پہلے اقوال علما صحت تمامی احادیث کافی پر جیسے علماء شیعہ ہر اون اقوال نقل کرتے ہین۔ اسکے بعد ہر راوی کی توثیق علماء شیعہ کی زبانی بیان کرتے بعدہ خاص روایت کی صحت یا تواتر جیسا کہ علماء شیعہ شکر اللہ مساعیہم نے احادیث غدیر و منزلت و نور و تشبیہ مین قدرت خدا دکھایا نہ یہ کہ شہدونکی طرح ایک تقریر کا نچہ اوٹھایا اور دیوانون کیطرح بکنا شروع کر دیا جس سے خواہی نخواہی ہر دوسری کا دل و دماغ پریشان ہو اور یہ کفار قریش کیطرح اپنی ضد وہٹ پر اڑے رہین

یا حضرت مین پھر خوا ہانہ عرض کرتا ہون کہ اہل بیت رسول کا مقدمہ بہت ہی نازک مقدمہ ہے جسکا تعلق صرف

آخرت سے ہی دنیا کبھی اونکی مساعد نہوئی۔ نجات اخروی البتہ اونہین کی بدولت ہی۔ تو آپ اپنی خاندانی جھگڑون یا سجادہ نشینی کی حمایت یا مذہب کے تعصب مین ایسا نہ کیجئے جس سے قیامت کے روز پناہ نہ ملے۔ دیکھیے راہ حق آپکی روبرو کشادہ ہی۔ تحقیق ہوگئی ہی اوسپر غور فرمائیے اون لوگونکی غلطیون پر نہ جائیے جنکے سبب سے آپکے اسلاف نے اسباب مغالطہ فراہم کئے راہ تحقیق بند کی کیونکہ کنز مکتوم مین اسکی بھی تفصیل مرقوم ہے کہ جن لوگون کو اشتباہ ہوا کیون ہوا کیا وجہ ہوئی جو ایسے اشتباہ مین مبتلا ہوے خلاصہ اوسکا مین یہان بھی عرض کرتا ہون جسپر غور کرنے سے آپکو بہت کچھ مدد ملیگی۔

پہلا قوی سبب اشتباہ پانچ عورتونکا ہمنام ہونا ہی جنمین سی چار کا تعلق یقینی خلیفہ سے ہی ایک ام کلثوم زوجہ مبالغہ عمر دوسرے زوجہ سلامیعمر تیسرے ام کلثوم زوجہ عمر وقت صلح حدیبیہ جو تھے ام کلثوم بنت ابو بکر پانچوین ام کلثوم بنت جناب امیر المومنین علیہ السّلام اور ظاہر ہی کہ چار ہمنامونکا واقعہ پانچوین ہمنام کیطرف منسوب ہوجانا کوئی دشوار امر نہین بلکہ روزمرہ کے واقعات مین ایسے اشتباہ ہوا کرتے ہین۔ ابو حنیفہ کی بارہ مین مذکور ہوچکا کہ بقول حیدر علی بیس آدمی اس نام کے تھے جنکے اقوال ابو حنیفہ کیطرف منسوب ہوئے جب امام اعظم کی بارہ مین جو مرد تھے ہر صحبت مین ہر جلسہ مین شریک ہوتے صدہا آدمی سے اونکی شبانہ روزہی ملاقات رہتی۔ باایں ہمہ شہرت یہ حالت پیش آئی تو زن پردہ نشین کے بارہ مین ایسا ہونا کونسی دشوار بات ہی خصوصاً جب کوئی غرض بھی اونکی حال کی تحقیق کی نہو بلکہ اشتباہ کرنے یا اختراع کرنیکی ضرورت تھی جب مکہ کا قصہ مدینہ کی قصہ مین داخل ہوکر درج صحیحین ہوا تو غیر صحیح روایتون مین ایسا ہونا کیا دشوار ہے دوسرا سبب حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا بسبب عظمت وجلالت وکمال شرافت ونجابت کی مشہور ہونا کہ ہر مسلمان کم وبیش اس نام سے ضرور واقف تھا کہ یہ نواسی رسولؐ ہین۔ تو اب جسنے کوئی واقعہ متعلق نام ام کلثوم سنا۔ فوراً اوسکا خیال ادھر ہی پھر اکہ اوسی معظمہ کا واقعہ ہی کیونکہ اور چارون ام کلثوم محض گمنامی کیحالت مین تھین نہ خاندانی عزت اونکو حاصل تھی نہ کوئی ضرورت اونسے متعلق تھی۔ تو انکی گمنامی اور دختر رسول کی بلند نامی بھی جنسے عقیدت وارادت رکھنا جزو اسلام تھا اس اشتباہ کا موید ہوا۔

تیسرا سبب اشتباہ انکار ام کلثوم بنت ابو بکر ہی جسکے انکار نے بی بی عائشہ سی مستقل مزاج کو ہلا دیا بل چل پڑگئی کیونکہ ام کلثوم نے آخری دھمکی یہ دی تھی کہ تمنے میرا عقد اگر عمر سے کیا تو مین قبر رسول پر جاکر فریاد کرونگی۔ یہ واقعہ بہت بے ڈھب تھا۔ بہو بیٹی کی بات ہی ظاہر ہو تو عمر کا اور غصہ بھڑکے۔ دوسرے فسادات

اسباب اشتباہ عقد دختر فاطمہ

پیدا ہون اور خود بیٹی کے انکار کا نام کیونکر لیا جاے۔ چھپے تو سمجھ رہنے کیونکہ غرض چپکے چپکے کارروائی
کیجاتی تاہم عمرو عاص تک بلانے کی نوبت آئی۔ یہ ایک ایسا سبب اشتباہ ہوا کہ اسکے بعد تحقیق بہت
مشکل ہے کیونکہ اولاً ام کلثوم بنت ابوبکر کے نام ہی سے اوسوقت لوگ کم واقف تھے چار پانچ برس کا
انکا سن ہو خلافت کے بعد پیدا ہوئی۔ عوام کیا جانین۔ جب کسی نے سنا کہ عمر نے ام کلثوم کی خواستگاری کی ہو
شہرت کے باعث فوراً یہ خیال ہوا کہ بنت فاطمہ کی نسبت ہو جب انکار ام کلثوم کو سنا تو رہا سہا شک بھی
زائل ہو گیا کہ اونہین بنت فاطمہ کا واقعہ ہو ورنہ دختر ابوبکر او رعقد عمر سے انکار کرے یعنی چہ
چوتھا سبب اضطراب عائشہ ہو جنکو ایک طرف بہن کی خاطر داری دوسری طرف عمر کے اصرار بر خواستگاری نے
مضطرب کر دیا جسکا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ جناب امیر بوجوہ مذکورۂ بالا مظلوم کی حمایت کرین۔ نہ اب جہان چرچہ
ہوتا ہو یہی کہ عمر نے ام کلثوم کی خواستگاری کی علی مانع ہین صغر سنی کا عذر کرتے ہین عمر کو اسپر اصرار ہے۔
اب ہر شخص کے ذہن مین یہی بات بیٹھ گئی کہ یہ سارا قصہ حضرت علیؓ کی ہی بیٹی ام کلثوم کا ہو اب پہلے روایت
در روایت ہونے لگی جسکا سلسلہ بھی اس بنیاد پر ہو کہ جو کچھ سنین ایک دوسرے سے نقل کرین
پانچوان سبب اشتباہ یہ ہوا کہ عوام الناس نے جب کبھی خلیفہ کو سنا کہ ام کلثوم اپنی زوجہ کو نام لیکر پکارتے ہین
یا کوئی قصہ میان بی بی کا مشہور ہوا سیا کام دھندے کو کہا۔ یا یہ سنا کہ ام کلثوم زوجہ عمر اور زید بن عمر نے ساتھ رحلت
کی اور بقول لکھنے والے صاحب جناب امام حسینؑ نے نماز جنازہ پڑھی یا عبداللہ بن عمر نے۔ وغیرہ حالات متعلق نام
ام کلثوم۔ تو سبکو یقین ہو گیا۔ کہ یہ وہی ام کلثوم ہین جنکی پہلے خواستگاری ہوئی انکار ہوا سب قصے ہوئے۔ آخر خلیفہ نے
اونسے عقد کر لیا لڑکے ہوئے بالے ہوئے جو آخر مین مرین اور امام حسینؑ نے نماز پڑھی۔ ایک تو سلسلۂ واقعات خود
مشتبہ کرنیوالے تھے۔ اور وہ تشددات خلیفہ بھی سبکے پیش نظر تھے کہ یہی خلیفہ ہین جنہون نے گھر جناب سیدہ
کا جلایا۔ یا صرف جلانیکی دھمکی دی قسم کھائی آگ لکڑی جمع کی جناب امیر کے گلے مین رسی باندھی کیا کچھ
ظلم و ستم نہ کیا پھر اونکی آگی بیٹی سے اون معصومونکے نکاح کرنا کون بڑی بات ہو خلیفہ کی خاندانی حالت نے
جو سبکو اوس زمانہ مین معلوم تھی اور یہی اس سونے مین سہاگہ ملایا کیونکہ ہر کمینہ مین دیکھا جاتا ہو کہ ثروت
و اقتدار مالی ملنے پر اوسکو اپنی شرافت بڑھانیکی بھی ضرور فکر ہوتی ہو کہ کسی اچھے خاندان سے رشتہ ناتہ
پیدا کرکے شریف بنجایئن۔ خاصکر اوس خاندان سے جسکے خانہ زاد ہون اور ہمیشہ اوسکے احسان کے زیر بار
ہون کیونکہ بقول مولوی نذیر احمد صاحب محسن کشی ایک فطری امر ہو جسپر طبیعت انسانی مجبول ہے

گو یہ کلیہ کلیتہً درست نہو مگر کم ذاتون بد ذاتون مین یقینی ہو غرض اس حوصلہ نے جو ہر کم ذات مین دیکھا جاتا ہے
اور بھی یقین دلایا کہ بیشک یہ واقعہ بہت صحیح ہو اسی لئے وہ حدیث کل سبب و نسب بھی اسمین داخل
کی گئی کہ کسیکو عذر نرہے۔ یہ سب اسباب اشتباہ ایسے قوی اور زبردست ہین کہ بغیر توفیق الٰہی اسکا سلجھانا
مشکل ہو چہ جائیکہ بالقصد تحقیقات کی راہ مین روڑے ڈالے جائین اور سچے اصلی واقعات چھپائے جائین اور غلط
باتین مشہور کیجائین کہ ایسی حالت مین تحقیق ہونا واقعہ کا قریب محال ہو

علماے شیعہ کیلئے یہ مقام ایسے دھوکے کا تھا کہ قیامت تک اس اندھجال مین پھنسے رہتے۔ اور
طلسم حیرت سے مدۃ العمر نہ نکلتے۔ کیونکہ مخالفت سلطنت کے سبب سے انکے قلیل افراد کو تاریخ نویسی کی مہلت نہین
جو ایسے واقعات تاریخی پر غور و فکر کرین۔ فکر ہی تو تصحیح عقائد و اصلاح اعمال صلوۃ و صوم کی جہت کے لئے
مخلوق ہوئے اصحاب آئمہ نے جو کتابین احادیث وغیرہ کی خود عہد جناب امیر سے جمع کرنی شروع کین بارہا وہ
مرتبہ جلائی گئین۔ دریا برد ہوئین (دیکھو حال کتب ابن ابی عمیر ذیل قدح روایت کافی مین) اب وہ اسکی اصلاح
کرین ادھر ادھر سے نقل کر کے مرتب کرین۔ یا تواریخ و واقعات کی فکر کرین جسکو نہ اصول دین مین دخل
ہے نہ فروع مین۔ مخالفین شب و روز اس فکر مین ہین کہ شیعونکی بیخ کنی کرین قتل غارت کرین اصول و فروع
کو مٹائین۔ فضیلت اہل بیت کو محو کرین خلفا کی حقیت و فضائل اور موافقت اور محبت اہل بیت کو شائع کرین
جسکے لئے کتاب الموافقہ بھی ابن سمان نے تصنیف کر دی

شیعون نے اس بارہ خاص مین بھی زیادہ تر اپنا مدار روایات اہل سنت پر رکھا جنسے پوری طور پر اہل بیت
اطہار کی حقیت اور خلفا کی مطاعن و نفاق و بغض و عداوت و کینہ ثابت ہوتی ہین۔ اب جو انکے سامنے
یہ واقعہ پیش کیا گیا جسمین وہی واقعات جور و ستم از حد بھرے ہین اور اسی ترکیب سے اوسکی ساخت
بھی کیگئی تھی ستو ایسی صورت مین وہ مجبور تھے نفس وقوع عقد کو پوری طور پر تسلیم کر لیتے جس سے
اور بھی ظلم خلفا و صحابہ ثابت ہوجاتا کہ غصب خلافت ہی پر اکتفا نہین کیا اسطرح کے تشددات بھی کئے
مگر فضل خدا شامل حال تھا کہ اونھون نے نہایت نفرت کی نگاہ سے ان روایات کو دیکھا۔ اور محققانہ طور پر
اسکی غلطی ثابت کر دی دیکھو عبارت جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ اور کلام شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب مین
اور بعض حضرات نے زیادہ کد و کاوش نکی بنظر کثرت روایات اہل سنت الزامی تسلیمی جواب دیا کہ تمہاری
ہی روایت سے اور بھی ظلم خلیفہ ثابت ہو کسی نے تسلیمی جواب دیکر اوس غرض کو باطل کیا جسکے لئے یہ

روایتین پیش کیجاتین یہانتک کہ خدا نے حضرت علامہ محقق مصنف کنز مکتوم دام ظلہ کو اس مسئلہ کے حل کا الہام کیا کہ اونکی بے بہا تحقیقات نے اہل سنت کے ہر ملمع سازی کو کھولدیا اور حق کو باطل سے جدا کردیا جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اگر علماء متقدمین اس واقعہ کی تحقیقات کیطرف مائل ہوتے تو بہت اچھی طرح اسکی بیخ کنی کرتے کیونکہ جب متاخرین نے باوصف فقدان اعوان انصار و اسباب سامان ایسا کار نمایان کیا تو متقدمین کو اور بہی سہل تھا مگر اونہون نے ان اعتراضونکی اسدرجہ لغویت سمجھی کہ تحقیقات کے قابل بھی نہ سمجھا جو ادھر کامل توجہ نفرماتے۔

ماموں صاحب ہمنے محققانہ دلائل ہر طرحسے پیش کردئے جسکے بعد عقلمند آدمی جو انصاف پسند ہوگا وہ تو ضرور امر حق کو سمجھ لیگا اور اشتباہ علما کا قائل ہوگا خصوصًا درصورتیکہ اوسکے سامنے نظائر بھی موجود ہون جو مذکور ہوئے جسکا ایک واقعہ یہ ہے کہ امام مالک کے قائل بتعہ ہونیمین بقول رشید الدین خان کیسے کیسے علماء مغالطے کھا گئے اور مبتلائے وہم و خطا ہوئے جس سے ایک بھاری جز اہل سنت کا ردی ہوتا ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ علماء شیعہ نے جواب تسلیمی کیوں دیا اور آیا وہ درست ہوسکتے ہین یا نہین؟ تو اسکے متعلق مین مختصر طور پر گذارش کرتا ہون جس سے آپکی تسکین ہوجائے اور اونکے جوابونکی وقعت ظاہر ہو اسکا تو آپکو بھی اقرار ہوگا کہ اگر بفرض محال یہ عقد ہوا تو بخوشی نہین ہوا۔ اور اگر اقرار نکیجئے گا تو اون سب کتابونکو جلانا پڑیگا جنمین اس عقد کا مذکور ہے اور اونکی موضوعیت بالاجمال و التفصیل سابقًا گذارش کی کیونکہ کوئی روایت بلا استثنا ایسی نہین ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ عقد بخوشی منظور کیا گیا بلکہ تمام تر جبر و تشدد خود ان روایات مین موجود ہے جسکا پہلے تذکرہ ہوا پھر بفرض محال ایسے عقد سے آپکو کیا نفع اور ہمارا کیا ضرر۔ آپ باخود ناکی محبت ثابت کرتے ہین تو کیا اس عقد سے ثابت ہوجائیگا۔ ہزارون واقعے عداوت کے ایکطرف ہون اور ایک واقعہ عقد بالرضا کا ایک طرف تو کوئی عاقل بھی ایسی جزئی امر سے اون امور عظیمہ کو باطل کرسکتا ہے؟ ہرگز نہین چہ جائیکہ یہ واقعہ بھی سراسر ظلم و تشدد سے مملو ہو اور سراسر غلط محض افترا و بہتان۔ ایک سنی انصاف پسند نے کیا اچھی بات کہی کہ بہت سے موقع ایسے ہوتے ہین کہ ارذال کا عقد کسی عالی خاندان مین کسیوجہ سے ہوجاتا ہے اسیطرح عالی خاندانونکی نسبت ارذال کے یہان تو کیا اس سے اصلی رذالت یا شرافت مین فرق آجائیگا جب خود خلافت آپکے اصول دین سے خارج ہے تو ان باتونکو اصول دین سے کیا علاقہ۔ دین مذہب سے غرض تو نجات اخروی ہے اوسکی فکر چاہئے نہ ایسی جزئیات و لغویات کی۔ بہرحال جب نہ اس سے محبت ثابت ہوئی نہ ایمان

اونکا تو اونکو فائدہ کیا ہوا اور میرا نقصان کیا ہوا۔ جاہل عوام البتہ آپکے دہوکے مین آجائینگے۔ جنکی عزت مصنوعی ذرہ مین زائل ہوتی ہو۔ وہ ایسی ہی عزت سبکی سمجھتے ہین کہ ذرہ سی گالی سوجاتی رہتی ہو۔ تواریخ پر نظر ڈالئے سیر پر نظر فرمائیے۔ تو سلاطین کیا ہین انبیا پر بقول آپکے تو واقعی گذری ہین کہ پناہ بخدا قصص الانبیا مین صاف لکہا ہو حضرت آدم کی زندگی مین اونکی بیٹی بیٹا نے زنا کیا توراۃ مین صاف موجود ہو جسکو علماء اہل سنت محرف لفظی نہین ماننے کہ حضرت یعقوبؑ کی بیٹی سے (معاذ اللہ) زبردستی زنا کیا گیا یہ عبارت توراۃ کی، اور دینہ لیاہ کی بیٹی جسے وہ یعقوب کیلئے جنی تہی اس ملک کی لڑکیونکے دیکہنے کو باہر گئی۔ تب اوس ملک کے امیر حوی حمور کے بیٹے سکم نے اوسے دیکہا اور اسے لیگیا اور اوسکو ساتھ ہمبستر ہوا اور اسے بیحرمت کیا اور اس کا جی یعقوب کی بیٹی دینہ سے لگا اور اسنے اس لڑکی کو پیار کیا اور اوسکو دلاسا دیا اور سکم نے اپنے باپ حمور سے کہا کہ یہ لڑکی میری جورو کیواسطے لے اور یعقوب نے سنا کہ اسنے دینہ میری بیٹی کو بیحرمت کیا الی آخرہ [۳۴]

حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیونکو کفار کے روبرو پیش کیا جسکا قصہ قرآن مین موجود ہو۔ دور کیون جائیے مدینہ مین صحابہ پر یہ وقت گذرا ہو کہ [۶۳] سنہ ہجری مین ہزارون صحابہ کی کنواری لڑکیونکے ساتھ زبردستی فوج یزید نے زنا کیا جس سے ہزار ولد الزنا پیدا ہوئے یزید نے عائشہ کو اپنے پلنگ پر طلب کیا۔ عبد الملک خلیفہ نے سعید بن مسیب فقیہ اہلسنت کی اس پر بہت تعزیر کی کہ اپنی بیٹی میرے بیٹے ولید سے کیون نہین بیاہتا۔

غرض کہانتک واقعات عالم قبل اسلام و بعد اسلام کے بیان کرون جو بڑا انبار ہین صدہا خلفا و علما و سلاطین و وزرا اہل سنت کی بی بیان کفار کے قبضہ مین آئی ہین اور اسکے برعکس بہی ہزارون واقعات ہوئے ہین پس جب ایسے ایسے امور عظیمہ انبیا اور سلاطین و خلفا و اولیاء اللہ کے ساتھ پیش آچکے ہین اور اونکی عزت خداداد مین کوئی فرق نہ آیا نہ اون سلاطین و خلفا نے اون لوگونکو قتل کیا نہ خودکشی کی تو کسیکو جناب امیر کے اس مجبوری پر کہ خلاف مرضی مجبور ہوکر خلیفہ دوم سے عقد کر دیا کیونکر تعجب آسکتا ہو حالانکہ اس عقد کو ان واقعات مذکورہ بالا سے کوئی نسبت نہین نہ خود یہ عقد وضعی کچہ ایسی شان کا ہو جو قابل اعتراض ہوسکے شرعاً تسلیم کیونکہ خواستگار نسلاً کیسا ہی ہو مگر قریش نے اپنی سوسائٹی مین لے لیا ہو اور ہمسری کا درجہ اوسکو دیدیا ہو شادی بیاہ اوس سے مروج ہو چکے کہ خود رسول اللہ نے کسی مصلحت سے خود اوسکی بیٹی سے عقد کر لیا ہو اور داخل حرم سرا فرمایا۔ گو حقیقتہً منافق ہو مگر بظاہر اسلام مین ایسا مسلمان ہو کہ نادان مسلمانو نے اوسکو دینی دنیوی پیشوا مانا ہو۔ طریقہ خواستگاری بہی وہ ہو جو اشراف عرب مین بلکہ خواص خاندان معزز

مین موج ہی گویا طمنًا اوسکا ظلم و تشدد اس درخواست کے قبول کرنے پر مجبور کری مگر بظاہر آرزو منت سے
پیش آتا ہو و الحاح ... ری کرتا ہو پس اگر ایسے شخص سے بفرض محال عقد کر دیا جائے تو عزت پر کیا حرف
آتا ہے جو لڑنے جان دینے پر تیار ہو جائین جب انبیا و سلاطین و صحابہ اون اضح واقعے مین ان امور کے مرتکب
نہوئے تو جناب امیر ایسے امر پر جسمین کسی قاعدہ سے شناعت نہو کیونکر ان امور پر آمادہ ہوسکتے
بہرحال ہماری محققانہ اس نبیاد پر نہین ہے کہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے محال ہے یا اسکے ہونے سے ہمارے عقیدہ
یا کسی اصول مین یا فروع مین خرابی پڑتی ہے چنانچہ جن علما نے تسلیم کیا ہو اونکا یہی منشا تھا۔ بلکہ ہماری غرض
صرف تحقیق واقعہ سے متعلق ہو کہ درحقیقت یہ واقعہ ہوا یا نہین عام اس سے کہ مضر شیعہ ہو یا نہو۔ مفید اہل سنت
ہو یا نہو جسکو بحمدہ تعالی مینے بخوبی ثابت کر دیا کہ ہرگز اس واقعہ کی کچھ اصلیت نہین ہے یا علما اہل سنت کو اشتباہ
ہوا ہو کہ چار آدمیونکے مختلف واقعات کو ایک ہمنام کی سر تھوپ دیا ہو یا دیدہ و دانستہ ایسی جعلی روایتین
بنائین جس سے اہل بیت رسالت کی اور خلیفہ دوم دونوں کی توہین ہو کہ شیعے بسبب توہین خلیفہ قبول کرین اور
اہل سنت بسبب توہین اہل بیت طاہرین جسمین اونکو بہت کچھ کامیابی ہوئی۔ اگر وہی دھیمی پالیسی علما اہل سنت کی
اس زمانے کے علما برتے جاتے تو شاید آجتک یہ قصہ اسی دھوندھلی حالت مین رہتا۔ مگر اپنی حماقت سے اہل سنت
نے اسپر ایسا زور دینا شروع کیا کہ بس اسی پر دار و مدار حقیت اہل سنت ہے جسکا اثر یہ ہوا کہ سرآمد محققین اعلام
مولانا الحکیم علی اظہر صاحب قبلہ دام ظلہ نے جلد ہفتم ذوالفقار حیدریہ مین اسکی وہ تحقیقات کی کہ قیامت تک
اوسکا جواب اہل سنت سے محال ہے کہ خلاصہ اوسکا کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم چار برس سے تمام عالم کو کنز ہدایت
سے فیضیاب کر رہا ہے فقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقًا
اس تقریر متین کے بعد ضرورت کسی دوسرے بیان کی نہ تھی مگر بعض بعض گل بوٹے ماموں صاحب کے
باغ مین بخیال اونکی شادابی باقی ہین لہذا اوسکے متعلق بھی مختصر اعرض کرتا ہون۔

قول موثوق صفحہ اس عبارت ازالۃ الغین سے تصدیق عبارت قاضی صاحب و صاحب کافی کلینی
و شیخ مفید وغیرہ کی ہوتی ہے اور وصیت نامہ کو جو قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبرئیل
امین ساتھ فرشتگان رب العالمین رسول مقبول کو لائے تھے حیات القلوب ملا محمد باقر مجلسی کی موجود ہے
بسبب طوالت کے نہین لکھتا مختصر بعد عہد و پیمان حضرت امیر و سیدہ و امامین علیہم الصلوۃ والسلام کو
بوصایت لکھتے ہین کہ شنیدم یعنی جناب امیر از جبرئیل کہ میگفت یا رسول خدا کہ یا محمد اعلام کن او را کہ ہتک

حرمت تو خواہند کرد۔ بعد تھوڑے فاصلہ کے فرماتے ہین پس حضرت امیر المومنین فرمود کہ چون این کلمہ اشنیدم از حضرت جبرئیل امین بیہوش شدم وبر روئے افتادم وگفتم کہ قبول کردم وراضی شدم ہرچہ ہتک حرمت من کنند۔ بعد اسکے حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زبان سے ملا صاحب لکھتے ہین حضرت فرمود بلے واللہ جمیع آنچہ کردند کہ دران نوشتہ بود۔

دفع الوثوق آپکے انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ وصیت نامہ رسول کے منکر ہین مدارج النبوۃ جلد دوم مین ملاحظہ ہو یہ آخری جملہ ہے اوس وصیت کا "کا ے علی جب دیکھو کہ لوگون نے دنیا کو اختیار کیا تو چاہئے کہ تم آخرت کو اختیار کرو۔ ص۱۱۲ تشفی

آپ غور فرمائے خلفا کا دنیا اختیار کرنا اور جناب امیر کا آخرت اختیار کرنا ایسا حاوی فقرہ ہے کہ اوسمین غصب فدک وخلافت وجملہ جور وستم جسکے کہ قتل امام حسین بھی داخل ہو آ گیا آپکے بزرگ حیدر علی نے لفظ ہتک عزت وحرمت سو صرف اس عقد کو داخل وصیت سمجھا ہے یہ سمجھ کی خوبی ہے کہ اسیری اہل بیت اطہار و دیگر مصائب بے شمار تو داخل ہتک حرمت نہون اور صرف یہی عقد داخل ہتک حرمت ہو۔ خدا عقل دے اور کیا کہون جناب من۔ آپکے علما کے فتواؤن سے ایسے غیر ممکن الوقوع عقد کا تذکرہ بھی ہتک حرمت ہے چہ جائے وقوع کیونکہ ایذا ے اہل بیت رسول حرام ہے خواہ اس عقد کے ذریعہ سے ہو یا اسکے تذکرہ کے ذریعہ سے باقی فضول گوئی کا جواب بے سود ہے

قول موثوق ۵۔ آپ ایک ہی حدیث غصب پر مضطر ہو گئے بے مبالغہ عرض کرتا ہون صدہا اور ہزار ہا روایتین اور حدیثین اس سے زیادہ اشنع وافظع کتب حضرات شیعہ مین موجود ہین

نالے دو چار سناؤن تمھین لوٗ سے ایسے ؛ نہ سنے ہون کبھی تم نے لب نے سے ایسے

دو ایک روایت بطور نمونہ کے عرض کرتا ہون معاذ اللہ حضرت عباس عم خیر الناس صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کے حق مین عدم طیب ولادت کی روایت بزبان امام معاذ عن جنابہ ملا مجلسی حیات القلوب مین فرماتے ہین کہ ابو جعفر طوسی بسند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ نفیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر وابو طالب وعبد اللہ ابنا ے عبد المطلب بود عبد المطلب با او مقاربت کرد کہ عباس از آن بہم رسید زبیر با عبد المطلب دعوی کرد وبر پرخاش بر آمد کہ این کنیز از مادر بما میراث رسیدہ ہست تو بے رخصت او با او مقاربت کردی واین فرزند کہ بہم رسید یعنی عباس بندۂ ماست پس عبد المطلب اکابر قریش را بشفاعت نزد وی فرستاد

کہ تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بر دارد. بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسے
کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند نشنید و در ہیچ امرے با ما شریک نشود و حصہ نبرد پس باین مضمون نامہ نوشتہ
شد و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد آئمہ علیہم السّلام بود باقی روایات گلوبندی و آتش زدگی و در افگنی
و کلد کوبی و محسن کشی کی آپکی کتب معتبرہ مذہبی مین ایسے مشہور اور معروف ہین کہ خود جناب نے بھی بعض کا
اعتراف کیا ہی۔ کیا غصب کی روایت سے یہ روایتین آپکے نزدیک درجہ اور رتبہ مین کم ہین۔ کیا ان غلط اور بے اصل
روایتون سے ہتک حرمت خاندان رسول کی آپکے نزدیک نہین ہوتی ہے زیادہ کہانتک عرض کرون کہ
ادب مانع ہے ورنہ بقول مرزا غالب مرحوم ؎ پر ہوئین شکوے یون راگ سے جیسے باجا * اک ذرا چھیڑئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے
دفع الوثوق۔ دو ایک کہنا تو محض غلط ہے یہ وہی حیدر علی والی ہنڈیا ہے جیسے آیات بینات والی فونش کیا اب
فضلا اسکا آپکا حصہ ہے افسوس ہے کہ جب خود ملا مجلسی علیہ الرحمہ اس روایت کی تضعیف و غرابت فرماتے ہین
تو اوس سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ بالفرض اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حضرت عبد المطلب نے
اپنی زوجہ کی لونڈی پر بلا اجازت کل ورثہ تصرف کیا۔ ممکن ہے کہ شریعت سابقہ مین یہ جاری ہو یا بحق تولیت
یا بخیال اذن فحوائی متصرف ہوئے ہون جس سے صحت ولادت مین کوئی کلام نہین ہو سکتا اب اپنے بہانکی سوانح
پر غور فرمائے جسکی نحش اسکا نمایان ہے چنانچہ علامہ ابن خلکان جلد اول وفیات الاعیان مین رقمطراز ہین

والقرّیۃ بکسر القاف وتشدید الراء وتشدید الیاء المثناۃ من تحتہا وبعدہا
ھاء وھی ام جشم بن مالک بن عمرو وکان عمرو المذکور قد تزوجہا فلما مات تزوجہا
ابنہ مالک فاولدہا جشم بن مالک المذکور والقرّیۃ فی اللغۃ الحوصلۃ وبہا
سمیت المرءۃ قال اھل العلم بالانساب لما تزوج مالک بن عمرو المذکور القریۃ
اسمہا جماعۃ کما تقدم فی اول الترجمۃ اولدہا جشم جد ایوب بن القریۃ المذکور
وکلیبا وھو جد العباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ من جہۃ امہ فان
امہ نتیلۃ بضم النون وقیل نتلۃ بفتحہا بنت خباب بن کلیب بن مالک المذکور
فالعباس من اولاد القریۃ بہذا الاعتبار صفحہ ۱۰ مطبوعہ مصر یعنی قریہ مان ہے
جشم بن مالک بن عمرو کی اس عمرو نے قریہ سے عقد کیا جس سے جشم بن مالک پیدا ہوا اور کلیب جو جد مادری ہے
حضرت عباس بن عبد المطلب کا کیونکہ مادر عباس نتیلہ یا نتلہ بیٹی جناب کی بیٹی جناب بیٹے کلیب کے ہین عباس

اولاد قریبہ سے شمہر جاس اعتبار سے۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ روایت شیعہ مین زیادہ تفضیح ہے جسمین علت کی بہت سی صورتین ہین یا اس روایت مین اہل سنت کی جسکا کوئی علاج نہین۔

ماموں صاحب لا یہ تو حضرت عباس ہین جنکی تفضیح بہمسری خلیفہ دوم آپکے یہان یون ہوگئی۔ اپنی اون روایات پر غور فرمایئے جسمین قدح نسب جناب سالتمآب مذکور ہے کہ خلیفہ دوم والا نقشہ ہو بہو یہان بھی کھینچا گیا ہے جسکے سننے یا دیکھنے کی کسی مسلمان کو تاب نہین نہ مین اوسکا زیادہ تذکرہ کرونگا مگر اتنا سن لیجئے کہ علامہ محمد بن فضل اللہ محبی خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر مین لکھتے ہین کہ ملا علی قاری نے ایک رسالہ اسا ت ادب والدین رسول اللہ کے بارہ مین تصنیف کیا اگر یہ تصنیف نہوتی تو اوسکے تالیفات تصنیفات سے دنیا مملو ہوتی۔ دیکھو کنز مکتوم صفحہ ۱۶۵ مجملاً جو علما آپکے لکھتے تھے وہ تو لکھتے ہی تھے اب یہ نوبت آگئی کہ مخصوص رسائل بھی اسماوہ مین تصنیف ہونے لگے؟

یہ امر متعلق نسب تھا اور اطلاق کفر آبا کرام سرور انام پر تو آجتک آپکے یہان یقیناً اعتقاد مین داخل ہے جسپر ابن حجر کو بہت غصہ آیا ہے چنانچہ بعد تحقیقات بسیار در بارہ ایمان آبا کرام انبیا عظام فرماتے ہین کہ آزر پدر نہ تھے بلکہ چچا تھے چونکہ اہل عرب چچا کو باپ کہتے تھے اسوجہ سے قرآن مین آزر پر باپ کا اطلاق ہوا بقاعدہ جمع بین الاحادیث اسکا قائل ہونا ضرور ہے اور بعض لوگ مثل بیضاوی وغیرہ کے جو قایل ہوئے کہ حقیقۃً آزر باپ تھے (حضرت ابراہیم کے) نہ چچا پس اونہون نے ظاہر آیہ مراد لیا اور تحقیقات پوری نکی اسمین مساہلہ اور سستی کی انتہی اور شیخ عبد الحق صاحب مدارج النبوۃ مین فرماتے ہین و متاخرین اثبات کردہ اند کہ آبا و اجداد آنحضرت پاک و مصفا بودند از دنس شرک و کفر کنز مکتوم صفحہ ۱۶۵

بہر کیف جب آپکے علمانے ایسے امور مین بھی تحقیقات کی ہے جو داخل اصول دین ہے تو علمائے شیعہ کی تحقیقات اینقدر پر کہ اونہون نے اس روایت کی قلعی کھولدی ضعیف و غیر معتبر بنایا کس منہ سے منہ آتی ہین حالانکہ حضرت عباس نہ رسول ہین نہ امام ہین نہ خلیفہ بقیہ تقریر کا جواب فضول ہے کیونکہ روایات گلوبندی و آتش زدگی و در انگنی و لگد کوبی و محسن کشی وغیرہ وغیرہ روایات اہل سنت سے اسطرح ثابت ہین کہ کسیکے چھپائے نہین چھپتیان نہ اون روایتونکا احصا اس مختصر مین ہوسکتا ہے تشیید المطاعن جھپ چکی ہے ملاحظہ فرمایئے

قول موثوق صفحہ ۳۰ باقی جواب مواعظ حسنیہ کا جو جناب کے نزدیک بہت شگرف اور متین ہے میرا اعتراض کہ جو سابق عرض کرچکا ہون ایسا نہین کہ جناب اوسکو دفع کرین ہر ملحد اور زندیق اس قسم کا جواب بہ نسبت

اپنے اکابر کے دیکھتا ہے اپنے گھر میں ایک شخص کا نام سلطان ہفت اقلیم اور نواب ہفت کشور رکھ سکتا ہے اس کہنے سے کیا ہوتا ہے جبتک بقول عقلا اوس سے خلاف نہو وہ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا جب بقول مجتہد صاحب جناب امیر کے سب اقوال و افعال نص الہی تھے اور ہر دم آپکو ہر بات کا اختیار تھا تو کیون نہین وقت احراق بیت فاطمہ یا گلبندی یا محسن کشی کے ایک معجزہ مثل جنیہ نجران کے ظاہر کیا کہ یہ سب صدمات اوسیر ہوتے یا یہ سبب تھا کہ حضرت سیدہ بیٹی رسول کی تھین اور حضرت ام کلثوم بیٹی اپنی بقول کسی شاعر کے ع
رشتہ دیگر رگ جگر دگر ہست۔ لایق اس مقام کے ایک مقولہ مولوی حیدر علی صاحب کا یاد آیا عرض کرتا ہون اگر این قطب امامیہ در سانحہ سقط شدن محسن وزدن تازیانہ بر جناب سیدہ معاذ اللہ نیز این قسم حکایات را از زبان خویش یا قدما خود بر می آورد و میگفت کہ ہرگز جناب سیدہ لگدکوب نشدہ بودند و این صدمہا بہمان جنیہ رسیدہ و این ہمہ اعجاز مرتضوی بود کہ یکے از جنیہ بصورت فاطمی متمثل گردید و ہرگزندے کہ رسید باو رسید و در روز سوختن خانہ ہم طلسمے از خم غدیر بر آوردہ بود ندکہ در نگاہ ناظرین حرق بیت نمودار می شد و در نفس الامر آسیبے نرسید طوق ولایت و اعتقاد قطبیت او ندی را بگردن خود می انداختم و بیقین میدانستم کہ این شخص از زمرہ حضرات رفضہ بولای اہل بیت مصطفوی مستثنی است کہ این غوائل و الواث را بسوے اہل بیت و سلالہ ایشان یعنی جناب امیر کہ باصول شیعہ نہ عصمت آن جناب باقی میماند و نہ عدالت بلکہ حرفے در دین و ایمان میرود باز نمیگرداند و این حضرات را ازین امور ناشایستہ پاک و پاکیزہ اعتقاد می نماید پس نقصانے کہ در ولایت و قطبیت این قطب الاقطاب ہست ہمین ہست کہ دُم ندارد چنانچہ گفتہ اند کہ چون زن رام معبود ہنود و آنرا یکی از عشاق ربود و قوم او بدیدنش آمدند و فریفتہ جمال او شدند صاحبدلی گفت کہ در حسن و جمالش سخنی نیست مگر افسوس کہ دُم ندارد اگر بالفرض بقول مجتہد صاحب آپکا ماننا بھی جاوے کہ ہر فعلیکہ از معصوم صادر شود آنرا ناشی از حق سبحانہ باید دانست۔ تو سنیون بیچارون نے کیا قصور کیا ہے جو اپنے خلفاء راشدین کے فعل کو منصوص من اللہ اور ناشی از حق سبحانہ تعالی نہ سمجھین کہ جنکی شان مین خطاب مستطاب یون وارد ہے اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم پس بقول حضرات شیعہ رسن بندی و محسن کشی ہور انگنی و غصب خلافت وغیرہ یہ سب ناشی از حق سبحانہ تعالی باید دانست باقی رہا مفہوم معصوم وہ آپکی کتابون سے مفقود ہے کما لا یخفی علی من تتبع اسفار طائفتکم کیون جناب یہ مجتہد صاحب جسقدر رذیل و نا شایستہ باتین اپنی کتابون مین لکھتے ہین اور منسوب طرف آئمہ معصومین کے کرتے ہین وہ سب باتین منصوص الہی

ہوجاتی ہین بالفرض یہ مانا کہ وہ باتین منصوص الہی ہی ہین وہ سب آپکے واسطے منصوص ہونگی یا دوسرے
لوگون کیواسطے علاوہ اسکے خلاف شرط وصیت نامہ کے ہوتا ہے اسمین تو یہ شرط مندرج ہے کہ ہتک حرمت تیری
کرین کرنے دنیا اور دم نہ مارنا بلکہ رسول مقبول نے اس بارہ مین وعدہ واثق جناب امیر سے لیا یہانتک
کہ فرشتونکو گواہ گردانا اب فرمائیے کہ جنبتک نہ سمجھے مین تو ہتک حرمت موعودہ موثوقہ نہ ہوئی پس یہ فعل خلاف
حکم خدا ورسول واقع ہوا ؎ آزاد از سواد سخن سرسری مرو + صد بار اگر نظر زدۂ بارکن نگاہ۔

دفع الوثوق سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینست۔ واقعی آپکی سمجھ سے یہ بات باہر ہے جو ایسے امور مین تفرقہ
کرسکین کیونکہ آپ نہ قول خدا کیلئے کوئی مصلحت قرار دیتے ہین نہ کسی حکمت کو مانتے ہین۔ نہ رسول وآئمہ کے مصالح
کا آپکو اعتقاد ہے پھر کیونکر اسکو سمجھے۔ اہل بیت اطہار کے سوا دنیا بھر کے فاسق سے فاسق کی کرامت
کسیکے سامنے بیان ہو سب پر آمنا وصدقنا فرمائیگا۔ ادھر اہل بیت کا نام آیا کہ کان کھڑے ہوئے
ہان یہ کیونکر ممکن ہے وہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ جو روایت مولوی کرار علیصاحب مرحوم نے نقل کی ہے اسمین صرف
اسیقدر ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو اسکا قائل ہے وہ گمراہ ہے کیا جناب امیر اسپر قادر نہ تھے
کہ حائل ہوجاتے درمیان خلیفہ اور دختر اپنی کے پس بچا لیتے ام کلثوم کو اسی جملہ پر آپکا یہ زور شور ہے
اصل عبارت کتاب الخرائج والجرائح کی یہ ہے عن ابی بصیر عن جذعان بن نصر قال
حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن ابی مسعدة قال حدثنا محمد بن اسمعیل عن
ابی عبد اللہ الزبینی عن عمر بن اذنیة قال قیل لابی عبد اللہ ان الناس
یحتجون علینا ویقولون ان امیر المومنین زوج فلانا ابنته ام کلثوم وکان
متکئا فجلس وقال یقولون ذالك ان قوما یزعمون ذلك لا یهتدون الی
سواء السبیل سبحان اللہ ماکان امیر المومنین یقدر ان یحول بینه وبینها
فتنقذ[illegible] او لم یکن ما قالوا ان فلانا خطب الی علی بنته ام کلثوم فابی
علی فقال للعباس [illegible] اللہ لان لم یزوجنی لانزعن منك السقایة وزمزم
فاتی العباس [illegible] فابی علیه فالح العباس فلما رای امیر المومنین مشقة
کلام الرجل علی العباس وانه سیفعل بالسقایة ما قال ارسل امیر المومنین
الی جنیة [illegible] ان یهودیة یقال لها سحیفه بنت حریزیة فامرها

فتمثلت بمثال ام کلثوم وبعث بها الی الرجل فلم یزل عنده حتی انه استراب بها یوماً فی الارض اهل بیت اسحر من بنی هاشم ثم اراد ان یظهر ذلک للناس فقتل وحوت المیراث وانصرفت الی نجران واظهر امیر المومنین علیہ السّلام ام کلثوم۔ ترجمہ ایک شخص نے عرض کی خدمت امام جعفر صادق علیہ السّلام مین کہ اکثر لوگ ہمپر اعتراض کرتے ہین کہ جناب امیرؑ نے فلان شخص سے اپنی لڑکی ام کلثوم کا عقد کر دیا اوسوقت حضرت امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سنکر اوٹھ بیٹھے اور فرمایا جو ایسا گمان کرتا ہو وہ گمراہ ہو راہ حق کی ہدایت نہین پاتا۔ سبحان اللہ کیا حضرت امیر قادر نہ تھے اسپر کہ مانع ہوتے اس عقد سے اور بچا لیتے اپنی دختر کو۔ دروغگو ہین وہ لوگ جو اسکے مدعی ہین اور ہرگز وہ امر واقع نہوا جو کہتے ہین کہ فلان نے خواستگاری کی حضرت ام کلثوم بنت علی کی تو انکار کیا جناب امیر نے۔ اوسنے کہا عباس سے کہ اگر علی نے عقد نکیا اپنی دختر کا تو منصب سقایہ حاج وزمزم کو تمسے منتزع کر لینگے۔ حضرت عباس نے جناب امیر سے اس بادہ مین گفتگو کی جناب امیر نے انکار کیا۔ عباس نے الحاح کیا جب جناب امیر نے دیکھا کہ کلام اوسکا بہت شاق ہو عباس پر اور وہ ضرور یہ منصب منتزع کر لیگا تو ایک جنیہ یہودیہ کو اہل نجران سے بلوایا جسکا نام سحیفہ بنت حریریہ تھا وہ بشکل حضرت ام کلثوم متشکل ہوئی اور بھیجدی گئی اور چھپا دیگئین ام کلثومؑ نظرون سے۔ وہ جنیہ ایک مدت تک اوس شخص کے پاس رہی یہانتک کہ ایکروز اوسکو شک گذرا اور کہا کہ دنیا مین بنی ہاشم سے بڑھکر کوئی ساحر نہین ہو وہ چاہتا تھا کہ اس راز کو ظاہر کرے کہ قتل ہوا۔ وہ عورت میراث اپنی لیکر نجران چلی گئی بعد اوسکے ظاہر کیا علی علیہ السّلام نے ام کلثوم کو لتنبیہ۔ یہی اصل روایت ہو جسکو مین نے کتاب خرائج الجرائح سے نقل کیا اب اسکی حالت ملاحظہ فرمائیے جسکو مین تین بحثو مین عرض کرتا ہون کیونکہ اہل سنت کا اعتراض تو اسپر مدتون سے چلا آتا ہو مگر علمائے اعلام شیعہ نے ادھر زیادہ توجہ نکی الا جناب لسان المتکلمین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے جلد ہفتم ذوالفقار حیدری مین اسکی وہ تحقیقات واقعی فرمائی ہو کہ جسکے بعد پھر کسی مخالف وموالف کو جائے دم زدن نرہی اوسی کتاب سے خلاصہ کرکے مین یہان عرض کرتا ہون۔

بحث اول جواب تحقیقی یہ ہو کہ اولاً یہ کتاب معجزات آئمہ کے بارے مین ہو جسمین صحت کا التزام نہین ضعاف بھی داخل ہین مصنف اسکے شیخ اجل قطب الدین راوندی ابو الحسین سعید بن ہبۃ اللہ بن المتوفی ۵۷۳ھ

تحقیق سند روایت ابوبصیر

درمیان انکے اور راوی اول ابو بصیر کے سلسلہ ساقط ہی جس سے نہین معلوم ہوسکتا کہ واسطہ اس روایت کے کیسے راوی ہین۔ نہ جناب شیخ نے اوس کتاب کا حوالہ دیا ہی جس سے یہ روایت نقل کی کہ اوسکی حالت کتب رجال مین دیکھی جاتی کیونکہ غیر معصین کی روایت کی جانچ کا دار و مدار رجال پر ہی کہ راویون کے اعتماد سے اوس روایت کی صحت معلوم ہوتی ہی ثانیًا راوی اول۔ ابو بصیر نام مشترک ہے پانچ یا چار یا تین آدمیون مین جنمین سے بعض ثقہ بھی ہین ممدوح بھی ہین اسی وجہ سے علما نے حکم عام دیا ہی کہ جس روایت کے سلسلہ مین ابو بصیر ہون وہ روایت ضعیف ہے قابل اعتماد نہین عبد اللہ مکنی بہ ابو بصیر ممدوح نہین لیث بختری مکنی بہ ابو بصیر کے بارے مین اختلاف ہی چند روایتین مذمت مین وارد ہین۔ شمار انکا اصحاب امام جعفر صادق مین ہی یحیی بن ابو القاسم خدار ازدی واقفی بھی اسی کنیۃ ابو بصیر سے مکنی تھی اسدی کی وفات ۱۵۰ھ مین ہی مقدوح و ممدوح انمین غیر ممیز ہین توضیح المقال ص ۳۴ منتہی المقال ص ۶ ثالثًا باقی رہی جذعان بن نصر محمد بن مسعدہ محمد بن حمویہ بن اسمعیل ابی عبد اللہ الزینی کا پتہ کتب رجال مین باوصف تفحص و تلاش نہین ملتا جو واسطہ ہین درمیان ابو بصیر و عمر بن اذینہ کے جسکے لئے منتہی المقال امل الامل توضیح المقال کی زیارت کرنی پڑی۔ مگر عمر بن اذینہ راوی ثقہ مین صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام اونکے رواۃ یہ لوگ ہین۔ ابن ابی عمیر صفوان حسن حزیر احمد بن میثم احمد بن محمد بن عیسے عثمان بن عیسے اسمعیل بن ورانج حماد بن عیسے جس سے معلوم ہوا کہ ابی عبد اللہ زینی اس سلسلہ رواۃ مین نہین ہین رابعًا جبکہ ابو بصیر و عمر بن اذینہ جو دونو صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام تھے متحد یا متقارب الزمان تھے تو اتنے وسائط سے روایت کرنا محض خلاف عقل ہی واسطے بھی کیسے جو سب مجہول الحال ہین کہ ایک کا نام بھی کتب رجال مین نہ ملے۔ پس ایسی روایت بے سر و پا ہے کہ جسکا نہ ابتدائی سلسلہ درست ہی کیونکہ مصنف خرائج و ابو بصیر مین کوئی واسطہ نہین ہی نہ انتہائی۔ کیونکہ کوئی عاقل متدین منصف استدلال کرسکتا ہی اور محققانہ رائے والونکو کیا نفع پہونچ سکتا ہی خصوصًا جبکہ تمامی علمائے امامیہ کا عام حکم ہو کہ تحقیق واقعہ مین نہایت درجہ غور و فکر لازم ہی اور بغیر تحقیق واقعی حکم نہ لگانا چاہیئے تو یہ روایت کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے۔

دوسری بحث معنی و مطلب روایت مین ہی جسمین خود اہل سنت کو مغلطہ ہوا یا عمدًا دھوکھا دینا چاہتے ہین کیونکہ روایت مذکورہ باوصف اختلال سند و عدم صحت کسیطرح مفید اہل سنت نہین ہی نہ اصل واقعہ پر

کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ اگر اسمیں کلام معصومؑ ہے تو صرف اسیقدر کہ "جو قائل ہے وقوع عقد وہ گمراہ ہے ہدایت سواء السبیل سے محروم ہے" جسپر شیعہ و سنی دونوں کا بیان لا نالانم ہے۔ بعد اسکے جو مضمون متعلق واقعہ اوسمین دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ جملہ ان فلانا سے جملہ مستانفہ شروع ہے۔ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ یہ اصل واقعہ یہ ہے اور دوسرا احتمال جو قوی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جملہ تحت نفی لم یکن ما قالوا مین داخل ہے کہ جو اسکو قائل ہین کہ اسطرح عقد ہوا وہ بے اصل ہے۔ تو اب یہ مقولہ اہل سنت ٹھہرا جسکی تکذیب امامؑ فرماتے ہین کہ نہین ہوا وہ جو کہا ہے اون لوگون نے کہ عمر نے خواستگاری کی الخ کیونکہ اگر یہ بیان امام ہوتا کہ اسطرح ہوا تو امامؑ اسقدر فرماتے والاصل فی ذلک ان الخ یا اور کوئی لفظ جو اس مطلب کو واضح کرتا۔ چنانچہ موید اس احتمال کا یہ امر بھی ہے کہ اس قسم کی حکایات و روایات اہل سنت ہی کے یہان زیادہ مانی گئی ہین چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل مین ہے عن عبد اللہ بن جعفر انہ زوج ابنتہ من الحجاج بن یوسف فقال لها اذا دخل بك فقولی لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین وزعم ان رسول اللہ کان اذا احزنہ امر قال هذا قال حماد فظننت انہ قال فلم یصل الیها ص۲۰۶ جلد اول ترجمہ عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ اونہون نے عقد کر دیا اپنی بیٹی کا حجاج بن یوسف سے تو کہا اپنی بیٹی سے کہ جب داخل ہو حجاج تو یہ دعا پڑھنا لا الہ الا اللہ الخ کیونکہ جب رسول اللہ کو کسی امر کا غم ہوتا تھا تو اسکو پڑھتے تھے حماد راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے خیال ہے کہ عبد اللہ نے یہ بھی بیان کیا پس نہ پہونچ سکا حجاج اوس لڑکی تک۔ جس سے معلوم ہوا کہ حسب روایت اہل سنت حجاج نے بھی مجبور کرکے عبد اللہ بن جعفر کی بیٹی سے عقد کیا مگر عبد اللہ نے اوس سے عزت بچانے کیلئے یہ دعا تعلیم کی اور وہ محفوظ رہین۔

یہ دونون روایتین ایک ہی سانچے کی ڈھلی معلوم ہوتی ہین فرق اسیقدر ہے کہ عبد اللہ بن جعفر نے بذریعہ دعا و تعویذ جان بچائی۔ اور جناب امیرؑ نے جنیہ کو ہمشکل بنا کر کیونکہ حضرت خلیفہ رسول ہین اور یقینی حاکم جن و انس۔ تو اب واضح طور پر معلوم ہوا کہ دوسرا احتمال قوی ہے کہ جناب امامؑ نے اس مقولہ اہل سنت کی تکذیب فرمائی کہ ایسا نہین ہے جو وہ کہتے ہین۔

اور چونکہ کوئی دوسرا واقعہ مماثل اسکا شیعون کے یہان نہین پایا جاتا۔ نہ اور کسی کتاب حدیث مین یہ روایت منقول ہوئی ہے۔ بخلاف اسکے اہل سنت کے یہان بہت سے واقعات اسطرح کے اماد ناس کیلئے منقول ہین

ہین۔ تو اور بھی اس احتمال کو قوت ہوئی کہ حضرت اونکے اس مقولہ کی نفی فرماتی ہین کہ ایسا نہین ہے جو کہتے ہین کہ یون ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل سنت جن جن خلفا وحکام کی خونخواری وسفاکی وتسلط کو امور سلطنت مین زیادہ پاتے ہین اونکے لئے یہ بھی لازم سمجھتے ہین کہ خاندان رسالت کو بعد قتل وغارت ایسا ذلیل کرین کہ مجبور کرکے اونکی بیٹیون سے عقد بھی کرلین چنانچہ عمر عبدالملک حجاج مصعب بن زبیر کو ایک ہی ذیل مین شمار کیا کہ دو کو داماد علی قرار دیا اور حجاج کو عبداللہ بن جعفر کا جو برادرزادہ امیر المومنین اور ابن عم رسول تھے حالانکہ صرف احمد بن حنبل ہی اس روایت مین منفرد ہین اور کوئی شریک نہین۔ بلکہ بتصریح عمدۃ الطالب فی نسب آل ابیطالب عبداللہ بن جعفر کے صرف بیس بیٹے تھے از قبیل ذکور بیٹی کوئی تھی ہی نہین اور تاریخ کامل واصابہ وغیرہ مین بھی کہین ان امور کا وجود نہین اسپر حیرت افزا یہ امر ہے کہ اگر خاندان رسالت مین کوئی کفو نہ تھا اور اہل سنت کو انکا بہے ایسا ارتباط تھا تو کیا بجز ان خلفا وحکام کے اولاد صحابہ مین یا علما وزہاد مین بھی کوئی ایسا نہ تھا جس سے یہ نسبت ہوتی یا ان خلفا وحکام کی بہن بیٹیان آنحضرت کے عقد مین آتین جس سے بالیقین معلوم ہوا کہ محض خیالی خوشامد یا بخیال تشدد وظلم ان لوگونکی یہ روایتین بنائی گئین۔ آپنے کنز مکتوم مین دیکھا ہوگا کہ ابن خلدون نے واقعہ عباسہ خواہر ہارون رشید وجعفر برمکی مین کیسا شور وغل مچایا ہے کہ ایک عجمی کا (گو وزیر اعظم ہی کیون نہو) خلیفہ وقت کی بہن سے کیونکر عقد ہوسکتا ہے۔ یہ کیون؟ صرف اسوجہ سے کہ ہارون رشید بادشاہ تھا عباسہ شاہزادی تھی خلیفہ کی تھی پھر اوسکی حمایت کیونکر نہ کرین گو سراسر خلاف واقع خلاف اجماع مورخین ہو مگر اہل بیت رسول کے بارے مین یہ افترا پردازیان ہوتی ہین! افسوس!۔

ہان خوب یاد آیا یہی مسند امام احمد ہے جسمین وضعی روایت عقد حجاج کی مذکور ہے مگر کہین اس عقد حضرت ام کلثوم کا نام بھی اوسمین نہین۔ جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اگر کچھ بھی اسکی اصلیت ہوتی تو امام صاحب اسکی روایت سے کب چوکتے کیونکہ حدیث رسول بھی اسمین موجود ہے اور فضیلت خلیفہ وحقیقت مذہب اہل سنت بھی کما ینبغی عمون جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ واقعہ عقد حجاج کے برابر بھی اسکا وزن نہین نہ کوئی اصلیت ہے۔

گو اہل سنت نے اس قسم کی موضوعات ایذا دہی خدا ورسول وتوہین اہل بیت طاہرین کیلئے بنالئے ہین مگر جو حضرات مصداق لیذھب اللہ عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا ہون اونکی ایسے افتراؤن سے

کیونکر تغیر ہو سکتی ہو کیا خدا نے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون انکے حق مین نہین فرمایا ہو؟
برعکس مقصود اہل سنت ان واقعات سے بدیہی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ حضرت عمر وعبد الملک وحجاج ومصعب
ایک ہی درجہ کے لوگ ہین جسمین کسی شیعہ کو بھی عذر نہوگا۔ بلکہ ایک گونہ یہ لوگ خلیفہ سے افضل ٹھہرینگے تو ان لوگون کے
عقد مین وہ اصرار وانکار نہین منقول ہو جو عقد حضرت عمر مین خود اہل سنت نقل کرتے ہین جس سے معلوم ہوا
کہ انکی رذالت وخباثت بقیہ حضرات سے بڑھی تھی۔ یا یون سمجھئے کہ جب عقد عمر بمجبوری یا کسیطرح گوارا
کر لیا گیا تو پھر دیگر حضرات مین کیا عذر ہو؟
اس افراط سے جو اہل سنت نے افترا پردازی شروع کی تو اوسکا یہ بھی لازمی نتیجہ ہو کہ اس عقد سے جو اثبات ایمان
وفضیلت وموافقت خلیفہ دوم با اہل بیت اظہار کیا جاتا تھا۔ وہ غلط ٹھہری کیونکہ جب یہی شرف عبد الملک
وحجاج کو بھی ملا ہو (جنکو کوئی سنی ہمسر خلیفہ دوم نہین مانتا) تو صرف خلیفہ دوم کا ایمان وفضیلت
اس ذریعہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہو فان العلۃ مشترکہ بینہم اب دو ہی صورت ہو یا وقوع عقد کو
مستلزم ثبوت ایمان نہ جانین یا سبھو نکو ایک درجہ کا مومن عادل قبول فرمائین عز ہر طرف کہ شود کشتہ شود مست ہلا
یہ سب تقریر بھی بر بنیاد فرض وتسلیم ہو ورنہ مین سابقاً بیان کر چکا ہون کہ واقعہ عبد الملک بتصریح علامہ ابن
اثیر غلط ہو اور واقعہ عقد حجاج بتصریح عمدۃ الطالب باطل اور واقعہ عقد مصعب بتصریح صاحب مشارق
الانوار لغو اور واقعہ عقد عمر بتصریح ذہبی وجوزجانی وسبط ابن جوزی موضوع ہو کما مر مرارا۔
بہر حال چونکہ اس قسم کے لغویات اہل سنت ہی کے یہان پائے جاتے ہین کہ بذریعہ دعا تعویذ جنی کی جان ایسی
خونخوار عورت سے بچائی جاتی ہو تو کیا عجب ہو واقعہ موضوعہ عقد عمر مین بھی ان لوگون نے کوئی جنی یا جبریل
ٹھہرائی ہو جس سے توہین اہل بیت بھی نکلے اور عقد عمر بھی ثابت ہو جسکی تکذیب مین امام علیہ السلام فرماتے
ہین نہین ہو وہ جو کہا ان لوگون نے کہ خطبہ کیا فلان نے تا آخر۔
تیسری بحث بعد قطع نظر کے ان امور سے یہ ہو کہ اگر روایت کو ہم تسلیم کر لین۔ تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اس صورت
مین کیا قباحت لازم آتی ہو کتنے محالات پیدا ہوتے ہین جسکے لئے یہ تین امر تنقیح طلب ہین
(۱) آیا تمثل جنات بصورت انسان ممکن ہو کہ نہین؟ (۲) جنات محکوم ہو سکتے ہین؟ (۳) ایسے واقعات
اور کسیکی نسبت بھی قبول کئے گئے ہین۔
پہلا امر یون طے ہے کہ تمامی حکما و اسلام نے جنات کی یہی تعریف لکھی ہو کہ وہ اجسام ناریہ ہوائیہ ہین

جو چھوٹے بڑے ہو سکتے ہین اور ایک ـــ دوسری صورت مین آ سکتے ہین۔ ہماری گفتگو یہان اون مسلمانون سے ہی جو مطابق قرآن وحدیث وجود جنات کے قائل ہین۔ نہ اون نیچریون سے جو وجود جنات کو محال سمجھتے ہین۔ حالانکہ پیرو مرشد اونکے سر سید احمد خان بہادر صاف صاف فرماتے ہین۔ ہم اپنی تفسیر مین بیان کر چکے ہین اور پھر بیان کرتے ہین کہ ہمارے پاس اس بات سے انکار کرنیکی کوئی دلیل نہین ہی کہ سواے موجودات مرئی ومحسوس کے کوئی ایسی مخلوق موجود نہو جو مرئی نہو رسالہ تفسیر الجن صـ۳۶ باقی رہا دوسرا اینشو وہ بھی روایات کثیرہ اہل سنت سے منقح ہی کہ علاوہ دیگر انبیا کے خود حضرت رسول سے جنات نے ملاقات کی ہی اور احکام مانے ہین ایمان لائے ہین جسپر قران گواہ ہی چنانچہ امام ابن حزم محلی مین فرماتے ہین من ادعی الاجماع فقد کذب علی الامہ فان اللہ تعـ قد اعلمنا ان نفرا من الجن أمنوا وسمعوا القرآن من النبی صـ فہم صحابۃ فضلاء فمن این للمدعی اجماع اولئک اماہ صـ کہ جو شخص اجماع کا دعوی کرے اوسنے افترا کیا تمامی امت پر کیونکہ خدا نے ہملوگونکو بتایا ہی کہ کچھ لوگون نے جنات سے ایمان قبول کیا اور سنا قرآن کو نبی صـ سے پس وہ جنات بزرگان صحابہ سے ہین تو اب کوئی مدعی اسکا کیونکر دعوی کر سکتا ہی کہ ان سب نے اجماع کیا۔ پس جب جنات کا وجود ایسا یقینی ہی کہ بسبب اونکی شرکت کے کسی چیز مین اجماع کا دعوی کرنا باطل ہی تو پھر کس شخص کو اونکے وجود سے انکار ہو سکتا ہی گو ابن حجر کو اس راے سے گونہ اختلاف ہی مگر وجود جنات تو یقینی ہی چنانچہ امام شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر مین فرماتے ہین المبحث الثالث والعشرون فی اثبات وجود الجن ووجوب الایمان بہم وذلک بالاجماع اہل السنۃ سلفا وخلفا علی اثباتہم مع نطق القرآن وجمیع الکتب المنزلۃ بہم وہم من الخلق الناطق یاکلون ویتناکحون ویتناسلون صـ۲۳ یعنی بحث تیئسوین ثبات جن مین ہی اور ایمان لانا انکے ساتھ واجب ہی کیونکہ اہلسنت نے از سلف تا خلف اجماع کیا ہی اور قران اور جمیع کتب منزلہ اسپر گواہ ہین اور وہ مخلق ناطق ہین کہ کھاتے ہین اور نکاح کرتے ہین اور توالد وتناسل ہوتا ہی۔ یہان پر شعرانی نے تیئسوان سوال وجواب لکھے ہین جنمین توالد وتناسل وغیرہ کا طریقہ بھی لکھا ہی منجملہ اسکے یہ بھی لکھتے ہین کہ شیخ ابو طاہر فرماتے ہین ضرور ہی کہ ہر قسم جنات سے وقت تمامی خلقت جب چاہے ایک صورت اوسکی زائل ہو جاتی اور دوسری شکل مین متشکل ہو جاتی صورت سے مشابہ نہو بلکہ یہ بھی لکھا ہی کہ جنات کا متشکل ہونا باشکال مختلفہ ویسا ہی جیسا کہ ہملوگ لباس مختلفہ

پہنچتے ہین خود شعرانی کے پاس ایک جن سگ کی شکل مین ستر بہتر سوال دربارہ توحید لیکر آیا تھا جسکو نزاعین نے جانا کہ واقعی کتا ہے اوسپر مسجد کو دھلوایا اور شعرانی نے اون سوالونکا جواب لکھا اوسکا نام کشف الحجاب والران عن وجہ اسئلۃ الجان رکھا۔ اور لواقح الانوار القدسیہ مین تو بہت سے واقعات اپنے جنات کی ملاقات اور گفتگو وغیرہ کے لکھے ہین۔ تو پھر نہ معلوم کوئی سنی کیونکر وجود جن کا منکر ہو سکتا ہے۔ ہان وہ جنات صحابہ جنکی عدم شرکت سے دعوی اجماع کسی مسئلہ پر باطل ہے اونکے اسامی گرامی بھی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ مین لکھے ہین اور اونکو صحابی قرار دیا ہے ابیض جنی صـ۱۲ عقب جنی صـ۳ اور بسس جنی صـ۷۳ ارقم جنی صـ۵ اسی ذیل مین یہ اسما لکھے ہین سلیط و شاصر و خاصر و حسا و مسا و لسا و لجہم وارقم و لورس و خاصر جـ۵ اصابہ

پس جب وہ ایمان لاتے ہین احکام خدا و رسول مانتے ہین امام شعرانی سے مسائل دریافت کرتے ہین تو واقعی اولیاء اللہ کے احکام کے بجا آوری مین کیا عذر ہے چنانچہ صدہا واقعات اونکے قتل و قید کے جو جناب امیر علیہ السلام کیطرف منسوب ہین کتب اہل سنت مین بھری پڑی ہین دیکھو شواہد النبوہ ملا جامی۔

باقی رہا تیسرا مرحلہ جس سے پہلے دونون مرحلے بھی طے ہوں بس اسکے ثبوت مین سات واقعے جو احد الکتاب مستطاب ذوالفقار حیدر جلد ہفتم سے نقل کرتا ہون جس سے امید ہے کہ اہل سنت کی تسکین ہو جائے۔ اور دو واقعات جلد ہفتم پر منحصر ہین۔

پہلا واقعہ محی الدین عربی امام اہل تصوف کا ہے جنکے سجادہ نشینی کا فخر ہمارے مخاطب کو حاصل ہے اسلیے سب سے اسکو مقدم کیا محی الدین عربی کا نام محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی ہے صاحب کتاب فصوص الحکم وغیرہ المتوفی فی ۶۳۸ھ امام تقی الدین ناقل ہین کہ محی الدین کے سامنے بمقام دمشق نکاح جنیہ کا تذکرہ ہوا۔ تو محی الدین نے کہا محال ہے کیونکہ انسان جسم کثیف ہے اور جنات روح لطیف۔ تو اب جسم کثیف کا تعلق روح لطیف سے کیونکر ہو سکتا ہے پھر کچھ دنون بعد دیکھا کہ محی الدین کے سر پر زخم کا نشان ہے سبب پوچھا تو کہا کہ ہمنے ایک جنیہ سے عقد کیا تھا اوس سے تین اولادین ہوئین ایک روز ہمسے اوسا کوس سے کچھ قصہ ہوا جس سے ایک بڑی ہاری جس سے یہ زخم ہوا اسکے بعد وہ چلی گئی اوسکے بعد پھر نہین دیکھا امام ذہبی کہتے ہین ابن رافع نے ذہبی القمم سے نقل کیا ہے یہ قصہ ہمکو دکھایا۔ میرے نزدیک محی الدین عمداً مرتکب کذب نہین ہوا شاید کسیوقت اوسکو ایسا خیال ہوا ہو میزان الاعتدال صـ۱۲۴ افسوس کہ اولاد اونکا حال کیا ہے معلوم نہین ہوا ہے خلفاء ثلثہ ہونگے تو وہ کیا ہو سکے۔

دوسرا واقعہ عالم حنفی کا ہے جنکی تقلید مخاطب کو ہے اور اب اس رسالہ کی تصنیف سے طبقہ علما میں داخل ہوا چاہتے ہیں قاضی جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی المتوفی سنہ ۷۴۵ ناقل ہین کہ ایک سفر مین مجھے اپنے والد کے ساتھ گیا تھا بارش کیوجہ سے مغاو مین سونا پڑا۔ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی جگا رہا ہے بیدار ہوکر دیکھا کہ ایک عورت میانہ قد جسکے ایک آنکھ ہے طول مین کھڑی ہے۔ اوس عورت نے کہا خوف نہ کھا تم میری لڑکی سے عقد کرو مگر جو حسن مین مثل ماہ شب چاردہ ہے مینے مارے خوف کے منظور کیا علی غیرۃ اللہ اس اثنا مین بہت سے مرد آئے جنکی صورت اوسی عورت کی سی تھی کہ سب کی آنکھ طول مین تھی۔ کوئی قاضی بنا کوئی گواہ بنا نکاح پڑھا کر چلے گئے بعد اوسکے وہی عورت ایک حسین لڑکی کو لائی جسکی آنکھ بھی ویسی ہی طولاً تھی چھوڑ کر میرے پاس چلی گئے جس سے میرے خوف اور وحشت زیادہ ہوئی ترقی کی ہم ڈھیلے مار مار اپنے ساتھیونکو اوٹھاتے ہین مگر کوئی نہ اوٹھا۔ یہانتک کہ کوچ کا وقت آیا سب نے کوچ کیا وہ لڑکی میرے ساتھ رہی مفارقت نہین کرتی تین روز یوہین گذر گئے چوتھے روز پھر وہی پہلی عورت آئی اور کہا معلوم ہوتا ہے تجھے یہ پسند نہین مفارقت چاہتا ہے۔ مینے کہا ہان اوسنے کہا اچھا طلاق دیدے مینے طلاق دیدیا وہ چلی گئی جسکے بعد پھر نہ دیکھا اس قصے کو قاضی عبداللہ بن حنفی نے آکام المرجان مین لکھا ہے اور ابن حجر نے افادہ کیا ہے اور قاضی شہاب الدین نے خود جلال الدین سے سنا یہ بھی کہ ہم بستری بھی ہوئی کہا نہین۔ دیکھو فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی المتوفی سنہ ۱۳۰۴ ہجری۔

تیسرا واقعہ نعیم بن سالم کا ہے جو رواۃ اہل سنت سے ہے جس سے محمد بن مخلد رغیثی اور احمد بن عیسی تستری۔ اور عبدالغنی بن رفاعہ وغیرہ وغیرہ روایت کرتے ہین۔ طحاوی یونس بن عبدالاعلی سے ناقل ہین کہ نعیم بن سالم مصر مین آئے ہمنے اونکو سنا کہ وہ کہتے تھے ہمنے ایک عورت جن سے نکاح کیا تھا پس نہ رجوع کیا طرف اوسکے میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۲۹۱

چوتھا واقعہ یہ تین واقعے تو خلفائے ثلثہ کی عدد کے مطابق مرقوم ہوے خلیفہ رابع اہل سنت حضرت معاویہ کے نام پر بھی ایک واقعہ لکھتا ہون یہ وہی واقعہ صحیح بخاری ہے کہ بندر بندریا زنا کرتی تھی جسپر وہ سنگسار کی گئی بالجملہ صاحب استیعاب لکھتے ہین وہ دو نوازقسم جنات تھے دیکھیے کنز مکتوم۔

پانچواں واقعہ بنام خلیفہ خامس اہل سنت یزید بن معاویہ ہے کہ ابھی تک تو مردونکا تعلق عورت جنیہ سے مذکور ہوا ہے اب اسکا اولٹا دیکھیے کہ خود ایک صحابی کی جورو کے ساتھ ایک شیطان کا تعلق تھا چنانچہ علامہ ابن حجر اپنا رضوع بن ہمیر کو بذیل صحابہ لکھکر یہ قصہ نقل کرتے ہین قال انی کنت مع کسری فارسلنی فی بعض اموره فخر

ثم قدمت فاذا شیطان خلفنی فی اهلی علی صورتی فبدا لی فعال شطر طلنی علی ان یکون لی یوم ولک یوم والا اهلکتک فرضیت بذالک اصابہ صٓ۲۰۷

یعنی کسری نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا تھا جب وہان سے پلٹا اور گھر پہونچا تو دیکھا ایک شیطان میری صورت بنے میری اہل پر متصرف ہے جب اوسنے مجھے دیکھا تو کہا شرط کر کہ ایک روز تو رہے ایک روز مین ورنہ مین تجھکو ہلاک کرد ونگا بس مین راضی ہوا اسپر۔

کیا خوب حیا اور حمیت ہے صحابۂ اہل سنت کی کہ ایک جن کو جوروکے پاس آنے دیتے ہین نہ اوسکی جان لیتے نہ اپنی جان دیتے ہین نہ مارتے ہین نہ مرتے ہین کچھہ نہین بن پڑا تھا تو طلاق ہی دیدیا ہوتا۔

چھٹا واقعہ آپکا ایک صحابی عمرو بن مالک کی بیٹی کو بھی ایک جن لے اوڑا تھا چالیس[۴۵] پینتالیس برس کے بعد بزمانہ عمر اوسکی رہائی ہوئی کیونکہ اون جنات نے ایک لڑائی مین نذر مانی تھی کہ اگر ہماری فتح ہوئی تو اسکو آزاد کرینگے چنانچہ اوسی کے صلہ مین یہ آزاد ہوئی۔ اوس جن نے یہ بھی کہا کہ ہمکو بجرام اس سے تعلق نہوا دیکھو اصابہ۔ صٓ۸

ساتوان واقعہ یہانتک تو جنیات کا عقد مردون سے یا جن کا متمثل ہونا مردونکی منکوحہ اور صحابہ کی زوجہ یا اونکی بیٹیون سے ناجائز تصرف دکھایا گیا ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے کہ خود حضرت انسان بھی ایک صورت سے دوسری شکل مین متشکل ورا اولیاء نے غلامون کی صورت مین آپکے یہان متمثل ہوئے ہین چنانچہ وفیات الاعیان ابن خلکان مین ہے کہ خیر نسلج اصل مین نساج (جولاہہ) نہ تھے بلکہ عابد تھے عہد کیا تہا کہ رطب کبھی نہ کھاؤنگا مگر ایک روز غلبۂ نفس سے ایک خرما کھالیا کہ ایک شخص نے مجھے دیکھکر کہا اے خیر تو بھاگ گیا مجھے اس شخص کا ایک غلام تھا جسکا نام خیر تھا اوسکی صورت وشباہت پر میری صورت ہوگئی اور لوگ بھی وہان مجتمع ہوگئے سبنے کہا یہ تو واقعی تیرا غلام خیر ہو۔ اب مین متحیر ہون کہ کیا جواب دون۔ فوراً خیال آیا کہ یہ کس جرم کی پاداش ہے غرض وہ آدمی مجھے پکڑکر لیگیا اور اپنے کارخانہ مین دکوکہ مین داخل کیا جسمین اوسکا غلام کپڑہ بنا کرتا مجھے کہا اے غلام بدذات تو مجھہ سے بھاگتا ہے۔ مہینون مین وہان کام کرتا رہا ایک رات مین نماز صبح کو اوٹھا تو سجدہ مین عرض کیا خداوندا اب کبھی ایسا نہ کرونگا۔ بس اوسیوقت وہ شباہت غلام کی مجھسے زائل ہوگئی اور اصلی صورت پر آگیا اوس مرد نے بھی کہا کہ تو میرا غلام خیر نہین ہے اوسیوقت سے یہ نام مجھپر جاری ہے اب اوس نام کو بدلنا نہین چاہتا صٓ۲۳ جلد اول۔

دیکھئے یہ آپکو ولی اللہ خیر نساج صوفی ہین جو بحکم خدا یون مسخ ہوئی کا ایک غلام کیصورت پر متشکل ہی جولاہہ بنے کرگہ بیٹھے کپڑا بنا اور دعا و توبکی بدولت پہلی صورت ملی۔ پس جب جنات کا وجود ہی ثابت ہوا اور ایک صورت سے دوسری صورت پر آنا بھی ثابت ہوا اور جنیات سے علما و محدثین و صوفیہ کا عقد ہونا بھی ثابت ہوا خود جنات کا صحابہ کی زوجہ اور بیٹی۔ متصرف ہونا بھی ثابت ہوا خود خیر نساج کا گرگٹ کیطرح رنگ بدلنا بھی ثابت ہوا۔ تو اگر بحکم یا دعای جناب امیر المومنین علیہ السّلام کوئی جنیہ متمثل ہوئی اور خلیفۂ دوم کا اوس سے عقد ہوا تو آپکو کیونکر تعجب آسکتا ہی خصوصًا جبکہ بہت سی تعلقات شیطانونکی خلیفۂ دوم سی حسب روایات اہل سنت ثابت ہون مثل اسکے کہ خلیفہ سی اور شیطان سی کشتی ہوئی خلیفۂ نے دی مارا شیطان نے لنکے فضائل و مناقب بیان کئے جسکا سلسلہ آجتک منقطع نہین کہ موضوع بھی کہتے ہین اور پھر روایت بھی کرتے ہین شیعونکے مقابلہ مین استدلالاً لاتے ہین وغیرہ وغیرہ

یہانتک تو تحقیقی والزامی و تسلیمی جواب تھا اس روایت جنیہ کا۔ اب مامونصاحب کے شکوک و اوہام کا جواب اونہین کے مذاق مین عرض کرتا ہون مگر قبل اوسکے یہ عرض کرنا ضروری ہی کہ جب صرف بقاء صحت صحیح بخاری کیلئے جسکی ایک روایت مین بندر بندریا کا زنا کرنا اور سنگسار ہونا مذکور ہی یہ تاویل آپکے علما نے کی ہی کہ وہ دونون از قسم جنات تھی اسوجہ سی مکلف بہ احکام شرعی تھی کیونکہ اگر یہ تاویل نہ کیجاتی تو صحت صحیح بخاری مین فرق آتا ہی جسمین صدہا رعایات ضعیف و موضوع باقرار اہل سنت موجود ہین۔ تو اگر شیعہ اس غرض سے اعظم غرض کیلئے جو متعلق حفظ مراتب ادب اہل بیت اطہار ہی ایسی تاویل کرین جو اصول اہل سنت سے بہی ٹھیک ہو تو آپ کس منہ سی معترض ہو سکتے ہین کیا اہل بیت طاہرین کی عظمت صحیح بخاری کے برابر بھی آپکے یہان نہین؟

اب آپ ہر فقرہ کا جواب سنئے (۱) مولوی حیدر علی کی تقریر کا جواب یہ ہی کہ قطب راوندی علیہ الرحمہ نے روایت سقط محسن وغیرہ روایات مین جسکا تذکرہ آپنے کیا اسوجہ سی ایسی تاویل نہ کی (بشرطیکہ یہ تاویل اونہین کی تعلیم کیجاتی اور صحت روایت قبول ہو) کہ وہ روایات مثبت کفر و نفاق خلفا و دیگر صحابہ معاونین خلفا تھے جسکی اشاعت ہر مسلمان پر فرض ہی بخلاف اس واقعہ عقد کی کہ اس سے آپکے امثال کو کفر و نفاق خلیفہ مین شبہ ہوتا ہی لہذا آپ حضرات کی ہدایت کیلئے بغرض رفع اشتباہ ایسی تاویل کیگئی تاکہ آپ دھوکھا نہ کھائین اور منافق کو منافق ہی سمجھتے رہین دوسری وجہ یہ ہی کہ روایات متعلق ظلم و ستم بر بضعہ رسول آپکے یہان بھی مشہور و متواتر ہین کہ اصول لوگونکی صحاح ستہ مین موجود ہین اور متفق علیہ ہین اسوجہ سی کوئی تاویل کارگر نہین ہو سکتی

بخلاف اس مسئلۂ عقد کے کہ جو آپکے یہان نہ متواتر ہے نہ صحیح ہے نہ حسن ہے بلکہ محض جہال و عوام محدثین نے اونکو اپنی کتابون مین لکھا ہے نہ محققین نے بلکہ محققین نے موضوعیت اونکی ثابت کی ہے تو لغرض رفع اختلاف وحصول اتفاق فریقین ایسی تاویل کیگئی **تیسری** وجہ یہ ہے کہ وہ روایات جور و ستم و احراق وغیرہ اتفاقی فریقین ہے اور موافق عقل بخلاف روایات عقد کے کہ اختلافی ہین اور خلاف عقل تو اونکا ساقط کرنا حسب الحکم آپکے بھی واجب ہے۔

باقی عدم ثبوت عصمت جناب امیر کا دعوی بنا بر اصول شیعہ جو مولوی حیدر علی نے کیا ہے صرف دعوی ہی دعوی ہے جو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وزن نہین رکھتا اگر کوئی دلیل بیان کرتی تو جواب اوسکا عرض کرتا۔ بالفرض اگر شیعو نکے اصول پر نہین ثابت ہے تو اہل سنت کے اصول پر تو ثابت ہے پھر ایمان کیون نہین لاتے دیکھو تشفی اہل سنت و خوارج کے خاتمہ کا پہلا بیان۔ باقی جو بیہودہ گوئی شاہ صاحب قطب راوندی علیہ الرحمہ نے کی ہے اوسکا جواب مفصل ہے کیونکہ جب خدا و رسول و اہل بیت طاہرین آپکی گالیون سے نہین بچے تو ان عالم کو کب نجات اس سے ہو سکتی ہے۔ مولویصاحب ذرہ اپنے خلفا کی حمداری کو بھی خیال کرلین جس سے تمامی اہل سنت کو دیندار کا خطاب ملا ہے۔ یہ جو آپ فرماتے ہین کہ سنیون نے کیا قصور کیا ہے۔ پس قصور تو ظاہر ہے کہ منافقین و مرتدین و فاسقین و فاجرین کو اپنا مقتدا بنایا ہے جنہون نے دین اسلام کو تباہ و برباد کیا۔ پھر اونکی عصمت و عدالت کا کیونکر دعوی کرسکتے ہین۔ اسی نعم پر آپ ان امور کا اقرار نہ کرلین اپنی روایات کی صحت مان لین تو مین کمال ممنون ہونگا مگر ذرہ اسکی حفاظت کر لیجیے گا کہ آپکے طائفہ کو لوگ کہین آپ کو بھی رافضی نہ کہدین جیسا آپکے اور علمائے سلف کو یہ مبارک لقب ملا ہے اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کو شاید آپنے آیہ قرآنی سمجھا ہے جیسا کہ آپکے کلام سے ظاہر ہے پس یہ قرآن شاید کوئی آپکا خاندانی قرآن ہوگا اس قرآن مین جو ... دل ہے مسلمانون مین اوسمین تو اوسکا وجود نہین ہے اور اگر حدیث ہے تو پہلے اسکی صحت ثابت کیجیے بعد ... عصمت کا ثبوت ... بخشدینے کو عصمت اگر لازم ہے تو اشاعرہ کے نزدیک کل اہل قبلہ مغفور ہین پس ... معصوم ... صدیق کا اثر ہے کہ آپ سا لائق سنی پیدا ہوا جسنے بخلاف اجماع کل اہل سنت اپنے صحابہ کی عصمت کا دعوی ... **چوتھی** بالفرض جو آپ کہتی ہین وہ دلیل خوش فہمی ہے کیونکہ جو بات مخصوص ہوتی ہے ... لیئے ہوتی ہے خواہ قبول کرنیوالے الا وہ امر کہ مخصوص ہو۔ اور جب وہ ہمارے ہی لئے مخصوص ہے تو ہم ... اوسکو ... کرتے ہین آپ مانئے یا نہین۔

پانچوین۔ ہتک حرمت تو سب سے زیادہ اسمین ہے کہ خلفائے ثلثہ کا نام اون حضرات کے مقابلہ مین لیا جاوے چہ جائیکہ
تفضیل دیجاوے یا غلط واقعات اونحضرات کیطرف منسوب ہون۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے ہتک حرمت کو ایک کلی بنا لیا ہے
کہ جب ہر قسم کی ہتک حرمت ہو تب آپ وصیت رسول پر ایمان لاوینگے۔ تو یقیناً ہزارون امر ایسے نہین ہوئے جسمین
ہتک حرمت ہو اور ہزارون امر ایسے ہوئے جس سے ہتک حرمت ہوئی۔

قول موثوق۔ اور ایسے بیان مین قصہ حضرت لوط علیہ السّلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختران کا
ساتھ فرض محال کے مثال مین حضرت ام کلثوم کے تحریر کرنا آپکی دانش سے بعید ہے جواب فرض محال کا خود مجتہد صاحب
اور انکے اسلاف کی تحریر سے دیچکا باقی جواب حضرت لوط کی بیٹیون کا مختصر یہ ہے کہ انکی بیٹیون کو معاذ اللہ کسی نے غصب
کیا تھا یا کوئی چھین لے گیا تہا یا کسی نے زبردستی نکاح کر لیا یا کرا دیا تھا یا انکے نکاح کرنیوالے کے حق مین کلمہ
وکالت فضولی کا بیان کیا گیا تھا حضرت لوط کی شریعت مین تو نکاح ساتھ کافر کے جائز تہا بعد آیہ تحریم کے حضرت
کی شریعت مین ممانعت کلی ہو گئی اور مطابق زعم جناب اور اسلاف جناب کے خلیفہ ثانی تو دشمن رسول و اہل بیت
رسول تھے انسے کیونکر نکاح جائز ہوگا اور اگر ضرورتاً جائز ہو جیسا کہ صاحب تزہ اسی بحث مین فرماتے ہین
تجویز امر تزویج در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت ہست چنانچہ تجویز تناول میتہ در حالت مخمصہ و
اضطرار۔ پس اب آپ اقرار فرمائیے اور بفرض محال نہ تحریر کیجیے اگرچہ مردار خواری پر محمول کیون نہو ہاں ضرور تھا
کہ نکاح بیوی رسول کا ساتھ تناول میتہ کے مطابق کیا جاوے اور اوسپر دعوائے محبت اہل بیت رسول ہے
فنلك الندا او ومنلك الغبيرہ ومنلك الرياح ومنلك المطر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کب کب بیٹیان اپنی بعد آیہ تحریم کے کافرون کو دین تاکہ مثل حضرت ام کلثوم کی صادق آوے۔

دفع الوثوق۔ درباره دختران حضرت لوط جو آپ گہر فشان ہین تو غصب وغیرہ کا کوئی قائل نہین نہ چھین
لیجانیکا اور اس واقعہ مین بھی کوئی اسکا قائل نہین کہ چھینا گیا یا غصب ہوا مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ ضرورت
یا مجبوری کی حالت مین ایسے امور مکروہ الطبع گوارہ کیے جاتے ہین گو وہ جائز ہی کیون نہو۔ کیونکہ اگر آپ
قرآن پڑھتے تو ضرور معلوم ہوتا کہ حضرت لوط نے یا اوسوقت کہا تھا جبکہ کفار نے ملایکہ کے ساتھ امر شنیع کا
ارادہ کیا تھا جو خوبصورت جوانون کی صورت مین مہمان آئے تھے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ فرمایش
بوجہ مجبوری کی گئی کہ مہمانون کے بچانے کے لیے حضرت لوط نے اپنی بیٹیان پیش کین۔ اور اگر کہین خدانخواستہ
آپکو تفسیرون کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو تو آپنے یہ دیکھا ہوگا کہ حضرت لوط بسبب اونکے فسق وفجور کے اونسے

عقد کرنا نہین چاہتے تھے بلکہ وہ خواہان تھے اور آپ منظور نہین کرتے تھے تفسیر ابی سعود صفحہ ۱۱۹

بھی آپکو تفسیر کبیر مین ملیگا کہ حضرت لوط قوم ناہنجار کی ہجوم سے مہمانو نکے بارے مین نہایت درجہ محزون

مغموم تھے جسپر او اوی الی رکن شدید کہا۔ آپکے نزدیک گو قصہ حضرت لوط مین نہ کوئی مجبوری

تھی نہ کوئی شناعت بلکہ بخوشی رضا حضرت نے اون کافرون سے ایسی فرمایش کی تھی کہ یہ میری بیٹیان

پاکیزہ ہین اگر ہو تم کرنیوالے کیونکہ اوس شریعت مین نکاح با کفار جائز ہی تھا۔ مگر آپکو امام فخر رازی اس امر

کو ایسا عظیم سمجھتے ہین کہ فرماتے ہین کہ اپنی بیٹیونکو کفار و فجار و اوباش پر عرض کرنا اہل مروت کی خلاف

ہے چہ جائیکہ اکابر انبیا سے سرزد ہو صفحہ ۱۱۳ آخر اس پریشانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رازی صاحب کو کچھ نہ بن پڑا

سوا اسکے کہ اون بیٹیونکو صلبی بیٹی حضرت لوط کی نہ بیان کرسکے یہ تجویز کیا کہ وہ قوم کی بیٹیان تھین نہ خاص

اور اس جواب کو امام صاحب کہتے ہین یہی جواب میرے نزدیک مختار و پسندیدہ ہے اور علامہ ابی سعود بھی اسکی

قائل ہین یہ نہ سمجھئے گا کہ صرف رازی ہی صاحب اس رای کو موجد ہین بلکہ انکو قدما اور متاخرین سبنے یہ تاویل

کی ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان اپنی تفسیر فتح البیان مین فرماتے ہین کہ حضرت لوط کو تین یا دو بیٹیان تھین

جنسے وہ لوگ (یعنی قوم حضرت کی) نکاح کرنا چاہتی تھی اور حضرت لوط بسبب اونکی خباثت کو قبول نہین کرتے تھے

اوس قوم کے دو سردار تھے کہ عقد کیا چاہتے تھے اور کہا گیا ہے کہ بناتی سے مراد قوم کی بیٹیان ہین کیونکہ نبی

ہر قوم کا بمنزلہ باپ کے ہے یہی قول ہے ابن عباس مجاہد سعید بن جبیر کا کہا کرخی نے کہ یہی قول بہتر ہے کیونکہ کسی

آدمی کا اقدام کرنا اسپر کہ اپنی بیٹیونکو اوباش و فجار پر عرض کرے ایسی کوئی محض مستبعد ہے کہ اہل مروت کو شایان

نہین چہ جائیکہ انبیا اسکے مرتکب ہون۔ اور نیز بیٹیان حضرت کی اس مجمع کثیر کو مکتفی نہ تھین بخلاف دختران

قوم کی کہ سبکو مکتفی تھین نواب صاحب فرماتے ہین لیکن یہ قول مخالف ہے ظاہر نظم کا تو انکی اور کہا گیا ہے کہ اونکی مذہب

مین نکاح کافر کا ساتھ مسلمہ کے جائز تھا کہا قتادہ ذکر اصلی بیٹیان مراد ہین جنکے ذریعہ سے مہمانون کا بچانا منظور

تھا اور حسین بن فضل کہتا ہے کہ پیش کرنا بیٹیونکا بشرط اسلام تھا اور بعض کا قول ہے کہ بطور مدافعہ کہا تھا

نہ بطور حقیقت اور حذیفہ کہتے ہین کہ تزویج بنات منظور تھا بغرض حفاظت مہمان صفحہ ۱۲۸ ج ۲

پس فرمائیے کہ جب حضرت لوط نے باوصف اسکے علم کے کہ یہ فرشتہ ہین خدا کے اونکے بچانے کیلئے اسکو گوارہ

کیا کہ اپنی بیٹیونکو فجار و اوباش پر عرض کرین یا قوم کی بیٹیونکو جنکے بوجہ نبوت باپ تھے۔ تو اگر جناب امیر نے

بھی ایسے ہی بلکہ اس سے اعظم درجہ کی مصیبت مین قبول کیا تو آپکو کیا اعتراض ہوسکتا ہے خصوص جبکہ

کہ وہان خود حضرت لوط لی بلا طلب و خواہش اونکی پیشہ کیا یہان جناب امیر نے اوسکی خواہش و استدعا پر
قبول کیا وہان اون مہمانون کا بچانا منظور تھا جسپر اونکا کسیطرح قابو نہین چل سکتا تھا۔ یہان اوسکے خلاف
تھا وہان کفار تھے یہان بظاہر مسلمان تھے آپکا یہ خیال بھی صحیح نہین کہ عموماً نکاح کفار اوس شریعت مین
جایز تھا کیونکہ خود نواب صاحب اس قول کو قبل کرکے لکھتے ہین کہ جو ضعف قول کی نشانی ہی دوسرا حسین بن
فضل کا قول ہی کہ بشرط اسلام عرض کیا تہا جس سے معلوم ہوا کہ اوس شریعت مین بھی اسلام کی پابندی
تھی تیسرے خود نواب صاحب بتفسیر لقد علمت مالنا فی بناتک من حق لکھتے ہین کہ اون کفار کا یہہ
مطلب تہا کہ چونکہ بغیر ایمان لانے عقد نہین ہو سکتا اور ہم ایمان نہین لاوینگے تو پھر کیونکر نکاح ہو سکتا ہو منہ
سبحان اللہ کفار تک تو یہ جانتے ہین کہ بغیر قبول اسلام مسلمہ سے عقد نہین ہو سکتا ہی اور ہمارے مخاطب اسکے قائل
مین کہ نکاح مسلمہ با کفار جائز ہو دیکھئے تفسیر در منثور سیوطی مین ہی وکانوا کفارا وبناتہ مسلمات فلما رای
البلاء وناداہ الفضیحۃ عرض علیہم التزویج صفحہ ۳۴۴ جلد ۳ یعنی وہ کفار تھے اور دختران حضرت
لوط مسلمہ تھین جب دیکھا کہ بلا نازل ہوئی اور فضیحت کا سامنا ہی تو اونپر عرض کیا کہ تزویج کر لین کیونکہ صاحب
جب مجبوراً نکاح اونسے جائز تہا اور وہ خواہان بھی تھی تو پھر کیون اتنی فضیحت گوارا کی۔ غرض جب انبیا پر یہ
مصائب پیش آتے ہین کہ باوصف نزول و مشاہدہ ملیکہ ایسی ایسی بے عزتی گوارا کرنی پڑتی ہی تو اگر جناب
امیر نے بھی ایسی حالت بلکہ اس سے بدتر حالات مین اسکو قبول فرمایا تو کیا اعتراض ہی۔

اور چونکہ ہمنے بطلان اس واقعہ کا مفصلاً ثابت کر دیا ہو لہذا ہمکو ضرورت ایسی تسلیمی جوابونکی نہین رہی
بنا برقنعت کلام اونحضرات کے جو تسلیمی جواب دیتے ہین اسقدر عرض کیا۔ زیادہ تفصیل کا مین مجاز نہین
کیونکہ مسودہ جلد ہفتم ذوالفقار حیدریہ سے نقل کیا ہے خدا کرے وہ کتاب مستطاب جلد طبع ہو
اور مسلمانان روے زمین اوس سے مستفید ہون

دوسرے یہ جواب فرماتے ہین کہ بعد آیہ تحریم حضرت کی شریعت مین ممانعت کلی ہو گئی۔ پس یہ فرمایئے
کہ تحریم متعلق مشرکین سے ہی یا منافقین سے ہی؟ آپ یا تحریم نکاح منافقین ثابت کیجیے یا مشرک
حقیقی ہونا خلیفہ دوم کا کیونکہ الفاظ کفر و نفاق وارتداد مشترک المعنی مین جیسے کلام ذہین غلطیا نفاق
مین ہو رشرک مین لزوم نہین ہی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور یہ سب حکم حالات اختیار کے ہین حالت اضطرار کے
جسمین حرام حلال ہوتا ہی چنانچہ حضرت زینب آپکی جو بیٹی ہین دختر رسول اللہ تھین عقد مین ابو العاص

کافر تھے رہین اسلام نے دونون مین جدائی ڈالی تھی جناب رسول دونون مین علحدہ نگی نہ کرسکے کیونکہ حضرت مکہ مین جب تک رہے مغلوب تھے اختیار نہ رکھتے تھے جیسا کہ تاریخ خمیس و اصابہ مین ہے کنز مکنوم صفحہ ۱۱۵ تو کیا آپ جناب امیر کو ان واقعات مین اوتنا بھی عاجز و مغلوب نہین جانتے جتنا رسول اللہ کو مکہ مین مانتے ہین؟

تیسرے خلیفۂ ثانی کو دشمن خدا و رسول ہونے مین شل اور منافقون کے عذر نہین مسلم ہے مگر بظاہر تابع احکام شرع تھے اسلام ظاہری سے خارج نہوے تھے مشرک نہین کہلاتے تھے جو لا تنکحوا المشرکین مین داخل ہون اور جب رسول اللہ نے نکاح مشرک کو با وصف تفریق اسلام قبول کیا تو نکاح منافق بدرجۂ اولی قابل قبول ہے خصوصاً بحالت مجبوری کیونکہ الضرورات تبیح المحظورات مسلمہ مسئلہ ہے۔ یہ سب تقریر بر بنیاد فرض و تسلیم ہے ورنہ مینے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ ہرگز ہرگز عقد ام کلثوم بنت فاطمہ کا عمر بن خطاب کے ساتھ نہین ہوا نہ اسکا کوئی واقعہ پیش آیا

چوتھے تنا مل بنت کی تمثیل حسرت آپکی اُسی قسم سے ہے کہ قاتلان حسین بھی حسرت و افسوس کرتے آپکی حسرت تو اسیوقت دفع ہوگی جب ہم آپکی اون روایات پر ایمان لاوین جنمین کشف ساق و ضم صدر و تقبیل وغیرہ مذکور ہے جسکی نسبت سبط ابن جوزی فرماتے ہین کہ خلیفہ ایسے امور لونڈیون ساتھ بھی نکرتے چہ جائیکہ بنسبت بضعۃ الرسول کے کیونکہ مس جسم اجنبیہ باجماع مسلمانان حرام ہے

پانچوین اقرار و عدم اقرار تابع واقفیت واقعہ ہے نہ بر بنیاد نفاق و اسلام خلیفہ جسکو سیند نمرہ مخلف کیا کہ انکار وقوع عقد سے بوجہ اسکے ہے کہ کسیطرح تحقیقات سے اسکی اصلیت نہین ثابت ہوتی علماے اہل سنت کو یا اشتباہ ہوا کہ تین چار آدمیونکے مختلف واقعے ایک آدمی کیطرف منسوب کردیے یا سہو اونھون نے افترا کیا۔ نہ یہ کہ بوجہ نفاق و کفر خلیفہ منکر ہین جس بنیاد پر صاحبان تسلیم نے جواب دیا۔

چھٹے عربی کا شعر جو آپنے لکھا ہے یہ دلیل آپکی ناواقفیت کی ہے کیونکہ یہ شعر ابن ام کلاب نے عائشہ کے روبرو پڑھا ہے جسکا قصہ یون ہے کہ جب بی بی عائشہ حج کرکے پلٹی ہین تو خبر قتل عثمان سنکر جب سامان پہنچی ہے کر گئی تھین۔ پوچھا پھر کیا ہوا لوگون نے کہا علی کی بیعت ہوئی تو عائشہ نے کہا کاش آسمان زمین پہ گر پڑتا اور یہ امر نہوتا پھیر و پھیر و مجھے مکہ کیطرف کہ عثمان مظلوم قتل ہوے ہین اونکے خون کا بدلہ لونگی۔ عتبہ بن ابی سلمہ نے جو ابن ام کلاب کے نام سے مشہور تھا کہا کیون؟ تم ہی نے تو سب سے پہلے اونکے قتل کی تدبیر کی اقتلوا نعثلا فقد کفر کہا عائشہ نے کہا لوگون نے عثمان کو بعد طلب توبہ

قتل کیا حالانکہ ہمنے بھی کہا تھا اونہون نے بھی کہا تھا اور میرا آخری قول بہتر ہے پہلے قول سے
اوسپر ابن ام کلاب نے یہ اشعار پڑھے ع فمنك البداء ومنك الغير • ومنك
الرياح ومنك المطر • وانت امرت بقتل الامام • وقلت لنا انه قد كفر
فهبنا اطعناك فی قتله • وقاتله عندنا من امر • ولم يسقط السقف من
فوقنا • ولم ينكسف شمسنا والقمر • وقد بايع الناس ذا تدرء • يزيل الشبا
يقيم المصعر • ويلبس للحروب اثوابها • وما من وفی مثل من غدر - تاریخ
کامل علامہ ابن اثیر صفحہ ج ۳ یعنے (راوی عائشہ) تجھی سے ابتدا ہوا اور تجھی سے تغیر تجھی سے
ہوا بھی چلتی ہی تجھی سے پانی بھی برستا ہی - تجھی نے امام کے قتل کا حکم دیا - اور ہملوگون سے کہا
وہ کافر ہوگیا - پس ہان ہملوگون نے تیری اطاعت کی اوسکے قتل مین - حالانکہ قاتل اوسکا ہملوگون کی
نزدیک وہ ہی جو حکم دے - حالانکہ یہ چہت ہملوگونپر گری تھی - نہ شمس و قمر کو گہن لگا تھا الخ
ایسے اشعار لکہنے سے گو آپکی ایک گونہ عربی دانی ظاہر ہوئی مگر وہ اسرار بھی کھل گئے جسکے چھپانے مین
آپ لوگون کی کوشش تھی
سبا قوہین رسول اللہ کی کوئی بیٹی سوا جناب سیدہ ونہ تھی جو مین بیان کرون - لیکن آپلوگ تین بیٹی
اور بتلاتے ہین جو تین کافرون سے بیاہی گئین زینب رقیہ ام کلثوم جو ابو العاص عتبہ عتیبہ پسران ابولہب
مزدوج ہوئین جو یقینی کافر تھے - اور آپکے خلیفۂ اول نے اپنی بہن ام فروہ کو اشعث بن قیس کے
حوالہ کیا بعد اسکے کہ وہ ظاہر بظاہر مرتد ہوگیا تھا اور قبل و بعد منافق ہی - ہاں باقی اسکے بعد جو تعریض
آمیز عرض کی ہی کہ اقرار نکاح سے مذہب شیعہ باطل ہوتا ہی اور انکار سو وہ روایتین غلط ہوتی ہین جنمین
اقوال ہین - پس اسکا جواب مکرر بیان کیا کہ وقوع نکاح خصوصاً بطیب خاطر تو کسیطرح ثابت نہین محض
غلط ہی اور افترا ہے کیونکہ کسی روایت اہل سنت مین بھی بطیب خاطر ہونا مذکور نہین چہ جائیکہ روایت
شیعہ مین ہو اور جب کوئی روایت جو شیعہ نکیطرف منسوب ہے صحیح ہی نہین تو پھر تکذیب آئمہ کیون
آنے لگی ان حماقتون کا کہانتک جواب دیا جاے جب فعل امام ہوتا یا کوئی قول امام صحیح ہوتا تو اوسکی قبول
مین کس شیعہ کو عذر ہو سکتا ہے حکایت پنج بیگ کہ زندگی تجھے عید شبرات کے کیا کام چلے روٹی ہوگئی ملتی
تھی سو آج ہی ہے گو یہ معلوم ہوا کہ صاحب نے کیون لکہی کیا مناسبت تھی سمجھ مین نہین آئی البتہ شیعہ نکو

ضبط کر جب شیعہ یاد پڑجاتی ہے زیادہ فضول گوئی سے کچھ حاصل نہین۔

قول موثوق۔ ایک بات وصیت نامہ کی کہ جو متعلق اسی بحث کی ہو رہی جاتی ہے عرض کرتا ہون کہ حضرت امام حسین خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثنا نے بھی اُس وصیت نامہ پر گواہی ثبت فرمائی اور اقرار اور اعتراف جملہ مضامین وصیت نامہ کا فرمایا۔ پھر کیا ایسا امر پیش آیا جو امام علیہ السلام یزید پلید سے لڑ بیٹھے کیا صیانت نفس اور حرمت خاندان اس لڑائی مین نہین گئی صرف بہتر آدمی لاکھون آدمیون سے لڑوائے باوجود اقرار و شاہدی کی خلاف وصیت نامہ کے عمل مین لائے کیا خوب کہا ہے مولوی حیدر علی صاحب نے رسالہ تموز نمبرہ مین ایک شیعی نے کہا آپ تو ہر کتاب سے ہماری ہمکو قائل کرتے ہین بھلا یہ دہ مجلس ہو چند ورق ہین اس کوئی دلیل نکل سکتی ہے اسوقت یہ بات بتوفیق الٰہی خیال مین آئی کہ اس کتاب سے عیان ہے کہ لشکر یزید کا لاکھون سے زیادہ تھا آخر حسین بھی لوگ تو عقل رکھتے ہونگے کہا البتہ پھر مینے کہا کہ جب اُنہون نے حضرت امام حسین کو اس مصیبت مین خنجر سے شہید کیا اور آخر تک یہی حرف تھا کہ اگر بیعت یزید کی کرو ہم لڑائی سے ہاتھ اٹھاتے ہین اُنہون نے بیعت اُس فاسق کی قبول نہ کی اون لاکھو نمین سے کسی نے نہ کہا کہ جناب امیر نے اُنسے بیعت کی جو مرتد تھے بگاڑنے والے دین کے تحریف کرنیوالے قرآن مجید کے یزید مین کیا کیڑے پڑے ہین جو آپ بیعت نہین کرتے اب بتاؤ کہ امام کیا جواب دیتے تو معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کو جناب امیر نے مستحق جانا تھا وہو المطلوب نہین تو امام حسین کا الزام کھانا لازم آتا ہے۔

دفع الوثوق۔ یہ حسینے نیست کو گردد شہید ورنہ بسیار اندر عالم یزید۔ بہت سچ ہے آخر آپکے حضرت یزید کی محبت آہی گئی کہ سکی تو خاصت الی فرزند خال المومنین کیون چھین کوئی طور رو بناؤ ہم نہ آپکو تصنیف کا ہے نہ کوئی کتاب لکھنا۔ اگر واقعہ کربلا کا متعلق کچھ لکھئے تو خال فرزند خال المومنین یزید کو کیا منہ دکھائیگا۔ آپکے بزرگان دین یوسف جدہ کہہ چکے ہین آپکو اُسیکا اعتقاد ہوگا۔ امام غزالی تو اس تذکرہ ہی کو حرام سمجھتے ہین جس سے بزرگون کا راز کھلتا ہے پھر کیون آپ اُسکے مرتکب ہوئے ہے کیا اس واقعہ سے بڑھکر کوئی واقعہ ہوگا جسمین پوری تعمیل اوس وصیت نامہ کی ہو۔ ہان شاید آپکے نزدیک لڑ کر قتل ہونا داخل صبر نہین فوج کے محاصرہ مین بے ہاتھ پیر ہلائے نیزہ و تلوار چلائے قتل ہوتے تو صبر کہلاتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپکے امام یزید کی فوج کا ایک آدمی بھی نہ قتل ہوتا۔ اصل رنج اسیکا ہے کہ کیون امام حسین لڑے

جو ہزاروں یزیدی مارے گئے۔ خدا آپکو اور جملہ دشمنان اہلبیت اطہار کو عقل عطا کرے جو امر حق کو سمجھیں واقعہ تو اسیقدر ہی کہ امام حسینؑ سے جسوقت یزید کی بیعت طلب کیگئی کہ یا بیعت کریں یا قتل ہوں۔ تو حضرت نے اپنے کنبہ عزیزوں دوستوں کی جان بچانے کیلئے خانہ کعبہ مین پناہ لی جو زمانہ کفر واسلام دونوں میں جائے امن سمجھا جاتا تھا مگر آپکے امام یزید کو کفار جاہلیت سے بھی بڑھے تھے بلباس محاج میں خانہ کعبہ میں حضرت کو قتل کرانا چاہا امام علیہ السلام نے بخیال حفظ حرمت خانۂ کعبہ جسکی حرمت و عزت کے بھی حضرات باعث اور محافظ تھے وہان رہنا مناسب نہ سمجھا کہ ہمارے خون سے اوسکی حرمت ضائع جائے۔ آپ وہان سے اون دوستوں کے پاس چلے جنہوں نے نصرت و اعانت کا پورا وعدہ کیا تھا جنمیں صحابۂ رسول اور اکثر اولاد صحابہ بھی شریک تھے جیسا کہ رسول نے ایسے ہی وعدہ پر مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی تھی۔ ابھی امام وہان نہیں پہونچے تھے جہان کا ارادہ تہا کہ بحکم آپکے امام یزید کے راہ میں یزیدیوں نے گھیر لیا جنکا سردار بہنام حضرت عمر عمر بن سعد ابن ابی وقاص تھا جو آپکے نزدیک عادل مجتہد ہو صحابی زادہ عشرہ مبشرہ کے ایک فرد کامل سعد کا یادگار جسکو آپکے خلیفہ نے اون چھ آدمیوں مین گنا ہے جو قتل عثمان کے مستحق خلافت تھے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بہتر آدمی عزیز و رفیق چھوٹے بڑے ملاکر ساتھ تھے جنمیں بعض صحابہ بھی داخل تھے۔ اس مختصر جماعت نے امام کی جان بچانے میں انتہائی کوشش کی کہ آخر شہید ہوئے اور امام علیہ السلام نے بھی بحکم لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ہاتھ پیر ڈال نہیں دیا جوہر شجاعت دکھا کر خدمت جد امجد میں پہونچے اس آیہ کی مخالفت اور حفاظت خود اختیاری کی قانون شکنی جائز نہ تھی جو حضرت اسکے خلاف عمل کرکے آپکی آرزو پوری کرتے۔ اب فرمائے کہ امام نے بہتر آدمی کو لاکھوں سے لڑایا۔ یا لاکھوں نے بہتر کو گھیر لیا۔ کون مضمون سچ ہے۔؟

باقی رہا یہ مضمون کہ حضرت نے بیعت کیوں نہ کر لی جو یہ سب مصیبتیں پیش آئیں ہیں اسکا جواب تو وہی واقعات دینگے جو گذر چکے مصلحت دونوں بزرگوں کی ایک ہی وہی حفاظت اسلام جسکے سچے اور صحیح مربی و محافظ بحکم خدا و رسول یہی حضرات تھے۔

ترک بیعت میں جناب امیر اور جناب امام حسین علیہ السلام مساوی ہیں اونکے انتقام لینے میں بھی آپکے دونوں خلیفہ مساوی ہیں فرق اسیقدر ہی کہ مصلحت وقت دونوں خلیفہ کی جدا جدا تھی خلیفۂ اول اگرچہ جناب

امیر کو قتل کرتے ہین تو سارا دمدمہ نکل جاتا ہو کفار جو رعب سیداللہی سے دبے تھے ابھر پڑتے ہین اور اسلام کے ساتھ خلیفہ کو بھی ہلاک کرتے ہین۔ یہی سبب تھا کہ خلیفہ نے گو گھر مین آگ بھی لگانی چاہی قتل بھی کرنا چاہا مگر پوری طور پر کر نسکے خالد کو حکم دیا کہ نماز ہی مین سر اوڑا دو مگر قبل از سلام اس حکم کو منسوخ بھی کیا کہ یا خالد لا تفعل ما امرتک دیکھو تشنی کیونکہ یقینا وہ جانتے تھے قتل جناب امیر آسان نہین کسیطرح یہ خون ہضم نہین ہوسکتا۔ سعد بن عبادہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا کہ باوصف مخالفت قتل نکر سکے کہ اوس و خزرج سب بگڑ جاتے جو مدینہ کے رہنے والے تھے تو کہین کا بھی ٹھکانا نہ رہتا۔ یہ مصلحت تھی خلیفہ اول کی اور خلیفہ خامس یزید کی مصلحت بالکل اسکے خلاف تھی کیونکہ اوسکو معلوم تھا ۲۵ برس خلفاء ثلثہ نے اور ۲۰ برس معاویہ نے استحکام خلافت بنی امیہ مین اور قلع قمع خاندان رسالت مین وہ وہ کارروائیان کی ہین کہ ایک حسینؑ نہین سو حسین بھی ہون تو اونکے قتل سے سلطنت جاتی ہے نہ غدر ہوتا نہ ہماری ہلاکت ہوتی ہے اسیوجہ سے اوسنے اون خلفاء ماسبق کے کل آرزونکو پوری کی کہ نہ صرف جناب سید الشہداء روحی لہ الفدا کو شہید کیا بلکہ سعد بن عبادہ کا بھی بدلہ لیا کہ تمامی اہل مدینہ کو واقعہ حرا مین زیر و زبر کیا مدینۂ رسول کو غارت کیا ہزارون کنواری بیٹیان صحابہ کی زنا سے لشکر یزیدی مین آلودہ ہوئین جس سے ہزارون ولد الزنا پیدا ہوئے۔

غرض جناب امام حسینؑ نے بھی وہی کیا جو جناب امیر نے کیا تھا کہ حمایت اسلام مین سر بکف رہے خلفائے ثلثہ کو اون حضرت کے قتل کا موقع نہ ملا آہستہ آہستہ اسکے اسباب جمع کئے جس سے یزید کو موقع ملا اور وہ مرتکب اوس امر عظیم کا ہوا جس سے تمام جہان کی لعنت کا مستحق بنا گو آپکو اوسمین تامل ہو سکے مامون صاحب اتو حیدر علی کا دمدمہ گر گیا کیڑے کا حال معلوم ہوگیا باقی تفصیلی جواب اسکا آپکی سمجھ سے باہر ہے اسلئے نہ لکھا تاریخ اضمحلال اسلام دیکھو۔

قولہ موتوق معاذ اللہ آپ صرف غصب فرج کی حدیث کو مفتریات سنیان تصور کرتے ہین اور مین عرض کرتا ہون کہ غصب فدک اور غصب خلافت اور غصب خمس اور احراق بیت اور اسقاط حمل اور رسن بگلو کرنا وغیرہ یہ سب کے سب اختراعات عبد اللہ بن سبا سے ہین اور اعتقاد کو درست کرکے ان سب ہفوات کو دل سے محو کرنا چاہیئے ؎ باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ این درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔

دفع الوثوق۔ غصب خلافت وخمس وفدک واحراق بیت فاطمہ وغیرہ وغیرہ کو اگر مفتریات عبد اللہ بن سبا سے سمجھتے ہین جو آپکے اساتذہ کا استاد کامل ہو تو صحاح ستہ وغیرہ کو جلا کر جھوٹی کیجیے جب تک وہ کتابین دنیا مین باقی ہین کیونکر افترا کہہ سکتے ہین۔ چونکہ اس بحث کا مفصل جواب نہایت مدلل طور پر کمو ر کتابون مین شائع ہوچکا ہے حاجت جواب نہین۔

قول سوثوق۔ بعد اسکے قول آپکا اب ہم پوچھتے ہین کہ مشتبہ کرنا حضرت عیسے کا قوم یہود پر چنانچہ قرآن مجید ناطق ہے الی آخرہ ما قلم اور معاذاللہ حیلہ اور فریب کیا اور باعث چندین شرور ومفاسد بین الیہود والنصاری ہوا الی آخرہ سخت حیرت ہو کہ آپ اوپر تحریر مجتہد صاحب کے ایسا وثوق فرماتے ہین کہ جتنے مفسرین ومحدثین جناب کے ہین سب کے سب پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگئے جاتے ہین وقت تحریر جواب کے جناب نے ایک آدہ تفسیر بھی اپنے مذہب کی دیکھ لی ہوتی تو اسطرح کا شبہ آپکو واقع نہوتا۔ حضرت عیسی کے قصہ کو ساتھ قصہ جنبیہ کے مماثل فرمانا جناب کا یا مجتہد صاحب کا فہم اور ادراک ہی دوسرا کا ہیکو ایسی بے ٹھکانے باتین لکھنے گا۔ کمترین کی یہ غرض ہو کہ جب جناب امیر نے بدلے حضرت ام کلثوم کے ایک زن جنیہ اجنبیہ ہمبستر خلیفۂ ثانی کے فرمائی اور حضرت ام کلثوم کو ہمبستری خلیفۂ ثانی سے بچایا یہ امر تو خلاف شرع حضرت امیر سے واقع ہوا کیونکہ حضرت امیر کو احکام خدا اور رسول کے بدلنے کا اختیار نہ تھا اور ممانعت ہمبستری زن غیر کیواسطے نص قطعی کلام خدا اور رسول مین موجود ہو کہ حاجت تصریح کی نہین اکابر واصاغر سب جانتے ہین پس یہ دعوے آپکا اور مجتہد صاحب کا ہر فعلیکہ از معصوم صادر شود آنرا ناشی از حق سبحانہٗ تعالی باید دانست۔ اسوقت راست اور درست ہو کہ تقلیب شریعت محمدی کا حضرت امیر کو اختیار حاصل ہو جبتک یہ ثابت نہ کیجیے گا تب تک کوئی قول آپکا یا کوئی دعوی مجتہد صاحب کا راست تصور نہ کیا جاویگا یہ سب طبعزاد مضامین مخترعہ حضرت مجتہد صاحب ہین جسکو آپ شگرف اور متین جانتے ہین آپکی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ زن مزدوجہ اور زن ہمبستر اور اسکی حلت کی خبر قرآن وحدیث سے تو ثابت کیجیے اگر آپ اسکی حلت ثابت کر دینگے تو بہت بڑا احسان امت محمدی پر جناب کا ہوگا کہ آپکی بدولت آزادی بلا قید انُ لوگون کو حاصل ہو جاویگی اور تمامی امت شکنجہ شریعت سے نجات پاویگی اور ساتھ دعائے خیر کے جناب کو یاد کریگی اور پیغمبرون کی اوٹ مین آئمہ اطہار کو لاکر ٹھالنا اور یہ فرمانا ہر فعلیکہ از معصوم

صادر شود آنرا ناشی از حق سبحانہ تعالے باید دانست کام ذو العقول انہین احکام انبیا اور احکام ائمہ اور وہ لوگ آمر یہہ لوگ مامور باقی اپنے اپنے فہم کا قصور یا نفس امّارہ کا فتور۔

دفع الوثوق اولاً اس تقریر کی بنیاد ہی نا فہمی پر ہے کیونکہ مولویصاحب مرحوم در بارۂ اشتباہ حضرت عیسی روح اللہ نہ روایات شیعہ کے منکر ہین نہ روایات اہل سنّت کے بلکہ اون کا مطلب عربی تو یہ ہے کہ جب خدا نے با اینہمہ قدرت ایک یہودی کو مشابہ حضرت عیسے قرار دیکر تمام یہود کو مشتبہ کیا اور کوئی مکر و حیلہ کا الزام خدا پر نہین لگاتا تو اگر جناب امیر نے بھی با اینہمہ مجبوری ایک جنیہ کو متمثل کر کے خلیفہ کو مشتبہ کیا تو کیا الزام آسکتا ہے۔

ثانیاً مکترین کی غرض جو یہان ظاہر ہوئی ہے وہ پہلے نہین ظاہر ہوئی تھی۔ کیونکہ وہان آپکی تقریر یہ ہے۔ بھلا حضور غور فرمائین کہ وہ نفس قدسی ایسے امر کے مرتکب ہوئے کہ جسمین معاذ اللہ حیلہ و فریب ناجائز پایا جاوے۔ اسیکا جواب کتا میان صاحب مرحوم نے دیا کہ جب خدا نے ایسا کیا ہے تو جناب امیر پر حیلہ و فریب کا الزام کیونکر آسکتا ہے۔ بہر کیف اب آپکی غرض یہ ہے کہ بتجویز جناب امیر خلیفہ کی ہمبستری مین ایک جنیہ حاضر ہوتی تھی جس سے نکاح نہین ہوا تھا تو جناب امیر اس فعل حرام کے باعث اور مجوز ٹھہرے یہ خلاصہ ہے آپکی تقریر کا۔ مگر افسوس ہے کہ آپنے اسپر نہین غور کیا کہ زنا کسکی طرف سے ہوا۔ اور کیونکر ہوا۔ کیونکہ جب عقد اوسی جنیہ ہی سے ہوا تو پھر زنا کیسا کیونکہ جنیہ تو راضی ہی ہو چکی تھی عقد پر۔ اوسی سے عقد ہی ہوا تھا ادہر سے تو زنا ہوا نہین باقی رہا زنا از جانب عمر جو بخیال اپنے دوسری عورت ہم صحبت مین اور ہے وہ دوسری عورت پس اسکا جواب یہ ہے کہ وطی بالشبہ کا مسئلہ جاری ہو گا دیکھیے شرح وقایہ مسئلہ ولا من وطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل ہی عرسک و علیہ مہرہا یعنی جو شخص وطی کرے اجنبیہ سے جو اوس سے نزدیک کی گئی ہو تو اوسپر حد نہین اور مہر واجب ہے اوسکا۔ پھر جناب امیر مجوز زنا کیونکر ہوئے خدا مات سمجھ لیا کیجئے تب منہ سے نکالئے۔ یہ سب تقریرین بھی اوسی فرض و تسلیم کی بنیاد پر ہے کہ روایت مذکورہ کو دو منٹ کیلئے قبول کرین ورنہ عدم صحت اس روایت کی ظاہر کر چکا ہون۔ باقی رہی یہ عبارت آپکی۔ آپکی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ

زن مرد و جرا اور زن ہمبستر اور اسکی حلت کی خبر قرآن و حدیث سے تو ثابت کیجیے اگر آپ

اسکی حلت ثابت کر دینگے تو بہت بڑا احسان امت محمدی پر جناب کا ہوگا کہ آپکی بدولت

آزادی بلاقید ان لوگون کو حاصل ہو جائیگی۔ اور تمامی امت شکنجہ شریعت سے نجات پاویگی جسکی وجہ

میری سمجھ مین نہ آئی مگر قرینہ سے سمجھتا ہون کہ آپ عموماً ضرور تو انکی حلت کے متمنی ہین بلاقید

نکاح وغیرہ تو خیر مجھ بلا شکریہ ادا کیجیے۔ آپکے قطب الاقطاب غوث الاعظم شیخ محی الدین عربی

اسکا فتوے دے گئے ہین چنانچہ ملا علی قاری جزری ابن عبداللہ بن سبکی سے ناقل ہین کہ

محی الدین عربی قائل ہین کہ عالم قدیم ہے اور فروج بنی آدم حلال ہے کنز مکتوم صفحہ

مولوی صدیق حسن خان ابجد العلوم مین کہتے ہین کہ ابن عربی اور ابن فارض و

ابن سبعین اور اونکے اتباع نے کتب مین خصلہ کفریہ جمع کئے ہین مثل قول وحدة وجود

اور تحلیل جمیع فروج کی اور یہ کہ قرآن تمام تر شرک ہے صفحہ ۔

چونکہ آپ سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ ہین لہذا آپکو یہ قول اپنے پیر و مرشد کا بہت کچھ مطبوع

خاطر ہوگا۔ لیجیے ایسے بزرگ اسم باسمے کی بدولت آپلوگ کو آزادی بلاقید حاصل ہوئی۔

اور شکنجہ شریعت سے مخلصی ہوئی۔ اور اگر آپنے خلع خلافت کیا ہو طریقہ موصوف سے دست بردار

ہوکر امام فقیہ بننا چاہتے ہین تو لیجیے آپکے امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کا کھلا مسئلہ موجود ہے

کہ اگر کوئی اپنی مان بہن سے نکاح کرلے تو اوسپر حد نہین ہدایہ جلد اول صفحہ ۴۹۲ اور تفسیر کبیر

مین ہے کہ کہا شافعی نے اگر کوئی نکاح کرے اپنی مان کے ساتھ اور دخول کرے تو اوسپر

حد ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہین حد نہین ہے اوسپر۔ اور شرح وقایہ مین ہے کہ

اگر زن اجنبیہ کے ساتھ جسکو یہ کہا جاسے کہ تیری زوجہ ہے ہمبستری کرے تو اوسپر

حد نہین اسیطرح اگر اپنی کسی محرم کے ساتھ نکاح کرے تو اوسپر بھی حد نہین اور امام

شافعی کہتے ہین کہ جو بیٹی زنا سے پیدا ہو وہ اپنے باپ پر حرام نہین ۔۔

آب ماموں صاحب کو مبارک ہو کہ اونکے بزرگان دین ائمہ شرع متین نے کوئی

قید باقی نہین رکھی غیر تو غیر ہی ہین جنسے پوچھنے کھوجنے کی ضرورت نہین اپنی مان

بہن خالہ پھوپھی بھی امام اعظم کے فتوے سے حلال ہین مگر نکاح پڑھوا کر جسمین

قاضی کو چار تنکہ دینے ہونگے۔ اور بیٹی تو بالکل حلوائے بے دود ہے زنا سے

پیدا کر لو پھر اوسکو شیر مادر سمجھو۔ افسوس ہے ماموں صاحب کو یہ مسائل معلوم

معلوم ہوئے جب بڑھاپے نے جوانی کی اُمنگین نکالدین اور مشائخ کے زمرہ مین
داخل کردیا۔ ہان ماموں صاحب یہ بھی یاد رکھئے کہ آپکے ائمہ دین نے جن محرمات
وغیر محرمات کی حلت کا فتویٰ دیا ہے وہ مخصوص ایک ہی طرف سے نہین بلکہ دونون
طرف سے جسپر آیہ نساء کم حرث لکم حسب تفسیر اہلسنت شاہد ہے اور خلیفہ دوم کا عمل ادہر
دوسرے طرف سے تھا۔ ابن عمر کا عام فتویٰ تھا کہ عورتونکی دبر مین کرنا چاہئے۔ دیکھئے تفسیر
کبیر و تفسیر درمنشور۔ صحیح بخاری۔ فتح الباری وغیرہ اور سنا ہے کہ آپکے مذہب مین تو
بیٹی بہن کی تجارت بھی جائز ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان فتح البیان مین تفسیر
آیہ وتجارۃ تخشون کسادھا۔ ابن مبارک سے ناقل ہین ان المراد بالتجارۃ فی ھذہ
الآیۃ البنات والاخوات اذا کسدن فی البیت لا یجدون لھن خاطبا ص۲۲۵ ج۴
یعنی تجارت سے مراد بہن بیٹیان ہین جو گھر مین ہون کہ کوئی اونکا خواستگار نہ ملے
کیا عجب ہے کہ اہلسنت اب اسکی بھی تجارت شروع کرین۔ زیادہ حد ادب مانع ہے
اسکے بعد ماموں صاحب نے قصۂ حضرت عیسے کو کچھ کتب شیعہ سے بھی ثابت کیا ہے
جو تکراری نہین اسیطرح حضرت خضر و یوسف ع کے واقعات کا کتب شیعہ سے ثبوت دیا ہے
جس سے بجز حماقتِ قائل اور کچھ نہین حاصل۔ کیونکہ یہ سب عین تقریر مولوی کرار علی صاحب
مرحوم ہین جنکا منشا یہ ہے کہ جب انلوگون کے افعال باعتبار ظاہر اور تھے اور باعتبار
باطن اور کہ حضرتِ خضر نے بظاہر خون ناحق کیا بلا سبب کشتی توڑ دے اور باطناً عین
مصلحت و حکم خدا کے مطابق تھا۔ اسیطرح حضرت یوسف ع نے بظاہر اپنے بھائی کو
چور بنایا اور درحقیقت وہ چور نہ تھے۔ تو اگر اسی ظاہر و باطن کے بنیاد پر قول جناب
امیرؑ قبول کیا جائے تو کیونکر تعجب ہوسکتا ہے۔ واہ رشید المتکلمین صاحب تو
تکفیر و امام ماننے مین محی الدین کے یہ جواب دین کہ تکفیر اونکی باعتبار ظاہر شرع تھی
اور امامت یا ولی اللہ ہونا اونکا باعتبار باطن مگر جناب امیر کو آپکے یہان وہ درجہ
بھی نہین ملتا جو محی الدین کو عطا ہوا۔ اس محبت و ولا کا کیا ٹھکانا ہے ۔
عقد حضرت ام کلثوم علیہا السلام کے متعلق ماموں صاحب نے اسیقدر گفتگو
کی تھی جسکا جواب مختصر طور پر عرض کیا گیا۔ بعد اسکے کچھ اور مضامین
آیات بینات سے منتخب کرکے لکھے ہین جسکا جواب رمی الجمرات مین شائع ہوچکا

اوسکا جواب فضول سمجھ کر خموشی پر عمل کیا۔ صد ہا مرتبہ ایسے امرونکے جوابات ہوچکے ہین
جنکے رو برا بجتک کوئی سنی نہ قادر ہوا تو ناحق دماغ سوزی سے کیا فائدہ۔

خاتم الکلام

بحث عقد حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ علیہما السلام تو بمنہ تعالے باحسن وجوہ حل ہوا
مگر دو تین امر بطور فوائد اور لکھنا مناسب ہے جو طالبان تحقیق کو موجب مزید بصیرت ہو۔
فائدہ اولی ۔ ام کلثوم ۔ زید ۔ رقیہ کی تحقیقات کو پہر تین بحثون مین
جداگانہ لکھتا ہون ۔
پہلی بحث زوجیت ام کلثوم ۔ پیشتر ازین بیان ہوچکا ہے کہ تین ام کلثوم
زوجیت خلیفہ دوم مین مستقلاً تہین ایک ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ دوسری
ام کلثوم بنت عقبہ ۔ تیسری ام کلثوم بنت جمیلہ مادر عاصم بن عمر ۔
ام کلثوم بنت جرول پر تو تمامی مورخین ومحدثین کو اتفاق ہے کہ زوجۂ عمر تہی
جس سے زید بن عمر پیدا ہوئے ۔ مگر اسمین اختلاف ہے کہ کب سے وہ زوجۂ عمر ہوئی
ابن حجر عسقلانی اور سیوطی وغیرہ اسکی زوجیت کو حالت کفر سے دونون کے قائل
ہین چنانچہ اصابہ مین ہے (۱) زید بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی شقیق عبد اللہ
بن عمر الاصغر امہما ام کلثوم بنت جرول کانت تحت عمر ففرق بینہما الاسلام
لما نزلت ولا تمسکوا بعصم الکوافر فتزوجہا ابو الجہم بن حذیفۃ وکان
زوجہا قبل عمر ذلک ذکر الزبیر وغیرہ ۔ فہذا یدل علی ان زیداً ولد فی
عہد النبی ص فیکون من ہذا القسم ملخ ج ۲ ۔ پہر دوسرے مقام پر فرماتے ہین
(۲) ام کلثوم بنت عمرو بن جرول الخزاعیۃ کانت زوج عمر بن الخطاب وہی
والدۃ عبید اللہ بن عمر بالتصغیر وقع ذکرہا فی البخاری غیر مسماۃ
وان عمر طلقہا لما نزلت ولا تمسکوا بعصم الکوافر وسماہا الطبرانی وقال

فتزوجها بعد عمر ابو جہم بن حذیفہ صفحہ ۱۵۴ جلد ۴ کہ زید بن عمر بن خطاب برادر مادری
عبید اللہ بن عمر سے ہے جسکی مان ام کلثوم بنت جرول تھی جو تحت مین تھی عمر کے
اسلام سے نے دو نون مین تفریق کر دی جسوقت آیہ لا تمسکوا بعصم الکوافر
نازل ہوا۔ پس بعد اوسکے تزویج کیا اوس سے ابو الجہم بن حذیفہ نے اور
اسکے پہلے ام کلثوم مذکورہ زوجۂ عمر تھی ذکر کیا ہے اسکو زبیر بن بکار وغیرہ نے
اس سے معلوم ہوا کہ زید بن عمر کی ولادت عہد نبی مین ہوئی تو دوسرے قسم کا صحابی وہ
بھی ہوا۔ اور دوسرے مقام پر کہا کہ ام کلثوم مادر عبید اللہ بن عمر کا ذکر بخاری مین
بھی آیا ہے بغیر نام کے اور عمر نے نزول آیہ کے بعد طلاق دیا بعدہ ابو جہم نے اس سے
عقد کیا۔

اور علامہ سیوطی تفسیر درمنثور مین فرماتے ہین کہ طلحہ سے روایت ہے کہ بعد نزول آیہ مذکورہ
مین نے طلاق دیا اپنی زوجہ اروی بنت ربیعہ کو اور عمر نے دو زوجہ کو طلاق دیا۔
ایک قریبہ بنت امیہ دوسری ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ کو اور دوسری روایت مین ہے
کہ خود رسول اللہ نے اس ام کلثوم کا عقد پڑھا ابو جہم سے صفحہ ۲۰۸ جلد ۶ درمنثور۔
غرض ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت جرول حالت کفر خلیفہ سے
انکی زوجیت مین تھی اور حدیبیہ کے بعد سے جو سنہ ۶ مین ہے ان دو نون میان بی بی
مین بوجہ نزول آیہ مذکورہ مفارقت ہوئی حالانکہ یہ بیان محض غلط ہے بچند وجوہ
اوّل یہ کہ ابو الجہم مذکور معمرین قریش سے ہے جو شریک بناء خانۂ کعبہ تھا اور اوسی
قبیلہ سے ہے جو قبیلہ خلیفۂ دوم ہے صفحہ ۳۶ جلد ۴ اصابہ۔ تو اب خلاف رواج
معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ دوم کے بزرگ بعد خلیفہ اوسکی عورت سے عقد کرین۔
دوسرے یہ کہ ابھی ابو الجہم کا بیٹا عبد اللہ برادری زید بن عمر سے ہے کہ دو نونکی مان
ام کلثوم بنت جرول ہے جیسا کہ تاریخ خمیس مین ہے واخو زید الاصغر
وعبید اللہ لامہما عبد اللہ بن ابی جہم بن حذیفۃ وحارثۃ بن الخزاعی
ولہ صحبۃ صفحہ ۲۹۷ جلد ۲ اور اصابہ مین ہے عبد اللہ بن ابی الجہم بن حذیفۃ بن
غانم بن عامر بن عبد اللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی العدوی
قال ابن سعد اسلم عام الفتح مع ابیہ وخرج الی الشام غازیا فاستشهد

باجنادین وکذا قال البغوی والزبیر بن بکار وغیرہما واسم ابی الجہم عامر وقیل عبد اللہ وعبد اللہ اخو عبید اللہ بن عمر بن الخطاب لامہ امہما ام کلثوم بنت جرول الخزاعیۃ وکانت کانت عند ابی الجہم قبل عمر صفحہ ۱۲ ج ۲، پھر دوسرے مقام پر فرماتے ہیں عبد اللہ بن الاقرم بن عبید ویقال ابن عامر بن حذیفۃ بن غانم ہو عبد اللہ بن ابی الجہم قال الزبیر بن بکار امہ ام کلثوم بنت جرول والدۃ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب واسلم عبد اللہ یوم الفتح مع ابیہ واستشہد باجنادین بالشام صفحہ ۲۲ ج ۲ - خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی الجہم برادر مادری زید — وعبید اللہ بن عمر جو قرشی وعدوی ہے اور ماں تینوں کی ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ ہے اسلام لایا اپنے باپ کے ساتھ ۸ھ فتح مکہ کیوقت تو یہ ام کلثوم قبل عمر ابو الجہم کی زوجہ تھی - یہ عبد اللہ بن ابی الجہم جو ۸ھ فتح میں اپنے باپ کے ساتھ اسلام لایا جنگ اجنادین میں شہید ہوا جو ملک شام میں جنگ ہوئی تھی - جس سے معلوم ہوا کہ ابو الجہم کا بیٹا عبد اللہ جو بطن ام کلثوم بنت جرول سے تھا - فتح مکہ یعنی ۸ھ میں ایسا جوان تھا جو باپ کے ساتھ اسلام لایا اور ۱۳ھ میں غازیانہ شہید ہوا - تو اب یہ بیان کہ بعد طلاق عمر ۶ھ میں اسکا عقد ابو الجہم سے ہوا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تیسرے جب ابو الجہم کا اسلام مع فرزند ۸ھ میں ہے تو ۶ھ میں رسول اللہ نے اسکا عقد ام کلثوم سے کیونکر پڑھا -

چوتھے جب خود ابن حجر کہتے ہیں کہ ام کلثوم مذکورہ پہلے زوجۂ ابو الجہم تھی جس سے عبد اللہ پیدا ہوا جو ۸ھ میں ایسا جوان تھا کہ اسلام لایا اور تین برس بعد جنگ اجنادین میں شہید ہوا تو یہ قول ابن حجر کہ عمر پہلے شوہر تھے ام کلثوم کے اور ۶ھ میں انہوں نے اسکو طلاق دیا جسکے بعد زوجۂ ابو الجہم ہوئی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے -

پانچویں تاریخ خمیس سے حارثہ بن وہب خزاعی کا پیدا ہونا بھی اسی ام کلثوم سے مذکور ہوا اوسکے متعلق اصابہ میں ہے حارثۃ بن وہب الخزاعی امہ ام کلثوم بنت جرول بن مالک الخزاعیۃ فہو اخو عبید اللہ بن عمر

لامہ ولہ روایتہ عن النبی م و عن حفصتہ بنت عمرو غیرھا ولہ فے الصحیحین اربعتہ احادیث مسللخ ا - یعنی حارثہ بن وہب خزاعی کی ماں ام کلثوم بنت جرول ہے وہ برادر مادری ہے عبید اللہ بن عمر کا جو روایت کرتا ہے رسول اللہ م سے اور حفصہ و غیرہا سے اوسکی چار حدیثین صحیحین مین موجود ہین - پس جب حارثہ بن وہب جو بطن ام کلثوم سے پیدا ہوا بوقت وفات رسول اللہ م سللہ اتنا سن رکھتا تھا کہ راوی حدیث رسول بنا جبکا سن پانچ سات سال سے کم نہونا چاہیئے تو یہ دعوی کہ پہلے وہ زوجۂ عمر تھی سنہ مین دونون سے مفارقت ہوی کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ؟

چھٹی انس حارثہ اور عبد اللہ بن جہم کو جو بطن ام کلثوم سے تھا کل علما صحابی اور راوی حدیث بیان کرتے ہین مع بخلاف اسکے زید بن عمر کو جو اسی ام کلثوم سے تھا اور بقول علماے اہل سنت حارثہ بن وہب و عبد اللہ بن ابی الجہم سے پہلے ہوا تھا کوئی عالم بجز ابن حجر صحابی ہی نہین کہتا اور راوی حدیث ہونے کا تو خود ابن حجر کو بھی دعوی نہین تو پھر یہ دعوے کہ عمر نے سنہ مین طلاق دیا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے -

کوئی براے خدا ان محققین نامدار سرآمد روزگار سے دریافت کرتا کہ جب ابو الجہم سنہ تک اسلام ہی نہین لایا تھا - تو رسول اللہ م سنہ ام کلثوم زوجۂ عمر سے سنہ مین اوسکا عقد کیونکر کیا - اور جب ام کلثوم سنہ مین مسلمان ہی تھی تو عمر نے طلاق ہی کیون دیا - اور جب اوسکا عقد سنہ مین ابو الجہم سے ہوا تو اوسکا لڑکا سنہ مین ایسا ہوا کیونکر بنا جو قابل قبول اسلام ہوا کہ سللہ مین غازی بنکر شہید ہوا جسکے لئے کم سے کم بیس۲۰ پچیس۲۵ برس کا سن ہونا چاہیے - اور اوسی ام کلثوم سے پھر حارثہ بن وہب کیونکر پیدا ہوا جو بوقت وفات رسول م سللہ کم سے کم چھ سات برس کا تھا اور جسکا باپ حارثہ کا فرہی رہا - ان سب باتون کے ساتھ زید بن عمر جو بڑا بھائی ہے نہ صحابی ہے نہ راوی حدیث اور اسکے چھوٹے بھائی عبد اللہ بن ابو الجہم و حارثہ بن وہب وقت وفات رسول م جوان ہین صحابی ہین

راوی حدیث ہین۔
اب اصلیت اس واقعہ کی یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ پہلے زوجۂ ابوالجہم تھی جسکا اقرار ابن حجر کو بھی ہے۔ اوس سے عبداللہ بن ابوالجہم پیدا ہوا۔ جو باپ کے ساتھ ۸ھ مین مشرف باسلام ہوا۔ اور ۱۳ھ مین اجنادین کی لڑائی مین قتل ہوا۔
بعد مفارقت ابوالجہم زوجیت وہب خزاعی مین آئی جس سے حارثہ بن وہب پیدا ہوا جو عبداللہ بن ابوالجہم سے خورد سال ہے کیونکہ عبداللہ بوقت وفات رسولؐ پورا جوان تھا۔ اور حارثہ کا اتنا سن تھا کہ حدیث رسولؐ یاد کیا اور اوسکا باپ وہب کافر ہی رہا جیساکہ اصابہ مین ہے۔ وہب بن حرب کو صحابی کہنا غلط ہے صواب یہ ہے کہ حارثہ بن وہب صحابی تھا ۲۳۳ جس سے علما کا اشتباہ اور وہب کا غیر صحابی ہونا بھی ظاہر ہوا۔ اسکے بعد وہ زوجیت عمر مین آئی تو طلاق دینا عمر کا ۶ھ مین اور اوسکے بعد ابوجہم کے نکاح مین آنا یقینی غلط ہوا۔
یہ تو ایک اشتباہ ہے۔ دوسرا اشتباہ سنئے کہ چند جگہ تو ام کلثوم بنت جرول لکھا ہے اور ایک جگہ ام کلثوم بنت عمرو بنت جرول اور تیسرے مقام پر لکھتے ہین ملیکۃ بنت ابی امیۃ لھا ذکر فی طبقات النساء من طبقات ابن سعد و ان عمر طلقھا لما نزلت ولا تمسکوا بعصم الکوافر فتزوجھا معویۃ وھی والدۃ عبیداللہ بالتصغیر بن عمر بن الخطاب ملخصہ جلد ۴
کہ ملیکہ بنت ابی امیہ کو عمر نے بوقت نزول آیہ ولا تمسکوا طلاق دیا جسکے بعد معویہ نے اوس سے عقد کیا اور وہ والدہ ہے عبیداللہ بن عمر بن خطاب کی۔
اب کوئی سنی برائے خدا کہے کہ ان تین قولون سے کون قول صحیح ہے ام کلثوم بنت جرول یا ام کلثوم بنت عمرو بن جرول یا ملیکہ بنت ابی امیہ زوجۂ عمر تھی جسکو بعد نزول آیہ طلاق ہوا اور ان تینون مین کون والدۂ عبیداللہ و زید ہے کیونکہ بقول ابن حجر تینون مادر عبیداللہ ٹھہرتی ہین تو تینون مادر زید بن عمر بھی ٹھہرین یہ سبب تحقیقات علامہ ابن حجر کی ہے اب ذرہ

اونکی تحقیقات ملاحظہ ہو جو اہلحدیث کے امام ہین اور اونکی کتاب صحیح ہے کہ
قرآن بھی اوتنا صحیح نہین یعنی امام بخاری صاحب جو ایک جگہ فرماتے ہین
حتی بلغ بعصم الکوافر فطلق عمر یومئذ امرأتین کانتا لہ فی الشرک
فتزوج احدیھما معویۃ بن ابی سفیان والاخری صفوان بن امیۃ
صلا فتح الباری جلد ۳ بعدہ لکھتے ہین وحکم علی المسلمین ان لا تمسکوا
بعصم الکوافر ان عمر طلق امرأتین قریبۃ بنت ابی امیۃ و بنت جرول
الخزاعی فتزوج قریبۃ معویۃ وتزوج الاخری ابو جہم صلاا ج ۳ اور تیسیر مقام پر
لکھتے ہین عن ابن عباس کانت قریبۃ بنت ابی امیۃ عند عمر بن الخطاب فطلقھا
فتزوجھا معویۃ بن ابی سفیان ص۱۹۳ ج ۴ (۱) بعصم الکوافر کے نزول کے بعد
عمر نے طلاق دیا دو عورتون کو جو اوسکے ساتھ تھین حالت شرک سے ایک سے
معویہ نے عقد کیا دوسری سے صفوان بن امیہ نے (۲) عمر نے قریبہ بنت ابی
امیہ کو اور بنت جرول کو طلاق دیا ایک سے معویہ نے عقد کیا دوسری سے
ابو جہم نے (۳) قریبہ بنت ابی امیہ عمر کے پاس تھی اوسکو عمر نے طلاق دیا بس سے
معویہ نے عقد کیا۔

جب خود صحیح بخاری کی ایک حدیث مین اتنا اختلاف ہے تو اہل سنت کس
روایت پر ایمان لائینگے۔ یہان پر خود ابن حجر کو بھی تاب ضبط باقی نرہا
بخاری پر اعتراض کر بیٹھے۔ چنانچہ قریبہ بنت ابی امیہ کی شرح مین لکھتے ہین
یہ بہن ہین حضرت ام سلمہ کی اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک
جو زمانہ مابین حدیبیہ و فتح مکہ ہے قریبہ نے اسلام نہین قبول کیا تھا۔ و
فیہ نظر کیونکہ نسائی سے بسند صحیح ثابت ہے کہ اوسکی ہجرت قدیم ہے
کیونکہ حضرت کا عقد ام سلمہ سے بعد احد ہے اور اوسوقت قریبہ مدینہ مین
تھی۔ اور اسلام لا چکی تھی۔ ہان یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بغرض زیارت اپنی
خواہر ام سلمہ کے مدینہ آئی ہو یا اپنے شوہر عمر کے ساتھ تھی ہو مگر اپنے دین پر
یعنی کافرہ تھی ہو تو صرف اوسکی حاضری سے وقت عقد حضرت ام سلمہ اوسکا اسلام

نہین ثابت ہو سکتا۔ مگر اس احتمال کا رد اس سے ہوتا ہے کہ عبدالرزاق زہری سے
راوی ہین کہ عمر نے جن دونو عورتون کو طلاق دیا وہ مکہ مین تھین تو اب مقیم مدینہ
ہونا اوسکا غلط ہوا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ام سلمہ کی دو بہنین تھین اور دونو کا
نام قریبہ تھا ایک قریبہ وقت عقد ام سلمہ مسلمان تھی اور دوسری کافرہ تھی جو زوجۂ
عمر تھی۔ اسکا موئد یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات مین لکھا ہے قریبہ صغری زوجہ
تھی عبدالرحمن بن ابی بکر کی ص۱۹۳۔

دیکھا آپنے تحقیقات اہل سنت کو کہ جتنے منہ اوتنی باتیں صحت صحیح بخاری کے لئے
کتنی تاویلین کی گئین۔ اور کوئی بات ٹھیک نہوئی۔ قریبہ جب زوجۂ عبدالرحمن ہے
تو زوجۂ عمر کیونکر ہوئی۔ یہان پر تو ابن حجر نے ایک بات بنادی کہ ممکن ہے دو قریبہ ہو
مگر اصابہ مین تصریح کر دی کہ یہی ایک قریبہ تھی جسکو ابن سعد قریبہ صغری کہتے
ہین جو زوجہ عبدالرحمن بن ابی بکر تھی ص۸۰۔ یہان پر قریبہ نامی جتنی عورتین ہین اونکی
یہ فہرست ہے قریبہ[۱] بنت ابی امیہ زوجہ عبدالرحمن جو مذکور ہوئی قریبہ[۲] بنت زید۔
قریبہ[۳] بنت ابی سفیان قریبہ[۴] بنت ابی قحافہ خواہر ابوبکر ص۸۲۔ اسکے سوا کوئی
قریبہ نہین جو زوجۂ عمر کہلاے۔

اب فرمائے کہ ابن حجر کے نام پر روؤن یا بخاری کے نام پر جو ایک دوسرے کے
مخالف ہین اور اصل واقعہ کے سب خلاف ہین۔ تعجب یہ ہے کہ کہان تو
میان عمر کی یہ شوکت بیان ہوتی ہے کہ انکے اسلام لانے سے قریش کی
قوت نصف ہو گئی مسلمانونکی عزت بڑھگئی۔ اور کہان یہ کہ دو دو کافر عورتونکے
پنجے مین ہین نہ اون پر کوئی داؤ چلتا ہے نہ زور ایسا بہادر با اثر جوشیلا
مسلمان اپنی جوروؤن کو بھی مسلمان نہین کر سکتا تو کیا کر سکتا ہے۔
بہرحال بخاری و ابن حجر کا یہ مقولہ کہ عمر نے بعد نزول آیہ سنہ ۶ مین ام کلثوم
بنت جرول کو طلاق دیا جسکے بعد اوسکا عقد ابوالجہم سے ہوا غلط ہے
ہان یہ ہو سکتا ہے کہ قریب وفات رسول اللہ یا بعد وفات وہ عقد عمر مین آئی
تھی پہلے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوا بعدہ زید بن عمر جسکی بدیہی دلیل یہ ہے کہ

شاہ عبدالعزیز صاحب وجہ تسمیہ زید مین لکھتے ہین کہ خلیفہ دوم کے بھائی زید بن خطاب سلہ جنگ یمامہ مین قتل ہوئے تھے جنسے نہایت درجہ محبت تھی اسیوجہ سے اپنے لڑکے کا نام زید رکھا۔

دوسری بحث زید بن عمر کی ہے جسکی ولادت بطن ام کلثوم بنت جرول سے مکرر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ برادر حقیقی عبید اللہ بن عمر ہے اور برادر مادری عبداللہ بن ابوالجہم وحارثہ بن وہب خزاعی ہے۔

مگر وہی علما جنکے تحقیقات کی حالت مذکور ہوئی اور جنکو ابھی تک دو ام کلثوم کی حالت نہین معلوم ہوئی کذا فی الاصابہ صلہ ۹۵ ج ۴ تین زید تین ام کلثوم کیلئے بیان کرتے ہین اول زید بن عمر بطن ام کلثوم بنت جرول سے۔ دوسرے زید بطن ام کلثوم جمیلہ سے جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے۔ تیسرے زید بطن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے جو بروایت زہری حدیبیہ سے زوجیت عمر مین آئی۔ اور ابن حجر اسکو وجہ زید بن حارثہ بتاتے ہین کہ زید و رقیہ دونو اسی ام کلثوم سے پیدا ہوئے صلہ ۲۶ پس چونکہ روایت صحیح علاء خراسانی مین اور کوئی واقعہ نہین مذکور ہے بلکہ صرف زید و ام کلثوم ماں کا مبا تھہرنا بیان ہوا ہے بلا تصریح ابنیت زید و بنتیت ام کلثوم تو ممکن ہے یہی زید و ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کا کل قصہ ہو جسکا مولد زید و رقیہ کا حقیقی بھائی بہن ہونا بھی ہے۔

اور اگر اون روایات غیر صحیحہ پر خیال کیا جائے جنمین علاوہ موت زید و ام کلثوم یہہ بھی مذکور ہے کہ زید خانہ جنگی بنی عدی مین زخمی ہوا اور ماں اوسکی پہلے سے بیمار تھی کہ دونوں نے ساتھہ وفات کی۔ تو ضروری ہوا کہ اس واقعہ کو زید بن عمر سے متعلق کرین جسکی ماں ام کلثوم ہے۔ لہذا التحقیق تعداد زید بن عمر لازم ہے۔

متقدمین کی کتابین تو صرف ایک زید بن عمر کی قائل ہین جیسا کہ مروج الذہب مسعودی اور کتاب المعارف ابن قتیبہ مین ہے مگر مسعودی اسی زید بن عمر کو

تعداد زید

برادر حقیقی عاصم لکھتا ہے جسکی ماں ام کلثوم جمیلہ تھی - اور ابن قتیبہ اسی زید کو بطن
حضرت ام کلثوم بنت جناب سیدہ سے قرار دیتے ہیں - مگر بعض متاخرین نے دو
زید قرار دیا ہے ایک بطن حضرت ام کلثوم سے جسکا زید اکبر نام رکھا ہے دوسرا
بطن ام کلثوم بنت جرول سے جسکو زید اصغر کہتے ہیں جسکا بطلان اسی سے ظاہر ہے
کہ اوسکی ولادت عہد رسول میں بیان کرتے ہیں تو وہ اصغر کیونکر ہوا - بہر حال اگر ان
کل اقوال کی صحت تسلیم کیجائے تو لازم آتا ہے زید بن عمر تین ہوں ایک بطن ام کلثوم
بنت جرول سے جو اتفاقی ہے - دوسرے بطن ام کلثوم بنت عاصم سے تیسرے
بطن حضرت ام کلثوم سے بلکہ دو زید کا اور اضافہ لازم آتا ہے ایک بطن
ام کلثوم بنت عمرو بن جرول سے دوسرے بطن ملیکہ بنت ابی امیہ سے کیونکہ
زید برادر حقیقی عبید اللہ بن عمر ہے اور عبید اللہ خلیفہ کی تین بیبیون سے
ہے تو زید بھی ان تین بیبیون سے ہوئے اب کل تعداد زید بن عمر کی پانچ
قرار پاتی ہے - حالانکہ بجز ایک زید بن عمر اور ایک ام کلثوم کے کسی دوسرے
زید اور ام کلثوم کا حال کتب تواریخ و رجال میں نہیں ملتا - بلکہ ابن قتیبہ
اور مسعودی نے تو تصریح کردی ہے کہ زید بن عمر ایک ہی تھا جس سے
معلوم ہوا کہ اصل زید بن عمر بھی ایک تھا جو بطن ام کلثوم بنت جرول سے پیدا ہوا
جسپر تمامی علمائے و مورخین و محدثین کا اتفاق ہے نہ دوسرا نہ تیسرا - یہی وجہ ہے
کہ تاریخ خمیس - اصابہ - معارف ابن قتیبہ وغیرہ میں جہاں اس واقعہ وفات زید و
ام کلثوم کو لکھا ہے وہاں ام کلثوم کو بلا قید بنتیت لکھا ہے جیسا کہ اصابہ سے
مذکور ہوا - اور جہاں زید و ام کلثوم کو علیحدہ لکھا ہے وہاں کچھ نہیں لکھا جس سے
معلوم ہوا کہ خود ان علما کو بھی ابھی اوسکی تحقیق نہیں ہوئی - اسی وجہ سے
کسی ام کلثوم کی وفات کو بھی نہ لکھ سکے تو اب بیقینی طور پر معلوم ہوا کہ یہ سارا
قصہ اوسی زید بن عمر کا ہے جو بطن ام کلثوم بنت جرول سے تھا جسپر سبکا اتفاق ہے
جیسا کہ ام کلثوم میں اونکو اشتباہ ہوا کہ تین چار اصلی ام کلثوم کو مخفی کرکے حضرت
ام کلثوم بنت علی کی طرف زوجیت کی نسبت کی ویسا ہی اس ام کلثوم کے فرزند

زید کے باب مین بھی اشتباہ ہوا کہ ام کلثوم بنت جرول سے منتزع کرکے
حضرت ام کلثوم کیطرف منسوب کیا جسکی بدیہی دلیل علاوہ شرکت کربلا یہ ہے
کہ اکثر علماے اہل سنت وفات حضرت ام کلثوم کو قبل یا بعد عبداللہ بن
جعفر بیان کرتے ہین جو سنہ ۹ کا واقعہ ہے

تیسری بحث رقیہ و ام کلثوم کی ہے جسکی نسبت بھی حضرت ام کلثوم کیطرف
کیگئی ہے کہ زید و رقیہ دو نو بطن حضرت ام کلثوم سے پیدا ہوے جسکے
متعلق بھی مین سابقاً لکھ چکا ہون کہ نہ عقد حضرت ام کلثوم ہوا نہ زید و
رقیہ پیدا ہوے۔ تسلیم عقد پر بھی یہ اولاد تین باعتبار سن ولادت وسن عقد
وسن وفات محال ہے۔ مگر کچھ نئی تحقیقات اہل سنت کی یہان گذارش
کرتا ہون۔

اولاً یہ کہ جو لوگ قائل بوقوع عقد ہین اور ولادت بھی مانتے ہین اونمین
بھی خود اختلاف ہے کہ آیا صرف زید پیدا ہوا یا رقیہ بھی۔

ثانیاً۔ نام مین بھی اختلاف ہے چنانچہ کتاب المعارف مین ابن قتیبہ
صاحب اسکا نام فاطمہ بتاتے ہین صفحہ ۹

مگر اسپر یہ ترقی کی کہ رقیہ کے نکاح کے بھی قائل ہوے اور حضرت عمر کا
داماد بھی بنا چھوڑا۔ چنانچہ تاریخ خمیس مین ہے کہ رقیہ خواہر زید اکبر کا
عقد ابراہیم بن نعیم سے ہوا صلا۲۸۳ جز ۲ اور اصل موجد اس قول کا بلاذری ہے
جیسا کہ اصابہ مین ہے قلت وعند البلاذری انہا کانت عندہ رقیۃ بنت عمر
ابن ام کلثوم بنت علی صلا۱۹۲ جز ا

اب اسکی حالت ملاحظہ ہو کہ یہ ابراہیم بھی قبیلہ بنی عدی سے ہے جو قبیلہ خلیفہ دوم ہے
ابن سعد کہتے ہین کہ اسامہ نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا تھا جو جوان تھی
اوسی سے اسکا عقد ہوا۔ اور زبیر بن بکار ناقل ہے کہ عمر نے اس
ابراہیم سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کر دیا تھا۔ اس قول مین نہ نام لڑکی کا
مرقوم ہے نہ اوسکی مان کا نام۔ ابو نعیم محدث اس حال مین قائل

بحث رقیہ و ام کلثوم

ضعیف ہے۔ ان اختلافوں کے بعد اب اصلیت اس واقعہ کی سنئے کہ اوسی اصابہ سے ہے وقال مصعب الزبیری کانت تحت ابراھیم ابن نعیم بن النحام بنت لعبد اللہ (لعبید اللہ) بن عمر الخطاب فماتت فاخذ عاصم بن عمر بن الخطاب بیدہ فادخلہ منزلہ واخرج الیہ ابنتیہ ام عاصم وحفصۃ وقال لہ اختر فاختار حفصۃ فزوجہا لہ فقیل لہ ترکت ام عاصم وھی اجملھما فقال رأیت جاریۃ رابعۃ (ربعۃ) وبلغنی ان آل مروان ذکروھا فقلت لعلھم ان یصیبوا من دنیاھم فتزوجھا عبد العزیز بن مروان ص۱۹۳ ج ا۔ کہا مصعب زبیری نے کہ ابراہیم بن نعیم کے تصرف میں تھی دختر عبداللہ (عبید اللہ) بن عمر جب وہ مرگئی تو عاصم برادر عبداللہ بن عمر نے ابراہیم کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں داخل کیا اور اپنی دونوں بیٹیوں ام عاصم و حفصہ کو اوسکے سامنے پیش کیا کہ جسے چاہو ان دونوں میں اختیار کرو۔ ابراہیم نے حفصہ کو پسند کیا اور اوس سے عقد ہوا۔ کسی نے کہا کہ تو نے ام عاصم کو چھوڑ دیا جو بہت حسین ہے ابراہیم نے کہا کہ میں نے اسکو نوخیز لڑکی پایا اور یہ بھی سنا تھا کہ آل مروان اسکا تذکرہ کرتے ہیں تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس لڑکی کی بدولت ان لوگوں کو کچھ مال ہاتھ آجائیگا اونکے دنیا سے۔ اسکے بعد ام عاصم کا نکاح ہوا عبدالعزیز بن مروان سے جس سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوا۔

سنا آپنے! یہی تحقیقات ہے اہل سنت کی جسپر سبکو ناز ہے کہاں عبداللہ یا عبیداللہ بن عمر کی بیٹی عمر کی بیٹی بنائی گئی۔ ابراہیم کے بعد دیگرے پوتی داماد تھا صلبی داماد بنایا گیا۔ بلاذری صاحب کو جو پینک آئی تو یہ گپ ہانکی کہ وہ رقیہ تھی حضرت ام کلثوم کے بطن سے اندھے کو سوجھے بہرا بکے۔ وہی نقل ہے۔ حالانکہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کہ

رقیہ وزید کی پیدائش بطن ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط سے ہوئی
صلٰ ج ۲ ۱۳۱ جو بروایت زہری حدیبیہ کے وقت سے زوجیت عمر مین آئی جیساکہ
تفسیر کبیر مین ہے۔ جس سے بالیقین معلوم ہوا کہ جہان بوجہ اشتراک نام
رواۃ و علما کو زوجیت ام کلثوم مین اشتباہ ہوا کہ تین بلکہ چار ام کلثوم کے
زوجۂ عمر ہونے سے حضرت ام کلثوم کی طرف سے نسبت کی گئی۔ وہان زید کو بھی
ام کلثوم بنت جرول سے خواہ ام کلثوم بنت عقبہ سے جو مادر زید و رقیہ
دونون ہے منتزع کرکے حضرت ام کلثوم کیطرف منسوب کیا حالانکہ
نہ اصل نکاح کا وجود ہے نہ زید و رقیہ کی ولادت کا جو محال محض ہے کما مرّ۔
ان اشتباہون کے نظائر گو سابقاً مرقوم ہوئے۔ مگر دو نظیرین جدید اور
مذکور ہوتی ہین۔ اوّل یہ کہ اصابہ مین ہے برکۃ بنت النبی صلعم ذکرھا
بعض من جمع رجال العمدۃ للحافظ عبد الغنی فاورد فی اول الکتاب
شیئا من الترجمۃ النبویۃ ثم قال فولدت لہ خدیجۃ القاسم ثم
برکۃ ثم زینب ثم رقیۃ ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم ثم قال و ذکر مثلہ
ابن سعد المکند لم یذکر برکۃ صر ۱۸۳ لہ بعد اوسکے فرماتے ہین برکۃ بنت
النبی صلعم تقدمت فی القسم الثانی ثم ظہر لی انہ غلط نشأ عن
تحریف وذلک ان برکۃ مولاۃ النبی صلعم کانت تربی اولادہ من خدیجۃ
فلما ولدت القاسم خدمتہ برکۃ فکانہ کان فی الذی نقل منہ
ھذا المصنف کذلک فتحرفت علیہ الکلمۃ حتی ظنہا شقیقۃ برکۃ
واللہ اعلم صـ ۱۸۵ لہ۔ یعنی برکہ دختر نبی ہے جسکو ذکر کیا ہے بعض
جامعین رجال حافظ عبد الغنی نے کہ حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئے قاسم
پھر برکۃ پھر زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ پھر ام کلثوم ایسا ہی ذکر کیا ہے ابن سعد
نے۔ ابن حجر کہتے ہین میرے نزدیک ذکر برکۃ غلط ہے جسمین تحریف ہوگئی ہے
کیونکہ برکت خادمہ نبی تھی جو تربیت کرتی اولاد حضرت خدیجہ کی پس جب پیدا ہوئے
قاسم بن نبی صلعم تو یہی برکۃ اونکی خدمت کرتی۔ کیا عجب ہے کہ اسی کلمہ مین تحریف

ہوئی جو اوسنے یہ گمان کیا کہ برکۃ قاسم کی حقیقی بہن ہے -
دیکھیے صاحب یہ تحقیق ہے محققین اہل سنت کی جو خادمہ کو خواہر حقیقی سمجھتے
ہیں اور اس عمدگی سے کہ ترتیب ولادت بھی بیان کی - یہ تحقیقات خاص
رسول اللہ کے بیٹا بیٹی کے متعلق ہے ۔
اب دوسرا واقعہ خود خلیفہ دوم کے اولاد اور ازواج کا سنیے جنکی خاص یہ لوگ
امت ہیں اوسی اصابہ میں ہے - جمیلہ بنت ثابت بن ابی افلح خواہر عاصم زوجہ
عمر ہے جسکی کنیت ام عاصم ہے اصل میں اوسکا نام عاصیہ تھا - رسول اللہ
نے جمیلہ نام رکھا - اس سے عمر کا عقد سنہ میں ہوا جس سے عاصم پیدا ہوا
بعدہ طلاق دیا عمر نے جس سے یزید بن حارثہ نے عقد کیا - اوس سے عبدالرحمن
بن یزید پیدا ہوا -
دوسری روایت یہ ہے کہ زوجہ عمر عاصیہ نے جب اسلام قبول کیا تو عمر سے کہا یہ نام
میرا اچھا نہیں دوسرا نام بدلدو عمر نے جمیلہ رکھا - اوسپر وہ غصہ ہوئی اور رسول
اللہ سے فرمائش کی حضرت نے بھی یہی نام تجویز کیا -
تیسری روایت ابن ابی شیبہ سے یہ ہے کہ یہ لونڈی تھی خلیفہ کی جسکا نام
عاصیہ تھا - رسول اللہ نے جمیلہ نام رکھا -
چوتھی روایت یہ ہے کہ ایک لونڈی تھی خلیفہ کی جسکا نام عجمی تھا عمر نے اوسکا نام
جمیلہ رکھا جسکی اوسنے شکایت رسول اللہ سے کی حضرت نے بھی یہی نام رکھا
الخ صفحہ ۵ اصابہ جز ۴
ان سب تحقیقات کے بعد سنیے کہ پھر ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں جمیلہ بنت عمر بن خطاب
نام اوسکا عاصیہ تھا جمیلہ رکھا گیا - ابن ابی شیبہ حماد سے روایت کرتے ہیں کہ
عمر کی بیٹی عاصیہ تھی جسکا نام رسول اللہ نے جمیلہ رکھا - اسپر ابن اثیر نے
اعتراض کیا ہے کہ یہ قصہ عمر کی زوجہ کا ہے نہ اوسکی بیٹی کا کیونکہ اسی اسناد سے
حماد نے روایت کی ہے کہ جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح ہے جسکا نام عاصیہ تھا
اور بعد اسلام جمیلہ رکھا گیا - ایسا ہی روایت کیا ہے - حالانکہ اسکو نقل کیا ہے

ذکر اولاد و ازواج خلیفہ دوم

کتاب ابن منده سے جسمین یہ ہے کہ رسول اللہ نے عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا
تھا اوسکو زوجہ عمر کہا ہے اور اوسکی بیٹی۔ مگر اسکے قبل مرسل واصل بن ابی شیبہ
لکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زوجۂ عمر تھی پس اوسکے نقل با لمعنے
کرنے مین یہ تصرف ہوا۔ ولا مانع ان یغیر اسم المرءۃ والبنت اور نہین مانع
ہے اسسے کہ عورت کا نام بدل جاے اور بنتیت بھی کہ کسی بیٹی تھی عبث ۵۰۰
اصابہ ج ۲

پس جن محققین ومحدثین اہلسنت کے تحقیقات عالیہ کا یہ درجہ ہو کہ لونڈی کو بیٹی
اور بیٹی کو جورو یا جورو کو بیٹی بنا دین اور مسلسل روایت در روایت ہونے لگے۔ وہ بھی
کہاں کہ خاص خلیفہ دوم کی اولاد و ازواج مین جسکی تحقیقات مین ابن حجر کو یہ
کوہ کنی کرنی پڑی کہ علانیہ کہدین عورتون کے نام اور بنتیت کے بدلجانے سے
کوئی مانع نہین۔ تو اونکی تحقیقات سے اس اشتباہ نام ام کلثوم وزید کے
بارے مین کیونکر تعجب آسکتا ہے۔ کیونکہ ہر ہر جز اس عقدہ کا اشتباہ
علما پر ایسا جید گواہ ہے کہ دوسرے گواہونکی ضرورت بھی نرہی۔ بالاتفاق
کل علما ام کلثوم مخطوبہ عمر کو سلہ مین چار پانچ برس کا سن بناتے ہین جو بجز ام کلثوم
بنت ابوبکر کے کسی مین نہین پایا جاتا جس سے خطبہ کرنا عمر اور اوسکا انکار کرنا
یقینی ہے۔ چنانچہ کتاب المعارف مین یہی ہے واما ام کلثوم بنت ابی بکر
فخطبها عمر بن الخطاب الی عائشۃ فانعمت وکرهت ام کلثوم فاحتالت
حتی امسک عنها وتزوجها طلحۃ بن عبید اللہ فولدت له زکریا و
عائشۃ ثم قتل عنها فتزوجها عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی
ربیعۃ المخزومی۔ یعنی عمر نے خطبہ کیا ام کلثوم بنت ابی بکر کا عائشہ سے
عائشہ نے اقرار کیا مگر ام کلثوم نے کراہت کی پس عائشہ نے حیلہ کرکے
عمر سے اوسکو بچا لیا۔ بعدہ اوسکا عقد طلحہ سے ہوا۔ جس سے زکریا و
عائشہ پیدا ہوے بعد قتل طلحہ اوسکا عقد عبد الرحمن بن عبد اللہ بن
ابی ربیعہ مخزومی سے ہوا۔

عورتونکے نام کی تبدیل

اسکے بعد عون بن جعفر سے عقد ہونا ۔ جنکی وفات عہد عمر مین ہے جنگ تستر اسکے زید و رقیہ کا پیدا ہونا اور ساتھہ ام کلثوم و زید کا بعہد معاویہ مرنا جسکو مین نے خود اصابہ سے ظاہر کیا کہ زید ام کلثوم بنت جرول زوجہ عمر سے پیدا ہوا تھا اور حضرت ام کلثوم بہ اتفاق فریقین معرکہ کربلا مین شریک تھین جو بعد معاویہ کا قصہ ہے ۔

بہرحال ہمنے علماے اہلسنت کے تحقیقات کی تصویر بھی کھینچ دی اور دو زید اور ایک رقیہ کے ماؤن کا نام ام کلثوم ہونا ۔ اور زوجہ عمر ہونا بھی ثابت کر دیا ۔ اور زوجیت عمر مین رہنا بھی ثابت کر دیا ۔ اب اسکے بعد اہل سنت کو اختیار ہے کہ راہ حق اختیار کرین یا از راہ کجروی اون علما کی پیروی کرین جو خلیفہ دوم کی زوجہ کو بیٹی اور بیٹی کو زوجہ بناتے ہین ۔

چونکہ تین پشت تک نسب نامہ خلیفہ کا سابقًا مرقوم ہوا ۔ اور یہان اونکے دو پشت کی تحقیقات مین اوقات ضائع کرنی پڑی لہذا تیسری پشت کا حال بھی مختصر عرض کرتا ہون کہ خلیفہ دوم کی نسل کی بی بیان ہمیشہ اون مردون کے تحت مین رہین ہین جنپر زمانہ کا زمانہ لعنت کرتا ہے ۔ چنانچہ ام سلمہ بنت ابوبکر بن عبید اللہ بن عمر کو زوجیت حجاج کا فخر ملا ۔ اور ام مسکین بنت عاصم بن عمر پہلے منکوحہ یزید بن معویہ ہوئین اور یزید نے جب چھوڑا تو عبید اللہ بن زیاد کی جورو ہین جیسا کہ کتاب المعارف مین ہے صفحہ ۱۰۶ صدق اللہ الخبیثات للخبیثین ۔ اہل سنت نے ایسے ہی واقعات کے محو کرنے کے لئے یہ ترکیبین نکالی ہین کہ خاندان رسالت مین اس قسم کے واقعات کا افترا کیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

فائدہ دوم اس تحقیقات مین زبیر بن بکار کا نام چند جگہہ آیا ہے جسکی تضعیف کنز مکتوم میں لکھی ہوئی ہے کہ بتصریح سلیمانی منکر الحدیث اور واضعین حدیث سے ہے وہی موجد اول اس افترا و تہمت کا ہے جیسا کہ کلام جناب شیخ مفید اور شہر بن آشوب علیہم الرحمۃ سے مذکور ہوا بنا بر الکن

نسل خلیفہ دوم

حال زبیر بن بکار

کچھ اور حال اسکی عداوت کا ساتھ جناب امیر عم کے لکھتا ہون
تاریخ کامل مین ہے کہا احمد بن سلیمان بن ابی شیخ نے کہ زبیر
بن بکار علویون سے بھاگ کر وارد عراق ہوا - کیونکہ یہ زبیر اونلوگونکو
برا بھلا کہتا گالی دیتا تھا جسپر اونہون نے دھمکایا تھا کہ تجھے
قتل کرینگے - اسنے اپنے چچا مصعب بن عبد اللہ بن زبیر سے کہا
کہ میرا حال معتصم باللہ خلیفہ تک پہونچاو - جب دیکھا کہ اوسکا چچا ادہر
توجہ نہین کرتا - بلکہ انکار کرتا ہے اوسکے حال سے اور ملامت کرتا
ہے - تو احمد بن سلیمان سے شکایت کی اور کہا کہ چچا کو راضی کردو میرے
بارہ مین - احمد نے اوسکے چچا سے شکایت کی کہ کیون زبیر بن بکار
کے حال پر توجہ نہین کرتا - اوسکے چچا نے کہا کہ زبیر مین جہالت
ہے اور شرارت تم اوسکو سمجھاؤ - کہ علویون کو راضی و خوشنود
کرے اور اونکے رنج و کدورت کو زائل کرے - کیا تمنے مامونکو نہین
دیکھا کسطرح اون لوگون سے ملائمت کرتا اور درگذر کرتا اور کسقدر
مائل تھا اونکی طرف و اللہ یہ امیر المومنین (معتصم باللہ) اس بارہ مین
مامون کا مساوی ہے یا اوس سے بھی زیادہ - کسیطرح مین علویونکی
برائی اسکے سامنے نہین بیان کر سکتا - تم بھی زبیر کو سمجھاؤ کہ علویونکی
ہجو و مذمت سے باز آئے ص ۱۷۹ ج ۶ کامل -
یہ زبیر بن بکار اولاد سے ہین حضرت زبیر کے جو جنگ جمل مین سپہسالار لشکر بی بی عائشہ تھے انہین کے
فرزند عبد اللہ نے حضرت محمد بن حنفیہ و ابن عباس کو مکہ مین
قریب چاہ زمزم غار مین بند کیا تھا - لکڑیان جمع کی تھین کہ آگ لگا کر
ان حضرات کو جلا دین - اس عبد اللہ نے ۴۰ روز تک خود رسول اللہ
پر صلوۃ و سلام بھیجنا ترک کر دیا تھا باین خیال کہ اس سے محمد بن حنفیہ
و ابن عباس کو ایک طرح کی مسرت ہوتی ہے - بلکہ ایکدفعہ ابن زبیر نے کہا
کہ ہم چالیس برس سے تم اہلبیت کی عداوت کو اپنے دلمین چھپائے ہین

جہالت و شرارت زبیر بن بکار

ص۱۶۳ ج۶ کامل مروج الذہب مسعودی۔
اسی زبیر کے اولاد سے یہ زبیر بن بکار ہے جسکو جناب امیرؑ اور سادات
علویین سے۔ ایسی عداوت تھی کہ علانیہ گالیان دیتا تھا۔ اوسی زبیر
بن بکار کے بیان پر یہ سب افترا پردازیان کیجاتی ہین۔ جو ایسا دشمن
ہو۔ اوسکو اپنی کتاب مین افترا پردازی مین کب تامل ہوگا۔
فائدہ سوم۔ اثنائے تحریر مین کچھ نسب نامہ خلفا کا بھی تذکرہ آیا ہے
اوسکے متعلق ایک جدید فائدہ یہان گذارش کرتا ہون اصابہ مین ہے
کہ امیہ بنت عفان۔ عثمان خلیفہ کی بہن زمانہ جاہلیت مین مشاطہ تھی جسکا
نکاح حکم بن کیسان بن مخزومہ سے ہوا تھا ص۲۶۴ ج۴۔ اور یہ حکم خلیفہ
سوم کا بہنوئی حجام تھا جیسا کہ اصابہ مین ہے ص۱۲۸ ج اول تن وجد الحکم
بن کیسان مولی بنی مخزومی وکان حجاما ۱۲ امیۃ بنت عفان اخت عثمان
وکانت مشاطۃ۔ واقعا عجب جوڑا ہے کہ حکم غلام زادہ بنی مخزوم
جو ذات کا حجام تھا۔ خلیفہ سوم کا بہنوئی بنا۔ جنکی بہن مشاطہ تھی میان
حجام۔ بی بی مشاطہ کیا تماشا ہے۔ اسی واقعہ سے آپ حضرات خلیفہ
سوم کے شرافت خاندانی کو خیال کرسکتے ہین زیادہ کی ضرورت نہین
کیسے کیسے پیشوا اہل سنت کو ملے ہین ابو بکر کا بزازہ ابتک مکہ مین موجود
ہے۔ خلیفہ دوم کا دلال ہونا۔ قاموس مین مذکور ہے۔ تیسرے
صاحب کی تازہ شرافت اب معلوم ہوئی! افسوس!
فائدہ چہارم۔ ماموں صاحب نے دو ایک مقام پر متعہ کے متعلق بھی
گہر افشانی کی ہے بوجہ خارج از مبحث ہونیکے شاید اوسکا جواب
نہین دیا گیا ہے۔ ایک تازہ واقعہ اوسکے متعلق گذارش ہے اصابہ مین ہے
سلمی غیر منسوبۃ من لاۃ حکیم بن امیۃ بن الاوقص الاسلمی
ذکر ہشام بن الکلبی فی کتاب المثالب ان سلمۃ بن امیۃ بن خلف
استمتع منہا فولدت لہ ثم جحد فبلغ ذلک عمر فنہی عن المتعۃ ص۱۹۰ ج۴

فائدہ سوم در ذکر نسب خلفا

حکم و مشاطہ

فائدہ چہارم

یعنی سلمی مولاۃ حکیم بن امیہ سے متعہ کیا تھا سلمہ بن امیہ نے جس سے
ایک لڑکا پیدا ہوا۔ سلمہ نے اوس سے انکار کیا۔ اسکی خبر عمر کو پہونچی
اس وجہہ سے عمر نے ممانعت کر دی متعہ سے۔

کہیئے صاحب یہ صحابہ و صحابیہ کا جوڑا ہے جو متعہ کی بدولت صاحب
اولاد ہوے اور اوسکو خلیفہ وقت نے ناجایز قرار دیا

فائدہ پنجم حکومت جناب امیر بر جنات

فائدہ پنجم روایت عینیہ کے متعلق کافی تحقیقات کرچکا ہون اور جناب
امیر کی حکومت بر جنات اور اونکے قتل وغیرہ کا حوالہ شواہد النبوۃ ملا
جامی پر دیا گیا ہے۔ اوسکی عبارت بجنسہ یہان نقل کیجاتی ہے ۔

و از آنجملہ آنست کہ ابن عباس رض گفتہ است کہ چون رسول اللہ صلعم
در روز حدیبیہ بمکہ متوجہ شد مسلمانان تشنہ شدند و ہیچ جا آب نبود رسول
اللہ صلعم در جحفہ فرود آمد کس گفت کیست کہ با جمعی از مسلمانان بفلان چاہ رود و
مشکہا ببرند و از آنچاہ پر آب کنند و بیارند کہ رسول خدا صلعم ضامن
میشود ویرا بہ بہشت مردے برخاست و گفت من بروم یا رسول اللہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویرا با جمعے سقایان روان کرد و سلمۃ بن الاکوع رض
گوید کہ من با ایشان بودم چون بہ نزدیک آنچاہ رسیدیم آنجا درختان
بودند از آن درختان آوازہا شنیدیم و حرکات بسیار دیدیم ترسی بسیار بر ما
مستولے شد نتوانستیم کہ از آن درختان بگذریم بہ پیش رسول اللہ م
باز گشتیم فرمود کہ آن جماعتے از جن بودہ اند کہ شمارا ترسانیدہ اند اگر شما
میرسید چنانکہ شمارا فرمودہ بودم ہیچ گزندے بشما نمیرسید دیگرے چون
قرا بشنید برخاست کہ من بروم یا رسول اللہ وے نیز با آنجماعت
یان برفت ایشانرا نیز ہمان حال پیش آمد بہ پیش رسول اللہ صلعم
شد رسول اللہ م با ایشان گفت اگر ہمچنانکہ شمارا گفتہ بودم میرسید ہیچ
روہے بشما نمیرسید شب در رسید و تشنگی بر اصحاب غلبہ کرد رسول اللہ م
علی م را طلب کرد و فرمود کہ با آنجماعت سقایان بروید و از آنچاہ آب بیارید
سلمۃ بن الاکوع رض گوید کہ بیرون آمدیم مشکہا بردوش و شمشیرہا در دست

وعلی ع در پیش ما میرفت و این رجز با خود می گفت

اعوذ بالرحمن ان امیلا عن عزف جن اظهرت تهویلا
واوقدت نیرانها تغویلا وقرعت مع عزفها الطبولا

تا رسیدیم با آن نخل که آن آواز ها و حرکتها پیدا آمد و هول بر ما مستولی شد با خود میگفتیم که علی نیز چون آن دو کس باز خواهد گشت و وے روے بما کرد و گفت قدم بر قدم من نهید و از آنچه به بینید مترسید که گزند بشما نخواهد رسید - چون بمیان درختان در آمدیم آتشہاے عظیم افروختن گرفت بے آنکه هیمه باشد و سرہاے بریده بے بدن پیدا آمد و آوازہاے هولناک میکردند چنانکه هوش از ما برفت امیرالمومنین علی ع بر آن سرہا می گذشت و می گفت که در عقب من بیائید واز چپ و راست منگرید که هیچ باکے نیست در عقب وے میرفتیم تا بآنچاه رسیدیم یکدلو داشتیم براء بن مالک یکدلو یا دو دلو آب کشید ریسمان بشکست و دلو در چاه افتاد و از تک چاه آواز خنده و قهقهه بر آمد امیرالمومنین علی ع گفت کیست که برود و از لشکر ما دلو بیارد اصحاب گفتند هیچکس را طاقت آن نیست که از آن درختان بگذرد امیرالمومنین علی ع میزر میان ببست و بچاه فرود آمد آواز خنده و قهقهه که می آمد زیادت شد چون بمیان چاه رسید پاے وے بلغزید و بیفتاد و غلغله و ولوله عظیم از چاه بر آمد و آوازے چنانچه کسے را خناق کرده باشند می آمد ناگاه امیرالمومنین علی ع ندا کرد که الله اکبر الله اکبر انا عبد الله و اخو رسول الله مشکہا را فرو گذارید همه را پر آب کرد و سرها ببست و یکیک را بالا آورد و بعد از ان وے دو مشک و ما هر یک یک مشک برداشتیم چون بآن درختان رسیدیم از آنچه دیده بودیم هیچ واقع نبود چون نزدیک آمدیم که از درختان بگذریم سهمگین شنیدیم که هاتفے در لغت رسول الله صلعم و منقبت علی ع خواندن گرفت و علی ع در پیش ما میرفت و رجز میگفت تا پیش رسول رسیدیم علی ع قصه را تمام پیش رسول الله صلعم حکایت کرد رسول

٢٠٦

آن ؛ تف عبد اللہ بود آن جنی کہ شیطان اصنام مسعر را در کوہ صفا بکشت
دوسرا قصہ طولانی جنگ جنات کا اصابہ ابن حجر عسقلانی مین ہے جنکے تعصب
و تحقیق پر اہلسنت کو ناز ہے بذیل ذکر عرفطہ بن شمراخ جنی قبیلہ بنی نجاح سے
خدمت رسول مین حاضر ہو کر بعد سلام عرض کیا یا حضرت آپ کسیکو میرے
ساتھ کر دیجئے ۔ جو میری قوم کی دعوت کرے طرف اسلام کے
حضرت نے جناب امیر کو اور سلمان فارسی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے
اوسکے ساتھ روانہ کیا ۔ جناب امیرؑ کی ہدایت اور دعا سے بہت جنات
اسلام لائے ۔ اور بہت سے ہلاک ہوئے ۔ اور عرفطہ جنی صحیح و سالم
جناب امیرؑ کو خدمت مین رسول اللہ کے پہونچا گیا ۔ حدیث طولانی ہے
خود ابن حجر نے بھی مختصر کر کے لکھا ہے صـ۲۲۳ ج ۲ اصابہ ۔
فائدہ لطیفہ ۔ اب اس خاتمہ کو مین اس بیان پر ختم کرتا ہون کہ دختران
جناب امیرؑ کے کتنی تھین ۔ اور کس کس سے اونکا عقد ہوا ۔ تاریخ خمیس مین ہے
کہ تعداد دختران جناب امیرؑ مین اختلاف ہے بعض ۱۶ ۔ بعض ۱۷ ۔
بعض ۱۸ ۔ بعض ۱۹ کہتے ہین
(۱) حضرت زینب کبریٰ کا عقد عبد اللہ بن جعفر سے ہوا جن سے علی و عون
پیدا ہوئے ۔ روایت ابن شہاب ۔
(۲) رقیہ (جنکی کنیت شاید) ام الحسن ہے ۔ انکا عقد جعدہ بن ہبیرہ سے
ہوا ۔ جو بھانجے تھے جناب امیرؑ کے ۔ از بطن ام ہانی بنت ابی طالب ۔
(۳) رملہ کبریٰ جنکی مان ام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہے ۔ انکا عقد
عبد اللہ بن ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا ۔
(۴) ام ہانی انکا عقد عبد الرحمن بن عقیل سے ہوا ۔
(۵) میمونہ انکا عقد عبد اللہ اکبر بن عقیل سے ہوا ۔
(۶) زینب صغریٰ انکا عقد محمد بن عقیل سے ہوا ۔
(۷و۸) رملہ صغریٰ و ام کلثوم صغریٰ کا عقد عبد اللہ اصغر بن عقیل سے ہوا
(۹) فاطمہ کا عقد ابو سعید سے ہوا ۔ جو اولاد حارث بن عبد المطلب سے تھے ۔

عقد دختران امیر المومنین علیہ السلام

(۱۰) خدیجہ (۱۱) ام کرام (۱۲) ام سلمہ (۱۳) ام جعفر (۱۴) جمانہ
انکا عقد صمیب بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا معارف ج ۲
اور المعارف مین ہے کہ رقیہ کا عقد مسلم بن عقیل سے ہوا جس سے
عبد اللہ و علی پیدا ہوے اور زینب صغرے کا عقد محمد بن عقیل سے
اور میمونہ کا عقد عبد اللہ بن عقیل سے اور خدیجہ کا عقد عبد الرحمن بن عقیل
نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جناب امیر کے ۱۶ یا ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ لڑکیون کا
عقد اپنے ہی خاندان مین خود عقیل و عباس چچا کے اولاد سے ہو
چنانچہ المعارف مین ہے وکان سائر بنات علی عند ولد عقیل
و ولد العباس خلا ام الحسن فانها کانت عند جعدة بن
هبيرة المخزومي وخلا فاطمة فانها كانت عند سعيد بن
الاسود من بني الحارث بن اسد الخ یعنی کل بیٹیان حضرت علی
کی اولاد عقیل و عباس سے منسوب تھین باستثناء ام الحسن جنکا
عقد جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے ہوا اور فاطمہ جنکا عقد سعید بن اسود سے
جو بنی اسد سے تھے - جعدہ کو تو سب جانتے ہین کہ جناب امیر کے بھانجے
تھے - جنکی مان حضرت ام ہانی تھین مگر فاطمہ کا عقد جو سعید بن اسود سے
بیان ہوا غلط ہے کیونکہ بقول صاحب خمیس انکا عقد اسود سے ہوا
تھا - جو اولاد حارث بن عبد المطلب سے تھے - بہر حال اس تحریر سے
چند باتین نمایان ہوئین -

ایک یہ کہ حضرت نے اپنی کسی صاحبزادی کو غیر خاندان مین نہین بیاہا جس سے
معلوم ہوا کہ یہ طریقہ جو سادات مین جاری ہے کہ غیر سید یا خلاف
خاندان کسیکو بیٹی اپنی نہین دیتے - نہایت مستحب اور معمول
منقول امام ہے اگر کتب تواریخ و رجال مین زیادہ تفحص کیا جاے - تو
انشاء اللہ تمامی بنی ہاشم کا یہ دستور قدیم الایام سے آج تک ثابت
ہوگا

دوسری اسی عبارت سے دعواے عقد عمر بھی باطل ہوا - کیونکہ استثنا مین -